سید سعید احمد شاہ

قادری محبی محی

گورکھپوری

الحمد للہ والمنۃ کہ از کلام فیض نظام حضرت کرسی نشین ولایت زبدۃ الکاملین فخر الواصلین
شفیع المریدین برگزیدہ زمن حضرت مولانا شاہ محمد ابوالحسن پھلواروی قدس اللہ سرہ الغنی

دفتر اول

دیوان فرد

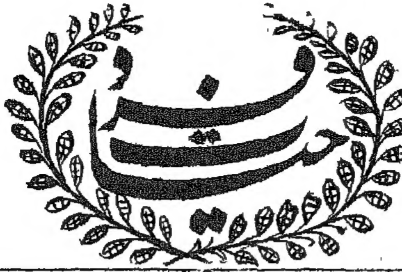
بسرپرستی

حضرت زبدۂ ارباب مجد و حالات صاحب قوت قدسیہ خصائل ملکیہ قدوۃ السالکین
مولانا شاہ محمد بدرالدین صاحب قادری جعفری زینبی سجادہ نشین مجیبیہ پھلواروی مدظلہ العالی

بسعی جمیلہ

مجمع کمالات صوری و معنوی جناب مولوی حکیم محمد شعیب صاحب رضوی مجیبی پھلواروی سلمہ اللہ القوی

از اہتمام خاکپائے انام خواجہ عبدالواحد غفرلہ اللہ الماجد در ماہ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شاعری دنیا مین تصوّف کو دلفریب انداز کے موجد جس اعلیٰ پایہ پر سعدیؒ حافظؒ خسروؒ جامیؒ ہوئے ہین اُسی پایہ پر حافظؒ کے دلربایانہ اندازِ نظم کی پیروی کرنے والے ادراعلیٰ مشق بہم پہونچا کر حافظ کے رنگ مین رنگ ملا دینے والے سرزمین ہند مین پورب کے اعلیٰ طبیعتدار میری متبرک قصبہ پھلواری کے مقدس بزرگ **حضرت فرد** ہین۔ یہ وہ نام ہی جس سے ہندوستان خصوصًا صوبہ بہار کے کم ایسے لوگ نکلینگے جنھین واقفیت نہوگی اور کم ایسی جگہہ ہوگی جہان یہ متبرک نام عزت کے ساتھ لیا نجاتا ہو۔ بلکہ حسن و قدرت کے وزنی لفظون مین حافظؒ جامیؒ سعدیؒ خسروؒ یاد کیے جاتے ہین انھین لفظون مین **فردالاولیا** کا متبرک نام بھی لیا جاتا ہے اور جسطرح شعرا کی جماعت مین **فردالاولیا** کی پاک ذات قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہو اسیطرح صوفیون مین بلکہ اُس سے کہین زیادہ آپکا اعزاز کیا جاتا ہے۔ اور یہ اسلیے کہ جو پایہ آپ اعلیٰ طبیعتداری کے سبب شاعری مین رکھتے تھے اُس سے کہین بڑھکر تصوّف مین ذاتی وخاندانی حیثیت سے آپ کو حاصل تھا۔ خاندانی حیثیت تو یہ تھی کہ آپ حضرت امام الشہدا سیّد الشجاع ذوالجناحین سیدنا **جعفر طیار** رضی اللہ عنہ کے بہترین احفاد سے تھے۔ اور سونے پر سہاگا یہ کہ آپ آفتاب طریقت تاج العارفین مخدوم شاہ **محمد مجیب اللہ** قادری قلندر جعفری زینبی **پھلواروی** قدس سرہ کے پوتے تھے۔

ذاتی بزرگی یہ تھی کہ خدا نے فطرتی سلیم صاحب خلق عمیم جامع علوم وفنون اور باطنی کمالات مین اپنی آپ ہی نظیر گویا **فرد** زمانہ پیدا کیا تھا اور علم کے طرف فطری مناسبت عطا فرمائی تھی۔ غرض ہر طرح پر آپ کی ذات پاک قدر و عزت کی نگاہ سے دیکھی جانے کے قابل تھی۔

فردالاولیاء کا سلسلہ نسب

حضرت سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ تک حسب ذیل منتہی ہوتا ہے۔

حضرت مولانا شاہ محمد ابوالحسن بن شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ ولی بن تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ بن شاہ ظہور اللہ بن کبیر الدین بن رکن الدین بن محمد حسین بن امیر عطاء اللہ جعفری زینبی پھلواروی بن سعد اللہ شہید

بن فتح اللہ بن محب اللہ بن ہدایت اللہ بن محمد حسین بن محمد امین بن محمد ابراہیم بن عمر دراز بن عبید بن محمد حمید بن محمد اسمٰعیل بن محمد الرئیس بن علی الزینبی بن عبداللہ الجواد بن جعفر طیار رضی اللہ عنہم اجمعین یہ عبداللہ الجواد زوج تھے زینب بنت امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الشریف کے

فرد الاولیا رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت

۱۱۹۱ھ گیارہ سو اکانوے میں رجب کی دسوین تاریخ پنج شنبہ کی شب کو ہوئی محمد نام اور ابو الحسن کے کنیت سے مخاطب کیے گئے بڑے ناز و نعم سے پلے پرورش پائی۔ جب کچھ سمجھ آئی تو ۱۱۹۴ھ گیارہ سو چورانوے ہجری مین حوصلے کے ساتھ ابجد خوانی کرائی گئی اور ابتدائی تعلیم شیخ العالمین نے اپنے ذمہ لی۔ طبیعت تو بلا کی ذکی و ذہین پائی تھی ابتدا کی مختصرات چند ہی دن مین پڑھ گئے۔

جب کچھ علم نے مزہ دیا تو فارسی کا شوق پیدا ہوا سب سے پہلے قواعد سیکھے پھر مطولات کیطرف توجہ فرمائی فارسی کی بیشتر کتابین فرد الاولیا نے شیخ العالمین ہی سے پڑھین عبارت آرائی وانشا پردازی جو کچھ آپکو ہے شیخ العالمین کی توجہ و تعلیم کی برکت سے آئی۔ عربی کی ابتدائی کتابین شرح ملا جامی تک آپنے شیخ العالمین ہی سے ختم کین۔

درسیات بالاستیعاب آپنے اپنے پھوپھی زاد بھائی علامۂ اجل سید العلما مولانا احمدی قادری پھلواروی قدس سرہ سے بیس سال کی عمر مین تمام کین۔

جب فرد الاولیا بقیہ کتب درسیہ کی تحصیل کے خیال سے سید العلما کی خدمت شریف مین پہونچے تو قبل اسکے کہ سید العلما آپکو اپنے حلقۂ تلمذ مین لین جو کچھ صرف و نحو آپ قبل اپنے والد سے پڑھ چکے تھے اسمین امتحان کر ہر طرح پر استعداد کیطرف سے تشفی کر نیکے بعد مطولات کا سبق شروع کرایا اور نہایت دلسوزی و محنت کے ساتھ آپکی تعلیم مین مصروف ہوئے۔

قوتِ مطالعہ آپکو اسقدر حاصل تھی کہ دقیق اور مشکل سے مشکل مقام کو ادنیٰ غور کے بعد حل کرلیا کرتے۔ سید العلما پڑھانے مین عبارت سننے کے بعد خود فرد الاولیا ہی سے نفس کتاب کا مطلب ادا کراتے تھے اسکے بعد خود اس مضمون کو متعلق ماله وما علیہ اسکے دیگر شروح و حواشی و اختلافات علمائے فن کو ایک مبسوط تقریر مین بیان فرمایا کرتے نفس کتاب کا مطلب اعادہ کرنے کی ضرورت آپکو نہ پڑتی۔ غرض اسی عنوان سے کتب درسیہ کا آپ سبق لیا کرتے۔

فرد الاولیا کی عمر شریف مین بیسوین سال کی ابتدا ہی ہوئی تھی کہ تمامی کتب درسیہ فقہ تفسیر

اصول حدیث معقول فلسفہ ریاضی ہیئت ہندسہ کی ورق گردانی سے فراغت پاکر سید العلماء کے مایۂ ناز شاگردونمین داخل ہو گئے۔

سید العلماء گورنمنٹ کی طرف سے ۱۲۰۸ھ بارہ سو آٹھ ہجری مین محکمۂ افتا پر ممتاز تھے اور تین ضلع شاہ آباد گورکھپور سارن کے مفتی عدالت تھے جب ایک جگہہ سے دوسری جگہہ تبدیلی ہوا کرتی فرد الاولیاء برابر آپکے ساتھ رہا کرتے ۲ دو سال کامل سید العلماء کے ساتھ آپکو آرہ مین بھی قیام کا اتفاق ہوا۔ مگر دستار بندی اور فاتحۂ فراغ آپکا پھلواری مین ۱۲۱۱ھ بارہ سو گیارہ ہجری مین ہوا۔

فرد الاولیاء کی فاتحۂ فراغ علوم درسی کی مجلس مین عظیم آباد و دیگر اطراف کے علماء و فضلاء و طلبۂ علم کا بہت بڑا مجمع ہوا تھا آپکے اُس روز کے حسن بیان کی علماء حاضرین نے تحسین فرمائی۔

علوم ضروریہ درسیہ کے علاوہ علم رمل جفر تکسیر مین بھی فرد الاولیاء کو کمال دسترس حاصل تھا۔ اور یہ فنون آپنے سبقاً سبقاً کسی سے حاصل نہین کیے تھے بلکہ مصطلحات فنون مذکور بکثرت مطالعہ فرمانے کے بعد محض اپنی ذہانت سے خود اُن فنون کو مستنبط کیا تھا۔

آپکو زیادہ کام لینے کی حاجت پڑتی خاندان مجیبیہ مین شافی کا نقش زمانۂ قدیم سے کتابون مین لکھا ہوا تھا جو کاغذ پر لکھکر فتیلہ بنا کر مریض کے گھر مین معمولی چراغ کے بدلے روشن کرنے سے تمامی امراض کے حق مین مفید ثابت ہوا ہے مین بھی اُسکے نفع کا قائل ہون۔ اسوقت تک میری یاد مین ایسا کوئی مریض نہ آیا جسکی صحت کے لیے وہ نقش صحیح لکھکر دیا گیا ہو اور صحت نہوئی ہو اور میرے اس بیان کی تائید مین بہت سے لوگ ہمزبان ہین قبل مین یہ نقش محض نقل کرکے عمل مین لایا جاتا تھا اور اُسکے قواعد منضبط نہونے کے سبب اسکو لکھنے مین لوگون سے اکثر غلطی ہوجایا کرتی فرد الاولیاء نے اُسکے قواعد کو رسالہ مین اکٹھا کر دیا اور نقش بھرنے کا نہایت آسان طریقہ قلمبند کر دیا ہے جسکے دیکھنے سے ہر حساب جاننے والا بآسانی اُس نقش کا خانہ بھر سکتا ہے۔

فرد الاولیاء کے تلامذہ

فرد الاولیاء کو تحصیل علوم کے زمانہ سے عہد سجادگی تک برابر پڑھانے کا اتفاق ہوا مگر بالاستیعاب کسی ایک شخص کو کل کتابین پڑھانے کی نوبت نہ آئی۔ اور یہ اسلیے کہ آپ حضرت شیخ العالمین کی طرف سے خانقاہ عالم پناہ مجیبیہ کے منتظم اور کل اُمور کے نگران تھے مہمانون کی خاطرداشت اُنکی مدارات و ضروریات کا بہم پہونچانا اعراس کا کل نظم آپکے ذمہ تھا اسلیے تدریس کا وقت کم ملتا تھا

مگر اسکا یہ مطلب نہین کہ آپکو ایک مرتبہ بھی کتابین پڑھانے کی نوبت نہ آئی۔ ایسا نہین بلکہ تھوڑا ہی تھوڑا مختلف علوم وفنون پڑھنے والے طلبا کی ذریعہ سے دو ایک مرتبہ آپکو تمامی درسیات پڑھانے کی نوبت آئی ہے آپکے تلامذہ مین مختصرات کی پڑھنے والون کی تعداد زیادہ ہے۔ مگر مطولات کے پڑھنے والون مین چند آدمی وہ ہین جنمین سے کسی نے نصف اول سے زیادہ کتابین آپسے پڑھین کسی نے نصف آخر درسیہ آپکو سنایا مگر دستاربندی سب لوگون کی سید العلماء سے ہوئی۔ ازانجملہ فرد الاولیا کے خاص قرابتمندون مین مولوی شاہ محمد ابو القاسم پھلواروی ومولوی شاہ وصی احمد پھلواروی ہین ان دونون ہی بزرگون نے ابتداء کی کل کتابین آپ ہی سے پڑھین

غیر قرابتمندون سے مولوی مفتی غلام قادر ساکن دہائی ومولوی غلام محبیب ومولوی اظہار الدین ومولوی لطف علی منیری ومولوی شاہ کبیر الدین علیہ الرحمۃ سہسرامی ومولوی سلیم اللہ مرحومین تھے سب ہی فرد الاولیاء کے چشمۂ علم سے بقدر نصیب اپنے حصے لیکر سید العلماء کے فیض علم سے تمام وکمال مستفیض ہوئے۔

فرد الاولیاء کو تحصیل فراغ علوم درسیہ کی بعد یکایک فن حدیث کا شوق پیدا ہوا۔ اس زمانہ مین حضرت خاتم المحدثین مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی اس فن مین شہرۂ آفاق ہو رہے تھے مخلوق اس سعادت کے حصول کے لیے آپکی خدمت شریف مین جوق جوق جا رہی تھی فرد الاولیا کو بھی دہلی جانے کا خیال پیدا ہوا۔ مگر تعلقات خانقاہ نے قدم نکالنے نہ دیا فرد الاولیا کو اپنی شدید پابندی کے سبب دہلی نجانے کی سخت حسرت ہوئی اور ایک خط بنام شاہ صاحب بطلب سند حدیث اپنے وبعض بزرگ شایقین قصبہ کے طرف سے لکھ رکھا تھا کہ کسی جانے والے کے معرفت روانہ کرینگے مگر اتفاق وقت ایک عرصہ تک اسطرف کا کوئی جانے والا نہ نکلا۔ اور وہ خط یون ہی پڑا رہگیا۔ اسی خط مین آپنے تحفۂ اثنا عشریہ کی تعریف لکھی تھی اور اسکا صحیح نسخہ تعلیقات کے ساتھ طلب کیا تھا اور قصبہ کی بعض دوسرے بزرگون کی سند حاصل کرنے کی بھی خبر دی تھی اس خط کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکو تکمیل فن حدیث کا کتنا شوق تھا اور اسکے ہر لفظ سے اس فن کے ساتھ کیا ذوق و شوق ٹپکتا ہے۔

ز صبح شعور وعنفوان شباب سوائے تحصیل علوم عربیہ درسیہ پیچیدہ داشتم علی الخصوص شوق سعادت اندوزی از علم حدیث کہ اجل العلوم واہم المقاصد الاسلامیہ ہست ہر ساعتم بر سر آن می آورد کہ بحضور وافر النور حاضر شدہ بہرہ وری وسعادت اندوزی نماید وچندے بشرف مجلس شریف

مشرف گشتہ مستفیض شود و فائز مطلوب گردد۔ لیکن از مقتضاے ایام اتفاق نیفتاد و ناچار قصد اکتساب علوم مروجہ بہمین دیار ممنوع بعد از امتداد زمان از فضل و کرم آن منعم حقیقی حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ جل شانہ و عم احسانہ از جزوکشی و ورق گردانی فراغت حاصل نمود الحمد للہ علی ذلک الصلوٰۃ والسلام علی رسولہ و حبیبہ محمد ن المصطفیٰ و آلہ و صحبہ اجمعین الحال باز ہمان شوق کسب سند علم حدیث شریف در سر شوریدہ ام شورش پیدا کرد و بران برانگیخت کہ جلد استفاضہ از خدمت با برکت نماید لیکن بچند وجوہ مجبوری دست دادہ والحق ارادۃ اللہ غالب علی ارادۃ الناس،، ناچار مطلوع دخول درین زمرہ را غنیمت انگاشتہ و سعادت پنداشتہ بعرض میرساند کہ تا حصول شرف ملازمت آنجناب افاضت مآب سند حدیثی باسناد و اجازت بسیم کتابت کہ مروج علماے محدثین سلف بود عنایت شود کہ درین زمرہ حساب کردہ شوم کہ وسیلۂ نجات اخروی ست۔ وچہ عجب کہ لب تشنگان وادیِ شوق را آب زلال مقصود آن سحاب کرم سیراب فرمایند کہ سے مستحق کرامت گناہگارانند + وچون ثقات و ورع روایت مشروط ست بنا بر رجوع دل بدیگران نشدہ و عزم آن پیدا شد کہ بلاواسطہ کسی اجازت از خدمت عالی گیرد۔ و بعضی بزرگان این قصبہ را نیز ارادۂ تحصیل این شرف تصمیم ست و اغلب کہ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب بوقوع آید۔

جب اس خط کی بھیجنے کی نوبت نہ آئی تو فرد الاولیا ئے طرفًا اجازت کے مطابق کتب حدیث سے بخاری و مسلم کا مطالعہ شروع کیا اور آخر عمر تک حدیث شریف کا مشغلہ جاری رکھا کما ثبت من تحریر مولوی ابو الحیوٰۃ الفلواروی۔

در عمر بست سالگی از تحصیل علوم فقہ و اصول علم کلام و دیگر از علوم فلسفہ مروجہ بخدمت عالی سید العلماء دامت برکاتہ، فراغ حاصل فرمودہ بمطالعہ مشکوۃ شریف و صحیح بخاری و مسلم از کتب احادیث اشتغال داشتہ

انتھیٰ بعبارتہ

فرد الاولیاء کی تصانیف

کسی خاص فن کے متعلق کوئی مستقل رسالہ دیکھا نہیں جاتا۔ درسیات سے چند کتاب حمد اللہ و شرح وقایہ اور بعض اُن رسالوں پر جو تحصیل علوم کے زمانہ میں آپکے زیر درس تھے آپنے جابجا تعلیق و حل مطلب کیا ہے لیکن مختلف فیہ مسائل کی تحقیقات میں چند تحریرین موجود ہین جو اپنے مضمون کے بسیط ہونے کے لحاظ سے

بطور رسالہ کے ہو گئی ہین -
ازانجملہ ایک رسالہ جواز سماع مع مزامیر مین ہو. شاید آپکے دیگر رسالون سے زیادہ بسیط ہوگا کیونکہ اُسکے
بعض اوراق میری نظر سے گذرے ہین اُنکا عنوان تحریر وطرز بیان مبسوط ہونے کا پتہ دے رہا ہے -
اسی مضمون مین ایک عربی تحریر بھی موجود ہو جو مختصر ہے مگر بہت مدلل عنوان تحریر سے یہ بات مترشح ہوتی ہو
کہ کسی نے عدم جواز سماع کا مدعی ہو کر اپنے دعوے کی دلیل مین امام اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ قول ابتلیت
بھذہ مرۃ فصبرت پیش کیا تھا اور اسکی تائید مین شرح وقایہ باب غنا کی چند عبارتین نقل
کرکے اپنے دعوے کو دلیل کی مستحکم زنجیر مین مضبوط کرنا چاہا تھا فرد الاولیاء نے انھین عبارتون سے
جواز ثابت کر دکھایا۔ اس تحریر مین سائل مستدل کا جواب منطقی اصول سے دیا گیا ہو اور پرلطف بھی ہو۔ دل
نہین چاہتا کہ ناظرین حسن تحریر کے لطف سے محروم رہجائین اسلیئے ذیل مین درج کر دیتا ہون

بسم اللہ الرحمن الرحیم حمد المن ہو المجیب لکل ما سئل + والصلوۃ والسلام علی من
ارسل + والذین ہم معہ واوضح السبل اما بعد اعلم ایھا السائل ان الاحتجاج بعبارۃ
صاحب شرح الوقایۃ من باب الاکل علی حرمۃ الغناء کما تکلم بہ بعض الناس وقرع سمعک
کلا مھم مما لا یعبأ بہ ولا یصح بل تدل علی حلۃ الغناء ما قال صاحب شرح الوقایۃ
وھو ھذہ قولہ مقتدی دعی الی ولیمۃ فوجد ثم لعبا او غناء لا یقدر علی منعہ یخرج
البتۃ وغیرہ وان قعد واکل جاز اقول فقد ثبت ان غیر المقتدی اذا دعی الی ولیمۃ
فیھا غناء وجلس فی مجلس الغناء واکل یجوز فلوکان الغناء حراما لکان فی حق غیر المقتدی
ایضا محرما۔ والفرق فی المحرمات بین المقتدی وغیرہ مما لم یحکم بہ الشرع قولہ ولا
یحضر ان علم من قبل اقول ھذا المنع لیس تحریمیا لما سبق ذکر الجواز لقولہ جاز
قولہ قال ابو حنیفۃ ابتلیت بھذہ مرۃ فصبرت اقول ای علی ما ظھر لی من الغناء وجلست
فی ذلک المجلس فظاھر ان الامام لا یصبر قط علی الجلوس فی مجلس الفساق والخمار وقت
فسقھم وشربھم الخمر فلوکان الغناء حراما لم یجلس فی ذلک المجلس البتۃ قولہ ودل
قولہ علی حرمۃ کل الملاھی لان الابتلاء یکون بالمحرم اقول انحصار اطلاق الابتلاء
فی المحرم کلیۃ وعلی الاطلاق لیس بثابت حتی یصح ان یقال الابتلاء لا یکون الا بالمحرم
او یقال کل ابتلاء منحصر فی المحرم فلا یصلح ھذہ المقدمۃ لا یکون کبری لعدم
کلیتہ فالقیاس لا یفید الانتاج کما قلت الغناء من الابتلاء والابتلاء لا یکون

الا بالمحرم فثبت ان الغناء محرم واذا لم يكن الكبرى كلية لم يثبت المطلوب واما
عدم صدق الكبرى وهو قولنا الابتلاء لا يكون الا بالمحرم فلان الابتلاء يستعمل في كل
زمان مالا يلائم طبعه حراما كان او حلالا كما في قوله تعالى اذ ابتلى ابراهيم ربه
وفي الحديث المشهور اذا ابتليتم ببليتين وفي قول هذا الامام الاعظم ابي حنيفة
ابتليت بالقضاء فاعرضت كما نقله الامام برهان الدين صاحب شرح المفصل
فان القضاء ليس بحرام بل من اهم امور الشرع وقد اقبل عليه القاضي شريح بعد
اعراض ابي حنيفة وكان قاضي شريح افقه واورع من الامام الاعظم وذهب كثيرون
الى كونه صحابيا ومن تامل في قول الامام الاعظم يظهر له ما يظهر فانه رحمه الله صبر
على الابتلاء بالغناء وقال صبرت واعرض عن الابتلاء بالقضاء وقال فاعرضت
فيما وقع فيه الاعراض اولى بالحرمة مما ظهر فيه الصبر ولما لم يحكم على موضع
الاعراض بالحرمة كيف يحكم بالحرمة فيما ثبت اختياره واصطباره فلما لم يثبت
اختصاص الابتلاء بالمحرم فالاحتجاج بالابتلاء على الحرمة مما لا سبيل اليه قوله اعلم
انه لا يخلو انه ان علم قبل الحضور ان هناك لهوا لا يجوز الحضور وان لم يعلم قبل
الحضور ولكن يعلم بعده فان كان قادرا على المنع يمنع وان لم يكن قادرا فان كان
الرجل مقتدى يخرج لئلا يقتدي الناس به وان لم يكن مقتدى فان قعد واكل
جاز لان اجابة الدعوة سنة فلا تترك بسبب بدعة كصلوة الجنازة يحضرها
النياحة اقول اختلف في كون الدعوة سنة ذهب البعض الى انه مباح وذهب البعض
الى استحبابها وقال بعضهم انها سنة غير مؤكدة حتى انه لا يأثم تاركها واختار
بعضهم طريق السنة المؤكدة وقالوا الاولى ان يأكل من بيته شبعا ويأكل من
الدعوة قليلا على شبعه لئلا يقع في فتن السوء وامثاله فان هذا الزمان
لا يخلو عن الفساد والقلوب خلت عن خلوص النيات فمنع الخلاف في كونها
مؤكدة عدم تركها بسبب بدعة محل تامل ولا محيص عنه الا بالحكم اباحة الغناء
وعلى تقدير الحكم كونها بدعة فالخلاص في غاية الصعوبة والقياس على صلوة
الجنازة قياس مع الفارق لان صلوة الجنازة فرض فلا يترك بوجود بدعة
بخلاف امثال هذه السنن فان ضيق الوقت يوجب اداء الفرض وترك السنة

قوله قال ابوحنیفة ابتلیت بهذا مرة فصبرت قالوا قوله ابتلیت یدل علی الحرمة
اقول قوله قالوا علی ضعف القول وقوله یدل علی الحرمة حال الدلالة کما تری و
تبین لك ان الابتلاء لیس مختصا بالمحرم فکیف یدل علی الحرمة **قوله** ویمکن
ان یقال الصبر علی الحرام لاقامة السنة یجوز **اقول** هذا هو الذی ذکرنا بالقیاس
مع الفارق **قوله** فالصبر الذی قال ابوحنیفة ان یکون جالسا معرضا عن ذلك
اللهو منکرا له غیر مشتغل ولا متلذذ به **اقول** الجلوس فی ذلك المجلس الحرام
ولو مع اعراض لقلب الانکار وعدم الاشتغال والتلذذ به منهی عنه لقوله تعالی
وَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝ ولا الجواز جلوس الصلحاء فی مجلس
الفسقاء والصحبة فیما بینهم مع الاعراض ولیس کذلك فلو ثبت الاکراه مع
الامام الاعظم فی الجلوس واضطراره فی ذلك بسبب جبر الداعی وجوره فلعله
یحتمل ان یکون وجها لجواز الجلوس ولم یثبت الی الآن فعلم بما ذکرنا انه لیس بحرام
وکان قوله "ابتلیت" بالنظر الی ترك الاولی فان الاولی للمقتدی ان لا یشتغل
بما دون الاولی فان العوام لجهلهم عما فیه من ذکر الله تعالی ومحبته یشتغلون
به لهوا ولعبا وفسقا محتاجین بسماع المجتهد المقتدی کما ذکر صاحب المفصل
فی شرحه فی شرح قول ابی حنیفة رحمه الله "ابتلیت" فافهم وتدبر والله اعلم بالصواب

اس مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ **معترض** کا بیان ہے کہ اگر پیشوائے قوم کسی ایسی دعوت ولیمہ میں مدعو ہو
جہاں گانا بجانا اور دیگر لہو ولعب کے اسباب مہیا کیے گئے ہوں۔ اور اُسے روکنے کا بھی اختیار نہو
تو اُس دعوت کی شرکت نکرے چلا آوے۔ اور جو لوگ مقتدائے قوم سے نہیں ہیں اُنکے لیے شرکت میں
کوئی مضائقہ نہیں۔ اگر مقتدا کو اس دعوت ولیمہ میں لہو ولعب کا پہلے سے علم ہے تو اُسکو اُسکی مطلقًا
شرکت نچاہیے۔

فرد الاولیا فرماتے ہیں کہ شریعت کا کوئی ایسا حکم بتاؤ جو پیشوا اور مقتدائے قوم کے لیے ممنوع ہو
غیر مقتدی کے لیے مباح ہو۔ جب یہ ثابت نہوا تو یہ خصوصیت "الترک اولی" کے اعتبار سے ہوئی
نہ حرمت کی وجہ سے۔

معترض کہتا ہے کہ غیر مقتدا کو شرکت کا حکم اسلیے دیا جاتا ہے تاکہ سنت ترک نہو کیونکہ دعوت
قبول کرنا مسنون ہے جو بدعت کی سبب سے ترک نکیجائے گی جسطرح صلوۃ جنازہ کی شرکت نوحہ

کرنے والیون کے آنے سے ترک نہین کیجاتی ہے۔

فردالاولیا فرماتے ہین کہ اول تو دعوت کے سنت ہونے مین علمار کو اختلاف ہے۔ کوئی مباح کہتا ہے کوئی مستحب ہونے کا قائل ہے۔ کوئی سنت غیر مؤکدہ مانتا ہے اسلیے تارک گنہگار نہین کہاجاتا کسی کے خیال مین سنت مؤکدہ ہے۔ غرض اس بارہ مین علمار کے مختلف خیالات ہین پس ممنوعات کے ساتھ ایسے مختلف فیہ امر کے کرنیکی اجازت بہت ہی قابل غور ہے اور صلوۃ جنازہ پر دعوت کا قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ صلوۃ جنازہ بالاتفاق فرض ہے۔ جو دیگر فرائض کیطرح کسی بدعت کے سبب ترک نہین کیجاتی۔ اور ادائے فرض کی اسقدر تاکید ہے کہ کسی وقت کی فرض نماز سہی تنگی وقت کی شکایت کافی نہین ہوتی صرف فرض ہی ادا کرلینے کا حکم دیاجاتا ہے۔ بخلاف ان سُنّتون کے کہ نہ یہ فرض کے برابر مؤکد ہین اور نہ کسی ممنوع کے ساتھ انکے ادا کی اجازت بلکہ اہم مجبوریون مین اکثر ترک بھی دیجاتی ہین۔

اور یہ مسلّم ہے کہ ممنوعات شرعی سے بچنا فرض ہے اور دعوت کا مسنون ہونا امر مختلف فیہ ہے اور فرض چھوڑکر مختلف فیہ امر کا اختیار کرنا شریعت سے ثابت نہین۔ ممنوعات کا حکم مقتدا اور غیر مقتدا دونون کے حق مین یکسان ہے اسلیے ان دلائل پر نظر ڈالنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ غیر مقتدا کو غنار کی شرکت کی اجازت جائز ہونے کے سبب سے دیگئی اور مقتدایا پیشوائے قوم کو بچنے کا حکم کسی شرعی مصلحت سے ہے "فثبت المطلوب وحصحص الحق"، میرا مدعا ثابت ہوگیا۔

معترض کہتا ہے کہ غنا اسلیے حرام ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ نے اسکے عدم جواز کے متعلق کسی کے جواب مین "ابتلیت بھذہ مرۃ فصبرت"، فرمایا ہے۔ یعنی ایکبار مین غنا مین مبتلا ہوا مگر مین نے صبر کیا (یعنی سن لیا) امام صاحب نے "ابتلیت"، فرمایا کوئی دوسرا لفظ نہ فرمایا اور لفظ ابتلا کا استعمال محرمات وممنوعات کے سوا مباحات مین نہین ہوتا۔ چونکہ غنا حرام تھا اسلیے امام اعظم رحمۃ اللہ نے اسکے مقابلہ مین ابتلیت فرمایا۔ اور اسی لفظ سے ہر لہو ولعب کی حرمت کو قیاس کرلینا چاہیے۔

فردالاولیار فرماتے ہین کہ یہ کلیہ غلط ہے۔ ابتلا کا استعمال مباحات مین بکثرت ہوتا ہے۔ جیسا میرے دعوی کے ثبوت مین خدا کا پاک قول اِذِ ابْتَلٰی اِبْرٰاهِیْمَ رَبُّهٗ اور حدیث شریف اذ ابتلیتم فبلیتین اور خود امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا قول ابتلیت بالقضا فاعرضت موجود ہے۔ جیسا کہ اسی قول کو امام برہان الدین شارح مفصل نے اپنی کتاب مین لکھا ہے۔

ان اقوال سے ابتلا کا انحصار محرمات وممنوعات پر باطل ہوا معلوم ہوا کہ مباحات مین بھی بکثرت اسکا

استعمال ہو۔ پس امام صاحب کے اس قول کا مطلب یہ ہوا کہ میں غنا سے پرہیز کرتا تھا اور نہیں سنتا تھا مگر ایک بار مجبوری جب میں غنا کے جلسہ میں جا پڑا تو اسلیے سن لیا چونکہ مباح تھا۔ اگر مباح یا جائز نہوتا تو امام صاحب کا ورع و تقویٰ کب اسکو جائز رکھ سکتا تھا کہ باوجود اختیار تام و قدرت کے دیدہ و دانستہ ممنوعات کی شرکت کرتے اور فسّاق و خمّار کی ناپسندیدہ صحبت پر صبر کرتے۔

بالفرض اگر "ابتلا" کا مطلقاً استعمال ممنوعات ہی کی نسبت مان لیا جائے تو قضا بھی حرام ہونا چاہیے حالانکہ قضا کے جواز بلکہ اہم امور شرع ہونے پر ایک عالم کو اتفاق ہے۔ اور اگلے بڑے بڑے فقہا محکمہ قضا پر مامور و ممتاز ہوئے ہیں (خود امام صاحب رحمہ اللہ کے جلیل القدر شاگرد امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ مدتوں قاضی رہے ہیں) امام صاحب رحمہ اللہ کے انکار کے بعد قاضی شریح بھی (جو اپنے ورع و تقویٰ و تفقہ میں یگانۂ روزگار تھے بلکہ لوگ انھیں امام اعظم رحمہ اللہ سے بڑھکر سمجھتے ہیں کوئی تابعی کہتا ہے کوئی انکی نسبت صحابی ہونے کا مقر ہے) منصب قضا کو قبول کر کے مدتوں اس عہدہ پہ ممتاز رہے۔

اور اگر لفظ "عُرضت" پر نظر ڈالی جاوے تو اعراض بدرجہا حرمت و عدم جواز کا سبب واقع ہو سکتا ہے بخلاف صبر کے کہ اس لفظ سے رضا کا صریح پتا چلتا ہے۔

معترض کہتا ہو کہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ممنوعات پر صبر اقامت سنت کی غرض سے جائز ہے اسلیے امام صاحب نے صبر کیا اور ٹھیرے رہے لیکن دل سے متنکرہ تھے اور سننے کی طرف مشغول نہ تھے اس سے انکو کسی قسم کی لذت حاصل ہوئی۔

فرد الاولیاء فرماتے ہیں کہ اقامت سنت کی غرض سے ممنوعات پر صبر کرنے کے متعلق جسقدر مجھے کہنا تھا او پر کہدیا۔ رہی اعراض قلب کے ساتھ بہ نیت خیر حرام مجلس کی شرکت یہ بھی قرآن شریف کی آیۂ کریمہ وَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ؕ سے ممنوع ہے۔ ورنہ صلحا کے لیے فاسقوں کی مجالس کی شرکت اور انکے ساتھ صحبت بہ نیت خیر بلا تکلف جائز ہو جاتی بہر تقدیر جواز کے سوا حرمت کا تو احتمال ہی نہیں ہوتا۔

ہاں یہ مان سکتا ہوں کہ امام صاحب کا یہ قول ابتلیت اس خیال سے ہوگا کہ عوام بجاے خدا کی یاد کے اور اسکی محبت حاصل کرنے کے اغواے نفس سے لہو و لعب میں مشغول ہو جائینگے اور اپنے فعل کی حجت پیشوا و نکے فعل سے پکڑینگے۔ کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ در اصل غنا سے مقتداؤں کا مقصود کیا ہوتا ہے

اور وہ کن اہم امور کو ہمیں مد نظر رکھکر سُننے ہیں۔

اسی کے قریب قریب شارح مفصل نے بھی امام صاحب کے اس قول ابتلیت بھذا امرۃ فصبرت کی شرح میں لکھا ہے سمجھو اور غور کرو۔

اس مزید تحریر سے میرے انصاف پسند ناظرین کو اچھی طرح فرد الاولیاء کے زور قابلیت کا پتا چلگیا ہوگا حقیقت یہ ہے کہ یہ کچھ فرد الاولیاء ہی کی قابلیت تھی جسنے معترض کے انھیں لفظوں سے جواز سماع ثابت کردکھایا۔

اسی مضمون میں فرد الاولیاء کی ایک فتاوی تحریر بھی موجود ہے جسمیں بکثرت فقہاء و محدثین کا سماع اور مزامیر سُننا اور ائمہ مجتہدین سے بہتون کا سماع میں تکلیف ہوکر وجد کرنا صحیح روایتون سے ثابت کیا ہے از انجملہ امام شافعی و مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے وجد و رقص تک کا ثبوت مستند روایتون سے دیا ہے۔ مگر اُسکے ساتھ قول فیصل یہ لکھدیا ہے کہ اگر کوئی علی الاطلاق حرمت سماع و مزامیر کا مدعی ہو تو وہ ان روایتون کے مقابل میں قابل سماعت نہیں کیونکہ متعدد حدیثیں اس بارہ میں آئی ہیں جو خود جواز سماع کی لیے کھلی دلیلیں ہیں۔ انکے علاوہ فقہا و محدثین کا سننا ثابت ہے اور یہ امر مسلم ہے کہ فقہا یا محدثین محرمات و ممنوعات کا ارتکاب نہیں کرسکتے۔ ہان مزامیر کا مختلف فیہ ہونا مانتا ہون۔ اسلیے اس مسئلہ میں کد و تشدد بیجا ہے بہتر ہے کہ سُننے والا منع نکیا جائے اور محترز کو سُننے پر جبر ندیا جائے۔ یہ تحریر کسی مستفتی کے جواب میں لکھی گئی تھی اور اُسکے ساتھ دو مضامین غیر ایک حُرمت متعہ اور دوسرا امامت ائمہ اثنا عشر کی تحقیق میں بھی ملحوق تھی (جو آگے انشاء اللہ تعالےٰ موقع سے یکے بعد دیگرے درج کیے جائینگے) یہان صرف سماع و مزامیر کے متعلق جو مضمون ہے اُسکو درج کرتا ہون تا کہ گذشتہ مضمون (جسمیں فقط جواز سماع ہے) اور اس مضمون میں (جسمیں سماع و مزامیر دونون کے جواز کا ثبوت ہے) باہم تطبیق ہوجائے۔

وانچہ در بارۂ مزامیر استفسا رفتہ است۔ مزمار بمعنی آلۂ سرود است امام نووی بحرمت آن رفتہ است و امام غزالی رحمۃ اللہ بجواز آن کذا فی جامع البرکات۔ و معلوم نیست کہ در کدام تصنیف غزالی حرمتش نوشتہ است بلکہ جائے نوشتہ است کہ ہیچو کدوے و دیگر آلات خمر حال مزمار ہست کہ ہمراہی شراب حرام شدہ بود در مدد حرمت خمر۔ چون حرمت خمر شائع شد و تمام احتراز و مسلمانان چنانکہ می بایست بظہور آمدہ بسبب ضرورت ظروف کدو وغیرہ صحابہ برائے استعمالش عرض داشتند کہ بیشتر عادات ہمین ظروف در آنجا بود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اجازت باستعمالش فرمود۔ چه این چیزها بذاتها حرام نبود مگر بسبب اختلاط با خمر و چون خمر موقوف
ومفقود شد این چیزها بحالت اصلی خود که حلت بود عود کردند که اصل در اشیاء اباحت ست
پس اجازت در ریگی ازآنها رخصت در همه شد پس در مزامیر هم حلت واقعه عود کرد۔ ونیز
می نگارد که پوشیدن قبا و امثال آن در دیاریکه لباس فساق ست بارباب تقی ناجائز
خواهد شد و در دیاریکه بفساق مخصوص نیست اهل تقی را هم هرگز باستعمال آن کراهتی نیست۔
پس چیزیکه حرام یا مکروه به سببے باشد هرگاه علیحده از سبب محرم مستعمل شود مکروه یا
حرام نباید گفت وهمچنین درین معنے بیانے دارد دراز که این محل تفصیلش نیست واکثر فقهاء
بحرمتش رفته اند ومیگویند که در مذاهب اربعه حرام ست۔ این کلام باعتبار مشهور معروف ست
ورنه هیچ یکے از ائمه اربعه روایت حرمت شنیده نشده وکسے جا مذکور نیست چنانچه اکثر اکابر علماء
وطائفهٔ فقها باباحت آن رفته اند۔ چنانکه ابن طاهر مقدسی وغزالی ورافعی وروماني وشیخ
عزالدین عبدالسلام وتقی الدین ودقیق العید وبدرالدین ونیز اکثر علماء حلت
عود را مقیس علیه ساخته جمیع مزامیر را حلال کرده اند باین دلیل که باسناد صحیح ثابت ست
شنیدن حضرت عبدالله بن جعفر طیار رضی الله عنهما عود را در زمان خلافت عم خود امیرالمؤمنین
علی کرم الله وجهه الشریف۔ بکثرت می شنیدی ودوست تر داشتی سماع را وابن عمر رض
وابن زبیر وحسان بن ثابت واز تابعین زهری وسعید بن مسیب وعطا بن ابی رداح
واز تبع تابعین اکثر فقهاے مدینه وخود از امام مالک شنیدن آن بروایت صحیح نقل کرده اند
کذا فی جامع البرکات ودر رساله تصنیف جمال الدین محدث وغیره
من الکتب۔ ونیز اکثر علماء از حدیث عائشه رضے الله عنها که در مشکوة شریف ست
ودر صحیحین نیز مسند می آرند بر اباحت سرود مع الآلات۔ و شیخ محقق در ذیل آن نوشته
والانصاف آنست که نص قطعی بر حرمت آن علی الاطلاق بجمیع وجوه چنانکه بر حرمت زنا و
خمر ست ثابت نشده ست وتحقیق تصریح کرده اند بعضے از متاخرین محدثین که حدیثے
در حرمت غنا صحیح نشده۔ وبعضی علماء گفته اند که یافته نشده است دلیل قطعی نه بر
حرمت نه بر اباحت آن واصل در اشیاء اباحت ست هکذا کلامه
ودر آلات غنا ومزامیر عود وطنبور ودف واوتار وغیره همه داخل ست۔ وخارج کردن بعضی
از حکم حرمت وادخال بعضے در محرمات محض لا دلیل علیه بل خلاف ما ذکره المحققون

ونیز در سنن ابی داؤد که از صحاح ست حدیث عمرو بن شعیب که زنے نذر کرده بود که چون حضرت
صلی الله علیه وسلم فتح نموده بخیریت در مدینه جلوه افروزی فرمایند سرود بادف بحضور حضرت
عرض دارم وبعد حصول این دولت آمده عرض کرد۔ حضرت فرمودند اوفی بنذرک وا ز
کتب فقه واحادیث ثابت ست که نذر معصیتی جائز نیست پس نذر بحرام ناجائز ست
پس اگر سماع بادف که از جمله مزامیرست حرام بودی بایفاے نذر امر نشدی کذا ذکروا
ونیز ثبوت پیوسته شنیدن قاضی شریح با اینکه افقه الفقها واعظم الصلحا از تابعین
است بلکه بعضے بصحابیت ہم رفته اند وقاضی بود از طرف حضرت امیر المومنین علی علیه السلام
که اول آنحضرت امیر علیه السلام اورا قاضی کرده بود۔ وتا مدت مدیده برہمین خدمت قضا مانده
وسعید بن جبیر وعبد الملک بن جریج که بفضل وکمال وعدل وعلم وتفقه وتحدیث ذی اجماع ست
وشیخ تاج الدین عبد الرحمن شیخ ومفتی دمشقی وابن قتیبه وعبد الرحمن وخارجه بن زید که
از فقہاے سبعه مدینه اند وعبد الله بن عتیق وابراهیم بن سعید فتوے باباحت غنا
وعود داده۔ وصاحب امتاع ہمین را اصل اعتبار کرده دیگر مزامیر بران قیاس نموده
ودر تاریخ خطیب بغدادی (که محدث ست) مذکورست که امام مالک بزبان خود سرود
میگفت وابن حمدون در تذکره گفته که اگر مغنی خطا میکرد امام مالک تعلیم میفرمود
ودرست می نمود وفی الذخیرة من مذهب الشافعیؒ سماع الغناء وسماع الدف
وان کان فیه جلاجل لیس بحرام۔ وامام نوویؒ که اعظم محدثین ست گفته امام شافعی رحمه الله
در سماع وجد کرده پارچه بقوال داد وابو الوفا عقیل در کتاب فصول نوشته که بروایت صحیحه
ثابت ست شنیدن امام احمد حنبلؒ سماع را بلکه از صالح پسر امام احمد مرویست سماع ووجد
امام احمد ودور او بالاے بام دامن در حنبل پیچیده وشیخ محقق دہلوی در شرح سفر السعادة
گفته ابن حزم ظاهری (که از علماے متاخرین محدثین ست) قائل ست باباحت غنا و
مزامیر وگفته آنچه در باب منع نقل میکنند به ثبوت نرسیده ودر مدارج ست که گفت یحیی
بن معین (که از اعاظم علماے محدثین ست) که می آمدم یوسف بن ماجشون را جواری او میزدند
معزفہا درخانه دیگر وایشان از ثقات علما هستند که ائمه حدیث از روایتها دارند ۔ و
در صحیحین تخریج از ایشان می نمایند ۔ ودر بدائع گفت بضرب قصب ودف باک
نیست پس ازین همه بیان واضح گشت که حرمت مزامیر علی الاطلاق نیست مثل دیگر مسائل

مختلف فیه بین العلماء ست وغایة مافی الباب اینست که شنونده منع نکرده شود ومحترز از جبر
شنیدن نموده شود والله اعلم بحقیقة الحال ولله الحمد اولاً وآخراً وظاهراً
وباطناً والصلوٰة والسلام علی خیر خلقه وحبیبه سید الانبیاء محمد
ن الذی لا نبی بعده وعلی آله واهل بیته وصحبه اللّهم ان اصبت فزد
فی صوابی وان عصیت اخطأت فیها ونرعنی جوابی ربنا احفظنا من شرور انفسنا
وسیئات اعمالنا ولا تزغ قلوبنا بعد اذ هدیتنا وثبت اقدامنا علی الصدق والصواب
یا مفتح الابواب والسلام علی من اتبع الهدیٰ وهو خیر ختام الکلام ۔

اگرچہ اس تحریر کے علاوہ ایک مبسوط رسالہ سماع مین دوسرا بھی لکھا تھا جسمین جائز اور مباح رکھنے والے فقہا ومحدثین کے واقعات کو درج فرمایا تھا اور ایک دوسرا رسالہ **ھدایات** کے نام سے تالیف فرمایا تھا جسمین مختلف فیہ مسائل سماع وزیارت قبور وایصال ثواب وسماع موتی وتلقین میت وغیرہ کو ایک ہی جگہ جمع فرمایا تھا اب یہ دونون ہی رسالے نہین ملتے ہین ۔
لیکن اثبات مدعا کے لیے میری خیال مین یہ دو تحریرین کافی ہین اور جسقدر **فرد الاولیاء** نے اپنی اس مختصر تحریر مین لکھدیا ہی غالباً دیگر مصنفین نے اپنے رسالون مین اس سے زیادہ نہین لکھا ہوگا ۔ اس زمانہ مین جواز سماع مین اُردو رسالے بکثرت شائع ہوئے ہین اور اکثر میرے مطالعہ سے گذرے ہین انہین انھین فقہا اور محدثین وصحابہ وتابعین سے (جنکے اسماء مذکورہ تحریر مین گذر چکے ہین) سند لائی گئی ہی ۔ **دوسری تحریر امامت ائمہ اثناء عشر کی تحقیق مین** ہندوستان کے اہل سنت والجماعت مین شیعون کی باہمی اختلاط اور انکو ساتھ روزمرہ کی بکثرت صحبتون سے انکی بہت کچھ عقائد فاسدہ کا اثر پیدا ہو گیا تھا اوراسی سبب سے ہندوستان کے اہل سنت تفضیل کی طرف مائل ہو گئے تھے اور آج تک دیکھے جاتے ہین اسی کے ساتھ یہ خیال بھی آگیا تھا کہ بعد خلافت راشدہ کو خلافت وامامت انھین بارہ ذوات مین منحصر تھی فرد الاولیاء نے ان بے بنیاد خیالات کو اپنی ذیل کی تحریر سے مٹایا اور شیعون کی یہ وضعی حدیث "الائمۃ من بعدی اثنا عشر" جسکو وہ اپنے دعوے کے ثبوت مین پیش کرتے ہین کتب اہل سنت سے نہونا ثابت کرکے خیالات کی بخوبی اصلاح فرمادی ۔ اور بجاے اس حدیث کی کتب اہل سنت سے دوسری حدیث جو اسی مضمون مین مناقب قریش مین ہے لکھکر یہ دکھا دیا کہ امامت وخلافت سے مراد نصب قضاۃ ومحتسب وشیخ الاسلام واقامت جمعہ واعیاد ونکاح و حدود وقصاص ہوا کرتی ہی وہ ان ائمہ مخصوصین کے زمانہ مین ثابت نہین ۔

خلفاے راشدین کی زمانہ مین جسقدر رونق اسلام کو ہوئی اور فتوحات بکثرت ہوتے گئے اُنکا ثبوت ان مقدس حضرات کے زمانہ مین پایا نہین جاتا اسلیے خلافت راشدہ کا بھی انحصار ان نفوس قدسیہ مین محض اعتقادات ہی۔ ہان خلافت و نیابت باطنی پر جسطرح دیگر اولیاء اللہ ممتاز و مفتخر ہوا کرتے ہین اسیطرح اسنے فی الجملہ زائد ان حضرات کا ممتاز و معزز ہونا مانتا ہون جسمین کوئی جاے شبہ نہین۔

اس مسئلہ کے متعلق فرد الاولیا کے زمانہ مین اکثر علما پوچھ گچھ تھے چنانچہ علامہ محقق حضرت مولوی شاہ محمد نصیر الحق عمادی قادری پھلواروی ثم العظیم آبادی و مولوی ابراہیم علی علیہما الرحمۃ نگر نہسوی کے پاس چند دیگر سوالات کے ساتھ امامت ائمہ اثنا عشر کے متعلق بھی سوال آیا تھا۔ ان دونون بزرگون نے بھی جواب مین فرد الاولیا کی تائید کی ہی اور بہت محققانہ جواب لکھا ہی۔ وہ دونون جوابات بھی میری نظر سے گذری ہین لیکن فرد الاولیا نے اُن جوابات کی مقابلہ مین فی الجملہ تفصیل سے کام لیا ہی اور دلائل زیادہ پیش کی ہین۔ تاہم اختصار کا پہلو لیے ہوئے ہی اور حتی المقدور جواب مین ایجاز سے کام لیا ہی۔

تحریر مذکور بہت پُرلطف اور مدلل ہی اسلیے ذیل مین درج کردینا مناسب سمجھتا ہون۔

وانچہ از معنے حدیث الائمۃ من بعدی اثنا عشر استفسار رفتہ است صورت اینست کہ این حدیث از کتب اہل سنت نیست کہ معنیش بیان کردہ شود۔ و در کتب اہل سنت باین عبارت نزد اکثر از محدثین در مناقب قریش واقع ست۔ عن جابر بن سمرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یزال الاسلام عزیزا الی اثنی عشر خلیفۃ کلھم من قریش وفی روایۃ اخری لا یزال امر الناس ماضیا ما ولیھم اثنی عشر خلیفۃ کلھم من قریش وفی روایۃ اخری لا یزال الدین قائما حتی تقوم الساعۃ وتکون علیھم اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش و در بعضی طرق این حدیث بعد لفظ قریش آمدہ است وابوبکر لا یلبث الا قلیلا و در بعضی طرق صحیحہ این حدیث واقع ست کلھم یجتمع علیہ امر الناس و ہزار مرحلہ فرق ست میان ہر دو حدیث فریقین مع قطع النظر از ہمہ وجوہ اولا ظاہر ست کہ حدیث شیعہ دلالت بر انحصار عدد خلفاء دارد کما زعمہ الشیعۃ و حدیث اہل سنت دلالت براین معنے کہ عزت و بزرگی اسلام از نصب قضاۃ و محتسب و شیخ الاسلام و اقامت جمعہ و اعیاد و نکاح و حدود و قصاص و غیرہ احکام و ہیبت و شوکت و رونق آن در انام و اطاعت و اقتدا ے

ہر خاص و عام بوے طوعاً و کرہاً در عہد دوازدہ خلیفہ است۔ و در عہد دیگران این امر نیست یا
آنکہ من بعد آثار قیامت پیدا شدنی ست۔ پس باید فہمید کہ در حدیث شیعہ ہم ذکر اسامی
نیست کہ حجت بر امامت این حضرات علیہم السلام تواند شد و اگر تفصیل اسامی درین حدیث
بہ ثبوت میرسید اختلاف در فرقہ ہا اینہا در بارہ حضرت امام زید شہید دران قرب ایام
نمی شد۔ و ہمچنین مشاجرہ حضرت محمد حنفیہ با حضرت امام زین العابدین علیہ السلام
در امر خلافت بعد امام ہمام شہید علیہ السلام واقع نمی شد چنانچہ از بعضے مصنفات ایشان
آشکار است کہ تخصیص اسامی از احادیث ائمہ علیہم السلام مفہوم میشود۔ و بعضے برآنند کہ
اسامی از وصایت ائمہ بفرزند خود ہمچنین واحد بواحد این معنے متحقق گشت و با اینہمہ
ازین حدیث اتصال و تسلسل در عہود ائمہ منصوص نیست بلکہ با ضعف ہم ثابت نیست مگر
ادعا بلا دلیل۔ حال حجۃ بودن روایت خود ایشان چون اینمعنے نیست حجت از قول اہل سنت
حبتن را صعب صعوبت حبتن ست چنانچہ بیان کنم کہ این احادیث مذکورہ بروایت اہل سنت
بحسب ظاہر مخالف مذہب شیعہ است۔ چراکہ خلافت عبارت ست از اطاعت تمام ناس و
بیعت ہمہ بشخصے و اجرائے احکام شرعیہ و نصب قضاۃ و اقامت جماعات و تنکیح و حدود و قصاص
و حراست دار اسلام و تعین عمال برائے تحصیل مال و صرف و حراست بیت المال ہمہ بدست
او باشد پس این معنے در خلیفہ عصمت شرط نیست فاسق و مرتکب کبیرہ و جابر نیز خلیفہ شدن
می تواند۔ کہ بذات خود شرط اجتناب از معاصی در اجرائے احکام شرط نیست چنانکہ از
اطلاق یجتمع " در روایت " کلہم یجتمع علیہ امر الناس " واضح ست کہ اجتماع عام
است از طوع و کرہ مگر در فضلیت شخص عفیف البتہ شبہہ نیست و معلوم باد کہ این خلافت
حقیقت کبریٰ نیست کہ حدیث الخلافۃ من بعدی ثلثون سنۃ دال برین ست و بعد
انقضای ہیں سال این خلافت مجازی ست بمعنے امارت باعتبار اجرائے احکام ظاہر شرع
و انتظام مراسم اسلامیہ۔ و پوشیدہ نیست کہ بعد از خلع خلافت حضرت امام ہمام سید خاص و
عام سیدنا حسن مجتبیٰ علیہ السلام ازین ہمہ امور شرعیہ نصب قضاۃ و اقامت
حدود و قصاص و تحصیل مال و حراست دار اسلام و بیت المال خواہ بسبب غلبہ اہل خلافت
بر ارکان دین خواہ بسبب دیگر یکی امر ہم بدست حق پرست ائمہ ہداۃ دین نماندہ تا این زمان کہ
بدترین ازمنہ ہستا۔ و در عہد حضرات زمان پر از انواع فتن بود چنانچہ از احادیث صحیحہ

بیان آن ازمنه مملو بود نشان از فتنه و فساد و ہم از کتب سیر ہویداست پس با اینہمه این
خلافت متنازع فیہا را منسوب بحضرات نمودن و با این کثرت فتن آن زمانه را عزت اسلام
شمردن بعید تر است از اہل عقول پس معلوم شد که از خلفاے اثنا عشر حضرات ائمه مراد نیستند
و ہرگز مطابقت حدیث با ازمنه این حضرات نیست - و بعد تنزل و اغماض از معنے حدیث
نیز ظاہر است که این حدیث ہم بر متصل بودن ازمنهٔ خلفا که یکے بعد دیگرے بلا فصل خواہد بود
دلالت ندارد که مصداق و مبناے حدیث از عزت دین اسلام است در عہد دوازده خلفا
نه بر این معنے که این عزت اسلام بعد از زمانهٔ فیض نشانهٔ آنحضرت صلی الله علیه و آله وسلم
علی السویه متصلاً بدون فرق و فصل تا زمان اثنا عشر خلفا خواہد ماند . بلکه از کتب سیر
ظاہر است که بعد از مدتے اعزاز اسلام و رونق در عہد عمر بن عبد العزیز زیاده شده بود
پس احتجاج شیعه را نمی شاید و ادعاے این معنے که اگرچه اجراے احکام و انتظام ہمه امور
شریعت بدست دیگری باشد اما خلافت ظاہریه ہم بہمین حضرات را بود اعتقادیست
بلا دلیل که محتاج بجواب نیست و نزد اہل سنت این حدیث را دو معنے ست اگر مناقب قریش
است چنانچه اکثر محدثان بآن رفته اند پس مراد خلفاے اثنا عشر اند که بعد امام مہدی
علیه السلام وشرفنا الله تعالی برؤیة جماله ونصرته دوازده خلیفه خواہند بود
من بعد آن عزت اسلام نخواہد ماند و زمان کفر محض خواہد شد و عنقریب آن قیامت
قائم خواہد گردید - چنانچه در حدیث دیگر بیان این معنے بتفصیل است که چون بمیرد مہدی
مالک میشوند امر را پنج مردان از اولاد سبط اصغر یعنے امام حسین شہید پس تر وصیت
میکنند آخر ایشان مردے از اولاد حسن پس تر مالک شود بعد از وے ولد وے و ہمچنین
تا که عدد دوازده کس در عرصهٔ صد و پنجاه سال خواہد رسید و اگر این حدیث در مناقب
قریش نباشد صرف مبناے آن بر بقاے عزت اسلام باشد که بعد از آنحضرت صلی الله علیه وسلم
تا یکے زمانه اسلام خواہد ماند و بعد از ان قیام ساعت خواہد بود چنانچه بعضے اصحاب حدیث
گفته اند پس معنے انیست که این عہد اسلام ہمیشه خواہد ماند تا زمانے که در یک وقت
و یک زمان دوازده کس خلیفه باشند یعنے خلافت مسلمانان ہر یک کس نماند و دوازده
شوند یعنی کثیر شوند خلیفه در یک زمانه پس از ہمان حین و زمان اختلال پذیرد اسلام شود
و بر خیزد عزت و نماند نظام در امر دین ھذا ما ذکره المحقق فی حالیا نیک اندیشید

که کجا معنے حدیث و کجا مطلب شیعه یعنی اثبات خلافت ظاهره این حضرات طاهره و کجا آنچنان
زمان فساد و کجا ثبوت عزت اسلام و خلافت این همه پیشوایان ذوالمنن این هذا من
ذالك اگر از حدیث الائمة من بعدی اثنا عشر انحصار خلافت در اثنا عشر و انقطاع خلافت
بعد از ان مراد و مدلول باشد کما زعمه الشیعه پس قباحات چند وارد می شود چرا که در وجود حضرت
امام دوازدهم حضرت مهدی علیه السلام نزد فرقهٔ امامیه اختلاف بسیار ست بعضی گویند
که پیدا خواهند شد و بعضے بر آنند که بعد الوجود در عمر صبا غیبوبت اختیار فرمودند و بعضے
گمان برند که بعمر شباب بعد تاهل و توالد و تناسل غیبوبت فرمودند۔ و بعضے بر آنند که رحلت
فرمودند و باز بوقت موعود خواهند فرمود۔ بہر تقدیر باید اندیشید که غیبوبت حضرت مهدی
از اختیار ما مقتدیان و پیروان بیرون ست پس ما مردم اموال تحصیلی ملکی پیش که بریم
و احکام حدود و قصاص از که جوئیم و خصومات خود ها باکه گوئیم یا که آنچه خواهیم کنیم و خود ها را از
محاسبات شرعیه که تعلق از خلیفه دارد پاک دانیم و بیباک مانیم و امور شرع معطل و اشته شود
چرا که خلیفه بے سبب عزلت گزیده و دیگر خلیفه از شرع ممنوع ست و اگر بحکم شرع نصب
امام کنیم پس اگر آن امام نائب امام آخر زمان باشد نیابت بلا انابت منیب لازم آید که منیب
خود نائب نکرده ما یان از زبان خود بگمان خود نائب دانیم و گوئیم۔ و اگر خلافت کتاب گوئیم
پس عزل کنیم بے اطلاع منیب۔ و نیابت بلا انابت نزد فریقین ناجائز۔ و اگر آن
خلیفه از آن خود باشد بلا نیابت پس اگر بحق باشد ضرورت قائل بودن خلیفه سیزدهم
لازم شد و همچنین بعد او دیگرے تا روز قیام سوا اگر خلیفه بغیر حق باشد پس تکلیف مالا یطاق
که خلاف نص ست لازم آید که خلیفه کردن برائے اجرائے احکام تا زمان غیبوبت امام بحکم
شرع ضرور و ثابت شد ان آن بسبب غیبوبت منیب محال پس خلیفه بغیر حق مقرر کرده
رجوع باحکام پیش او نمودن ضرور و این همه باطل و لغو ست بغیر حق و دو بار حق خواهد بود
پس بالی رقاب این امت مرحومه چه طور ظهور آید پس یا تعطیل احکام شرع یا نیابت بلا انابت
یا تکلیف مالا یطاق لازم خواهد شد و ازین سه قباحت چاره نمانده **فائده** ازینجا توان فهمید
که بتقدیر صحت الائمة من بعدی اثنا عشر معنیش چنانکه بیان کرده شد نخواهد بود و محمل حدیث
فریقین صحیح همین خواهد شد **فائده اخرے** و تخصیص خلافت بظاهر آنست که نزاع در
همین ست و الا در مقام قربت ایما ست که نیابت و خلافت باطنی حضرت رسالت ست شکی نیست آن محل کلام نیست

اسی کے ساتھ ایک سوال متعہ کی بارہ میں بھی آیا تھا فرد الاولیا نے اسکا جواب آیات قرآنی و احادیث اور خود انھین شیعون کے اصول سے مختصر اور مدلل پیرایہ مین دیا ہے اس مسئلہ کے متعلق جسقدر اگلے علماے اہل سنت و اثنا عشریہ سے گفتگو ہوئی ہے اور تحفہ اثنا عشریہ مین جوابات مذکور ہین اُنسے علیحدہ ہوکر آپ نے اسی آیہ کریمہ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ سے بہت عمدہ طرز پر جواب با ہے اور حرمت متعہ ثابت کیا ہے۔

یہان پر اس مفید تحریر کو بھی درج کر دیتا ہون تا کہ اہل انصاف تحقیق فرد الاولیا کے اس قابل وثوق دلائل سے حق و باطل کی تمیز کر لین۔

بسم الله الرحمن الرحیم ۝ الحمد لله الملهم للصواب الذی لا اله الا هو لا شریك له وحده الکریم الوهاب والصلوٰة والسلام علی صاحب الکتاب محمد النبی الامی الذی لا نبی بعده وعلی اله واهل بیته واصحابه۔ در باب متعه اکثر سخن جواب بتحریر معقول وعنوان شائسته در اثنا عشریه مذکورست حاجت بتکرار نیست۔ بعضے سخن باریک ودقیق در مطولات علم کلام مبسوط است۔ وانچه در اثنا عشریه مرقوم ست کفایت ست۔ ویک سخن علاوہ ازان اینست که در سورہ نساء آیه حرمت علیکم الی قوله فانکحوهن باذن اهلهن واٰتوهن اجورهن بالمعروف ملاحظه فرمایند۔ پس معلوم خواهد شد که اول حق تعالی عزوجل ذکر زنان محرمات فرموده بعد ازان ذکر محللات فرموده بقوله احل لکم ما وراء ذلکم ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین یعنی حلال کرده شد براے شما سواے این محرمات باین طور که بخواهید آنها را از اموال خود۔ مراد از محرمات آن زنان اند که نکاح با ایشان حرام ست وبعد ازان ذکر محللات است یعنے زنانیکه حلال ست نکاح با ایشان۔ وتفسیر نکاح فرمود باین لفظ ان تبتغوا باموالکم یعنی در نکاح تقابل بالمال ضرورست که آن را مهر میگویند۔ وبعده می فرماید بحرف تعقیب که فاهست فما استمتعتم به منهن فاٰتوهن اجورهن فریضة یعنی انچه بر آن متمتع شده اید از زنان پس بدهید آنها را اجرت یعنے مهر کامل که مفروض ومعین شده است وبعده می فرماید ولا جناح علیکم فیما تراضیتم الی قوله تعالی حکیما یعنی اگر برضاے خود بعد مقرر شدن مهر چیزے کمی کنید پس گناه درین نیست وبعده میفرماید ومن لم یستطع منکم طولا ان ینکح المحصنٰت فمن ما ملکت

ایمانکم الخ یعنی اگر کسی از شما استطاعت نکاح محصنات ندارد پس از زنان مملوکہ۔
و پر ظاہر ست کہ معنے فما استمتعتم متعہ باشد چنانچہ شیعہ احتجاج می نمایند۔ نظم آیت
کہ بیک طور مسلسل ست باطل میشود و فاے تعقیب است نمی آید و نیز بسبب انقطاع
احکام زوجیت از ممتوعہ ہویدا است کہ زن ممتوعہ از منکوحہ محصنہ نیست۔ کہ دیگر جا ہا انچہ از
احکام زوجۂ منکوحہ وارد ست نزد شیعہ در ممتوعہ جاری نیست پس این قسم ثالث یعنے
متعہ ہرگز منصوص علیہما نشد۔ و در تعلیقات کافی کلینی پارۂ از متعلقات این معنے
بخوبی نوشتہ ام۔ باقیماند کلام در حدیث پس نزد اہل سنت چنانکہ اجازت در جنگ
خیبر و فتح مکہ معظمہ ثابت ست منع آن بعد سہ روز نیز ثابت ست۔ و از روایات فریقین
وقوع متعہ از احدی از اصحاب بعد از معاودت از جنگ مذکور در شہر مکہ معظمہ و مدینہ منورہ
ثابت نشدہ و جریان این امر در عہد حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نیز ثابت نشد۔
و خود عمل حضرات ائمہ علیہم السلام نیز ثابت نشدہ بلکہ درین عہود نزد عامہ اہل سنت منع
ثابت شدہ و نزد اکثر شیعہ نیز چنانچہ در استبصار از حدیث امیر علیہ السلام منع و حرمت
مذکور ست۔ و از دیگر کتب ایشان واضح ست از قول حضرات کہ ما غیر ائمہ اینچنین نمیکنیم
و حدیث منع و حرمت کہ اہل سنت میگویند متعدد ست۔ از انجملہ است انہ انما اتم
اصبح یقول یا ایہا الناس انی کنت امرتکم بالاستمتاع من ہذہ النساء
الا ان اللہ حرم ذلک الی یوم القیمۃ کذا فی البیضاوی وعن علی رضی اللہ
عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نہی عن متعۃ النساء
یوم خیبر وعن اکل لحوم الحمر الانسیۃ وعن سلمۃ بن الاکوع قال رخص رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام اوطاس فی المتعۃ ثلثا ثم نہی عنہا کذا فی المشکوۃ
پس از احادیث معلوم شد کہ انچہ احادیث جواز ست در ہمان حدیث ذکر منع ہم ہست۔
پس نصف حدیث اہل سنت اعتبار کردہ حجت جواز آوردن و نصف حدیث از اعتبار
ساقط کردن بعید از خردمندی ست کہ اینچنین سرقہ در اندک ملاحظہ حدیث ہویدا شد فی نست
وانچہ حدیث قدوم مکہ مذکور ست مؤید مذہب اہل سنت ست کہ قولہ علیہ السلام فشکی
اصحاب الرسول طول العزوبۃ دلیل بین ست برانکہ از توقف اقامت در غزوہ
و امتداد ایام مفارقت اہل خود شکایت اضطرار خود پیش حضرت نمودند صلی اللہ علیہ وسلم

وبعلت عدم طاقت صبر تا زمان دراز غزوه حکم شد استمتعوا من هذه النساء پس
هرگاه علت حکم ساقط شد بسبب دخول خانها وصول اہل آنہا پس استصحاب حکم چه طور صورت
بندد و وصل که الضرورة تبیح المحظورات وصل دیگر که الحکم علی خلاف القیاس
یقتصر علی مورده واصل ثالث اذا دار الامر بین الحلة والحرمة فالحکم للحرمة
متفق علیه فریقین ست معین مذہب اہل سنت ست واز اصل اول جواز اکل محرمات در مخمصه
وامثال آن مستخرج از اصل دوم ناقض وضو بودن قہقہه در نماز ونظائر آن واز اصل
ثالث اکثر امور مستنبط ست لیکن از ہمه اصل در گذشتن از راه تقلید شرع بر گشتن ست
ونیز درمیان ہمین حدیث شکایت ذکر منع ہم موجود ست که آنرا گذاشته نصف حدیث
بحجت خود شیعه ذکر می نمایند- امام رازی ازین کوتاه بیانی ہرگز راضی نیست پس
باانیہمه رافع یقینی جستن وعند الشہادة چشم از رافع یقینی بستن خلاف مناظره ست
ودور از جادهٔ صواب نشستن ست-

وآیهٔ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلث وربع الی قوله فان خفتم
ان لا تعدلوا فواحدة او ما ملکت ایمانکم دلالت دارد برین معنے که نکاح
برائے شما تا چهار زن درست وبیش از چهار جائز نیست بعده او تعالی فرمود فان
خفتم ان لا تعدلوا یعنے اگر عدالت در حقوق چهار زن نتوانید فواحدة یعنے پس با یک
زن نکاح کنید که یک زن منکوحه بنسبت چهار زن سبکبار ست او ما ملکت ایمانکم
یعنے قضائے حاجت از ملک یمین خود کنید که آن ہم سبکبار ست بلکه از منکوحه
سبکبارتر ست پس حاصل معنے این آیت انیست که اگر خواہید وطاقت ادائے حقوق
دارید پس تا چهار زن منکوحه برائے شما اجازت ست واگر ادائے حقوق نتوانید پس یک
نکاح کنید یا کار از مملوکه گیرید پس باید دانست که ازین آیهٔ کریمه حصر ثابت شد که اختیار
تا چهار زن ست واگر در حقوق عجز شود پس یک زن یا جاریه ولکنانیه ہم ذکر متعه نیست
وحال این ست که زن ممتوعه از جاریه ہم سبکبارتر ست که قدرے دین یکبار داده شد و
نفقه وکسوت نیست- ودر جواری نفقه وکسوت دائمی ست ویقین ست که در سبکبار
بودنش از زن منکوحه شبهه نیست پس درین تخفیف که از آیت مبین شد ذکر ممتوعه در
صورت جواز البته می شد نه که حصر در یک منکوحه یا جاریه فرموده می شد ومراد درین آیت

از لفظ تا نکحوا عام از متعہ شدن نمی تواند واو خیال متعہ زیر حکم نکاح صلوٰت نمی بندد حسیر اکہ اجازت
این نکاح منحصر ست در چہار زن و جواز نکاح متعہ نزد مجیزان و محللانش معدود بعدد و
محصور بحیطہ حد نیست و ظاہر ست کہ حصر و عدد در متعہ ضیق خواہد بود کہ شائی کہ از جوازش
مطمح نظر ست نخواہد ماند چنانکہ تعمیم انی شئتم شاہد مدعا کشادہ بالی ست۔

فرد الاولیا نے اپنی مذکورۂ بالا تحریر مین حرمت متعہ کے متعلق جسقدر لکھا ہے بہت زیادہ مسکت خصم ہے۔ اپنی متعہ کے عدم جواز کی نسبت مذہب امامیہ کی مستند کتاب کافی کلینی کے اس مقام پر جہان متعہ کا ذکر ہے آپ نے عمدگی کے ساتھ مدلل خلاف مین شیعون کے تعلیق کی ہے اور بہت مزہ دار تحریر مین حرمت متعہ انہین شیعون کے اقوال سے ثابت کیا ہے فرد الاولیا نے اس تعلیق کا پتہ خود اپنی مذکورہ بالا تحریر مین باین عبارت "و در تعلیقات کافی کلینی پارہ از متعلقات این معنے بخوبی نوشتہ ام" دیا ہے

تیسرا رسالہ تقبیل الاظفار فی الاذان عند شہادۃ اشہد ان محمدا رسول اللہ جواب انکار مین علامہ محقق ملا شاہ محمد ظہور الحق عمادی مجیبی پھلواروی قدس سرہ کے لکھا گیا ہے علامہ مذکور اس فعل کو بدعت قبیحہ بلکہ قریب بکفر جانتے تھے اور فرد الاولیا جائز و مستحسن فرماتے تھے۔ اس رسالہ مین آپنے تقبیل اظفار بعنوان شائستہ بعض روایتون سے ثابت کیا ہے اور جابجا اکابر صحابہ مثل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بہتون کی سندین پیش کی ہین۔ اگرچہ روایات کل ضعیف ہین لیکن فضائل اعمال یا مناقب مین موافق اصول مقررہ کے مقبول ہین کیونکہ یہان پر بحث اسکی جواز سے ہے نہ یہ کہ فرض یا واجب یا سنت ہونے سے۔

اور نہ فقط اس مسئلہ کے جواز مین فرد الاولیا ہی کی ذات پاک منفرد تھی بلکہ خود مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رضی اللہ عنہ کی خاص تحریر اس مسئلہ کے متعلق میری نظر سے گذری ہے جسمین نہایت مدلل بحث اسکے جواز مین خود شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے کی ہے اور قریب قریب وہی روایتین اسمین درج ہین جنکو فرد الاولیا نے اپنے رسالہ مین لکھا ہے۔

ہر چند خطبہ مین رسالہ مذکور کے مسمیٰ تقبیل ابہامین کا نام درج نہین ہے مگر کاتب ناقل نے آخر رسالہ مین لکھدیا ہے کہ اس رسالہ کی تصنیف کا سبب علامہ حضرت شاہ محمد ظہور الحق مجیبی قدس سرہ کا انکار اور اس فعل کو قریب بکفر جاننا ہوا ہے کچھ دنون تک فرد الاولیا اور علامہ مذکور کے باہمی اس مسئلہ مین تحریری سلسلہ جاری رہا آخر اس رسالہ کے بعد یہ سلسلہ موقوف ہو گیا

یہ رسالہ کچھ طویل ہے اسلیے اسکو نقل نہین کر سکتا مگر صرف خطبہ اس غرض سے نقل کر دیتا ہون تاکہ ناظرین کو
اسی سے سبب تالیف کا پتہ لگ جائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ الذی انعم علینا بانواع النعم لاسیما
بحب حبیبہ صلی اللہ علیہ وسلم اما بعد سمعت یقول من اظنہ
من الکبراء الابرار فی منع وضع الابہامین علی العینین وتقبیل الاظفار
فی الاذان عند اسم النبی العربی قرۃ عین الاعیان محمد حبیب الرحمن
علیہ الصلوۃ والسلام الاتمان الاکملان من جہۃ کونہ بدعۃ قبیحۃ
عندہ بل قریبا من الکفر فعجبت وظننت من الآفات جرت علی لسانہ
من الکبر والغدم والقرم او جعل عدم العلم دلیل العدم فلما بلغنی اصرارہ
علی دعوی الکفر اردت استخراج سندہ لجواز بل السنیۃ بل کونہ سنۃ سنیۃ من
الکتب المعتبرات وان یقرب بعد ما لا علی دفعہ واللہ یہدی من یشاء
الی صراط مستقیم وحب حبیبہ النبی الکریم الاحق بجمیع انواع
التعظیم فواللہ نعم ما قال من قال فی غایۃ مدحہ وتعظیمہ

دع ما ادعتہ النصاری فی نبیہم		واحکم بما شئت مدحا فیہ واحتکم

وبہ الاستعانۃ فی نصرۃ دینہ القویم فبسم اللہ الرحمن الرحیم

حلت بقرہ منذورہ مین آپکا ارادہ تھا کہ ایک مبسوط رسالہ لکھین چنانچہ بطور
یادداشت جابجا کتب تفسیر و احادیث و اقوال فقہا سے مضامین بھی اکٹھا کیا تھا مگر کثرت مشاغل و
ضروریات خانقاہ کے سبب اسکی ترتیب کا موقع نملا۔ آپکے چھوٹے بھائی مولوی معنوی شاہ محمد حسین
قدس سرہ کے ارشد تلامذہ سے مولوی آل حسنین پھلواروی علیہ الرحمۃ نے بیحد اضافہ کے بعد انھین
مضامین کی عمدہ ترتیب دیکر ایک رسالہ کی صورت مین تالیف کر کے "اتمام الحجہ" کے نام سے موسوم کیا
اسلیے اس مضمون مین علماء شہر کے مطابق کوئی رسالہ نہین ہان تفسیر عزیزی کے اس مقام پر جہان مولانا
شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حرمت بقرہ منذورہ کے متعلق بحث کی ہے فرما دیا
نے اسکے خلاف مین ملا جیون امیٹھوی و ملا عبد الحکیم سیالکوٹی کے مسالک کے مطابق تعلیق کی ہے
رسالہ تجوید یہ رسالہ اگرچہ مختصر ہے مگر تمام قواعد مخارج و تجوید کو حاوی ہے اور
متعلمین فن تجوید کے لیے یہی ایک رسالہ کافی و وافی ہے۔

رسالہ بحور و اوزان اشعار۔ فرد الاولیا نے اس رسالہ مین تمامی اوزان عربی کو جمع کیا ہے اور موقع سے ہر بحر کی تعریف بھی زبان فارسی مین نہایت متین جملون مین مثال کے ساتھ کرتے گئے ہین۔

رسالہ در حلت جراد اس رسالہ کے تالیف کا سبب یہ ہوا کہ ۱۲۲۵ھ ہجری کے ماہ رمضان مین پھلواری مین یکایک ٹڈیون کی آمد اس کثرت سے ہوئی کہ لوگون کا راہ چلنا بند ہو گیا اور اطراف و جوار کے غریب کاشتکارون کے تیار اور کاٹنے کے قابل کھیت اس ناگہانی آفت کے سبب رائگان گئے اور ایک خوشہ بھی غریبون کے ہاتھ نہ لگا۔ اسی زمانہ مین پھلواری کے علما مین یہ مسئلہ چھڑا کہ ٹڈی کے حلال ہونے مین تو کوئی شبہہ نہین لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا کھانا ثابت ہے یا نہین؟ اور اگر کوئی شخص اپنی کراہت طبعی کے سبب نکھائے تو گنہگار ہوگا یا نہین؟

فرد الاولیا کو خیال پیدا ہوا کہ کتب حدیث سے اسکی تحقیق آیندہ کرونگا اسوقت اپنے استاد سید العلما مولانا احمدی قدس سرہ سے دریافت کرون سید العلما کے حضور مین تشریف لا کر آپنے سوال کیا سید العلما نے اسکے جواز و عدم جواز کے متعلق اپنی تحقیق ظاہر فرمانے کے بعد فرمایا کہ مین نے بھی اپنے والد و استاد ملا محمد وحید الحق ابدال قدس سرہ سے اس بارہ مین جیسا آپ سوال کرتے ہین پوچھا تھا آپنے فرمایا کہ حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا کھانا ثابت نہین۔ اور ایسا ہی اپنے خال معظم و مرشد حضرت شیخ العالمین مخدوم شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہ سے پوچھا تھا آپ بھی والد ہی علیہ الرحمۃ کی روایت سے عدم اکل کا ثبوت دیتے تھے۔ میرے نزدیک بھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا ثابت نہین اسی سبب سے نہ خود شیخ العالمین نہ والد علیہ الرحمۃ نہ کسی گھر والے نہ مین نے کھایا۔ اور جو حدیث ثبوت اکل مین پیش کیجاتی ہے وہ ضعیف اور رواۃ اُسکے مجروح ہین اسلیے پایۂ اعتبار سے ساقط ہے اسکے بعد سید العلما نے ایک مختصر تقریر صحت سقم حدیث کے متعلق کی فرد الاولیا اس تقریر جا بجا شبہہ فرمانے کے بعد جواب پا کر واپس تشریف لائے۔ اور کتب حدیث و فقہ سے اسکی تائید مین مضامین منتخب کر کے سید العلما کی تقریر کے ساتھ مختصر رسالہ ترتیب دیکر آخر مین قول فیصل یہ لکھدیا کہ "باوجود حلت کے بمقتضائے کراہت طبع اگر کوئی نکھائے تو گنہگار نہوگا"۔

اس جگہہ پہ مزید تصدیق کے خیال سے اخیر رسالہ کی وہ عبارت جسمین مذکورۂ بالا مضمون کی طرف فرد الاولیا نے اشارہ کیا ہے لکھدیتا ہون وھو ھذا

اکنون چون متحقق گشت حلال بودن ملخ و سنت بودن اکلش ثابت نشد پس اگر

بمقتضای کراہت طبع کسے نخورد گناہگار نخواہد بود کہ ہر چیز حلال کراہت شرعی نمی باید۔ اما
طبعاً پس موجب اثم نیست کما یدل علیہ روایۃ الضب فانہ کما عاف الضب
و نیز بباید دانست کہ حلال است عقل بحکم شرع در حلت آن تردد نمیکند و گوارائی طبائع
بعض مردم نیست علی الخصوص در چیز ہائیکہ مروج آن دیار نباشد۔ بلکہ ناخوردن ملخ را
مطلقا خلاف سنت ہم نتوان گفت کہ حدیث لا اکلہ ولا احرمہ ناظر بودن عدم
اکل ست ھذا ما تحقق عندی واللہ اعلم بحقیقۃ الحال وان کان احد
فی ریب مما بیناہ وحسناہ فلیرجع الی الکتب ولیطلب مما نقلناہ او یأتی
برد علی ما قلنا و ذکرنا۔ وقد وقع تالیف ھذہ الرسالۃ فی العشرۃ الاولیٰ
من شھر رمضان فی سنۃ ۱۳۲۵ الف وماتین وخمسۃ وعشرین من ھجرۃ النبی
صلی اللہ علیہ وسلم وقد بدأ حدوث الجراد فی ھذا الشھر المذکور
بعد انقضاء ثمانیۃ ایام منہ بکمال الوفور حتی یریہ کانہ سحاب فی
السماء واصطادہ اکثر الناس واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین و
الصلوٰۃ والسلام علی ختم المرسلین محمد والہ واصحابہ اجمعین و
اسمی محمد ابو الحسن الفلواروی مولداً وموطناً

بس اسیقدر فرد الاولیا کی تالیفات کا ذخیرہ مشتے نمونہ از خروارے آپکی اعلیٰ قابلیت
وزور علم و تحقیقات علمی کا پتہ دینے کو موجود ہے اسکے سوا کوئی مستقل تالیف خاص کسی فن میں
نہ مین نے دیکھی ہے اور نہ بزرگون سے سُنی ہی واللہ اعلم بحقیقۃ الحال

فرد الاولیا کی خوش بیانی و علمی مضامین

فرد الاولیا کے زمانۂ مبارک مین صوبہ بہار و اودہ و بنگال مین علما و مشائخ کی ایک کثیر التعداد
جماعت موجود تھی جنمین سے اکثر ایسے تھے جنسے فرد الاولیا سے سلسلۂ رسل و رسائل جاری تھا
اور صوبۂ بہار کے نامی مشائخون سے اکثر کے ساتھ نہایت خلوص کی صحبتین گرم رہا کرتی تھین۔
حضرت خواجہ سید شاہ ابو البرکات ابو العلائی و حضرت میر شاہ قمر الدین حسین ابو العلائی و حضرت
شاہ قطب الدین فردوسی منیری و حضرت شاہ امیر الدین فردوسی بہاری قدس اللہ تعالیٰ
اسرارہم سے بہت زیادہ مخلصانہ برتاؤ رہا کرتا تھا پھلواری کے عرسون مین قریب قریب کُل بزرگان شریک

ہوا کرتے تھے اور اکثر فرد الاولیا سے باہم مفید گفتگو ہوا کرتی تھی۔ ان سب بزرگوں کو اعتبار سے حضرت خواجہ سید شاہ ابوالبرکات عظیم آبادی قدس سرہ کو آپ سے خاص محبت تھی۔ یہ بزرگ غیر زمانہ عرس مین بھی جب کبھی آپکا دل گھبراتا تو بنظر تفریح طبع پھلواری ملاقات کے لیے تشریف لاتے اور فرد الاولیا سے تھوڑی دیر تک ملاقات کرکے واپس تشریف لیجاتے۔

آپکو فرد الاولیا کی خوش بیانی و تاثیر تقریر کا اسقدر اقرار تھا کہ آپ اپنے لوگون سے تذکرون مین تعریف فرمایا کرتے تھے یہان تک کہ آپکا قول تھا کہ اگر کوئی شخص اپنے کسی خاص تعلقات وترددات کے سبب پریشان خاطر ہوا ور وہ فرد الاولیا کے حضور مین آکر تھوڑی دیر انکی باتین سنا کرے تو اسکی دل گرفتگی دفع ہو جائے خدا نے انکی تقریر مین دفع دل گرفتگی کی پوری تاثیر بخشی ہے۔ دیکھو مین اسوقت انسے ملنے جا رہا ہون اسوقت میرا دل خوش نہین لیکن مجھکو یقین ہے کہ جسوقت انسے ملونگا اور دو باتین کرونگا یہ دل گرفتگی دفع ہو جائیگی۔

چنانچہ اس واقعہ کو مولوی معنوی شاہ ابوالحیوٰۃ پھلواروی قدس سرہ ایک مقام پر اسطرح لکھتے ہین۔

نقل ست شاہ ابوالبرکات سلمہ اللہ تعالیٰ کہ نسبت ابوالعلائیہ میداشتند وصاحب یاران بودند ومشہور دیار اند اکثر در مجلس اعراس گاہے بدون مجلس تشریف مے آوردند روزی آمدند واز جناب ایشان ملاقات کردہ تقریبات ہر جلس میکردند کہ اثر انبساطے ببشرۂ شاہ ممدوح ظاہر شد ومتوجہ بیاران شدہ فرمودند کہ چون صاحب! آنچہ در اثنا راہ گفتہ بودم راست آمد یانہ۔ ہمہ با تصدیق فرمودند جناب ایشان یعنے مولانا شاہ ابوالحسن صاحب دامت برکاتہ دفیوضاتہ پرسیدند چہ سخن ست؟ ماہم مطلع شویم اگر مضائقہ نداشتہ باشد۔ فرمودند از حضرت ایشان کسی امر مضائقہ در گفتن ندارم امروز بس منقبض الحال بودم در اثنا راہ زیادہ تر خاطر منقبض بود از یاران گفتم کہ سببے معلوم نمی شود ولیکن خوب میدانم کہ چون ملاقات بمولانا شاہ ابوالحسن صاحب خواہم کرد رفع انقباض خواہد شد کہ حق تعالےٰ در کلام شان تاثیری بخشیدہ کہ جوانان را چہ گویم در پیران ہم ندیدیم خصوصًا در حق من کہ مجرد مواجہہ بر رفع انقباض کافی مے شود ہمان سخن یاد آوردم کہ ببینید حالا آن انقباض چہ شد۔

دوسری مرتبہ خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ خانقاہ مین پھر تشریف لائے اُس دفعہ خواجہ صاحب کو تصوف کے ایک مسئلہ مین سوال پیدا ہوا۔

کہ جب طالب مطلوب تک پہونچکر اپنی ذات و صفات سب کو مطلوب کی ذات و صفات مین فانی

کر دیتا ہے تو پھر اُسکو ایسی اعلیٰ حالت سے اپنے وجود و ذات کی طرف کون پلٹا لاتا ہے۔

دیر تک اسکا جواب غور کرتے رہے مگر اتفاق وقت اسکا جواب اپنے ذہن سے نہ دے سکے جب خلوت میں حضرت شیخ العالمین سے ملنے گئے تو آپ نے اس سوال کا جواب چاہا شیخ العالمین نے فرمایا کہ

جو ارادہ اُسکو ذات مطلوب میں فانی کرتا ہے وہی پلٹا بھی لاتا ہے۔

خواجہ صاحب کو اس جواب سے تشفی نہوئی۔ جب خلوت سے باہر سہ دری والے مکان میں (جہان فرد الاولیا و آپکے دیگر اخوان و اکابر پھلواروی کی نشست رہا کرتی تھی) تشریف لائے تو فرد الاولیا سے فرمایا کہ مین نے ابھی حضرت سے ایک سوال کیا تھا لیکن جواب تشفی بخش نملا آپ نے فرمایا کہ مین بھی سُن سکتا ہون؟ خواجہ صاحب نے سوال کا اعادہ کیا۔ فرد الاولیا نے فرمایا اگر مرضی ہو تو اُس مختصر جواب کی شرح عرض کرون؟ خواجہ صاحب نے فرمایا ضرور بیان کیجیے فرد الاولیا نے فرمایا کہ

طالب کو مطلوب تک پہونچا دینے والا اور اُسکی ذات مین فانی کر دینے والا ارادہ ہے۔ اور یہی ارادہ مقتضی اس بات کا ہے کہ طالب کو جلد یا دیر مین اپنی پہلی خودی کی حالت مین پلٹا لائے اگرچہ طالب کی ذات و صفات مطلوب کی ذات و صفات مین ایسی فانی ہو گئی ہے کہ مطلق اُسے اپنا شعور باقی نہ رہا ہو پھر بھی جلد یا دیر مین اس کا وہی ارادہ جسنے مطلوب کی ذات مین فانی کر دیا تھا شعور کی حالت مین پلٹا لائیگا۔ اور جو کیفیت فنا و عدم شعور کی طالب پر اُسکے ارادہ اور قصد کے بغیر پیدا ہو گی یا وہ ہلاک کر دے گی یا تا عمر اُسکو اپنی ذات و صفات کا افاقہ ہی نہوگا۔ اسکی مثال یون ملاحظہ ہو کہ جیسے کوئی سونے کے لیے لیٹے اور ارادہ کرے کہ سوؤن۔ اور سو جائے پھر جلد یا دیر مین اُٹھے تو اُسکو نیند کی حالت سے وہی ارادہ (کہ مین سوؤن) بیداری کی حالت مین لے آتا ہے یہی طالب کے فنا و شعور کا حال ہے۔

خواجہ صاحب فرد الاولیا کی خوش بیانی سنکر پھڑک گئے اور فرمایا بات ذہن مین آگئی واللہ آپ تو حضرت سے بڑھ گئے۔

جبر و اختیار

مین چاہتا تھا کہ اسکے متعلق اپنے خیالات بھی جو خزانۂ خیال مین جمع ہین ظاہر کرون اُس کے بعد فرد الاولیا کے مضمون کو درج کرون مگر چونکہ عقائد کا ایک اہم مسئلہ ہے جسکی نسبت ہر شخص کا کام نہین کہ قلم اُٹھائے آپنے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ پوری طرح پر اہل سنت والجماعۃ کی تائید مین ہے اور فرد الاولیا ہی جیسے لوگون کا کام ہے کہ ایسے ایسے اہم مسئلہ پر قلم اُٹھائین اسلیے اس مضمون پر کچھ اضافہ کرنا یا اُس سے بھی تفصیلی صورت مین اپنے خیالات کا ظاہر کرنا گویا ع

سورج کو چراغ ہو دکھانا ہے میں یہاں بعینہ عبارت ہی نقل کر دیتا ہوں ناظرین خود ہی اپنے خیال و سمجھ کے مطابق اندازہ کر لیں۔

انچه درباره جبر و اختیار و استحقاق ثواب و عقاب استفسار فرموده اند نوشته میشود که حال اشیاء را نسبت به علم ازلی و قدیم عالم تقدیر گویند۔ و نسبت بظهور و خلق عالم اسباب و تدبیر نامند حضرت حق تعالی مدار هر کار را بر هر دو عالم نهاده چنانچه تقدیر اکل و شرب را در عالم ظهور و اسباب بتدبیر مهیا کردن سبب و بزانیدن ماکولات باهم کرد و تقدیر لباس را در کسوت ظهور به پیرایه جمع ساختن تار و پود فراهم ساخت۔ و هر کاریکه تقدیرش باتدبیر معین او بر ابرافتاد آن کار هویدا شد و معلوم شد که بااین اسباب تقدیر شد نش بوده و هر امریکه جلوه گر نشد یا تقدیر شدنش نبود یا مقدر بست ولیکن نه ازین اسباب و بدین وجه که خلق را نظر از مسبب برگشته بر صرف اسباب دوخته نشود گاه برسم خرق عادت جهت اظهار قدرت بے وسیله اسباب هم بعض امر را در عالم تکوین می آرند۔ چنانچه ظهور ناره از شجره موسیٰ علی نبینا و علیه الصلوٰة والسلام و نزول مائده از سما بدعاے عیسیٰ علی نبینا و علیه الصلوٰة والسلام و امثال آن چراکه بر آسمان نه غله بود نه شهد و نه مرغ و نه ماهی و نه صنعت پزانیدن لقوم عیسیٰ علیه السلام افتاد۔ خود تیار و پخته از آسمان فرود آمد الحاصل انچه در علم قدیم ازل مقرر شده هست در عالم ظهور سببها را موافق آن مقرر علمی بار کرده ظاهر می سازند۔ کسی را که در علم ازلی شقی کرده اند در عالم تکوین هم علامات شقاوت ازو هویدا میکنند و سعید ازلی آثار سعادت۔ باقی ماند کلام درین که چرا یکے را سعید کردند و یکے را شقی این محض از تقاضاے حکمت است که عقل کل از ادراکش امی حیران و بظاهر مثالی توان گفت که باغ آراے نصب کنند اشجار بعضے درخت را برائے سوختن نصب می کند و از جبر گری آب رسانی مثل درختان دیگر بقا و سرسبزی میکوشد۔ چون آن درخت بکمال خود میرسد آنرا قطع میکند و آره بر سرش میراند۔ و باو درخت را که قابل قطع باشد میگزارد باغبان را چه جسم که مالک باغ کدام درخت برائے چه می پرورد و مدار ثواب و عقاب بر همین عالم تکوین و اسباب است نه بر عالم تقدیر ازلی چرا که بعالم تقدیر فعل از کسے واقع نمی شود که ثمره آن ثواب و عقاب پیدا آید تا مینیکه حضرت آدم علیه السلام در علم بودند هیچ فعل صادر نشد چون بعالم تکوین آمدند مامور شدند و ثمره اش که برآمدن از جنت بود هویدا شد و در عالم تقدیر برآوردن از بهشت منظور بود اگر همین کرا او که بیرون آوردن در ظهورش بود اینجا و بهشت صد و رخلافیم

از حضرت ابو البشر و چنین عالم اسباب را عالم تکلیف میگویند که امروز رضا بجمیع اسباب
خیر ست و نهی اسباب شر خلاف حکم و رضا اگرچه در تقدیر ازلی اراده عدم تهیهٔ اسباب
خیر متعلق شده باشد و آن را مراد گویند و این راه اطاعت را مرضی و در عرف عام که مراد و مرضی
را مترادف می انگارند و یکی را بجای دیگری باستعمال می آرند محض محاوره و اصطلاح ست
و گرنه بحقیقت و رانچه اراده کردنش باشد مراد ست. اگرچه خلاف طبع خود باشد. و انچه
موجب رضای طبع خود باشد مرضی ست. اگرچه خوب تامل کافی ست مگر مهذا برای تصریح
نگاشته که باعتبار حق تعالی ظهور مرضی اش بی اراده و نیست. و هرچه که اراده باو
متعلق شد ضرور نیست که موافق رضا باشد و مستوجب آفرین و تحسین بنده و انعام گردد
و در عالم تکلیف حکم بر رضا جاری ست نه بر دریافت مراد حق چه دریافت مراد او بجز این آثار
ظاهری وسیله دیگر نیست. باقی ماند سخن درینکه ظهور مراد حق ضرور پس درین صورت
بنده هم در اختیارش مجبور. جوابش آنکه چون همه صفات در بنده ظاهر گردند اراده
که صفتی ست قوی نیز باو دادند پس هر فعل خیر و شر را نسبت بخود کردن گرفت
چنانکه میگوید که من کردم و من گفتم و من شنیدم و من رفتم. و نسبت فعل بحضرت حق هرگز
نمی کند خود را مختار میداند چرا که معنی اختیار اینست که بهر اراده کار تعلیق کوشد
لهذا رعشه مرتعش را که بی اراده می شود در فعل اختیاری نمی شمارند. و اگر کسی نقل رعشه نماید
چون باراده است حرکت اختیاری انگارند پس معنی اختیار اینست که فعل باراده کرده شود
و جبر خلاف و مقابل اینست چنانچه موت که بی اراده انسان می آید پس انسان درین مجبور
است و آنکه بندگی و راه اطاعت را بعرف عام جبر میگویند این جبر مجازی ست و اصطلاحی
چنانچه بادشاه کسی را کاری بفرماید که بر مزاج آن ملازم گران باشد و بسبب اطاعت فرمانبرداری
بجا آوردنش ضرور باشد پس جبر حقیقت نیست چرا که آن محکوم انجام این امر شاق
باراده میکند و لیکن اراده اش در اراده سلطان مندرج گشت نه اینکه اصلا اراده ندارد
حتی که درین فعل او را مجبور دانند یا حرکت مرتعش خوانند پس این جبر حقیقی ست ـ
و حال اینکه بظاهر در سمع اختیار خود نیست حتی که اگر خواهد که بعض لفظ بشنوم و بعضی
نشنوم ممکن نیست و بیرون از وسع ست چنانکه در گفتگو که هر لفظی که خواهد گوید و هرچه
خواهد گوید با این همه خلق سمع را نسبت بخود میکند و میگوید که من بقصد می شنوم. و در روشنی خانه

اختیاری بجز این نیست که فتیله را مشتعل سازند و در نور افشانی چراغ و انعکاس
شعاع مدخلے ندارند با این همه میگویند که من خانه را روشن کردم و در پختن طعام بارا ے غیر
ازین نه که غله و آب یکجا کرده آتش دهند اما تیاری آن و لذیذ بودنش از وسع خود بیرونست
با این میگویند که من طعام را بهتر درست کردم پس معلوم شد که بغلبهٔ صفت ارادهٔ همه چیز را
باختیار خود نسبت میکنند و مختار حقیقی را صاف سهو میکنند پس امداد درین عالم
تکلیف کسب هر فعل را باختیار خود میدانند پس لاجرم مورد ثواب و عقاب شدند
اگر خود را تمامتر بری از کسب اختیار دانند درین ورطه نا افتند که از مجانین باز پرسی
نیست و همین سخنے چون سائل بحضور پیغمبر خدا صلی الله علیه وسلم عرض کرده بود که چون همه
چیز از خواست خداست کفر ما هم از مشیت اوست پس چرا مورد عقاب باشیم
وحی آمد یعنے این سخن زبانی میگویند و اذعان و ایقان باین امر ندارند چه اگر حقیقت
میدانستند که هر چیز از طرف خداست و هر چیز را از طرف خدا می فهمیدند بصبر و شکر گردن
می نهادند و هر آئینه مسلمان میشدند و کافر نمی ماندند بے عقیدت دل این سخن میراشد
در استست هر که انتساب هر چیز بحضرت حق دارد لابد مسلمانست و در بجا آوری فرمان
ساعی بجان خلاصه آنست که حال تقدیر ازلی نامعلوم و در عالم کسب که دعوا ے
اختیار داریم در باز پرس افتادیم و سزاوار عقاب و ثواب شدیم و این دعوی اختیار هم
از عطاے اوست لیکن خوارق عادات و عقل و هوش و قرآن شریف را راهین ساخته
که اختیار خود را هیچ باختیار حق دانند و باین راه گم کرده بجاه دعوی اختیار
افتادیم رو بحجت و برهان نکردیم و در صورت دعوے اختیار لازم بود که بحجت
اسباب بے معین فکر نحج و براهین همراه ما کرده اند حال اختیار خود می فهمیدیم پس
گرفتار شدیم و در وقت حجت میگوییم که مارا چه اختیارست و در وقت بر آمد کار
میگوییم که من چنین کردم - و چیزیکه بے ارادهٔ ظاهرست و جائیکه سبقت اراده شد
جبر نماند گو آن اراده بسبب گفتن دیگری باشد -

فرد الاولیاء و علماء و مشائخ عصر کے باہمی مراسلات

فرد الاولیاء مشائخون سے زیادہ تر ایسے لوگون سے مخلصانہ برتاؤ رکھتے تھے جنکا کہ شمار علماء مین بھی ہو

اہل علم صوفی آپکے نزدیک جاہل صوفی سے زیادہ قدر کی قابل تھے یہی سبب تھا کہ بزرگان سلون سے علاوہ اسکے کہ اتحاد سلسلۂ طریقت بھی تھا علم نے زیادہ اس خلوص کو بڑھا دیا تھا۔ زبدۃ الکاملین حضرت شاہ پناہ عطا عرف جی میاں صاحب قدس سرہ کے اخلاص نامے برابر آیا کرتے تھے جسمیں زیادہ تر خلوص و اتحاد کے مضامین ہوا کرتے تھے۔ آپکو فرد الاولیا کے ساتھ اسقدر خلوص تھا کہ اکثر خانگی امور مثل نظم خانقاہ وغیرہ میں بذریعہ خط آپسے نیک مشورت لیتے تھے۔ چنانچہ ایک سال بعض خانگی تعلقات و تفکرات کی سبب آپکا ارادہ ہوا کہ مسند ہدایت و سجادۂ خلافت حضرت شاہ محمد حسین عطا قدس سرہ کو تفویض کرکے خود ہجرت کر جائیں اور سلون کی اقامت سے یک قلم دست بردار ہو جائیں۔ ایک خط جسمیں یہی امور مشورت طلب تھے۔ فرد الاولیا کے حضور میں روانہ فرمایا آپنے اس نیک خیال کے متعلق بہت کچھ اپنی مفید رائے لکھ کر روانہ فرمایا اور محض خانگی تعلقات و تفکرات کی سبب ہجرت کو پسند نہ فرمایا۔

حضرت شاہ خدا بخش قدس سرہ ساکن جھنجھنا کے ساتھ (جو حضرت مولانا رسول نما قدس سرہ کے خلیفہ حضرت شاہ غلام امام قدس سرہ کے جانشین تھے) فرد الاولیا نے اُس چھوٹے ہوئے قدیم تعلق کو (جو تاج العارفین و حضرت شاہ غلام امام قدس سرہما کے باہمی تھے) از سر نو زندہ کیا صوبہ بہار میں جسقدر مشائخ و علما تھے اُنکی تعداد تو بکثرت ہے ہر ایک کے ساتھ فرد الاولیا بہت کچھ خلوص برتتے تھے۔ اور اکثر لوگ تقریباً عراس میں تشریف بھی لایا کرتے تھے۔

صوبۂ بنگال میں ڈھاکہ کے سر برآوردہ بزرگ حضرت صوفی شاہ دائم قدس سرہ کی جانشین حضرت صوفی شاہ بقیت اللہ و صوفی شاہ حفیظ اللہ و صوفی شاہ نور اللہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم سے برابر سلسلۂ رسل و رسائل جاری تھا۔ اور اکثر بزرگوں کو اسی خلوص نے فرد الاولیا کی ملاقات کو پھلواری تک پہونچایا۔

علما سے مولوی مفتی شرف الدین رامپوری و مولوی شجاع الدین حیدرآبادی و مولوی حیدر علی لکھنوی سے برابر مراسلات تھے بلکہ مفتی شرف الدین رامپوری ایک بار آپکی غائبانہ تعریفیں سنکر پھلواری تشریف لائے اور آپکی ملاقات سے بہت محظوظ ہو کر اپنی تصنیفات سے چند رسالے بھی فرد الاولیا کو ہدیۃً عطا فرمائے۔

مذکورۂ بالا علما و مشائخ کے نام جو خطوط فرد الاولیا کے طرف سے گئے تھے ضرورت تھی کہ اسی جگہ منتخب کرکے سلسلہ وار درج کر دیے جاتے مگر چونکہ مجھے فرد الاولیا کی انشا پردازی کے متعلق

اپنی رائے لکھنی ہے اور اُسکے ثبوت مین خطوط ہی پیش کرنے کی ضرورت پڑے گی اسلیے مناسب سمجھتا ہون کہ اس جگہہ قلم انداز کرکے انشاپردازی کے بیان مین موقع سے درج کرون۔

فردالاولیا کی انشاپردازی

وبلاغت وفصاحت کی متعلق ہمارا ہرگز یہ دعوے نہین کہ آپ عربی نظم ونثر لکھنے مین امرأ القیس و لبید وفرزدق کے ہم پلہ تھے۔ یا آپکی فارسی نظم نظامی وخاقانی کی نظم سے ٹکر کھاتی تھی۔ ہرگز نہین کیونکہ دنیا کے ہر ذی فہم کے نزدیک یہ امر مسلم ہے کہ غیر ملک کی حاصل کردہ زبان ہرگز اپنی مادری زبان کے برابر نہین ہو سکتی ایک ادنے اعرابی دہقانی جس آسانی کے ساتھ اپنی مادری عربی زبان مین اپنے مطلب کو ادا کرسکتا ہے وہ عجمی اعلی لیاقت کے عالم سے بہت دشواری سے ادا ہوگا میری محدود عقل خود اپنی اُردو زبان سے نہایت عمدگی کے ساتھ اسکا فیصلہ کرلیتی ہے بلکہ ایسی نظیرین ہر روز اسکے پیش نظر رہا کرتی ہین کہ جو عربی النسل یا فارسی نژاد اشخاص علم کی حیثیت سے اس اُردو زبان کو حاصل کرتے ہین وہ کس قدر وقت سے ہمارا آپکا روزمرہ ادا کرتے ہین بلکہ بعض وقت ایسے الفاظ اُنکے زبان سے نکل آتے ہین جو اس محل کے لائق استعمال نہ تھے اسیطرح میری حاصل کردہ عربی یا فارسی یا انگریزی زبان کا بھی حال ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہر زمانہ وقت کے اعتبار سے کسی ایک علم کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے موجودہ زمانہ کی علمی ترقی کو ہر شخص کہہ سکتا ہے کہ فلسفہ جدید کی دلربایانہ صورت کی دلدادہ ہے یہی سبب ہے کہ ہر عام وخاص کے دماغ مین فلسفہ جدید کی ایسی تیز روشنی پڑ رہی ہے جس سبب سے اُنکی آنکھین سوا فلسفہ جدید کے کسی دوسرے علم کی خوبیان محسوس نہین کرتین اسی طرح فردالاولیا کا مقدس زمانہ بھی تھا جو علوم وفنون کے اعتبار سے علم منطق کا دلدادہ تھا اور ہر شخص مین علم منطق کا ایسا تیز اثر تھا کہ جب کوئی نیا متعلم مدرسہ سے نکلتا تھا وہ اپنی زور تقریر سے مٹی کی دیوار کو یقینی سونے کی دیوار ثابت کردیتا تھا چنانچہ خود فردالاولیا کے تیسرے بھائی مولوی معنوی مولانا شاہ محمد امام پھلواروی قدس سرہ کو اپنے علمی تبحر علمی کے سبب یہ دعوی تھا کہ مین نے منطق ایسی سمجھی اور سیکھی ہے کہ اگر چاہون تو گانون کے رہنے والے اہیر دیہوچھڑ نکو نہایت آسانی کے ساتھ یہ علم سمجھا دون۔

درحقیقت اس زمانہ مین منطق ترقی کے ایسے ہی اعلی زینہ پر پہونچی ہوئی تھی کہ اگر اُسوقت اس فن کا کوئی بھی اس سے بھی زیادہ دعوی کرتا تو صحیح ہوتا۔ اور اسکے وجوہات جہان تک غور کیے جاتے ہین تو یہی ثابت ہوتے ہین کہ جس زمانہ مین فلسفہ قدیم کی تردید کے خیال سے علماے اسلام نے علم کلام ایجاد کیا

اسی زمانہ مین اسلامی علوم وفنون بھی مخالفین کے شبہات دفع کرنے کے لیے منطق وفلسفہ کے محتاج کردیے گئے اور جو اصول ان اسلامی علوم وفنون کے قائم کیے گئے وہ منطق وفلسفہ سے ہی مستنبط کر دیے گئے۔ اسے پہلے کے علمای اسلام تحصیل علم منطق کے طرف ضرورت سے زیادہ مائل تھے اور اُنکی ساری ہمتین اسی ایک ضروری علم کے سیکھنے کی طرف مبذول رہتی تھین اسلیے علم ادب کا پورا مذاق اُنمین پیدا نہوسکتا تھا۔ صرف تفہیم وتفہم کے لیے سلیس اور آسان عبارت مین اپنا عندیہ اور مطلب ادا کرلیا کیے۔ پھر جب علم ادب کی ترقی کا یہ عالم تھا تو مین ایسا نا قابل تسلیم دعوے کیونکر کرسکتا اس جگہ فرد الاولیا کی عربی انشا پردازی کے متعلق جو کچھ دکھانا ہے وہ صرف اسیقدر کہ باوجود ایسی تحریرین کم ہونے کے آپ کی عربی تحریرین کسدرجہ سلاست وسعت کا پہلو لیے ہوے ہین ہمارے اس دعوی کا ثبوت فرد الاولیا کی بعض مذکورہ بالا تحریرون سے میرے ناظرین کو اگرچہ ملگیا ہو گا مگر خصوصیت کے ساتھ اس جگہ فرد الاولیا کے دو عربی خط جو سید اویس مغربی علیہ الرحمۃ کے نام گئے تھے درج کرتا ہون۔

مکتوب اوّل

قد ذاب من الفراق لحمی ودمی	وازداد من الشوق الیکم المی
کم اکتب قصتی الیکم بدمی	کم اصبر یالیت وجودی عدم

صاحب الجود والکرم۔ جامع الحسنات والشیم۔ معدن الاشفاق العظیمۃ۔ مخزن الاخلاق الکریمۃ۔ العالم المبجل المفخم الفاضل الافضل الاعظم۔ عین اعیان الانسان۔ وانسان عین الاعیان بقیۃ السلف۔ زینۃ الخلف الجوهر الفرد النفیس والفقیہ الاورع الندیس مخدومی مولائی السید محمد ادریس اکرمہ اللہ بکرامتہ ورفع درجاتہ وبارک فی حسناتہ وابلغکم السلام خیرهدایا الاسلام مع کمال التعظیم والاکرام رحمکم اللہ وبارک لکم ما حال قلبی من الاشتیاق ضبطہ بالکتابۃ لا یطاق لا یحملہ القرطاس ولا یسعہ الزمان ولو نمق القلم نبذا من اشواقی ونمق شرذمۃ من اسباقی لاحترق بنار الفراق واشتعل کالحطب لحراق ومعهذا اما یکتب لا یزید

علی مقدار ذرة من سعة الارض ولا يكون فی جنب قطرة من البحر
مدادا التحريرما فی ضميری لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات شوقی
ولوجئ بمثله مدادا فعطفت عنان القلم الی مضمار بيان المهم
فيا عجبا من امثال هذا الشفيق بل الاشفق ان يقيم من مدی الزمان
فی بلدة کانفور ولا تطلعنی من احواله الشريفة واقامته المنيفة
ولا تخبرنی عن اخباره الاخيار وهو يعلو فرط محبتی بحضرته
وخلوص مودتی لخدمته ياليت شعری تمکنته فی کانفور من بدء الزمان
لاستکثرت الکتابة علی حسب ما يتمناه قلبی من شکاية الهجران
وکيف اطمئن قلبکم يا مولانا انسيتم الخلان والمخلصين من الاحباب
ام نظرتم علی عيوبی التی تجاوزت من الحسنات يا محمد وصی قد بلغنی
الکتاب من تلقاء اخی واعزی وانمی الذی تدمع عينی بفراقه
دموعا وتجری الدمع فی هجرة من مقلتی عيوننا کانی ذقت بفراقه
کاس داء لادواء له وشربت فی بعده شربة مرض لاشفاء له
اعنی صاحبی مولوی احمد علی ابو الفضل الذی اقرب رحما وقرابة
منی الان القاه الزمان بعيد اعنی وکان مذکورا فی مکتوبه
خبر ذکرکم وکرمکم علی الحاضرين فتعجبت وحمدت الله علی
ما وجدت ما فقدت وکانی وصلت الی من کنت فی تجسسه
وصرفت العمر فی تفحصه فشکرت الله شکرا کثيرا فله الحمد
علی نعمائه والشکر علی الائه فاردت ان اکتب فی حضرتکم
شرح شوق قلبی وشکايات نسيانکم عن المحبين وعدم
مکاتبة المکاتيب وارقام الرقاعم فکتبت هذا الکتاب
راجيا اليکم بارقام الجواب لتطمئن قلبی وما مضی علی من
الهموم والغمة فی هذه الازمنة والمدة لايتحمل القلب بذکره

صبت علی الايام صرن لياليا	صبت علی مصائب لوانها

وما اصابنی من مصيبة لايضبطه التحرير ويذوب الکبد بتذکرة

ما دار الفلك على مرادى ساعة الا وقد ادار القضاء على خلاف زماننا ومذاق لاسيما ما نزل من هائل عظيم ولعله قرع سمعك ايضا ارتحال ابى مرشدى وشيخى شاه نعمت الله القادرى رضى الله عنه وافاض علينا فيوض روحه وانتقال استاذى ومولائى سيدى مولوى احمدى قدس سره كانما انطفى السراج ووقعت دفعة فى غيابت الجب لبس فيها نبراس ولا ضياء الشمس واوقعنى الدهر فى ظلمة لا يوبى فيها سنا برق نجم ولا نور نير ولا ضوء النهار

ايا عينى افيضى كالسحاب	دموعا مثل قطار الغمام

ولا تمر على صحوة ولا تنقضى ليلة الا قد ابكى دما على توحدى وتفردى وارجوا من الطائفكم السابقة ان تذكرونى بخير الدعوات وان تكتبوا الى كتابا متضمنا بجميع الحالات يكون لى حرز الدفع الام الفرقة وعود الدفع اوجاع الهجرة ابقاكم الله تعالى ما دارت الافلاك وعمرت الاملاك وتحركت الاغصان واهتز النسيم فى البستان والسلام عليكم وعلى من لديكم۔

مكتوب آخر

يا من ذاب كبدى بفراقه	واحترق قلبى بنار اشتياقه

سلمه الله تعالى وعصمه عما لا يرضاه ورقاه الى متمناه وزاد الطافه والرحم الله الكريم بكرامته وخصصه برافته يلتمس فى حضرتكم العلية ويكتب تسليما متكاثرا متوافرا فى خدمتكم السنية محبكم المخلص الصميم ابو الحسن بقلب سليم فيا ليت قبلتموه بقبول حسن مضى الدهر فى الفراق ولم يصل الينا كتابكم ومر على قرن وما تشرفت بخطابكم حتى يطمئن قلبى بدراية اخباركم وما تبين لى محل اقامتكم الى الان ولاافتر وعجلت باكتابة من عندى و كلفتكم بارقام الجواب وما كنت للغيب بظنين ولا من موضع

مقامکم علی یقین واللہ علی ذلک لشھید امین والا فما انتمھلت وما
توقفت فی ارسال الرقائم وایصال المکاتیب اللہ یعلم حال قلبی
وما بلغنا من ھم وغم من ارتحال سیدی وشیخی وابی ومرشدی
رضی اللہ عنہ لا یطاق قلبی بارقامہ ولعلہ قرع سمعک الشریف ایضا
وقعت علی واقعۃ بل قامت قیامۃ لا یتحمل لقلم والقرطاس
بضبطھا الان ارجو من الطافکم ان تشرفونی بارقام کوائفکم
لیطمئن قلبی کنت بالعجالۃ بسبب استعجال حامل المکتوب
وحال قلبی فی محبتکم واحوال لسانی فی ذکر شفقتکم الان کما کان
والسلام خیر ختام الکلام وجمیع اخواننا واحبابنا واطفالنا یعرضون
علیکم سلاما وتسلیما وتکریما ویلتمسون غایۃ الاشتواق ونھایۃ
الاشتیاق لخیر بقائکم وطول بقائکم اللھم امین

اب رہی فارسی انشا پردازی اسکے متعلق کوئی راے دینا فضول ہے کیونکہ ہندوستان مین جسطرح ہماری ملکی زبان اردو کی ترقی دیگر زبان کے اعتبار سے خاص امتیاز رکھتی ہے اسیطرح ہندوستان کے سلاطین اسلامیہ کے عہد سے لیکر آج سے سو پچاس برس پہلے تک فارسی زبان کو بھی ملکی زبان ہو جانے کی حیثیت سے اُردو زبان سے کہین زیادہ امتیاز حاصل تھا بلکہ اپنے اعلیٰ عروج کے سبب سے ملکی ہی زبان سمجھی جاتی تھی اور ہر شخص اپنی تحریرون و تقریرون مین فارسی ہی زبان سے مدد لیا کرتا تھا۔ یہان تک کہ انگریزی دفاتر مین بھی یہی زبان جاری و ساری تھی اسلیے اسوقت ادنیٰ شخص بھی فارسی مین پوری لیاقت رکھتا تھا فرد الاولیا کو تو اس زبان سے فطری مناسبت تھی پس اس اعتبار سے آپکی فارسی کو اہل زبان کی فارسی کہین تو مبالغہ نہوگا۔

مین اپنے دعوے کے ثبوت مین فرد الاولیا کے وہ مکاتیب جو ہمعصر علما و مشایخ کے نام جایا کرتے تھے درج کرتا ہون۔

مکتوب اوّل

بنام نامی حضرت زبدۂ ارباب طریقت کاشف رموز حقیقت قدوۃ السالکین شاہ امیر الدین فردوسی بہاری زیب فزاے سجادہ حضرت شیخ الاسلام والمسلمین مخدوم شرف الحق والملۃ والدین

قدس سرہما یہ مکتوب دستار بھیجنے کی شکریہ میں حضرت فرد الاولیا نے روانہ فرمایا تھا

شاہ صاحب شمع دودمان شرف و کرام ۶ و اشرف خاندان مفخر عظام ۶ معدن
نوازش و الطاف و کرم ۶ مخزن اشفاق معظم و مکرم زادت اشفاقہم بعد اہدائے ہدیہ
سلام مسنون اسلام و اکرام تمام و تعظیم تمام و ابلاغ تحفہ تمنا و آرزوے شرف مشافہہ
کہ اہم امنیت ست مشہود خدمت بابرکت و لائح راے عطوفت پیراے می سازد
نامہ تسکین طراز و صحیفہ تسلیہ اعجاز مبذول و مکرمت شمول بغمزدائی و شکیبائی مرہون
لطف و کرم نمود۔ ہر چند بموجب خوگری طبیعت الحال ہر امر یکہ پیش می آید و ہر ساعتے
کہ رو می نماید خاریست کہ بدل میخلد، و نشتریست کہ برگ جان میرسد و ہر نفسی کہ از
دل می آید آہیست کہ از سینہ تا زبان می سوزد۔ لیکن تا دسع بصبر می پردازد۔
و از سیل اشک بر نائرہ غم آب می ریزد و از راہ کرم و الطاف و یگانگی و اتحاد تبرک درگاہ
اقدس انتباہ آنحضرت معلے منزلت سر دفتر اسلاف کرام و مفخر اولیاے ذوی الاحترام
جناب مخدوم الملک شرف العالمین قدس سرہ العزیز و رضی اللہ عنہ و افاض علینا
فیوض روحہ کہ مرحمت شدہ بود بہرہ بخشیہا فرمود۔ و بر سر و چشم داشت۔ جائی کہ
تارے از البسہ آنجا موجب اعتزاز و غفران ست۔ دستار کہ راس اللباس و
سر ملبوسات ست لاریب پر از ہزار برکات ست۔ لیکن خاکسار امیدواری مراسم الطاف
خاصہ از خدمات درویشان آن دارد کہ گاہ گاہے از راہ کرم بر مزار فیض آثار آن چارۂ
بیچارگان و سرمایۂ بے مائگان وارث انبیا سر حلقۂ اولیا حضرت مخدوم
رضی اللہ عنہ بعد استیلام بائین فخر صدر بالین در بارۂ استقامت بر این جادۂ مردان
و سجادۂ پاکان و حفظ از مکروہات جہۃ خاکسار بالتجاے تمام دعا فرمایند کہ اینچنین لطف
و کرم از نوازشات دلی و خصوصیات قلبی ست۔ و دعاے عافیت با حضور دل
در اجابت اثر تمام دارد والسلام و الاکرام

مکتوب ثانی

بنام نامی حضرت سر دفتر ارباب فقر و فنا حضرت شاہ پناہ عطا معروف بیحیی میاں صاحب
چشتی سجادہ نشین سلون بعالم پیری وفات سر دفتر درویشان خدا پرست سر حلقۂ سرمستان

جام الست حضرت شاہ کرم عطا سلونی چشتی قدس سرہ - اس مکتوب میں کلمات اضطبار بے ثبات دنیا کی کیفیت اور اس سے تعرض کس پر اثر جملوں میں تحریر فرمایا ہے -

شاہ صاحب رونق بزم کرامت شمع انجمن لطف و لطافت مورد فیض قدس فروغ مجلس انس متخلق باخلاق رحمانی مجمع کمالات انسانی - ابقاکم اللہ تعالی علی مسند الہدایۃ والارشاد ما بقی العالم علی نہج السداد - سلام مسنون اسلام - با اکرام تمام و تکریم تام کہ ہدیہ ارباب کرم راسزد - و تمنائے و آرزوئے کمال گرامی مواصلت و تعظیم کہ تحفہ اصحاب فضل را زیبد مقرون قبول باد - لیل و نہار خود بدستور مصروف یاد الطاف فرمائیہا و کوائف احوال مفصل گذارش نمودن بیرون از وسع خود دست نا محکمی ابنائے این نشاۃ اولی بر رہروان جادۂ سرمدی و مقیمان حرم سرائے ابدی نیک ظاہر و ہویداست کہ ساخت اینجا برای شکست ست - و ہستی و فنا این دار دنیا بر تاجوران ملک بقا و شہریاران اقلیم وحدت سراپا آشکارا و پیداکہ کاشتن اینجا برائے درست و نگاہداشتن گویا این دار صفت فنا دست و بنیاد بے ثبات کہ ہمہ مرئیات او بباد ست - ایجاد متضمن اعدام و خلق مبنی افساد و انہدام سبحان الحی القیوم الذی لا یموت و لا یبقی الا وجہ ربک ذی الجلال والاکرام و کل شیء ھالک الا وجہہ فتبارک من بیدہ ملکوت کل شیء بلکہ انکشاف این حال و انطباع این نقش بے زوال کہ کل نفس ذائقۃ الموت بر آئینہ قلوب ہمہ ہانا متحقق و متیقن ست ہر ذی روح دست حسرت بر سر و انگشت حیرت بدندان ست ناچار ہر جاندار و صاحب حیات را بملاحظہ حکمت و صنعت ایجاد کہ موجب و مودی با فنا دست بنظر منظور رضائے صانع پرداختن متحتم شد - و بدرک این معنے کہ ہر کسے آمادۂ وجود برائے ہمین روز عدم شدہ بود و این روز عدم را پیش نہاد زمان وجود اندیشیدہ بشکیبائی ساختن لازم گردید - و مالک و کارندہ چون دست دراز آستین بے نیازی بر اشجار برارد بیچارہ درخت را با ہزار زبان برگ جز خموشی چہ یارا و با چندین دستہای شاخ در منع چہ اختیار و چہ چارا - اگر نالد بیش کہ نالد - و فریاد پیش کہ برآرد - از استماع برپا شدن ہنگامۂ حشر از ارتحال جناب غفران مآب حضرت بابرکت

شمع دودمان مجد و کرامت رونق خاندان عز و ولایت سر دفتر درویشان خداپرست
سر حلقۂ سرمستان جام الست مرجع علو و اعتلا حضرت شاہ کریم عطار رفع اللہ روحہ و
رضی اللہ تعالے عنہ کہ از دار فنا بدار بقا واقع شد۔ و انتقال ایشان کہ ازین سرائے فانی
بملک جاودانی شد آسمان اندوہ و الم و غم و کوہ غم و ہم بر دل شکست و افتاد این حزن
نہ بحدیست کہ توان نگاشت۔ و از انزوا فرمودن آنحضرت از اہل دنیا و پابندان
علائق این فانی سرا در روضۂ رضوان و سراپردۂ جنان آنچہ بر فیضیابان خدمت
و طالبان صحبت رسیدہ کی بتحریر توان آورد افسوس صد افسوس انا للہ و انا الیہ
راجعون نہ دل را چارۂ صبر نہ جان را بارائے شکیبائی و اسفا و اسفا چون آہ و نالہ را
بجائے نمی برد فریادگرہ بگلو شد لاجرم بہ تسلیۂ دل بے پردہ شدہ و آن مخزن کمالات
کہ اصطبار ادنی کمالات ایشان ست۔ و رضا بالقضا عین شان یقین کرد تسکین الم
خود پرداختہ بسرپرستی خوردان و باقیماندگان و منتسبان و متوسلان تشفی ایشان
سعی فرمودہ و غم زدائیہا نمودہ صبر و شکیبائی بخشیدہ باشند اللہ تعالے آن معدن
اشفاق را بر مسند ہدایت سرپرست متوسلان داراد و مستفیض عالم گرداناد و فروغ
رہنمائی روزافزون کناد۔

مکتوب ثالث

بنام نامی قدوۂ ارباب صدق و صفا حضرت شاہ خدابخش قدس سرہ ساکن جھنجھانا
جانشین مرجع خاص و عام حضرت شاہ غلام امام یکی از خلفائے سیدی و مولائی
مولانا سید محمد وارث رسول نما بنارسی رضی اللہ تعالے عنہما اس مکتوب میں بجز مضمون
اظہار مودت و خلوص کے کوئی دوسرے مضامین نہیں ہین۔

شاہ صاحب معدنِ کمالات انسانیہ مخزنِ اخلاق رحمانیہ۔ انبساط بخش بزم طریقت
بزم آرائے بساط حقیقت سراپا نوازش و کرم۔ مظہرِ الطاف اتم۔ زاد لطفکم و ازداد کرمکم
سلام مسنون اسلام با تکریم و اکرام و آرزوے و تمناے تمام مواصلت گرامی و مشافہہ سامی
کہ زیادہ از زیادہ و بیش از بیش ست ادا پذیرائے خدمت آن بزم آرائے حقیقت باد
بیش ازین بیشتر نوازشنامجات تلطف آیات جناب شاہ صاحب حضرت شاہ

غلام امام رضی اللہ عنہ بود لطف آمود مرہون تمتہائے یاد فرمائی میفرمود و باطلاع خیریات و دیگر کوائف آنجا تسکین و طمانیت خاطر می افزود الحال کہ از مدتے دراز و از عرصۂ بعید کسے نامۂ نامی و صحیفۂ گرامی تسکین افزائے خاطر منتظران نشدہ است بیشتر موجب تردد و تعلق خاطر فاتر و سبب انتشار دل تمنا منزل مے باشد اکثر بخیال آمد کہ بارسال نیاز نامہ رابطۂ سابقہ را تازہ نماید مگر بسبب عدم میسر قاصد ازین ہم مجبور و مقصر ماند درین ولا کہ شاہصاحب شاہ رضا شاہصاحب تشریف فرمائے خانقاہ بودند عند التذکرہ معلوم شد کہ ساکن ہمان دیار نزہت آثار اند۔ واکثر مذکرۃ الخیر آنجا بدر میان آمدہ و دریافت صحت و خیریت آنجا موجب تسکین دل وداد منزل و سبب ادائے شکر ایزدی گشت۔ الحمد للہ والمنۃ وازانجا کہ از مدتے تبلاش قاصد می بود رسیدن شاہصاحب درانیجا و باز از اینجا عزم وطن شریف شان غنیمت شمردہ بارقام این اخلاص نامہ پرداختہ۔ چشم از اخلاق و کرم قدیمی آنست کہ از جواب باصواب اختصاص نامہ ہذا و ارقام خیریت مزاج شریف و صحت و اعتدال عنصر لطیف و اطلاع دیگر کوائف آنجا طمانیت و تسکین بخشی فرمایند و رابطۂ سابقہ مستحکم نمایند والسلام۔

مکتوب رابع

بنام نامی حضرت صوفی شاہ محفوظ اللہ قدس سرہ دربلدۂ چاٹگام مشتمل برانکسار نفس و اظہار ناقابلیت خود دربارۂ تعلیم و تعلم علوم ظاہری و تربیت باطنی کہ ممدوح شخصے را برائے تحصیل علوم ظاہری و تعلیم باطنی بخدمت فرد الاولیا فرستادہ بودند

شاہصاحب مجمع فضائل انسانی، واقف معارف ربانی مخزن محامد و اخلاق معدن لطف و اشفاق حاوی علوم ظاہریہ و باطنیہ زاد الطافہم۔ خاکسار ابو الحسن بعد سلام و آرزوئے تمام گرامی موصلت و اکرام و تعظیم تام و تمنائے کمال سامی مشافہۃ کہ زیادہ از زیادہ و بیش از بیش ست مشہود رائے شفقت پیرائے میسازد۔ از استماع محامد و مکارم آن خجستہ صفات چندانکہ اشتیاق دارد بیرون از انست کہ بہ تحریر آرد شکر اللہ تعالے کہ انچنین برادر را این زمان موجب بقائے اسلام و اجرائے طرق اسلاف اند و برکت بخش ابنائے روزگار اند۔ اللہ تعالے تادیر سلامت باکرامت دارا د۔ دو قطعہ نامۂ نامی

یکی محررہ سابق بسبیل ڈاک بتاریخ بست وششم شوال ۱۲۵۵ھ ہجری ودیگری محررہ
دہم ماہ مبارک رمضان سنہ صدر مع سعادتمند اقبال نشان میان **احمد اللہ**
صاحب سلمہ اللہ تعالی پور ود مسعود مرہون یاد فرمائیہا فرمود - ہرچند من ناکارہ و
درماندہ راچہ صلاح ویارائے تربیت علوم ظاہری کہ بکسے تعلیم نماید وعلوم باطنیہ کہ
بالاتراز ظاہرست خود فہم آن ہم ندارد چہ جای افاضہ چہ جائیکہ **سعدی**
علیہ الرحمۃ فرمایند ؎

ہوس را تو ہیچ بطبعے نہ پزد کہ سر نبازد	زپئے تو ہیچ مرغے نہ پرد کہ پر نریزد

این کار مردان راہ ستنا از من خاکسار کی راست آید اما بر طریق سلوک پیران شکستہ پای
ونشست یکجائی اختیار کردہ انچہ از بزرگان گوش زدہ بموجب رسم ادا می نماید وفتح باب
بید مفتح الابواب - معہذا باطاعت امر شریف گوش کردہ بدل کوشش مرکوز خاطر شد
لیکن چونکہ سعادتمند ممدوح لبس بطفل وسفر ناکردہ ورنج مفارقت ناکشیدہ اند بنابر استقرار
مزاج وثبات براراہ متعذر شد برخاستگی ہر روز بطرز دیگرے شد لیکن الحمد للہ کہ بیاد
حقوق آن یگانہ حق پرست ہم از خود وہم از تقریبات از برخاستگی وارادہ ہائے دیگر
باز ماندند - ترجیح ارادۂ مکان بر دل مستولی شد وعزم وطن فرمودند وہمراہی ساشان
بعضے ذکر حج وبعضے ذکر تحصیل علم بدیار مغرب از غازی پور ودہلی واز بعضے بیان تربیت
پذیری از کسانیکہ بنام فضیلت در زمرۂ مذہب جدید مشہور اند نمودہ باشخصیکہ
عازم حج بودند روانہ شدند ومیان **حاجی دائم** از قریب دو سال ازینجا رفتہ
بعد سیر شہر ودیار این صوب چندماہ در چھپرہ ماندہ پیش از ورود الطاف نامہا ہی
کانپور شدند رقعۂ شریف واپس میرود وسوائے دو قطعہ مکتوب کرم اسلوب دیگرے
کہ حوالہ تفصیل بران بود ہنوز نرسیدہ ودر امور منشی صاحب مخزن لطف وکرم منشی
حیدر علی صاحب اوصلہ اللہ الی متمناہ تا وسع بدعا قاصر نخواہد شد
آیندہ رجا کہ گاہ گاہے از ارقام الطاف نامہ ودعاے خیر دریغ نخواہند فرمود -
وبسبب ہمین تذبذب مزاج سعادتمند در اقامت ومراجعت در ارسال وداد نامہ
توقف روداد بود ورنہ باستعجال جواب نگاشتہ می شد - وبنام نامی مولوی صاحب
کرم گستر مولوی **عبد الکریم** صاحب خطی میرود نزد او شان فرستادہ شود -

وبخدمت شریف حاجی صاحب کرم گستر و مجمع خوبیہا ولطف وسراپا محمود الصفات حاجی سید حسن علی صاحب سلام وتمنائے اشتیاق مشہود باد دریافت خیریت موجب شکر گردید از برادران خاکسار نیز مولوی صاحب جناب مولوی احمدی صاحب قدس سرہ وبرادرم مولوی محمد امام صاحب روح اللہ روحہا چند سال ست کہ جنت افروز شدند والسلام

ان بزرگون کے علاوہ جن جن لوگون کے نام کے مکاتیب ہین انکو بخوف طوالت قلم انداز کرکے صرف بعض علما کے نام کے مکاتیب سے صرف مولوی شجاع الدین حیدرآبادی علیہ الرحمۃ کے نام سے جو مکتوب گیا تھا اس جگہہ درج کرکے انشاء پردازی کے مضمون کو تمام کرتا ہون۔ ناظرین غور فرمائین کہ فرد الاولیا نے اُن لوگون سے باوجود اسکے کہ آپکے معاصر تھے کن بڑی اور معظم لفظون مین مخاطبت کی ہے۔

مکتوب ہشتم

بنام نامی جامع العلوم حاوی الفروع والاصول المشتہر فی الشرق والصین مولوی شجاع الدین حیدرآبادی۔ یہ مکتوب طلب مین مولوی آل احمد بن مولوی معنوی شاہ محمد امام قدس سرہما کے گیا تھا ممدوح بہت کم عمر تھے جب یہان سے چلے گئے تھے چند مدت کے بعد واپس آکر پھر فرار ہوگئے تو حیدرآباد پہونچکر مولوی صاحب ملک کور کے مدرسہ مین کتب حدیث و دیگر کتب درسیہ پڑھتے تھے فرد الاولیا کو خبر ملی تو ہنڈوی روپیہ کی بھیجکر وہان سے انکو طلب کیا مولوی صاحب ممدوح نے بہت فہمایش وتاکید سے انکو وہان سے روانہ کیا بعد پہنچنے ممدوح کے فرد الاولیا نے یہ مکتوب شکریہ مین مولوی صاحب ممدوح کیخدمت مین بھیجا۔

افضل الفواضل جامع الفضائل بحر المعقول حاوی الفروع والاصول مستقیم علی الشریعۃ صاحب الحقیقۃ زاد مجدہم وعلاہم وازداد عند اللہ تعالی ورسولہ الکریم قربہم ودنوہم ومتع اللہ المسلمین ببقائہم ومن علیہم باعطاء متمناہم کما من علی بانضار عینی بلقاء ثمرۃ فوادی آل احمد سلمہ اللہ تعالی الحمد للہ علی احسانہ والشکر لوسیلۃ اجابۃ الدعوات سیدنا محمد خیر الکائنات وعلی آلہ وصحابہ وازواجہ وعترتہ وعشیرتہ واحبابہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیمات تسلیم وتکریم وسلام با اکرام وتمنا وآرزوی تمام گرامی مواصلت وشرف مشافہۃ کہ فوق از ضبط ارقام وبرتر از ابدی واقلام ست مشہود خدمت با مکرمت صاحب خیرات

سعکا نژه وجامع برکات مستوافره باد خاکسار بروز شماری عمر بعادات معهوده طوعاً وکرهاً
دقات بسر می برد وبهر حال وبهر شان موجب شکر ست وروزانه بیاد الطاف گرامی مصروف
بوده است دعا ببقاے وجود دیگر جود وفیاضی سامی ببوی سما فزاوان اللهم آمین ثم آمین
محامد ومکارم ذاتی وصفاتی وخلقی گرامی که مخصوص خاصگان الٰهی ست وبذل انواع
الطاف واشفاق نامتناهی سامی بحال خاکسار مهجور بهر قدر که از زبان نورچشم مشار الیه
وبیان ثمرهٔ فواد موصی الیه بسمع رسیده وممنون منتهاے گردانیده حد وپایانے ندارد
کراین چشم التفات هیچو تقیه اخیار ونخبهٔ ابرار مقبول بارگاه حق جل جلاله ومشمول عنایت
رسول الله شفیع بحق صلی الله علیه وآله واصحابه اندمن گنهگار نابکار را بدعا رساند ؎

لعل الله یرزقنی صلاحا	احب الصالحین ولست منهم

بتاریخ ششم ماه جمادی الاخری ۱۲۵۱ھ هجری نبوی قدسی نورچشم آل احمد سلمه الله
تعالے ورفاه بخیریت تمام وباصلاح وسعادت که متمنا بود دربوقصبه رسیده باصره
افروز چشمان منتظران وسرور افزاے دل متردان شده مصروف حمد وسپاس
اوتعالی شانه وعم احسانه نموده ع چه شکر گویمت اے کارساز بنده نواز
اجر جزیل یاد فرمائی مهجوران بانواع عاطفت وبمراد رسانی نامرادان دور افتادگان
از فرط شفقت مقتاعنه باد سالے یوم التناد - هزاران هزار شکر حضرت خالق عز شانه
که درین زمانه هیچون من ناکاره هم اینچنین سعدا وصلحا هستند که برکت انفاس شان
سلسلهٔ امید غفران عاصیان هنوز مستحکم ودراز ست اوتعالی دیرگاه باافاضت
سلامت داراد - وبرایارا از وجود بیچود خیر وبرکت سامی منتفع سازاد -
امیدوارم که گاه گاهے بارقام رقائم کرائم از یاد فرمائیها ممنون الطاف فرموده باشند
وانچه از استماع خبر حادثهٔ ارتحال شاه نمے الله مولوی عبدالله رحمه الله ورمله
بغفرانه واکرمه بترقی درجاته شکستگی دل افسردگی خاطر نموده چه نگارد ویادش نخم نشتر
غم تازه میکند غفر الله له واعطاکم اجر الصابرین زیاده ازین تاب نگارش نیافته الله تعالی
باقی ماندگان را همیشه از سایهٔ عاطفت گرامی مستقل مع الخیر داراد والسلام خیر ختم الکلام

اسکے علاوہ چند مکاتیب جو بنام نامی مفتی شرف الدین رامپوری ومولوی حمید علی لکھنوی
کے بھیجے گئے تھے وہ بخوف طوالت چھوڑ دیے جاتے ہیں -

ہمعصر علماء سے فرد الاولیاء کی علمی مناظرے

فردالاولیا کا عزیز وقت جسطرح درس و تدریس تالیف و تصنیف ریاضات و مجاہدات نفس "نظم خانقاہ" وغیرہ مین صرف ہوا کرتا تھا اسیطرح علماء عصر سے اکثر بحث و مناظرہ مین بھی بسر ہوتا تھا۔ پھلواری کے ایک جلیل القدر عالم علامہ اجل ملا شاہ محمد ظہور الحق مجیبی قدس سرہ سے (جو فرد الاولیا کے خاص قرابتمند تھے) رفع السبابہ فی الصلوۃ عند الشہادۃ مین ایک غیر متعین زمانہ تک تحریری سلسلہ جاری رہا تھا علامہ قدس سرہ کا مسلک اس بارہ مین علماے سرہندیہ کا تھا اور فردالاولیا محدثین کے مسلک پر تھے۔ چونکہ یہ مسئلہ خود فقہاے حنفی کے نزدیک مختلف اور بعض متاخرین کے نزدیک ثابت ہے اور کتب حدیث و فتاوے اسکے ثبوت مین روایات صحیحہ اور بیانات قویہ سے مملو ہین اسلیے فردالاولیا اس فعل کو سنت مؤکدہ کو قریب جانتے تھے۔ علامہ قدس سرہ کے سوا قصبہ کو دیگر علما سے بھی اکثر علمی مذاکرے بحث و مباحثے ہوا کرتے تھے پھلواری مین رسم عزاداری عشرۂ محرم مین نہایت اہتمام کے ساتھ کیجاتی تھی اور تعزیہ نہایت تکلف کا بنایا جاتا تھا جسکے مہتمم قصبہ کے اکثر رؤسا اور بعض ذی علم بھی ہوتے تھے۔ بیچارے جہلا تو اس رسم کو مسلمانی کا ایک رکن جانتے ہین۔ انکو تو نہ پوچھیے بعض اہل علم کا انہماک بھی اس رسم کے برتنے مین نہایت افسوسناک دیکھا جاتا تھا فردالاولیا اکثر ان علما کو اس غیر مشروع رسم کے کرنے سے روکتے تھے یہی سبب تھا کہ اس رسم کے پابند بعض اہل علم سے گفتگو ہو جایا کرتی تھی فردالاولیا اس غیر مشروع رسم کو کبھی جائز نہین رکھتے تھے اور علانیہ اسکے عدم جواز کا فتوے دیا کرتے تھے۔ چنانچہ خطبۂ ماہ محرم مین آپ لکھتے ہین کہ

ماہ محرم بڑی حسنات و برکات کا مہینہ ہے مسلمانون سے جسقدر ممکن ہو خیرات و عبادات کرین اور ہر صغائر و کبائر سے علی العموم پرہیز کرین لہو و لعب اور ہر بُری باتون سے بچتے رہین۔ یہ مہینہ اگلون کے لیے عید کا تھا وہ لوگ اس متبرک مہینہ مین کثرت سے عبادات کرتے تھے۔ مگر متاخرین مین اُمت محمدیہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک عظیم الشان مصیبت کا دن ہوگیا اسلیے بدرجۂ اولے عبادات و طاعات و استغفار مین بسر کرنا چاہیے اور بدعتیون اور نفس پرستون کیطرح غم حسین علیہ الصلوۃ والسلام مین نوحہ و بین و دیگر غیر مشروع امر کی طرف مائل نہونا چاہیے۔ کیونکہ شریعت نے اسکی اجازت نہین دی ہے کما قال فے آخر عبارتہ

ولا تمیلوا الی الندبة والنیاحة کما یفعل اهل البدعة والاهواء فانه لارخصة فیها۔

بلکہ اسکے عوض کثرت خیرات وصدقات واطعام طعام ایصال ثواب وختم قرآن وختم درود ونوافل کی تاکید فرماتے تھے۔ جیسا اسی خطبہ مین جس جگہ عشرہ کے فضائل لکھوہین لکھتے ہین۔

ایها الاخوان انه قد اظل الله علیکم شهر الله المحرم الحرام فاجتنبوا من الذنوب والاثام وعلیکم بالصلوة والصیام۔

ہان مصائب شہدائے کربلا پر رونا انکی معیبتون کی صحیح واقعات لوگون مین بیان کرنا ضرور جائز رکھتے تھے۔ کیونکہ بعض صحیح خبرین ثابت ہے کہ قیامت کے روز سیدنا امام حسین وعلی جدہ علیہ الصلوۃ والسلام خدا کے حضور مین حاضر ہوکر فرمائینگے کہ اے رب میری مصیبت پر رونے والون کے حق مین میری شفاعت قبول فرما چنانچہ اسکو فرد الاولیا نے اپنے اسی خطبہ مین چند عبارت فضائل صوم وصلوۃ لکھنے کے بعد لکھا ہے۔

واعلموا ان فی ذلك الیوم قتل سبط الرسول وقرة عین البتول السید الشهید الامام الهمام ابو عبد الله الحسین علیه السلام مهموما مغموما جائعا عطشانا مجروما علی شط الفرات مع اثنین وسبعین رفقاء من الاخوان والاقارب والاحباب والولدان ذوی المجد والکرامات ؎

ایا عینی لفیضی کالسحاب	دموعا مثل قطار الغمام
علی شهداء طفان فیهم	حسینا عقل جیاد الکرام

فکلما شربتم الماء البارد وبللتم الشفتین اسکبوا الدموع عن العیون فانه جاء فی بعض الاخبار ان الامام الحسین علیه السلام یجیئ فی عرصات القیمة ویقول رب شفعنی فیمن بکی علی مصیبتی۔

اور چونکہ شاعری کا مذاق آپکی طبیعت مین بہت غالب تھا اسیلئے دلی جذبے اور غم حسین کا اظہار اکثر مراثی وسلام کے ذریعہ سے کرکے رولیا کرتے تھے کیونکہ بعض صحابہ وصحابیہ کا مرثیہ کہنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ثابت ہے۔ اور محدثین کے دستور کے مطابق عاشورہ کے روز کربلا کی مختصر واقعات کا سن لینا آپکے خاندانی معمولات سے تھا اسکے پابند تھے۔ آپکی خانقاہ مین

تاج العارفین کے زمانہ سے اسقدر دستور چلا آتا ہے کہ عاشورہ کے روز شہادت کے وقت قتل خوانی ہوتی ہے اور اسمائے شہدائے کربلا فاتحہ اور دعائے ایصال کے وقت پڑھے جاتے ہین فردالاولیا منجملہ دیگر خاندانی معمولات کے اسکو بھی حسن عقیدت سے کرتے تھے۔ یہان عوام کا قول ہے کہ فردالاولیا تعزیہ داری و تعظیم چبوترہ کو جائز رکھتے تھے میری تحقیقات و معلومات کے مطابق اسکی نسبت فردالاولیا کی طرف محض بہتان ہے۔ اہل حق کا ہرگز یہ مسلک نہین کہ قول کچھ اور عمل کچھ ہو۔ یہ لوگ جو کچھ کہتے ہین وہی کرتے ہین۔ اگر درحقیقت آپ اس امر کو جائز رکھتے تو اپنے خطبہ مین ولا تمیلوا الی لندبۃ والنیاحۃ کما یفعل اھل البدعۃ ولا اھواء فانہ لا رخصۃ فیھا تحریر نہ فرماتے بلکہ بجائے اسکے تعزیہ داری و تعظیم چبوترہ کی ہدایت فرماتے اور مولوی اسمٰعیل شہید دہلوی علیہ الرحمۃ سے مناظرہ کے وقت تعزیہ کے جواز کی نسبت انکار نہ فرماتے۔ اسکے علاوہ پھلواری کے اگلے بزرگان کا یہ معمول تھا کہ ہر امر مین دینی ہو یا دنیوی اپنے شیخ و مرشد کی پیروی کرتے تھے اور اسوقت بھی جو لوگ اگلے بزرگان کی روش پر ہین اب تک وہ اسکے پابند ہین مولوی ابوالحیوۃ پھلواری قدس سرہ نے اپنی کتاب تذکرۃ الکرام مین ایک جگہ اپنے والد حضرت شیخ العالمین قدس سرہ کے احوال مین لکھا ہے۔

ایک شخص نے آپ سے تعزیہ داری کے نسبت بار و گر بنانے کی اجازت چاہی آپ نے اسکو منع کیا اور فرمایا کہ اسکے بدلے محتاجون کو کھانا کھلاؤ کہ اچھی نیکی اس مہینہ مین یہی ہے۔ نوافل پڑھو درود بکثرت ورد مین رکھو تمامی نیکیون کا تحفہ سیدنا امام حسین علی جدہ و علیہ الصلوۃ والسلام کی روح پاک پر ہدیہ کرو اور جو امر غم و عزا مین غیر مشروع ہے نہ کرو کیونکہ شریعت نے اسکی اجازت نہین دی ہے۔ اس مہینہ مین بدعات سے خاصکر پرہیز ضرور ہے۔ تعزیہ داری گویا رفض کا پہلا قدم ہے کوئی منبر رکھتا ہے کوئی سیاہ کپڑا پہنتا ہے مکان سیاہ رنگتا ہے کوئی اسپ امام قاسم علیہ السلام بناتا ہے کوئی نوحہ بین۔ اور سینہ کوبی کرتا ہے غرض مختلف غیر مشروع و ناپسندیدہ عنوان سے غم حسین علیہ السلام کا اظہار کرتا ہے یہ کل افعال بدعت قبیحہ ہین ہرگز اسکو گرد نہ پھٹکنے چاہیے ہر حال ان غیر مشروع افعال سے پرہیز کرو۔ اسکے بعد لکھتے ہین کہ شیخ العالمین تاعمر تعزیہ خانہ مین نہ گئے۔ شب عاشورہ مین خود بھی تمام شب عبادات و طاعات کرتے اور محتاجون کو بھی عبادت کی تاکید فرماتے دولتمندون سے عبادت در اطعام طعام و کثرت خیرات کی ہدایت فرماتے مگر تعظیم چبوترہ کی اجازت نہ دیتے۔

شعیب کو کس قدر ضرورت تھی کہ مزید تصدیق کے خیال سے اس جگہ تذکرۃ الکرام کی عبارت نقل کر دیتا
مگر بخوف طوالت قلم انداز کر کے صرف مضمون ہی پر اکتفا کرتا ہے جسکا دل چاہے تذکرۃ الکرام مطبوعہ
انوار محمدی لکھنؤ صفحہ ۵۳۲ اٹھا کر دیکھ لے۔

اب قابل غور یہ بات ہے کہ شیخ العالمین کا یہ قابل تصدیق قول یقین ہے کہ مولوی ابو الحیوۃ قدس سرہ
ہی تک محدود نہ رہا ہوگا بلکہ فرد الاولیا کے گوش مبارک تک ضرور پہونچا ہوگا۔ کیا کوئی انصاف
پسند طبیعت اسکو قبول کر سکتی ہے کہ فرد الاولیا ایسا کام جسکے کرنے کے شیخ العالمین مانع
ہوں وہ کریں اور اسکے خلاف میں جواز کا فتوےٰ دیں ہرگز نہیں فرد الاولیا اپنے عقیدہ میں
نہایت پختہ تھے اور رسم علم صوفیوں کی طرح نہ تھے۔

حضرت سیدنا امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الشریف سے دلی محبت اور قلبی شغف رکھتے تھے لیکن نہ
اس طرح پر جیسا تفضیلیے رکھتے ہیں آپ اس بارہ میں بہت متشدد تھے اور صحابہ کی نسبت آپکا عقیدہ پورا
اہل سنت والجماعۃ کا سا تھا پھلواری میں اس خیال کے بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنے عقیدہ اور
خیال کو مدلل اور مستند کرنیکی غرض سے جھوٹے اور بے بنیاد روایتوں کی سند فرد الاولیا
تک پہونچا دیتے ہیں۔ میں انکے قول و روایت کی تردید نہیں کرتا لیکن تعجب یہ ہے کہ فرد الاولیا کی
تحریریں افواہ و بیان کے خلاف کیوں ہیں۔ کیا عقل سلیم اس بات کو تسلیم کر سکتی ہے کہ جس کے
خیالات جسکا عقیدہ ایسا ہو وہ خطبوں میں علانیہ علی رؤس الاشہاد افضل الصحابۃ بالتحقیق
امیر المومنین سیدنا ابی بکر الصدیق پڑھنے کی تاکید کرے اپنی بعض تحریروں
میں خلافت کی نسبت یہ لکھے۔

> بر ظاہر ست کہ اگر خلافت باطنیہ منحصر باولاد حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم باشد و
> کسانیکہ اصلاً یا فرعاً علاقہ جزئیت داشتہ باشند مخصوص باین امر جلیل باشند پس منجر
> باظہار گونہ تردد در خلافت امیر علیہ السلام می شود چرا کہ اخوت امر دیگر و اصلیت و فرعیت
> و انتساب بولادت امر دیگر۔ و اگر از مصاہرت جزئیت و ولادت ثابت باشد پس ذی النورین رضی
> اللہ عنہ احق زیادہ تر باین جزئیت باشند۔

تحفہ اثنا عشریہ کی تعریف میں فرد الاولیا نے جو خط حضرت خاتم المحدثین مولوی شاہ عبد العزیز
محدث دہلوی کے جناب میں بھیجا تھا اسکے مسودہ میں تحفہ کی نسبت

> سبحان اللہ نسخہ جامع جمیع رموزات و اشارات و حاوی ہمہ لطائف و نکات قاطع

شبہات وواقع اوہام باطلۂ رفضہ وشیعہ وتفضیلیہ ومثبت مذہب حقہ بشیری از مخالفان مذہب
بہدایت این کتاب رو براہ آوردند۔ ونظر از کتاب مذہب خود بازداشتند کہ جاء الحق وزہق
الباطل ان الباطل کان زہوقا فی الواقع ہیچ شبہہ بر خاطر مخالفی وہیچ جوابے در دل
سلیم احدی از اہل ملت حقہ نگذشتہ کہ دران کتاب موجود نیست واین صحیفہ مختصر حاوی آن ہست
علی سنۃ کتاب اللہ کہ لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین سبحان اللہ چہ خوش
تقریرے وچہ خوب تحریری عدیم المثل ومعدوم النظیر۔ تحفہ الیست نادر برائے کافہ اہل اسلام و
ہدیہ الیست عجیب لطیف جہت علماے اعلام۔ وفی نفس الامر دیگرے مثل این کتاب چشم
ندیدہ باشد۔ ونہ گوش شنیدہ۔ تصنیف وتالیف راکہ گوید زبان این ثناخوان از مدحش
عاجز وقاصر ومدرکہ از فہم وورک حسن نظم وخوبی بیانش کوتاہ۔ حقا کہ دُرّ فریدیست وگوہر یکتا
ولعل بے بہا۔ درمعرض مقابلہ نقطہ از نقطہاے حرفش کمتر از ذرہ بر ہوا۔

اسقدر شاندار الفاظ لکھکر "دافع اوہام باطلۂ رفضہ وشیعہ وتفضیلیہ" سے اپنے عقیدہ کا
اظہار کردین توکبھی لوگون مین تفضیلیہ ہی کے خطاب سے یاد کیے جائین تعجب بالائے تعجب ہے۔

غرض اسیطرح اہل قصبہ سے وقتاً فوقتاً اس قسم کے مختلف فیہ مسائل مین گفتگو ہوتی رہتی تھی۔
اسکے علاوہ ایک عظیم الشان مناظرہ ۱۲۳۳ھ ہجری مین مولوی اسمٰعیل شہید علیہ الرحمۃ سے بسنت
خسروی کے متعلق آٹھ ہزار آدمیون کے مجمع مین ہوا۔ شہید صاحب بسنت خسروی کو شرک
فرماتے تھے اور شراکت اسمی سے فعل کا شرک ہونا ثابت کرنا چاہتے تھے جسمین کامیاب نہونے کے بعد
اصل بحث سے گریز کرکے۔ توسل۔ زیارت قبور۔ لاتشد الرحال۔ کا مسئلہ درمیان لاکر مناظرہ کا رخ
بدلنا چاہا مگر فرد الاولیا نے مختصر طور پر تینون سوالات کا جواب دیکر شہید صاحب کو اصل
بحث کی طرف متوجہ کیا اور کئی گھنٹہ تک اس مسئلہ مین گفتگو ہوتی رہی مین اپنی طبیعت وقیاس
سے یہ تو کہہ نہین سکتا کہ میدان کسکے ہاتھ رہا مگر رسالہ مناظرہ کے دیکھنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ غالباً کیا یقیناً
شہید صاحب اپنا دعویٰ ثابت نکر سکے اور یہ کہکر کہ " الحمد للہ مین نے اس خانقاہ کو ہر طور
بدعات سے پاک پایا میرا مقصود کسی کا امتحان لینا نہ تھا محض ملاقات کو آگیا فرماکر اٹھ بیٹھے مجلس مناظرہ برخاست ہوئی
فرد الاولیا شہید صاحب کو انکی دیگر ہمراہی علما کے ساتھ اپنے قیامگاہ یعنے مکان سہ درہ مین لے آئے
اور دیر تک علمی صحبت گرم رہی اور خاص طور پر دعوت ومدارات کا اہتمام لنگر خانہ سے علیحدہ کیا گیا
اور قصبہ کے ممتاز علما انکی مدارات مین شریک کیے گئے۔ شام کو شہید صاحب اپنے دیگر ہمراہی علما

مثل مولوی عبدالحق وغیرہ کے اپنے فرودگاہ پر دانا پور واپس تشریف لے گئے۔ اور اپنے اُن ساتھیون سے جو سید احمد صاحب بریلوی کیوجہ سے مناظرہ کے دن نہ آسکے تھے یہ کہا کہ اسمین کوئی شک نہین کہ وہ لوگ خلیق اور اہل علم سے ہین اور عقیدہ کے اچھے ہین۔ مین نے سمجھا تھا کہ عام طرح کے مشائخ ہونگے مگر نہین مین نے اُن لوگون کو اپنے زعم وگمان کے بالکل خلاف پایا اُسکے جواب مین مولوی عبدالحی صاحب نے کہا کہ مین نے تو پہلے ہی کہدیا تھا کہ یہ لوگ غنیمت ہین ملاقات کے قابل ہین بحث ومناظرہ سے پرہیز کرنا۔

اسکے ایک روز پہلے جناب سید احمد صاحب اور مولوی عبدالحی علیہما الرحمۃ اپنے دیگر رفقا کے ساتھ خانقاہ پھلواری مین تشریف لا چکے تھے اور جناب سید احمد صاحب علیہ الرحمۃ نے شیخ العالمین مخدوم شاہ محمد نعمت اللہ قادری قدس سرہ سے خانقاہ مین ملاقات کرنے کے بعد۔ درخواست کرکے تخلیہ کی ملاقات خلوت مجیبی مین بھی حاصل کی تھی لیکن یہ نہین معلوم کہ سید صاحب نے تنہائی کی ملاقات شیخ العالمین سے کس غرض سے کی اور باہم کیا مفید گفتگو ہوئی۔

ان حضرات کی دعوت ومدارات کا اہتمام فرد الاولیا کے ذمہ کیا گیا تھا سید صاحب اور مولوی عبدالحی علیہما الرحمۃ اپنی سادگی وبے تکلفی کے سبب باورچیخانہ مین تشریف لائے۔ دعوت کا پر تکلف اہتمام دیکھکر سید صاحب نے فرمایا کہ فقیر کے واسطے اسقدر تکلف کی ضرورت نہ تھی۔ فرد الاولیا نے فرمایا کہ تکلف تو سبب تکلیف ہے ایسا کوئی کام نہین کیا گیا ہے فقط آپکے واسطے خصّی ذبح کیا گیا ہے جسمین تکلف کی کوئی بات نہین۔

ان لوگون کے تشریف لیجانے کے بعد شہید صاحب نے (جو سید صاحب کی معیت مین نہ آئے تھے) یہان کا حال سُنا تو دوسرے دن شہید صاحب مع چند دیگر علما کے تشریف لائے اور قبل اسکے کہ اہل خانقاہ سے لطف ملاقات اُٹھائین فرد الاولیا سے مناظرہ پر تل گئے ساتھ ہی ساتھ شیخ العالمین وفرد الاولیا کی برکت آمیز ملاقات سے محظوظ اور اُنکی علمی قابلیت کا اقرار کرکے گئے۔

اس مفید مناظرہ کی تقریر کو فرد الاولیا کے شاگرد مولوی محمد جعفر پھلواروی نے جمع کیا ہے جو موجود ہے۔ اگرچہ مناظرہ بہت پُرلطف اور تقریر اسکی بہت اچھا اور زبردست ہے لیکن چونکہ جامع اسکی خود فرد الاولیا نہین ہین اسلیے اسکی عبارت کا درج کرنا فضول سمجھتا ہون۔ اور تذکرہ کی

ضمانت سے بھی ڈرتا ہون۔

شیخ جواد ساباط جس زمانہ مین پٹنہ مین قیام پذیر تھا اور مفتی محمدی عظیم آبادی علیہ الرحمۃ سے اکثر ملنے آیا کرتا تھا۔ اتفاق سے دو تین دن تک مفتی صاحب کے مکان مین فردالاولیا و سید العلما مولانا احمدی قدس سرہما سے بھی ملاقات ہوگئی تھی۔ عقائد التذکرہ توحید و رسالت و ختم نبوت مین فردالاولیا و جواد ساباط سے کچھ گفتگو ہوگئی تھی فردالاولیا و سید العلما کی قابلیت و خوش بیانی سے سنکر ثانیاً ملاقات کا مشتاق ہوکے پھلواری پہونچا اور دو ایک روز قیام کے بعد واپس گیا۔ اُس زمانہ مین وہ اپنے جدید مذہب نصرانیت سے تائب ہوکر پھر یہودی ہوگیا تھا اور رد نصاریٰ مین ایک کتاب مسمّی بہ "براہین ساباطیہ" تالیف کرکے فردالاولیا و سید العلما کو دکھا کر ان بزرگون سے مُہرین کرائی تھین وہ رسالہ کلکتہ کا چھپا ہوا میرے ایک کتب خانہ مین موجود ہے۔

جواد نے علمای ہند کی ایک تاریخ مدون کی ہے جسمین فردالاولیا و سید العلما کا بھی تذکرہ بہت شاندار و معزز لفظون مین کیا ہے۔ غرض اسیطرح فردالاولیا کو علمی گفتگو علما سے بیشتر صحبتون کا اتفاق ہوا کرتا تھا۔

فردالاولیا فن طب مین بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے

علوم درسیہ و فراغت کے پانے کے بعد بالاستیعاب کتب طب اپنے خال معظم حکیم غلام جیلانی حکیم آبادی علیہ الرحمۃ سے تمام کرکے بہت دنون تک حکیم صاحب کے ساتھ مطب مین بیٹھے اور فن کی تکمیل کرنے کے بعد تا عمر خدمت خلق مین مصروف رہے۔ تیس برس کامل مریضون کو دوا دیتے رہے۔ فردالاولیا نے علاج و معالجہ کا سلسلہ اپنے ساتھ محض حسبۃ للہ رکھا تھا۔ کسی سے صلہ کے خواہان نہوئے۔ جو حاجتمند بیمار دعا کی غرض سے شیخ العالمین کی جناب مین آیا کرتا آپ اسے علاج کے لیے فردالاولیا کی حضور مین بھیجدیا کرتے تھے۔ فردالاولیا اپنے پاس کی دوا سے اسکا علاج کرتے کبھی دوا نہ رہنے پر کم قیمت چند جزو کا نسخہ لکھکر دیدیتے۔ نسخہ نویسی مین ایسے اجزا کا ضرور لحاظ رہتا تھا جو ہر دیہات مین ادنیٰ تلاش سے دستیاب ہو جائے۔ فردالاولیا اپنی خالص و نیک نیتی کے سبب دست شفا ایسا رکھتے تھے کہ کبھی اور مایوس العلاج مریض بھی آپکی صائب تدبیر سے شفا پا جاتے۔ پھلواری کے مشاہیر طبیبون سے حکیم محمد وصی صاحب اپنے فن مین یکتا اور مشہور طبیب تھے اپنی تجویز و

تشخیص کے برابر کسیکی تشخیص کی حقیقت نہین سمجھتے تھے لیکن فردالاولیا کی صائب تجویز و دستِ شفا ہونے کا انھین بھی اقرار تھا۔ فردالاولیا کی انتقالِ ذہنی وصائب تجویز کے بکثرت واقعات وحکایات زبان زد ہین مین انکو بخوف طوالت تذکرہ قلم انداز کرتا ہون۔ فردالاولیا کیخدمت مین ایک عطار زادہ ذاکر نامی بطور عطار کے تھا دواسازی و تقسیم دوا کی خدمت اسی کے سپرد تھی آپکی پُر فیض و بابرکت صحبت نے اُسمین اتنی لیاقت وصلاحیت پیدا کردی کہ نامی اور ذی لیاقت اطبا کی بلاتکلف غلطیون کی گرفت کرنے لگا۔

فردالاولیا کے چھوٹے بھائی مولوی معنوی شاہ محمد حسین قدس سرہ ایک روز حکیم محمد وصی صاحب مذکور کے مطب مین کسی مریض کا حال کہنے تشریف لے گئے تھے ذاکر مرحوم اسوقت مطب مین موجود تھا حکیم صاحب نے مریض کی موجودہ حالت کو موافق صفراوی بخار کا نسخہ لکھ کر مولوی صاحب قدس سرہ کو دیا آپنے نسخہ ذاکر مرحوم کو تیار کرنے کے لیے دیا ذاکر نے ان اجزا پر غور کرنے کے بعد کہا کہ حضرت اس نسخہ مین تمر ہندی ہے کھانسی کو نقصان پہونچائے گی۔ حکیم صاحب اس لفظ کے سنتے ہی خفا ہوگئے اور ذاکر مرحوم کو بہت کچھ ناملائم الفاظ کہہ گئے۔ چھوٹے مولوی صاحب نے فرمایا کہ حکیم صاحب اس قدر ناخوشی کی بات نہین انصاف شرط ہے آخر مین بھی علاج کرتا ہون ذاکر کی گرفت غلط نہین ہے مجھے بھی اسکا خیال نہ آیا تھا فردالاولیا کے وفات کے بعد ذاکر مرحوم نے طبابت ہی کو اپنے رزق کا ذریعہ بنایا تھا اور مختلف قسم کی مفرد و مرکب دواؤن کا ایک عطار خانہ کھولکر غربا و نیز بعض ذی مقدرت لوگون کا علاج کیا کرتا تھا۔ اسباب و علامات مرض کی اسکو اسقدر مشق تھی کہ بڑی بڑی فاضلون کے مقابلہ مین گفتگو کرتے بند نہین ہوتا۔ اپنی اختراع و طبیعت سے جو نسخہ تجویز کرتا تھا دوسرے اطبا اسپر قلم نہین اٹھاتے گویا اعجوبہ روزگار تھا اور محض فیض صحبت ہی فردالاولیا کے اسدرجہ پر پہونچا تھا ؎

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند		آیا بود کہ گوشۂ چشمی بما کنند	

اگرچہ فردالاولیا کے مجرب نسخے اور آپکا مطب ابتک موجود ہے اور "معالجات الاسقام" کے نام سے مشہور ہے مگر جن نسخون پر آپکا عمل درآمد تھا وہ ذاکر مرحوم کے ساتھ گیا۔

فردالاولیا کی شاعری

آپکی مقدس تیز طبیعت مین شاعری کیطرف لڑکپن ہی سے ایک خاص مناسبت دیکھی جاتی تھی اور

اکثر متقدمین کے دواوین بے شعوری کے زمانہ مین دلبستگی کے خیال سے دیکھتے رہنا لوگ معائنہ کرتے تھے۔ اسوقت قصبہ کے اکثر ذی علم شاعری کا مذاق دلچسپی کے ساتھ رکھتے تھے اور بیشتر مشاعرہ کی صحبتین بھی گرم ہوا کرتی تھین فرد الاولیا اگرچہ کمسنی کے سبب شعر موزون نکر سکتے تھے مگر ان صحبتون کے اکثر شریک رہا کرتے ساتھ ہی اسکے کہ وہ زمانہ آپکی شعر فہمی کا نہ تھا مگر فطری مناسبت خواہ مخواہ شرکت پر مجبور کرتی تھی۔ کیونکہ یہ امر مسلم ہے کہ جس ملک مین علوم و فنون یا صنعت و حرفت کے اعتبار سے جس علم یا فن کا چرچا زیادہ ہوتا ہے وہان کے بچون تک کو اس سے مناسبت پیدا ہو جاتی ہے اسی کے ساتھ یہ بھی مانی ہوئی بات ہے کہ بنی نوع انسان سے اگر کوئی فرد اپنی آیندہ زندگی مین کسی خاص فن مین اپنے دیگر ہمچشمون مین ممتاز ہونے والا ہوتا ہے تو اسکو اس فن کے ساتھ بچپن ہی سے دلچسپی ہوتی ہے۔

اگرچہ اس زمانہ مین قصبہ کے عام چھوٹے بڑے شاعری کا مذاق رکھتے تھے مگر فرد الاولیا کو خصوصیت کے ساتھ شاعری سے دلچسپی تھی کہ ایک زمانہ مین آپکو شاعرانہ دنیا مین دیگر ہمچشمون کے مقابلہ مین خاص امتیاز حاصل ہونے والا تھا۔

جب فرد الاولیا کی ابتدائی تعلیم ہو چکی اور فارسی کی درسیہ کتابون سے فراغت پا چکے تو رفتہ رفتہ شاعری کی لذت دل نے محسوس کرنی شروع کی اور شعر فہمی کی صلاحیت بھی پیدا ہوتی گئی یہان تک کہ خود بھی اشعار موزون کرنے لگے۔ مگر چونکہ وہ زمانہ آپکے علوم متداولہ درسیہ عربی کی تحصیل کا تھا اسلیے شاعری کیطرف کامل توجہ نہ تھی۔

جب تمامی کتب درسیہ کی تحصیل سے فراغت پا چکے تو ہمہ تن شاعری کیطرف مشغول ہو گئے اور علم عروض کے متعدد رسالے قواعد بحور و اوزان کے ملاحظہ فرمانا شروع کیا۔ اور خود بھی مشاعرون کے جلسون مین غزلین لکھکر لیجانے لگے اور اسیطرح مشق بڑھانا شروع کی سب سے پہلی غزل فرد الاولیا نے جو لکھی تھی وہ حضرت خواجہ حافظ شیراز علیہ الرحمۃ کی اس غزل کی طرح مین ہے

مطلع

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند	آیا بود کہ گوشۂ چشمی بما کنند

دوسری غزل زمین خاص مین جسکا مطلع ہے

یا رسول عربی قبلۂ حاجات ردا	مستغیث آمدہ ام چارۂ کارم فرما

ان دونون غزلون کو دیکھے بعد و دیگرے فرد الاولیا کی ابتدائی طبیعتداری و آمد مضمون کا پتہ لگانے کو

درج کرتا ہوں ؎

روزیکه عاصیان امم را ندا کنند
آنها نگاه سوی رسول خدا کنند

گویند آن شهی تو که شاهان برای فخر
جان را بخاک پای سگانت فدا کنند

هان وقت عاجزیست خدارا شفاعتی
ای آنکه خاکپای ترا توتیا کنند

دستم بگیر وطاعت وجرمم مرا مپرس
کاین جرمهای من بخجلم ازخدا کنند

رحمی بحال خسته دلان کن که جرمها
ترسم به پیش حضرت ایزد جدا کنند

دارم بسی گناه نداریم طاعتی
باشد که لطفهای تو کارم روا کنند

ما داد خواه آمده ایم عذر ما پذیر
ای سجده بر درت همه شاه و گدا کنند

دستم بگیر و پیش خدا عذر ما پذیر
ای آرزوی خاک درت انبیا کنند

از عاصیان ز حالت عصیان شان مپرس
چشمی نمانده است که پیش تو وا کنند

لطفی تو کار ما بکند ورنه از گناه
روئی نمانده تا که ترا التجا کنند

از بهر پاس خاطر اولاد فاطمه
آنانکه خاک را بنظر کیمیا کنند

رحمی بعاصیان که بیک شفاعتت
هر مو شود زبان وز بهر [illegible] کنند

آنانکه حل عقدهٔ مشکل کنند کاش
آیا بود که گوشهٔ چشمی بما کنند

باشد که از عنایت والطاف فرد را
از دام شرمساری وخجلت رها کنند

یا رسول عربی قبلهٔ حاجات روا
مستغیث آمده ام چاره کارم فرما

دردمندم جگر ریش مرا مرهم نه
چاره ساز اکرم تست بهر مرض دوا

دل پر از آبله دارم ز هجوم صد رنج
ای نسیم کرمت عقده کشای دلها

هست تعبیر یدالله ز دست کرمت
زیر دست الم سوخته ای دست خدا

چند باشیم بدست غم ایام اسیر
ای رهائی ده هر نامه سیه وز جزا

بندهٔ عاجزم و در گه تو بنده نواز
عاجزان را که کند از غم ایام رها

بهر زهرا و علی و حسن و بهر حسین
نظر لطف بحالم بکن ای عقده کشا

جز درت نیست مرا جای پناه دیگر
کیست تا حال بپرسد ز من فرد گدا

ان دونون غزلون کی بندش مضامین پر نظر ڈالنے سے صاف ظاہر ہوتا ہو کہ محض ابتدائے مشق کے زمانہ کی نظم کی ہوئی ہین۔

اگرچہ پوشیدہ طور پر گاہ گاہ فرد الاولیا نظم کیا کرتے تھے مگر چونکہ آپکی مقدس طبیعت مین ستر حال کا مادہ زیادہ تھا اسلیے ایک مدت تک آپکی موزونیت طبع کسی پر ظاہر نہوئی یہان تک کے آپکے ہم عمر اور ہمدم احباب بھی اس سے مطلع نہ تھے کہ فرد الاولیا کو شاعری کا بھی مذاق ہے؛ مگر جب شاعری کیطرف کچھ زیادہ مشغولیت پیدا ہوئی تو آخر احباب پر بھی ظاہر ہوا۔

آپکے بدایت حال مین جب آپکے ہمراہی احباب اس سے مطلع نہ تھے تو شیخ العالمین کو بظاہر خبر ہونے کی کیا صورت تھی۔ اتفاق سے مذکورۂ بالا غزل پر آپکے کسی دوست کی نظر پڑگئی انھون نے قوال کو یاد کرادی تھوڑے دن کے بعد ایک عرس کی موقع پر غزل جسکا مطلع ؎

روزیکہ عاصیان امم را ندا کنند	آنہا نگاہ سوے رسول خدا کنند

قوالون نے گایا شیخ العالمین کا وقت بہت خوش تھا آپکو وفور ذوق سے کیفیت پیدا ہوئی مستفیضین اپنی استعداد کے مطابق بہرہ یاب ہوئے مجلس برخاست ہونیکے بعد شیخ العالمین نے فرد الاولیا کو بلا کر فرمایا کہ آج جو غزل قوال نے گائی تھی اسکی نقل مجھے بھی لا دو اور اس سے شاعر کا نام بھی پوچھ لینا فرد الاولیا نے فرمایا کہ غزل مین ہی نے لکھی تھی لیکن معلوم نہین کہ کسنے یاد کرادی ہے فرد الاولیا باہر تشریف لا کر ایک پرزہ پر نقل کر کے شیخ العالمین کے حضور مین حاضر لائے آپنے پوری غزل مجموعۂ غزلیات مین نقل کر لی فرد الاولیا کے غزل کا یہ مقطع ؎

اشعار فرد کردۂ نقل بیاض خویش	ای من فدائے خاطر نازک پسند او

اسی واقعہ کی خبر ہے۔ الغرض شیخ العالمین کو آپکی طبیعت داری دیکھکر بہت مسرت ہوئی اور بہت کچھ دعائین دین جسکا اثر یہ ہوا کہ آج فرد الاولیا کو آپکی دعا کی بدولت شاعری دنیا مین حافظ سعدی خسرو جامی کے برابر مقبولیت و امتیاز حاصل ہے۔ اور نہ یہ مقبولیت آپکی شاعری کی عام طور پر لوگون مین محدود رہی بلکہ سچے ذوق و شوق کے وقت کی غزلین بارگاہ رسالت تک مین قبولیت کے درجہ پر پہونچکر ممتاز ہوئین چنانچہ سنہ ۱۲۳۹ ہجری کے عرس ربیع الاول مین سماع مجلس کے وقت سید العلما مولانا احمدی قدس سرہ نے مراقبہ مین بکثرت ہجوم ارواح طیبہ دیکھا اور اسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس جگہ جلوہ افروز پاکر ایک بزرگ کی زبانی اس غزل کے متعلق جو اسوقت گائی جارہی تھی یہ کہتے سنا کہ یہ غزل بہت نیاز مندانہ ہے

جو شخص اسکو لکھکر اپنے بازو پر باندھیگا بارگاہ رسالت مین اُسکو نیازمندی حاصل ہوگی جیساکہ مولوی معنوی شاہ محمد ابو اسحٰق قدس سرہ فردالاولیا کے احوال مین اس واقعہ کو بایں عبارت لکھتے ہین۔

بروز دوازدھم ماہ ربیع الاول ۱۳۴۹ھ ہجری در عین مجلس عرس قوالی غزل جناب مستطاب می سرائید سیدالعلما ہجوم ارواح طیبہ دیدند و مجلس شریف نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بزرگی فرمود کہ این غزل بس نیازمندانہ است ہر کسے کہ وی را نوشتہ بربازو دارد نیازمندی حضرت رسالت اورا پیدا شود۔

فردالاولیا کو شیخ العالمین کی پسندیدگی مدنظر رکھکر شاعری کیطرف بہت زیادہ توجہ ہوئی اور کسی ماہر فن توسیلہ کا خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ فردالاولیا خود فرماتے تھے کہ قبل بھی اگرچہ مین شاعری کرتا تھا مگر اسقدر مشغولیت مجھے اُسطرف نہ تھی جب سے شیخ العالمین نے اپنی پسندیدگی و خوشنودگی ظاہر فرمائی تو مین حضرت شیخ کی خوشنودگی ذریعۂ نجات سمجھکر شاعری کیطرف دل سے مشغول ہوگیا ۔ ہ

فرد از غزل سرائی مانیست حاصلی ۔ غیر از شنیدنش کہ بود مدعاے ما

تحصیل علوم متداولہ درسیہ کے بعد فردالاولیا کو جب تکمیل فن حدیث کا خیال پیدا ہوا تھا ہی شاعری بھی سفر کے لیے مؤید ہوئی۔ آپنے شیخ العالمین سے عرض کیا کہ مین ان فنون کی تکمیل کی غرض سے دہلی کا قصد رکھتا ہون۔ شیخ العالمین نے چونکہ آپکی ذات با برکات پر کل امور خانقاہ کو متعلق کر دیا تھا اسلیے ایک لحظہ بھی جدا کرنا نہین چاہتے تھے کیونکہ جس خوبی اور حسن اسلوبی کے ساتھ خانقاہ کا نظم فردالاولیا کرتے تھے دوسرا اُس عمدگی کے ساتھ نہین کر سکتا تھا۔ دوسری بات یہ تھی کہ شیخ العالمین کی عمر شریف بھی بہت آگئی تھی اسلیے نہین چاہتے تھے کہ آخر عمر مین آپکو نظر سے جدا کرین۔ اور یہ بھی دل نہین چاہتا تھا کہ ایسے قابل قدر فن سے جسکے نہین حاصل کرنے سے جامعیت مین اک گونہ نقص کا خوف ہو اور روکین۔ آپنے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ دولت گھر بیٹھے میسر آجائے تو ناحق کی مشقت و تکلیف سفر اٹھانی کیا ضرور۔ بزرگون کی ارواح طیبہ سے استفاضہ کا خاص طریقہ ہے۔ جسکے ذریعہ سے ادنی مناسبت و صلاحیت والا شخص بہت کچھ کام کر لے سکتا ہے۔ میرے خیال مین تم حضرت خواجہ حافظ شیراز علیہ الرحمۃ کی روح پاک سے استفاضہ کرو اور ہر روز بظاہر حضرت حافظ کا دیوان فرصت کا وقت مقرر کرکے حضرت تاج العارفین

کے مزار شریف پر مواجہہ میں بیٹھکر بغور دیکھا کرو۔ اور حضرت حافظؒ کے مصرعہ پر اپنی طبیعت سے مصرعہ لگاؤ اور خود ہی اسکے حسن و قبح پر غور کرکے اُس سے بہتر لفظ اُٹھا کر رکھو۔ فارسی کے قواعد سے واقف ہو محاورات و مصطلحات شعرا بیشتر زیر مطالعہ رکھو کچھدن یون ہی کوشش کرنے سے خود ہی شعر گوئی کا انداز ملجائیگا فرد الاولیا نے شیخ العالمین کا ارشاد بطیب خاطر قبول کیا اور ایسا ہی کرتے رہے۔
چنانچہ دیوان کی غزلون سے چند غزلین ایسی ہین جن سے اس عنوان پر مشق کا پتہ چلتا ہے پہرد دیوان مین حضرت حافظ کی اس غزل پر جسکا مطلع ہے ؎

	کہ عشق آسان نمود اول ولی افتاد مشکلہا		الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا	

ہے فرد الاولیا نے دو غزلین لکھی ہین جنکے اکثر شعر حضرت حافظ کے ہر مصرعہ پر مصرعہ لگا کر کہی ہین اس طرح پر کہ حافظ کا مصرعہ ثانی لیا اور اپنا مصرعہ اول لگا دیا۔ اور حضرت حافظ کا مصرعہ اول لیا اور اپنا مصرعہ ثانی لگایا۔ حق یہ ہے کہ جسقدر فرد الاولیا نے زور طبیعت دکھایا ہے بہت زیادہ قابل آفرین ہے۔ اس جگہ پر فرد الاولیا کی وہ غزل جسمین حضرت حافظ کے مصرعہ سے زیادہ دلبستگی ہے اپنے دعوے کے ثبوت مین ہدیہ ناظرین کرتا ہون۔ ناظرین غور فرمائین کہ فرد الاولیا کی مقدس طبیعت نے کہان تک حافظ کے مضمون کے ساتھ اپنا مضمون چسپان کیا ہے اور خیالات کی بلند پروازی دکھائی ہے

حافظ	فرد
الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا کہ عشق آسان نمود اول ولی افتاد مشکلہا	

فرد الاولیا نے ان دونون مصرعون پر مصرعہ لگایا ہے مگر ایسا کچھ چسپان ہوا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مصرعہ اسی مصرعہ کا محتاج تھا

	قدوم موسم گل شوق انگیز است در دلہا الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا
اسی مصرعہ پر دوسرا مصرعہ فرماتے ہین ؎	بجامے می توانی کرد حل صد چند مشکلہا الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا
حافظ کے دوسرے مصرعہ پر مصرعہ فرماتے ہین ؎	ز جام بیخودی سرشار ہست کن مقامات مارا کہ عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکلہا

عشق کی مشکل دفع ہونے کے لیے کس بیخودی کی طلب ہے سبحان اللہ سرشار ہمت کیسا معنی خیز جملہ ہے اور ترکیب بھی کیا ہی پیاری رہی - درحقیقت عشق جیسے اہم اور دشوار امر کے لیے ہمت ہی جیسے مشکلکشا کی ضرورت ہے ورنہ خلق الانسان ضعیفا کہان حضرت انسان اور کہان عشق

حافظ

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید	کہ سالک بیخبر نبود زراہ و رسم منزلہا

اس شعر مین حافظ یہ نصیحت فرماتے ہین کہ حکم مغان سے شراب مین سجادہ تک رنگنا چاہیے کیونکہ وہ اُسکے نیک و بد سے بیخبر نہین -

فرد الاولیا

فرماتے ہین کہ مین نے حافظ کے نصیحت کی تعمیل کی اور سجادہ تقوے حکم مغان سے خم مین ڈال چکا (گویا مین کامیاب ہوچکا) اسلیے اس شعر کے مصرعہ ثانی پر اسطرح مصرعہ لگاتے ہین ؎

بخم افگندم از حکم مغان سجادۂ تقوی	کہ سالک بیخبر نبود زراہ و رسم منزلہا

اسکے بعد والے شعر مین حضرت حافظ جرس کر فریاد کی شکایت فرماتے ہین ؎

مرا در منزل جانان چہ امن و عیش چون ہر دم	جرس فریاد میدارد کہ بر بندید محملہا

اس شعر مین جس مضمون کو اعلے لطافت کے ساتھ حضرت حافظ نے نظم فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ عاشق منزل جانان تک اپنے بار بار پہونچنے کی بیچینی بیان کرنا چاہتا ہے مگر معشوق کے جور و جفا اور اُسکی بے اعتنائیان مدِ نظر رکھکر حسرت انگیز لہجہ مین جرس کی تحریک و فریاد پر اسطرح ٹالتا ہے کہ مین تو منزل جانان کے امن و عیش سے واقف ہون مگر جرس نے میرے لیے وہان کون سا عیش دیکھا کہ بار بار محمل باندھنے کی فریاد کرتا ہے - حق یہ ہے کہ جس لطافت کے ساتھ اس قافیہ مین یہ مضمون نظم ہوا ہے ہر شخص کا کام نہین کہ نظم کرے اسلیے فرد الاولیا نے اس مضمون سے فی الجملہ علیحدہ ہوکر اسی قافیہ مین اسی مضمون کو دو عنوان سے نظم فرمایا ہے انصاف یہ ہے کہ اسکی لذت بھی حافظ کے نظم کی چاشنی سے کم نہین ؎

چہ افسون در حُدی ای ساربان خواندی کہ من مستم	جرس نالان و ما مستیم و میر قصند محملہا

اس شعر مین فرد الاولیا نے اس مضمون کو جسطرح نظم فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ عاشق اپنے

معشوق تک پہونچنے کی تمنا مین ذریعہ ڈھونڈھتا۔ اور ساربان سے بصد منت منزل یار تک پہونچا دینے کی درخواست کررہا تھا لیکن اُسکا سکوت یا انکار اُسکو مایوسی کا سماد کھا رہا تھا کہ ساربان نے اپنی مہربانی سے منزل یار تک پہونچا دینے کی امید دلائی۔ اس جانفزا مژدہ نے یکایک اُس تک پہونچکر اُسکی ناامیدی کو اُمید سے جو بدل دیا تو غایت خوشی مین متعجب ہوکر یہ کہہ اُٹھا کہ ابھی ساربان نے مجھے ناامید کردیا تھا پھر حدی مین وہ کون سی اُمید کا افسون پڑھ دیا کہ مین بھی مست ہوگیا اور جرس و محمل مین مسرت و خوشی کیحالت پیدا ہوگئی۔

دوسرے شعر مین اس قافیہ کو اس سے بھی کہین زیادہ لطیف اور اعلے مضمون کرکے اسطرح نظم فرماتے ہین ؎

چہ راہ ست اینکہ بیخود ساربان اندر حدی شبہا ۔ جرس نالان و ما مستیم و میرقصند محملہا

یعنے آج وہ وقت پہونچ گیا کہ منزل یار تک پہونچانے کو ساربان نے محمل باندھکر حدی گاہی مگر یہ کیسی دلچسپ دلربا راہ ہے کہ فقط مین ہی نہین بلکہ ساربان بھی از خود رفتہ ہوکر حدی کہے جاتا ہے اور جرس بھی ذوق و شوق مین فریاد کرتا جاتا ہے محمل بھی رقص مین ہے۔ ان دونون شعر مین حضرت حافظ کے مضمون سے جو فرق ہے وہ یہ ہے کہ عاشق اپنی غایت ذوق و شوق کے سبب وصال معشوق کی تمنا مین ایسا کچھ از خود رفتہ ہے کہ اسکو منزل یار کی دشواریان بالکل راحت معلوم ہوتی ہین اور کسیطرح منزل یار کی دشواریان اُسکے خیال تک مین نہین آتین بخلاف حضرت حافظ کے مضمون کے انمین اسکا بھی شائبہ پایا جاتا ہے ورنہ منزل یار کی طلب دونون ہی کے مضمون سے مترشح ہوتی ہے۔

اب قابل غور یہ بات ہے کہ فرد الاولیا کی نظم مین جسقدر خیالات کی بلند پروازی پائی گئی کیا اسکی چاشنی حافظ کے نظم کی چاشنی سے کم ہے۔ حافظ

ہمہ کارم ز خودکامی بہ بدنامی کشید آخر ۔ نہان کی ماند آن رازی کزو سازند محفلہا

محفل کے قافیہ مین جس مضمون کو حضرت حافظ نے اس شعر مین جس خوبی سے نظم فرمایا ہے اُسکی لطافت اور عمدگی کا کیا کہنا حق یہ ہے کہ حضرت حافظ ہی کا حصہ تھا مگر فرد الاولیا نے بھی اُس مضمون سے علیحدہ ہوکر جس خوبی سے دو شعر مین اس قافیہ کو دو اعلی مضمون کے ساتھ نظم فرمایا اُس سے بھی اہل ذوق سلیم حافظ کی نظم سے کم لذت نہ اُٹھائینگے۔ ؎ فرد

زدی آتش رخ در خرمن ہستی پروانہ ۔ کہ خواہد زیست با این جلوہ ات ای شمع محفلہا

ناظرین انصاف فرمائین کہ اس شعر مین معشوق کے حسن دل آویزی اہمیت کو متین لفظون مین

بیان فرماکر "محفلها" کے قافیہ کو کس خوبی سے نظم فرمایا ہے۔
دوسرے شعر مین عاشق کی بے قراری اور بے چینی کو اُس حالت مین جب وہ معشوق کے وصل کی اُمید مین انواع سامان عیش وطرب مہیا کر کے منتظر بیٹھا ہے اور معشوق کے طرف سے اور بھی انتظار کرایا جا رہا ہے۔ اسوقت نہایت بے قراری مین انتظار کھینچنے کے بعد جس منت سے وصل کی درخواست کرتا ہے۔ اس مضمون کو ناظرین غور فرمائین کہ کس عمدگی سے اس قافیہ مین نظم فرمایا ہے ؎

شعر گردم فروغ انبیست بی روی تو در بزم	بیا در بحبیب پروانها اے شمع محفلها

انصاف یہ ہے کہ یہ قافیہ ان دونون شعر مین کچھ عجب عمدگی سے نظم ہوا ہے۔ اور کیون نہو اسلیے کہ فرد الاولیا کی مقدس طبیعت مین خدا نے اُسکا خاص ملکہ عطا فرمایا تھا کہ قافیہ کے حسب حال اعلے مضمون لاکر عمدگی سے نظم فرما دیا کرتے
غرض ابتدای مشق کے زمانہ مین اسیطرح حضرت حافظ کے طرح پر طبیعت آزمائی کیا کرتے اس غزل کے علاوہ فرد الاولیا کے دیوان مین اسی عنوان سے بکثرت ہر ردیف و قافیہ مین غزلین موجود ہین جنسے بخوبی اسی عنوان پر مشق کا پتہ چلتا ہے۔
حافظ کے علاوہ دیگر شعرا سعدی خسرو جامی عرفی عراقی قتیل ہلالی نظامی خاقانی انوری فیضی کل شعرا کے طرح پر دیوان مین غزلین پائی جاتی ہین۔
غرض شیخ العالمین کے ارشاد کے مطابق اپنے سفر کا خیال دل سے اُٹھا دیا اور ہر روز ایک وقت مقررہ پر تاج العارفین کے مزار پر انوار پر بیٹھ جایا کرتے تھے اور دیوان حافظ کا مطالعہ کرتے کچھ دن اسیطرح کی مداومت سے شاعری آپکی مشق کے اعلی زینہ پر پہونچ گئی اور اس پایہ کی شاعری کرنے لگے جیسا کوئی اہل زبان کرتا ہے۔ فرد الاولیا کے نسبت ہمارا یہ کہنا ہرگز مبالغہ نہوگا کہ ہندوستان خصوصًا پورب کے سرزمین مین حافظ کے دل فریب طرز کی شاعری مین فرد الاولیا کی پاک ذات منفرد تھی بلکہ اگر مین "لسان الغیب ہند" کہون تو ہرگز نازیبا نہوگا
شاعری مین فرد الاولیا کی تلمذ کے نسبت شدید تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ ابتدائی مشق کے زمانہ مین آپنے اپنی غزلین ایک یا دو بار اپنے چچازاد بھائی مولوی معنوی شاہ محمد نور الحق قدس سرہ کو دکھائی تھین اگرچہ مولوی وصی احمد علیہ الرحمۃ کی تحریر سے تو تلمذ کا قطعی انکار ثابت

ہوتا ہے چنانچہ آپکی شاعری کے متعلق لکھتے ہین

بالجملہ حال شعر گوئی بالاجمال برین منوال ست کہ دراوان عنفوان شباب کہ ذوق شعر و سخن در خاطر عاطر جا گرفت بحضور شیخ العالمین چنانکہ ماذون بعرض ہر رطب و یابس بودند عرض فرمودند۔ برطبق آن ارشاد شد کہ اگر شوق این فن داری مطالعۂ دیوان حضرت حافظ شیرازی مواظبت نمائی برطبق آن دیوان حافظ لسان الغیب قدس سرہ بیشتر مطالعہ فرمودی و مصرعی از عربی و بیتے برآوردہ مصرعۂ دیگر بفکر خود ملحق نمودے و با مصرعۂ ثانیہ حضرت حافظ مقابل گردانیدی و ہر دو را باہم سنجیدی و قبح و نقص مصرعۂ خود انچہ دریافتی باصلاحش پرداختی و ہمچنین دیگر اشعار انچہ فکر فرمودی خود حک و اصلاح و تغیر و تبدیل آن نمودی تا آنکہ بجودت طبع سلیم و جدت فکر مستقیم باعلیٰ پایۂ فصاحت و بلاغت رسید و سرآمد شعراے زمان بل رشک متقدمان گردید و فی الحقیقۃ درین فن لطیف تلمذ از کسی نہ پذیرفتہ و حق احدے درین باب بر خود نگرفتہ محض ہمین دعاے حضرت شیخ العالمین رضی اللہ عنہ بغایت بلاغت رسید۔

اور ایسا ہی مین نے اپنے پیر و مرشد مدظلہ سے انکے شیخ حضرت قمر قدس سرہ اور والد حضرت مولوی معنوی شاہ محمد شرف الدین قدس سرہ کی روایت سے سنا ہے کہ یہ بزرگان بھی مولوی وصی احمد علیہ الرحمۃ کی تائید مین بیان فرماتے تھے لیکن فرد الاولیا نے اپنے چچازاد بھائی حضرت شاہ نور الحق المتخلص بہ تپان قدس سرہ کو اپنی غزلین دکھائی ہین حضرت تپان کے لوگون نے بعض ابتداے زمانہ کی تحریر دست خاص کی لکھی ہوئی دکھائی ہے جس سے مجھے انکار کی وجہ معلوم نہین ہوتی ہو سکتا ہے کہ اس واقعہ کی عام شہرت نہوا سلیے وہ حضرات واقف نہو سکے ہون باینہمہ شاعری کے متعلق عام طور پر تلمذ کے نسبت میرے خیالات علیحدہ ہین۔ وہ یہ کہ ہر ذی عقل اس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ شاعری یا موزونیت طبع کسبی طور سے حاصل نہین ہوتی اسکا حصول محض خداداد ہے یعنی نوع انسان سے کوئی بھی ایسی طبیعتین پیدا نہین ہوتین جو موزونیت کسب کے ذریعہ سے حاصل کر سکین قواعد علم عروض ہی ہر شخص واقف ہو سکتا ہے لیکن موزونیت طبع ہرگز سکھانے سے آ نہین سکتا۔ اسلیے نفس شاعری یا موزونیت طبع سرے سے اپنے حصول مین کسی کے تلمذ کی محتاج نہین۔

حقیقت یہی ہے کہ شاعری ایک ایسا فن ہے جسکے حصول کے لیے صرف اہل علم کو موزون طبیعت شرط ہے

جو فطری طور پر بعض طبیعتوں مین ہوتی ہے اور آئندہ اسکی ادنیٰ توجہ سے اسکو اس فن کا کمال حاصل ہو جاتا ہے۔

ابتدائی تعلیم کے وقت لڑکے علی العموم عروض و قوافی و بلاغت و معانی کی کتابین پڑھا دیے جاتے ہین انمین سے جنکی طبیعت رسا اور فکر سلیم ہوتی ہے وہ خود اپنے زور طبیعت سے اس فن کو حاصل کر لیتا ہے اسلیے میرے نزدیک ذی علم و طبیعتدار شخص کو محض ترکیب و بندش الفاظ سیکھنے کے لیے کسی شخص کے حلقہ تلمذ مین آنے کی ضرورت نہین۔

اگر انکے شعرا کے تلمذ کے نسبت سوال کیا جائے تو غالباً یہی سبب انکی اساتذہ کے متعلق بھی ظاہر ہوگا اور ہرگز اسکا تحقیقی پتہ نہ لگیگا کہ سعدی حافظ خسرو جامی کو فن شاعری مین کس کس سے تلمذ تھا۔ ایسا ہی متاخرین مین بھی بہتیرون کا حال ہے۔ ہان اس فن مین حضرت حافظ کے روحانی فیض کا ثبوت مذکورۂ بالا عبارت سے تو مل ہی چکا۔ خود فرد الاولیا نے بھی اپنے دیوان کی ایک غزل کے مقطع مین قطعہ بند اسطرح دیا ہے ؎

	اے فرد گر بحضرت حافظ گذر کنی		از من بگو کہ گشتہ ام آن خاک راہِ تو
	گر سنگ تفرقہ بجہان چرخ افگند		مائیم و آستانہ دولت پناہِ تو

فرد الاولیا کی دیوان سے متعلق

اہل مذاق کا بیان ہے کہ جسقدر غزلین دیوان مین پائی جاتی ہین انمین سے دیوان اول کی غزلین ابتدائے زمانہ مشق کی ہین اور دیوان ثانی کی غزلین مشق و پختگی و خوشنما بندش الفاظ و محاورات کے لحاظ سے خاص امتیاز رکھتی ہین کہا جاتا ہے کہ زمانۂ وسط و آخر کی ہونگی لیکن مین اس فرق کو اسلیے بتا نہین سکتا کہ کسی غزل کا سنہ میری نظر سے نہین گذرا اور یہ تمیز چونکہ اہلِ مذاق کے ذوق سلیم پر موقوف ہے اسلیے بیان کی چندان ضرورت بھی نہین جس درجہ یا مرتبہ کی غزلین ہون۔ جلد اول مین چھسو انسٹھ ۶۵۹ اور جلد ثانی مین نوسو چھبیس ۹۲۶ ہین جنمین سے زیادہ تر اساتذہ کی طرح پر غزلین پائی جاتی ہین۔

اور اسکی وجہ یہ ہے کہ فرد الاولیا کو ابتدائے مشق کی زمانہ مین اعلیٰ مضمون آوری اور خیالات مین بلند پروازی پیدا کرنے کی اس سے بڑھکر کوئی تدبیر معلوم نہوئی کہ آپ متقدمین کیطرح پر زور لگائین اور انھین کی روش کے مطابق مضمون پیدا کیا کرین چنانچہ ایک مدت تک تغزل کا یہی انداز رہا

درحقیقت یہی صورت فردالاولیا کی شاعری کے حق مین مفید ٹھہری کیونکہ آپکو پھلواری مین کسی باکمال و ماہر فن شاعری کی صحبت نصیب کہان کہ آپ اپنی طبیعت کی کمزوریان مصرعون مین (الفاظ کے اعتبار سے) جابجا دکھا کر ترقی کے الفاظ مناسب جگہہ پر رکھنا چاہتے۔ ایسی صورت مین اساتذہ کی کلام کے سوا بہتر اوستاد کون ہوسکتا تھا۔ جسقدر غزلین نظم کرنیکا اتفاق ہوا وہ اسی طرز پر ہوا۔ کما تثبت من تحریر مولوی وصی احمد قدس سرہ۔

یہی سبب ہے کہ دیوان مین بکثرت سعدی حافظ نظامی خسرو جامی عرفی عراقی ہلالی حزین وغیرہم کیطرح مین غزلین و قصائد و مثنویات و رباعیات پائی جاتی ہین۔

اول تو یہ کہ آپکی طبیعت خداداد آخذہ تھی ہی مزید بران ابتدائے مشق کے زمانہ مین تغزل کے وقت اساتذہ کی غزلون پر طبیعت آزمائی کرتے رہنے سے ایسا قابل قدر ملکہ پیدا ہوگیا کہ جس شاعر کے طرز پر قلم اٹھاتے اُسی انداز کی غزل ایسی نظم کر دیتے کہ اگر شاعر کی غزل مین فردالاولیا کی غزل کا کوئی شعر ملا کر پڑھ دیجیے تو سننے والا ماہر بھی تمیز نکر سکے باوجودیکہ فردالاولیا کی مقدس طبیعت مین ہر رنگ کی غزلین بآسانی نظم کر لینے کا ملکہ پیدا ہوچکا تھا تو بھی حضرت حافظ کے طرز نظم کے حد سے زیادہ دلدادہ تھے۔

ان مذکورۂ بالا اساتذہ کی غزلون کے اعتبار سے جسکی طرز نظم سے آپکو زیادہ فائدہ پہونچا وہ "لسان الغیب" حضرت حافظ شیرازی ہین کہ انھین کے اشعار و غزلون پر زور ڈال کر کہنے سے آپکی شاعری مین پختگی پیدا ہوئی دیوان فرد کی قریب قریب کل غزلین حضرت حافظ کے باطنی فیض کا اقرار کر رہی ہین۔ جو لوگ ذوق سلیم رکھتے ہین انھین دیوان دیکھنے کے بعد خود ہی اسکی تصدیق ہوجائے گی۔ میرا خیال تھا کہ دیوان پر تفصیلی ریویو لکھون اور اسکے غزلون اور قصائد و مثنویات پر مختلف عنوان سے خیالات ظاہر کرون مگر تذکرہ اکا بیں ضخامت (دیوان کے ساتھ بطور ضمیمہ کے طبع ہونے والا ہے) اسیقدر بس کرنے پر مجبور کیا یہی قصد ہے کہ آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ اس پر علحدہ فی الجملہ تفصیل کے ساتھ عرض کرونگا

فردالاولیا کی نسبت شعرائے زمانہ کی رائے

ہدیۂ ناظرین کرتا ہون۔ یون تو عام علوم و فنون کے اعتبار سے فردالاولیا کی ذات پاک اپنی جامعیت مین اپنے تمام ہمچشمون مین فوقیت رکھتی تھی مگر شاعری کے اعتبار سے خصوصیت کے ساتھ

اس مذاق کے لوگ آپکو معزز الفاظ سے یاد کرتے تھے اور شعراے زمانہ کے مقابلہ مین آپکو ممتاز نگاہون سے دیکھتے تھے - چنانچہ آپکی قرابت کے ایک بزرگ مولوی امان علی جعفری پھلواروی متخلص بہ ترقی نے (جو اس قصبہ کے طبیعتدار شاعر تھے) ایک فارسی مثنوی لکھی ہے جسمین پھلواری کے خاندان جعفریہ کے نامور مشائخ وعلما کی مختصر حالت زندگی نظم کی ہے ایک جگہ فرد الاولیا کے احوال مین دیگر علوم وفنون کو بیان کرتے ہوئے شاعری کے متعلق لکھتے ہین ؎

ابو الحسن ست عالم ہم سخن سنج — ز نقد خلق او راہست صد گنج
کلام تازہ اش مقبول دلہاست — بر ارباب حقیقت شوق افزاست
بفن شاعری او را کمال ست — مضامین تازہ یاب و خوش خیال ست
شد از فکر رسا مشہور عالم — سخنہا یش شدہ منظور عالم

مولوی سید امجد علی پھلواروی جو حضرت شاہ امان علی ترقی علیہما الرحمۃ کے شاگرد تھے اس مشاعرہ کی صحبت مین جسمین فرد الاولیا و آپکے دیگر اخوان وقصبہ کے بعض دیگر طبیعتدار شعرا طبیعت آزمائیان کیا کرتے تھے اکثر شریک رہا کرتے تھے مولوی صاحب ممدوح نے مجلس مشاعرہ کا ایک تذکرہ بھی ترتیب دیا ہے جسمین زیادہ تر فرد الاولیا و آپکے دیگر اخوان کی اردو و فارسی غزلین شاعر کی مختصر حالت کے ساتھ درج کیا ہے آپکے تحصیل علوم و شاعری کے متعلق لکھتے ہین -

سر آمد دانشوران سر حلقہ ہوشمندان بزرگ بزرگزادۂ عالی خاندان نبیرۂ حضرت پیر دستگیر کونین حضرت تاج العارفین قطب العالمین شاہ محمد مجیب اللہ طاب ثراہ کہ شہرۂ آفاق اند احتیاج تصریح ندارد جوانی چہ ہمایون رائے و تدبیر زیب افزاے مسند فضل و کمال زینت بخش مجلس عز و اجلال راحت رسان بزم انبساط فروغ دیدۂ اہل انجمن مولوی ابو الحسن متخلص بہ "فرد" کہ از جودت طبع رسا در سن بست سالگی از جمیع علوم ظاہری چہ فقہ چہ حدیث چہ اصول چہ منطق چہ فلسفہ چہ ریاضی چہ حکمت چہ اقلیدس چہ تاریخ چہ سیر چہ جفر چہ رمل چہ تکسیر در ہمہ علوم بہرۂ وافی اندوختہ و در فن طبابت اعجاز عیسوی بہم رسانیدہ و در پایۂ توکل کہ از آبا و اجداد آمدہ ثبات قدمے ورزیدہ و سعی جمیلہ در کسب علوم باطنی بکار بردہ و در عرصۂ قلیل کہ حالا سن شریفش سی سالگی رسیدہ تکمیل کمال کردہ حکم شرع رخصت نمی دہد کہ بشرح آن پردازد - و شگفتگی خاطر

وموزونی طبع میلان طبیعت بفن شاعری کرد ارد اگر غبطۃ الناظر گویم نارو انبود نی الحقیقہ در بلاغت و فصاحت گوی از سخنوران زبان بردہ ۔

فرد الاولیاء کے چوتھے حقیقی بھائی حضرت مولوی معنوی شاہ محمد ابو الحیوٰۃ پھلواروی قدس سرہ لکھتے ہیں ۔

مولانا شاہ محمد ابو الحسن صاحب دامت برکاتہ و فیوضاتہ ۔ ایشان اول اولاد حضرت شیخ العالمین اند و محبوب ترین اکباد ہمچنان کہ نظر شفقت بر ایشان مبذول میداشتند بدیگران نبود ۔ ایشان را در حضرت وی رضی اللہ عنہ قبولی تام بود ہر چہ خواستے کردے وانچہ طلب داشتے یافتے ۔ اہل حاجات ازین سبب ایشان را وسیلۂ حاجات خود میکردند ۔ و تمامی کارخانہ و خانقاہ داری وارقام مکاتیب و جواب عرائض و عرض و معروض متعلق بایشان بود در عمر بست سالگی از تحصیل علوم فقہ و اصول و علم کلام و دیگر از علوم مروجۂ فلسفہ بخدمت عالی سید العلما و سند العرفا دامت برکاتہ فراغ حاصل فرمودہ بمطالعہ مشکوٰۃ شریف و صحیح بخاری و مسلم از کتب احادیث چندی اشتغال داشتند و بکسب سلوک باطن کہ طریقۂ آباے کرام بود بجان مصروف گردیدند ۔ عنایت ازلی حضرت شیخ العالمین رضی اللہ عنہ چنان مبذول حال ایشان ماندی کہ با وجود عدم فرصت از جمیع امور خانقاہ داری در وصول مقصود آن قدر رہروی بود کہ دیگران را از ریاضتہاے شاقہ ہم دامن مقصود بدست نہ آمدی در فن شعر و شاعری یگانۂ روزگار بود و مشہور عالم ہر کسے از غزلیات حضرت ایشان حرز جان کردی ۔ صاحب دیوان شدند کلام شریف بہ منتہاے درجۂ بلاغت و فصاحت رسیدہ بود رشحۂ از کلام معجز بیان ایشان نوشتہ می آید تا ہر کسے بہرۂ از ان بردارد

مطلع اول

چنین با رکشش لطف خوشش کرشانہ خواہد کرد	مرا سودا ے زلف او دگر دیوانہ خواہد کرد

مطلع دیگر

مبادا ہندوے زلفت دل زاہد بخم گیرد	مدہ رخصت کہ این کافر و بیت الحرم گیرد

دیگر

عشق را طشت زفریاد دل از بام افتاد	کار من آہ بدست دل ناکام افتاد

بیخود از خانہ چو برخاستم آزردہ دل		سایہ بر پاے من رفتہ بہر گام افتاد	
ہر کہ در دل ہوس سیب زنخدانت بخت		نارسیدہ چو من اندر طمع خام افتاد	

ان عبارتون کے نقل کرنے سے مجھکو صرف یہ دکھانا ہے کہ فرد الاولیا اپنے تمامی کمالات کی حیثیت سے اپنی ہمچشمون مین کسدرجہ ممتاز تھے۔ اور آپ کو معاصر آپکی علمی جامعیت کو کس قدر وقعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے نہ صرف گھر ہی تک اس مقبولیت کا انحصار رہا بلکہ تمام شعراء آپکے کلام کو نہایت قدر کے ساتھ سنتے تھے۔

مولوی شاہ محمد سعید حسرت عظیم آبادی قدس سرہٗ فرد الاولیا کو اپنے زمانہ کا خسرو ثانی مانتے تھے چنانچہ اپنے ایک غزل کے مقطع مین لکھتے ہین ؎

در زمین ہند حسرت بعد خسرو ہمچو فرد   در گمان ما نشد پیدا غزل خوانے دگر

حضرت حسرت نے جس ترتیب سے یہ مقطع لکھا ہے اسکی ترتیب حسب ذیل ہے

درین زمین اول غزل حضرت خسرو علیہ الرحمۃ بعد ازان غزل حضرت شاہ ابو الحسن فرد پھلواروی قدس سرہ است خسرو ؎

اے ترا در زیر ہر لب شکرستانے دگر		جز لبت ما را نمک ندہد نمکدانے دگر	
کشتہ ات را ناوکی تو مسیحا جانے دگر	فرد	کس نخواہم سکہ دارم ذوق پیکانے دگر	

غلام علی راسخ مرحوم پٹنہ کے نامی شاعر تھے فرد الاولیا کی تعریف علانیہ کرتے تھے جب کبھی اُنکے سامنے آپکی غزل پڑھی جاتی تھی تو نہایت غور سے سُنا کرتے تھے فرد الاولیا کی قادر الکلامی اور بامحاورہ شاعری کا اقرار تھا۔ اور طرز ادا۔ اور رنگ اس درجہ پسندیدہ تھا کہ اگر آپکا کوئی شعر ناسمجھ پڑھنے والے سے سُنکر غلطی پاتے تو کہدیتے کہ اُنھون نے ایسا نہ کہا ہوگا چنانچہ ایک روز کسی نے راسخ مرحوم کے سامنے فرد الاولیا کی غزل کا یہ مطلع ؎

لطفِ تو اے کاش دوا میشدے   ہر مرضم رو بشفا میشدے

تکرار لفظ اگر و کاش کے ساتھ ؎   لطف اگر کاش دوا میشدے پڑھدیا

راسخ مرحوم نے کہا کہ فرد جیسا قادر الکلام شاعر زائد لفظ نہ لائیگا۔ غالبًا یون ہوگا۔

لطف تو اے کاش دوامی شدی   اگر و کاش دونون ہم معنے لفظ ہین ایک معنے کے دو لفظ لانے کی ضرورت نہین معلوم ہوتی۔

اکثر پٹنہ کے مشاعرہ کی صحبت مین فرد الاولیا بھی غزلین بھیجا کرتے تھے بسا اوقات ایسا ہوتا

کہ فرد الاولیا کے مقابلہ مین معزز شعراء اپنی غزلین نہین پڑھتے تھے چنانچہ ایک دفعہ پٹنہ مین مشاعرہ کی صحبت ہوئی اور ذیل کی زمین مین جسکا مصرعہ طرح یہ تھا

روشن شود بہ پیش تو گر حال داغ ما۔ راسخ مرحوم نے بھی غزل لکھی تھی اتفاق سے اُس زمین مین تمامی شعراء کے مقابل مین فرد الاولیا کی غزل سب سے عمدہ ٹھہری راسخ مرحوم نے اُس دن اپنی غزل نہ پڑھی۔

نواب مولوی صدیق حسن خان مرحوم والی ریاست بھوپال نے فرد الاولیا کی تعریف سنی اور آپکے کلمات سے محظوظ ہو کر اپنی کتاب تذکرۃ الشعرا مین لکھا ہے۔

فرد یکی از مشائخ پھلواری ست و فردی فرید از برگزیدگان باری ؎

برگنجی گز زمین نقد دریغ کن	خط بپیشانیم تحریر یغ کن

مطلع حضرت فرد کا ہے۔

مولوی محمد مظفر حسین "صبا" بھوپالی اپنی کتاب "تذکرہ روز روشن" صفحہ ۵۱۸ مین فرد الاولیا کی نسبت لکھتے ہین۔

فرد سید شاہ محمد ابو الحسن قادری خلف و جانشین سید شاہ محمد نعمت اللہ از مشائخ قصبۂ پھلواری متصل عظیم آباد بود۔ و در احتواے فضائل صوری و معنوی و تحلیہ و تصفیہ باطن و ارشاد و تلقین طالبان حق الیقین نظیر نداشت ؎ (فرد مصر)

دل چو گرد د صاف منزل گاہ جانان می شود	آئینہ ہر رنگ چون شد رو نما یان می شود

دیگر (فرد مصر)

نقاب از مہر روے خویش بکشا	براے واضحی تفسیر نو کن

ایرانی سیاح شاعر ایک سال پٹنہ مین آیا ہوا تھا۔ اول تو یہ کہ وہ خود زبان دان تھا دوسرے یہ کہ فن شاعری مین کامل دستگاہ رکھتا تھا قصیدہ گوئی مین بے نظیر تھا۔ کسی اہل مذاق نے فرد الاولیا کا دیوان اُسے دکھایا اُسنے آپکے کلام کو بہت پسند کیا اور یہ غزل جسکا مطلع ؎

از جان خیال آن قد رعنا نمی رود	نقش جمال او ز دل ما نمی رود

ہے اسکو بہت پسند آئی اس غزل کے ہر شعر پر اسکو وجد کی حالت پیدا ہوئی۔ اور بے چین ہو کر بار بار یہ کہہ اُٹھتا تھا "خوش گفتہ" یہان تک کہ اس غزل کی نقل خیلے خوش ہو کر ہمراہ لے گیا و ہمچو مال اطیرون (؟) در ایران پہنچ

ساتھ لے گیا۔ تذکرۂ سخن شعرا میں مولوی عبد الغفور خان بہادر نساخ نے فرد الاولیا کی نسبت لکھا ہے "فرد"، تخلص شاہ ابو الحسن نعمتی سجادہ نشین پھلواری صاحب باطن تھے بیشتر فارسی کہتے تھے دیوان فارسی آپ کا نظر سے گذرا ہے ؎

نگاہِ مست تیری کسقدر خونریز عالم ہے ... عبث انکھوں کو تیری نرگس بیمار کہتے ہیں

؎

عشق نے رسوا کیا یا ننگ مجھے ... نام سے میری حیا کو ننگ ہے

غرض اسطرح ایک عالم نے فرد الاولیا کے کلام کو پسند کیا اور عام مقبولیت حاصل ہوئی ؎

بلبل آمد بفغان گل زگریبان بگذشت ... فرد شور یست بگلشن ز غزل خوانی من

فرد الاولیا کا اخلاق

ایسا وسیع اور ہر شخص کے ساتھ یکسان ہوتا تھا کہ عام طور پر لوگ اپنے ذہن میں یہ سمجھتے کہ آپکی نظر عنایت مجھپر اوروں سے زیادہ ہے۔ شیخ العالمین کے زمانہ میں اعراس میں تقسیم طعام کی خدمت فرد الاولیا ہی کے متعلق تھی اور جا نشینی سے پہلے مہمانوں کی فرودگاہوں پر آپ ہی کھانا پہونچایا کرتے تھے۔ حلیم اور متحمل اسقدر تھے کہ لوگ برملا آپکے رو برو سخت و سست کہہ جاتے مگر آپ سب کو سن لیتے اور کچھ برا نہ مانتے۔ بلکہ اُسکے عوض مدارات و اخلاص سے پیش آتا اسکے متعلق مولوی ابو الحیوۃ پھلواروی قدس سرہ لکھتے ہیں کہ ایک سال ربیع الاول کے عرس کی تقریب میں فرد الاولیا مہمانوں و مسافروں کو کھانا تقسیم کر رہے تھے۔ اتنے بڑے عظیم الشان مجمع میں ایک شخص تنہا ہر شخص کو جلد کھانا کیونکر پہونچا سکتا تھا کچھ لوگ باقی تھے اسی سبب سے آزاد فقرا کی جماعت تک کھانا پہونچنے میں تعویق ہوئی۔ اُنمیں سے ایک شخص شدید انتظار کرنے کے بعد فرد الاولیا کے قریب آکر بُرے لفظ سے آپکو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ یہ عجیب و غریب عرس ہے کہ ابتک اسقدر شب گذر گئی اور فقرا کی جماعت تک کھانا نہیں پہونچا۔ فرد الاولیا نے معذرت کی اور کہا کہ میں تنہا شخص ہر ایک کو کھانا تقسیم کر رہا ہوں اور اب آپ ہی لوگوں کی جماعت میں آتا۔ آپ غور کر سکتے ہیں کہ اتنی بڑی جماعت میں کھانا جلد کیونکر تقسیم ہو سکتا ہے اور ہر شخص کو بیک وقت کیونکر پہونچ سکتا ہے۔ یہ سنکر فقیر اور بھی برافروختہ ہوا اور کچھ زیادہ سخت کلامی سے پیش آیا۔ فرد الاولیا ساکت سنتے رہے جب وہ اپنے دل کا بخار نکال چکا تو آپنے فرمایا کہ مطلب یہی فقیر نے کہا مطلب یہ ہے

کہ جلد کھانا لاکر مجکو دو فرد الاولیا باورچیخانہ مین تشریف لیگئے اور دُور رکابیان کھانے کی لاکر دین اور فرمایا کہ ایک رکابی حصہ کی ہے اور دوسری تعویق و تاخیر کے جرمانہ کی آزاد فقیر نے اپنی اُس بادبی و سخت کلامی کے ساتھ فرد الاولیا کا یہ حلم دیکھا تو فوراً آپکے قدم پر گر پڑا اور دست بستہ معذرت خواہ ہوا کہ معاف فرمائین مین آپ کی مدارج علیا اور عالی ظرفی سے واقف نہ تھا۔ فرد الاولیا نے اُسکی خطا کو معاف فرمادیا۔ آپکے حلم نے اُس فقیر کو ایسا شرمندہ کیا کہ جب تک وہ پھلواری مین رہا جب فرد الاولیا سے ملاقات ہوجاتی تو ندامت سے آنکھ برابر نہین کرتا اور اپنے فعل پر نادم ہوکر لوگون سے کہتا تھا کہ مین نے ایسا حلیم و بُردبار شخص دوسرا نہین دیکھا۔ اسیطرح غیر زمانہ عرس مین ایک فقیر کمل پوش آزاد روش بڑ مارتا ہوا خانقاہ مین پہونچا فرد الاولیا اُسوقت جانشین ہوچکے تھے خانقاہ کے واردین و صادرین و مہمان کی مدارات و خدمت کے لیئے آپکے دیگر اخوان عظام متعین کیئے گئے تھے۔ جسوقت وہ فقیر پہونچا مولوی معنوی شاہ محمد امام قدس سرہ سے ملاقات ہوئی آپ فقیر صورت دیکھکر سروقد تعظیم کے لیئے کھڑے ہوئے اور خاطر خواہ مدارات و اخلاق مین مصروف ہوئے جب خلوت کھلی اپنے ساتھ فرد الاولیا کے حضور مین لے آئے۔ آپنے بھی فقیر صورت دیکھکر اُسکی تعظیم کی اور معانقہ کے بعد ممتاز جگہ پر بٹھایا دستور زمانہ کے مطابق نام و وطن پوچھا فقیر نے نہایت گستاخانہ لہجہ مین کہا جب تمکو اتنی بھی خبر نہین کہ کون ہے اور کس درجہ کا آدمی ہے تو فقیری کا نام کیون لیتے ہو۔ فرد الاولیا نے فرمایا بیشک ہم تو کچھ نہین جانتے اور نہ کچھ ہین صرف آبا و اجداد کا نام بیچتے ہین۔ فقیر کی یہ گستاخانہ اور بے ادبانہ گفتگو مولانا محمد امام قدس سرہ کو بہت بُری معلوم ہوئی اور غصہ مین آکر فرمایا کہ کیا بولتے ہو دیکھ لیا خالی کمل ہے اور کچھ نہین۔

فرد الاولیا نے مولانا محمد امام قدس سرہ کو بہت نرمی کے ساتھ روکا اور فرمایا نہین نہین امام مہمان ہین اخلاق کے خلاف ہے بُری بات جانے دو۔ وہ مہمان ہین جو کچھ کہین بجا ہے۔

فرد الاولیا سے دعا و تعویذ کے طالبین ہر طبقہ اور ہر مذہب و مشرب کے آتے اور فیضیاب ہوکر جاتے اہل تشیع امامیہ مذہب کے امرائے عظیم آباد مثل مرزا جنگلی صاحب مرحوم اور میر عبداللہ صاحب مرحوم کے اولاد وغیرہم اپنے اپنے مشکلات کے آسان ہونے کو آکر دعا وغیرہ کے خواستگار ہوتے تھے۔

اُن لوگون مین بعض ایسے متعصب بھی تھے جو آپکے نام پر تبرّا کہنے کو مذہبی کام سمجھتے تھے۔ ایک بار فرد الاولیا کو خبر پہونچی کہ اس سال آٹھوین محرم کو حاضری کی نیاز کے وقت اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسلاف اہل سنت پر تبرّا کہنے کے بعد اُس مجمع کے ایک شخص نے بلند آواز سے کہا کہ

شاہ ابوالحسن سجادہ نشین پھلواری پر... انکی دستار بر انکی تابید انکی اس جوتی پر جو کھیتلی بنا کرتے ہین یہ سنکر آپنے فرمایا کہ مین بہت خوش ہون کہ ان لوگون نے مجھے بھی ان بزرگون کا ساتھی سمجھا۔ اللہ تعالی میرا حشر انھین بزرگون کے ساتھ کرے تو آج مجھکو انکی لعنت کی کچھ پروا نہین اور دیر تک آنکھ گریہ رہا اور فرماتے رہے کہ اللہ تعالی مجھے انھین بزرگون کے ساتھ قیامت مین اٹھائے۔ پھر بھی وہ لوگ بغرض حاجت آپکی ملاقات کو آیا کیے مگر آپنے ان لوگون کے ساتھ اپنے اخلاق کریمانہ مین کمی نہ فرمائی اور کبھی بے رخی اور بے اعتنائی سے ان سے نہ ملے اسی خندہ روئی کو ساتھ گفتگو و دلجوئی فرماتے رہے۔

شنیدم کہ مردان راہ خدا	دل دشمنان ہم نکردند تنگ
ترا کی میسر شود این مقام	کہ با دوستانت خلافست و جنگ

فرد الاولیاؒ مشق سلوک

اپنے تحصیل علوم ظاہری ہی کے زمانہ سے کرتے تھے اور شب و روز مین ایک وقت پوشیدہ آپکا ایسا مقرر تھا جسمین اپنا ورد معمول پورا کر لیا کرتے تھے۔ ظاہری وضع آپکی ایسی نہ تھی جس سے کوئی تمیز کر سکے تسبیح تک ہاتھ مین نہین رکھتے تھے۔ اذکار و اشغال مین زیادہ تر اذکار خفیہ کے مداوم تھے صرف اسقدر تھا کہ شب کے وقت اکثر لوگ آپکو سوتے سے اٹھتے دیکھا کرتے تھے۔ مگر اسکا کوئی پتہ نہین لگا کہ اذکار و وظائف شبینہ آپ کس پوشیدہ جگہ مین کرتے ہین۔ یہان تک کہ آپکے برادران والاشان سے بھی کسیکو آپکے مشق سلوک کی خبر نہ تھی۔ اور وہ لوگ سمجھتے تھے کہ فرد الاولیا کو سلوک کی طرف توجہ نہین ہے۔ اور اذکار و اشغال سیکھا بھی نہوگا۔ ایک روز فرد الاولیا کے دو بھائی مولوی معنوی شاہ محمد امام و مولوی معنوی شاہ محمد علی سجاد قدس سرہما شیخ العالمین کے حسب ارشاد شیخ العالمین کے کسی مرید کو ذکر یا شغل کی تعلیم کر رہے تھے کہ ناگاہ فرد الاولیا کا اس طرف سے گذر ہوا آپنے ان بزرگون کے بتانے مین غلطی پاکر تصحیح فرمادی۔ ان بزرگون نے پاس ادب سے کوئی جواب تو نہ دیا مگر ناگوار طبع ہوا کیونکہ فرد الاولیا کو اس علم سے ناواقف سمجھتے تھے شیخ العالمین کے حضور مین یہ شکایت ہوئی کہ ہم لوگ اسطرح بتاتے ہے تھے اور بھائی صاحب نے اسطرح بتایا جس کام مین بھائی صاحب دخل نہین رکھتے اسمین دست اندازی کا کیا فائدہ۔ شیخ العالمین نے فرمایا کہ ابوالحسن کیطرف تم لوگون کا یہ گمان صحیح نہین مین نے انکو کل اذکار و اشغال بتایا ہے اور

وہ ہر روز اُسکی مشق کرتے ہین جسکی کسی کو خبر نہین اور یہ ذکر اسیطرح بہ تحقیق ہے جیسا اُنھون نے بتایا۔ آپ پر یہ بات کھلی کہ **فرد الاولیا** مشق سلوک پوشیدہ کرتے ہین اور آپکی تعلیم مین خود **شیخ العالمین** کو کسی خاص مصلحت کے سبب استتار مد نظر ہے یہی سبب تھا کہ **شیخ العالمین** آپکو اذکار و اشغال کی قسم سے کوئی چیز اپنے دیگر خلفاء یا اولاد کے ساتھ تعلیم نکرتے تھے مگر گاہ گاہ اپنے منجھلے صاحبزادے مولوی معنوی شاہ **محمد ابو تراب** قدس سرہ کو شریک کرلیا کرتے تھے۔ اور اسی خیال سے آپ **فرد الاولیا** کیطرف اپنے قلبی تاثیرات زیادہ۔ اسکے پہونچایا کرتے جو متنبہ کرکے آپکو بیدار کردیا کرتی تھی چنانچہ بارہا دیکھا گیا کہ آپ شب کو سوتے سوتے اٹھ گئے اور کچھ دیر تک متکیف رہے پھر سو گئے۔

آپکی ریاضات شاقہ کے متعلق مولوی **ابو الحیوۃ** قدس سرہ نے آپکے احوال مین لکھا ہے کہ **فرد الاولیا** کو شاقہ ریاضت مثل اربعین و صوم طے وغیرہ کا اتفاق اسلیے نہوا کہ ابتدائے طفولیت سے شباب تک کا زمانہ جسقدر گذرا وہ زیادہ تر علالت کا تھا صحت کیحالت مین جس قدر وقت ملجایا کرتا تھا اسمین تحصیل علوم ظاہری کا شغل رہا سنہ ہجری مین آپکی شادی ملا **عبد الغنی** پھلواروی قدس سرہ کی صاحبزادی عفیفہ سے کردی گئی جس روز سے عروس گھر مین لائے طرح طرح کے امراض و مصائب کا سامنا کرنا پڑا تا مرگ عروس دائم المرض رہین جنکی بیمارداری و علاج معالجہ سے کسی زمانہ مین فرصت نہ ملی خدا نے اُنسے ایک لائق اور صالح لڑکا بھی عطا فرمایا جسکی صحت سن مراہقت تک نہایت افسوسناک رہی بیٹے کی شادی کے چند ہی سال کے بعد بی بی اور جوان بیٹے کی وفات کا ناقابل برداشت صدمہ اُٹھانا پڑا **شیخ العالمین** کی خدمت خانقاہ عالم پناہ مجیبی کا نظم واردین و صادرین کی خاطرداشت انکی مدارات ضروریات سے تھی ان تعلقات کے ساتھ ایسا شخص جو ایک ساعت کے لیے بھی تنہا نہ بیٹھ سکتا ہو وہ چلون مین کیونکر بیٹھ سکتا تھا مگر باوجود اسکے اذکار خفیہ کے مداوم تھے روزے بکثرت رکھا کرتے اور صلوۃ نافلہ کے مداوم تھے۔

علاوہ اسکے باطنی ترقیات مین سالک کو جسقدر ریاضات و مجاہدات سے نفع پہونچتا ہے اُس سے کہین زیادہ شیخ کی نظر عنایت اور توجہات قلبی ترقیات مدارج و حصول مقصود کا سبب بڑی ہے۔ **فرد الاولیا** نے چونکہ **شیخ العالمین** کے امورات ذاتیہ کا ذمہ وار اپنے کو بنالیا تھا اور ضروریات مین مثل تحریر جواب عرائض و تعویذات و خدمت واردین و صادرین مین آپکا ہاتھ بٹادیتے تھے۔

آپ پر شیخ العالمین کی نظر عنایت خاص طور پر پڑتی تھی اور آپ سب سے زیادہ فرد الاولیا کو عزیز رکھتے تھے چنانچہ صاحب تذکرۃ الکرام لکھتے ہین۔

می فرمودند شیخ العالمین کہ از ہر کسے گزیر دارم اما ازین فرزند در ہمہ امر ناگزیری ست۔
ہمہ بیماران بیمار دار منم و در بیماری ایشان خود بیمار مے شوم و دل از اختیار می رود۔
فرصت اوراد و اشغال مارا ازیشان ست کہ ہمہ امور متعلقہ ذات ما تعلق بخود کردہ ورنہ
کجا مہلت یک نفس کہ صرف اذکار و اشغال کردمے۔

یعنی شیخ العالمین اکثر فرماتے تھے کہ مجھے ابوالحسن کے سبب سے اوراد و اشغال کی فرصت ملجاتی ہے ورنہ اس خانقاہ داری و ہجوم خلق مین اوراد و اشغال کی فرصت کہان مین جسطرح یہ میرے کام کو حسب خواہ کر دیتے ہین مین بھی انکی قلبی حالت پر ہر لحظہ خاص نظر رکھتا ہون یہی سبب تھا کہ فرد الاولیا کو مشق سلوک مین آپکے دیگر اخوان طریق کے مقابلہ مین زیادہ اور جلد نفع محسوس ہوتا تھا فرد الاولیا کی تعلیم باطنی مین شیخ العالمین نے زیادہ تر نگاہ سے کام لیا اور جسقدر مشق سلوک مین آپکو فوائد حاصل ہوے وہ اسیطرح اور شیخ العالمین کی ایسی نگاہ فرد الاولیا پر حاضر و غائب ہر حالت مین یکسان رہا کرتی تھی۔
حاضری کے وقت یہ تو عام طور پر دیکھا جاتا تھا کہ جب فرد الاولیا آپکے سامنے سے گذرتے تھے تو شیخ العالمین کی نگاہ پر فیض دیر تک آپکی طرف دوختہ رہتی تھی جسکی تاثیر اور کیفیت کو لوگ آپکے بشرہ پر محسوس کرتے تھے اور آپکی صورت حال از خود رفتہ ہوکر بے اختیار خود کہہ اٹھتی تھی۔

از چشم مست کردہ نگہے سوے کیم
تا عمر ز خود رفتم پیمانہ چنین باید

حقیقت یہ ہے کہ شیخ العالمین نے آپکی تکمیل باطنی اپنی نظر کیمیا اثر ہی سے کی تھی چنانچہ مولوی ابوالحیوۃ قدس سرہ لکھتے ہین کہ سید العلما مجھسے فرماتے تھے کہ شیخ العالمین نے آپکو ایک ہی نگاہ مین تمامی مقامات سلوک کی سیر کرادی تھی جو دوسرون کو ریاضات شاقہ کے بعد مدت مدید گذرنے پر یہ رتبہ حاصل ہوتا ہے مگر اسکی اطلاع کسیکو نہ تھی ایکدن مین بیٹھا تھا کہ یکایک مین نے فرد الاولیا سے ایک ایسے مقام کی تاثیر پائی جسکو منتہا سے مقام کہنا چاہیے مین نے بنظر امتحان اس سے بھی بلند مقام کی طرف قصد کیا اور درجہ بدرجہ ترقی کرتا گیا یہان تک کہ اسیطرح نہایت النہایۃ تک پہونچا اور برابر انمین ہر مقام کی تاثیر پاتا گیا سخت متحیر ہوا اور یہ سمجھا کہ یقین ہے کہ شیخ العالمین نے ساری نعمتین ایک ہی نگاہ مین عطا فرمائین جب خلوت

مین حاضر ہوا تو یہ واقعہ عرض کرنے کے بعد گذارش کی کہ شاید حضورؐ نے ایک ہی نگاہ مین انھین اپنی تمامی نعمتین عطا فرمائین شیخ العالمین سُنکر متبسم ہوئے اور ساکت رہے۔

میفرمودند سید العلما دامت برکاتہ کہ جناب ایشان اُ شیخ العالمین بیک نگاہ تا مقامیکہ خواست آنحضرت بود رسانیدند۔ اول کسے ازین راز واقف نبود روزے ازہ ایشان ازمقامے یافتم کہ منتہاے مقام توان گفت بحیرت آمدم بازازان بالاتر مقامے قاصد شدم دیدم کہ بے تامل استفاضہ می شود ہمچنین تا نہایت النہایۃ وایشان را مطلق خبر نبود نہایت متحیر شدم وبحضور اقدس عرض کردم کہ مگر ایشان را ہمہ نعمت بیک نگاہ عنایت شدہ کہ امروز چنین ثمرہ یافتم آنحضرت متبسم شد وجوابی نفرمود۔

فردالاولیا کے تذکرون مین کبھی شیخ العالمین خود بھی فرماتے تھے کہ مولوی احمدی پر جو نگاہ مین نے ایکبار کی ہے ابوالحسن پر ویسی نگاہین ستر بار ڈالی ہین کبھی آپ فرماتے تھے کہ ابوالحسن کی قلبی درستگی نہ کثرت ریاضت سے ہوئی اور نہ انھین اسکی حاجت پڑی بلکہ فطری مناسبت کے ساتھ مصائب ورنج پر قابل تحسین صبر نے اس درجہ پر پہونچایا جیسا صاحب تذکرۃ الکرام لکھتے ہین۔

اکثر در ذکر ریاضت ایشان آنحضرت فرمودی آیشان را حاجت بمجاہدہ نیست انچہ از مجاہدہ شدنی ست ایشان را صبر بر بلا و رنج بآن حلاوت قلبی رسانیدہ است

درحقیقت فردالاولیا کے مدارج کی ترقی زیادہ تر مصائب وبیماری ہی کے ذریعہ سے ہوئی۔ چنانچہ بارہ سو ساٹھ سنہ ۱۲۶۰ ہجری مین جب آپکو فالج آیا اور تا عمر اسی عارضہ مین آپکو انواع مصیبت ورنج برداشت کرنا پڑا وہ بھی اسی سبب سے کہ آپکو ایک مقام سے دوسرے مقام تک ترقی کرنا تھا۔ اسکا واقعہ یون ہوا کہ جسدن یہ مادہ آپکو آیا اسکے دودن پہلے آپ حضرت سیدنا امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الشریف سے مشرف ہوئے حضرت امیر المومنینؓ نے فرمایا "سال نو مبارک حال نو مبارک" اس جملہ سے فردالاولیا نے اس قدر سمجھا کہ سال نو سے سنہ نو جو آرہا ہے اُسکی خبر دیجاتی ہے لیکن حال نو کی طرف خیال نگیا مگر حیرت ضرور ہوئی۔ یکم محرم کو نماز عصر کے بعد جب آپ حسب معمول مزار شریف پر فاتحہ کو تشریف لے گئے تو یکایک اسقدر چھینکین آئین کہ تعداد اُسکی سو سے تجاوز کر گئی اور وہان سے واپس آنے کے بعد تک برابر سلسلہ لگا رہا۔ نماز مغرب کے بعد خلوت مین یکایک فالج آگیا اُسکی شدید تکلیفین اُٹھانے کے بعد جسقدر کشود باطن ہوا اُس سے اس ارشاد کی تصدیق ہوئی۔ دوسرا واقعہ جسکو صاحب تذکرۃ الکرام لکھتے ہین یہ ہے۔

۱۲۴۸ بارہ سو اڑتالیس ہجری کے ربیع الاول میں یکایک شدید سرسام کے مرض میں مبتلا ہوئے جس سے لوگوں کو آپکی زندگی سے یاس ہوگئی اور جو شخص آپکے پاس بغرض عیادت جاتا چشم پُرنم اُٹھتا فرد الاولیا کے دیگر اخوان عظام و سید العلماء و اخوان طریقت نے مزار شریف سے بھی دریافت حال کیا لیکن کچھ حقیقت نہ کھلی یہانتک کہ یازدہم ربیع الاول کی مجلس سماع اسی سبب سے موقوف رہی کہ فرد الاولیا کو تمام دن افاقہ نہ تھا - اور صرف قل ہی پر التفا کیا گیا اُسدن دو پہر کو نے انجلا آپ کو افاقہ شروع ہوا تو آپنے پوچھا کہ مجلس کیوں نہیں ہوئی لوگوں نے ناسازی مزاج کا عذر کیا آپنے فرمایا بہرحال اس کام کو چھوڑنا نہ تھا خیر بارہ تاریخ کو ناغہ نہونا چاہیے دوسرے دن صبح کی نماز کے پہلے سے فرد الاولیا کو پورا افاقہ تھا لیکن ضعف کا یہ عالم کہ کروٹ بدلنے کی طاقت نہیں لوگوں کے سہارے آپ سماع خانہ تک تشریف لے گئے - قبل سے مناسبت وقت قوال کو ایک غزل سکھا رکھی گئی تھی فرد الاولیا خلوت کے دروازہ سے جوں ہی باہر ہوئے کہ قوال نے گانا شروع کیا بس یکایک آپ پر ذوق کے ساتھ کیفیت طاری ہوئی اور دیر تک صحیح المزاج کی طرح جوش کرتے رہے پھر تو طبیعت بالکل صحیح ہوگئی -

سید العلما نے شیخ العالمین کی روح پاک سے دریافت فرمایا تو اسکے جواب میں ارشاد ہوا کہ تکمیل میں ایک تیر باقی تھی جو اس مرض کے ذریعہ سے پوری کی گئی -

غرض اسیطرح فرد الاولیا نے ہی منازل طے کیا اور اپنی عمر شریف کے ستائیسویں سال اُنتیس جمادی الاخری سنہ ۱۲۵۰ بارہ سو پچاس ہجری میں سلسلۂ قادریہ وارثیہ میں اپنے والد ماجد حضرت شیخ العالمین قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت کرنے کے کچھ دن بعد تمامی سلاسل حقہ پیر کے مجاز ارشاد و ہدایت خلق کے لیے کیے گئے -

فرد الاولیا کی جسمانی قوت

فرد الاولیا کو خدا نے ریاضات و مجاہدات نفس سے جسطرح اعلیٰ درجہ کی روحانی قوت عطا فرمائی تھی اسیطرح جسمانی قوت میں بھی فرد کیا تھا ابتدائے جوانی میں ورزش وغیرہ کا شوق آپکو بہت تھا - فن سپہ گری میں بھی اچھا دخل رکھتے تھے تیر و نیزہ بازی میں آپ نہایت قدر انداز تھے - کمان آپکی سنہ ۱۳۰۲ ہجری تک موجود تھی جسکو بعض نادانوں نے توڑ کر چھری کا کام لیا مشہور ہے کہ کمان آپکی اسباب کے لوہے کی چار انچ چوڑی اور ایک انچ دبیز تھی آپ ایک

ہاتھ سے چڑھالیا کرتے تھے۔

مشعیب کہتا ہے کہ ایک روز مین خلوت شریف مین اپنے پیر و مرشد مدظلہ العالی کے حضور مین فرد الاولیا کے بعض حالات زندگی کو دریافت کرنے گیا۔ منجملہ دیگر ارشادات کے آپکی کمان کا ذکر آگیا ارشاد ہوا کہ ہم اور عمی مولوی ظہور محی الدین صاحب مرحوم اسی خلوت مین اپنے پیر و مرشد حضرت نصیر قدس سرہ کے حضور مین شرف قدمبوسی کے لیے حاضر ہوئے اُسوقت آپکے سامنے فرد الاولیا کی کمان رکھی تھی حضرت نصیر قدس سرہ نے فرمایا کہ تم لوگون سے کوئی ایسا ہے جو اس کمان کو دو ہاتھون سے بھی زہ کر سکے مولوی ظہور صاحب جو مجھسے قوی تھے زہ کرنے پر مستعد ہوئے اور دیر تک زور آزمائی کرتے رہے مگر نہ چڑھا سکے مین تو اُنسے بھی زیادہ کمزور تھا کمان چھونے تک کی جرأت نکی۔ حضرت نصیر قدس سرہ نے کمان اُنسے لے لی اور فرمایا کہ دیکھو مین دو ہاتھون سے بآسانی چڑھا دیتا ہون قبلہ گاہ (یعنے فرد الاولیا) ایک ہاتھ سے چڑھا لیتے تھے۔ آخر عمر تک فرد الاولیا کی جسمانی قوت بہت اعتدال پر رہی۔ البتہ عارضہ فالج نے آپکو بہت مجبور کر دیا تھا۔

فرد الاولیا کی ظاہری قوت کے واقعات و حکایات سے ایک واقعہ بہت مستند اور ثقہ راویون کے زبان زد ہے جسکو مین اس جگہ اپنے پیر و مرشد مدظلہ العالی کی روایت سے نقل کرتا ہون۔

حضرت شیخ العالمین کے مریدون سے ایک شخص بڑے قوی ہیکل تھے مجلس سماع مین اُنکا جوش و وجد اُنکی قوت کے حسب حال ہوتا تھا۔ ایک بار مجلس مین بہت دیر تک اُنکو جوش سے لوگ کھڑے کھڑے تھک گئے اور خود اُنھین دوسرے سے ایسی ٹکر لگی کہ خود بھی زخمی ہوئے اور دوسرا بھی۔ لیکن اُنکا جوش کم نہوا۔ اتفاق سے وہ وجد کرتے ہوے فرد الاولیا کے قریب پہونچ گئے آپنے دو انگلیون سے اُنکی ایک انگلی اسطرح تھام لی کہ وہ آگے نہ بڑھ سکے اور دیر تک اس جگہ تڑپتے رہے مگر فرد الاولیا نے انگلی نہ چھوڑی آخر اُنکا جوش ٹھنڈا ہو گیا۔

حلیہ

فرد الاولیا کا قد میانہ مائل بطول تھا۔ جسم نہایت گول۔ اعضا گٹھیلے چہرہ گول مائل بطولانی آنکھیں بڑی خوبصورت بھوین کماندار مو کدار باریک ناک کھڑی مائل بخمی گوش مبارک متوسط رخسارہ

کم گوشت داڑھی گنجان اور گرد مائل بطول لب باریک دندان مبارک چھوٹے چمکدار بار[illegible] و پرگوشت کف دست چوڑی انگلیان لمبی پرگوشت رنگ صاف گندمی بجمیع صفت متصف تھے

فرد الاولیاؒ کی جانشینی

دوسری رمضان روز یکشنبہ ۱۲۴۷ بارہ سو سینتالیس ہجری مین ہوئی شیخ العالمین نے اپنی حیات مین جانشینی کے لیے فرد الاولیا کے بڑے صاحبزادے مولوی شاہ ابو محمد علی حسن قدس سرہ کو تجویز فرمایا تھا یہ بزرگ کمسنی ہی سے بڑے صاحب حالات رفیعہ تھے تصوف و فقر کے طرف فطری مناسبت رکھتے تھے اسلیے شیخ العالمین نے آپکی ظاہری و باطنی تعلیم مین بڑی سرگرمی فرمائی۔ آپکی عمر شریف مین سترھوین سال کی ابتدا ہی ہوئی تھی کہ تکمیل ظاہری و باطنی سے فراغت پا چکے اور انکی رسم شادی سے بھی شیخ العالمین نے فرصت کر لی تھی اور یہ ارادہ تھا کہ آپکو اجازت و خلافت دیکر جانشین کر دین اور خود خلق سے انزوائے محض اختیار کرین مگر مشیت نے اسکا موقع نہ دیا شادی کے چند مہینہ بعد حضرت مولوی شاہ ابو محمد علی حسن قدس سرہ نے رحلت فرمائی شیخ العالمین کے رنج و الم کا کیا پوچھنا ہے بہت سے حوصلون اور تمناؤن کا خون ہو گیا ـ وہ چمن ہی نہین رہا جسمین بہار آنے کو تھی۔ اس واقعہ کے بعد شیخ العالمین کا خیال جانشینی کے لیے فرد الاولیا کی طرف پلٹا اور اسی روز سے آپکو اپنا ولی عہد مقرر کر لیا۔ اگرچہ شیخ العالمین نے اپنے اس خیال کا اظہار خاص لوگون سے بھی نہ کیا مگر اکثر مشکل مواقع مین اپنا کام فرد الاولیا ہی سے لینا اور اپنا نائب بنا کر بھیجنا بمنزلہ اظہار ہی کے تھا۔ چنانچہ ایک روز پھلواری مین کسی دوسری جگہہ مجلس کی تقریب مین سید العلما مولانا احمدی قدس سرہ کے چھوٹے بھائی مولوی معنوی شاہ علی اکبر قدس سرہ پر نہایت وفور کے ساتھ کیفیت طاری ہوئی اور غلبہ کیفیت سے قریب تھا کہ روح جسم سے مفارقت کر جائے سید العلما اسوقت خلوت شریف مین پہنچے اور شیخ العالمین کو اسکی اطلاع دی آپنے فرد الاولیا کو بھیجا آپکے پہونچتے ہی مولویصاحب کی حالت پلٹا کھا گئی اور صحیح ہو گئے [illegible] ایک مرید شیخ بدیع الزمان صاحب مرحوم شیخ العالمین کے مریدون سے تھے اکبر [illegible] خصوصاً مرحوم کو مرض [illegible] شدت کا درد ہوا کہ نوبت غشی تک پہنچی اور بار بار غش پر غش آنے لگا متعلقین انکو گھبرائے ہوے شیخ العالمین کے حضور مین پہونچے یہان بھی آپنے فرد الاولیا ہی کو بھیجا الغرض ایسے ایسے مواقع مین شیخ العالمین بجای خود فرد الاولیا ہی کو اپنا نائب بنا کر بھیجتے تھے تاکہ لوگ انکی [illegible]

ثابت ہے اور شیخ العالمین کے بعد لوگ آپ ہی کو جانشین کریں۔

علاوہ اسکے کہ شیخ العالمین کی اولاد میں فرد الاولیا سب سے بڑے تھے طریقت میں مشق سلوک کا فائدہ آپ پر جلد مترتب ہوتا تھا حال و وجد کے وقت تعدی تاثیرات قلبی میں بھی اپنے دیگر اخوان طریقت سے فوقیت رکھتے تھے۔ اور صاحب حالات کیفیات اصحاب اسکو بڑی قدر کے ساتھ تمیز کرکے متکیف ہوتے تھے۔ چنانچہ ایکبار حضرت مرزا صاحب متخلص بہ عشق قدس سرہ کے تکیہ عظیم آباد میں کسی بزرگ کے عرس کی تقریب میں پھلواری سے حضرت فرد الاولیا مع اپنے برادران حقیقی و دینی کے تشریف لیگئے اتفاق سے ایک غزل پر آپکو وجد آیا حضرت خواجہ سید شاہ ابوالبرکات ابوالعلائی قدس سرہ آپکے وجد کو دیکھکر بے اختیار کہہ اُٹھے "سبحان اللہ حق اسکا نام ہے" "دیکھیے وجد اسکو کہتے ہیں" اور برابر بچانے کے اہتمام میں رہے تاکہ زمین پر گرکر چوٹ نکھائیں اور صدمہ نہ پہونچے۔

انھیں وجوہات سے جانشینی کے لیے شیخ العالمین نے فرد الاولیا ہی کو منتخب فرمایا تھا۔

شیخ العالمین کی حیات ہی میں آپکے اور صاحبزادوں نے اپنا ذریعہ کفاف ملازمت بنالیا تھا مگر فرد الاولیا سے خاصکر آپنے معاہدہ لیا کہ تم ملازمت کا خیال نکرنا کیونکہ اپنے بعد فرد الاولیا کو جانشین کرنا مرکوز خاطر تھا۔

غرض بہ وصیت جانشینی کے لیے فرد الاولیا ہی موزون تھے شیخ العالمین کی وفات کے بعد لوگون کا خیال فرد الاولیا کیطرف پلٹا اور اسیوقت سے آپکا ادب و لحاظ شیخ العالمین کیطرح کرنے لگے۔ یہانتک کہ سید العلما اول وقت کی نماز میں فرد الاولیا کی نعلین جھاڑ کر اس مقام پر برابر کردی جہان شیخ العالمین کی نعلین رکھی جاتی تھی پھر جماعت کے وقت آپکا بازو پکڑ کے صف اول میں شیخ العالمین کی جگہ پر کھڑا کردیا۔ اسکے پہلے فرد الاولیا حقہ کے بھی عادی تھے جب ان کو جانشینی کے واسطے مجبور کیے گئے اُسی دن سے قطعاً آپنے حقہ پینا ترک کردیا اور سب کے سب نے بلحاظ سجادگی سجادہ نشین ہونے سے پہلے آپکے روبرو حقہ پینا چھوڑدیا۔ چنانچہ شیخ طالب علی مرحوم پھلواروی شیخ العالمین کے احوال میں سید العلما کا واقعہ لکھتے ہیں کہ ایکدن سید العلما اسکے درہ میں فرد الاولیا کی حضور میں تشریف لائے آپنے قدیم عادت کے مطابق خدمتگار کو حقہ لانے

کے لیے آیا ہون کہ [illegible] فرمایا [illegible] سید العلماء نے
یہ تشفی ہو گئی ۔

شیخ العالمین کے وفات کے دن اسقدر سید العلماء نے آپکے ساتھ شیخ العالمین کا آداب برتا جانشینی کا کوئی تذکرہ نہ فرمایا کیونکہ وہ دن ایک عظیم الشان مصیبت کا تھا۔ مگر اسکے دوسرے روز آپنے بابت فرد الاولیا کے خدمت میں پیش کی آپنے نہایت عاجزی کے ساتھ معذرت چاہی اور فرمایا کہ خدا نے میرے بھائیون کو بہت زیادہ اس کام کا اہل بنایا ہے وہ لوگ شیخ العالمین کی زندگی ہی میں ارشاد و ہدایت خلق کے لیے مامور تھے اور طالبین و مسترشدین کی تعلیم و تربیت بھی کرتے تھے آپ انھین لوگون سے جسکو چاہین اس کام پر مامور کرین شیخ العالمین نے اپنی زندگی میں جو خدمت مجھے سپرد فرمائی ہے تا عمر اسی کو انجام دیتے رہنا اپنی سعادت و ذریعہ نجات سمجھتا ہون۔ مین جسطرح خانقاہ کا انتظام مہمانداری شیخ العالمین کی حیات مین خلوص کے ساتھ کیا کرتا تھا تا عمر کرتا رہونگا اور جو شخص بجاے شیخ العالمین جانشین ہوگا مین اسی پیشوا سمجھتا رہونگا میری ہمت اسکو قبول نہین کرتی کہ شیخ کی سپرد کردہ خدمت کو چھوڑ کر ایسی دشوار گذار بار کو اپنے ذمہ لون۔ آپکے انکار کے بعد سید العلماء نے آپکے منجھلے بھائی مولوی شاہ محمد ابو تراب صاحب سے فرمایا کہ تم یہ مولوی صاحب جانشینی پر راضی نہین ہوتے آپ قبول کرین منجھلے مولوی صاحب اور دوسرے بھائیون نے فرد الاولیا کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ آپکی موجودگی مین کوئی شخص جانشینی قبول نکریگا بہرحال آپ ہی کو اس کام کے لیے مجبور کیا جائیگا مگر فرد الاولیا اپنے خیال پر اڑے رہے اور سجادہ نشینی پر راضی نہوئے۔ فرد الاولیا کا شدید انکار اور اپنے اخوان طریق سے معذرت تو اس بات کی خبر دیتی ہے کہ شاید کسی طرح آپ جانشینی قبول نکرینگے مگر جب مجبوری نے آپکو اس کام پر مستعد کر دیا وہ یہ تھی کہ جس وقت یہ تذکرہ پیش تھا اسی شب کو مولوی شاہ محمد ابو تراب مولوی شاہ محمد امام قدس سرہما نے خواب دیکھا کہ حضرت شیخ العالمین برہنہ سر تشریف لائے ہین۔ چونکہ زندگی مین آپ کی عادت کے خلاف تھا ان دونون بزرگون نے با ادب برہنگی سر کی وجہ دریافت فرمائی شیخ العالمین نے فرمایا کہ میان ابو الحسن تاج پہننا قبول نہین کرتے مین بھی ننگے سر ہون۔

شیخ طالب علی مرحوم نے اسقدر لکھا ہے لیکن مولوی وصی احمد علیہ الرحمۃ لکھتے ہین کہ حضرت شیخ العالمین نے یہ فرما کر آپکے سر پر تاج پہنا دیا۔ صبح کے وقت یہ دونون بزرگ خانقاہ تشریف لائے

اور مجمع عام مین فرد الاولیا و سید العلما سے مخاطب ہو خواب کو بیان فرمایا اسوقت فرد الاولیا کو قبول کر لینے کے سوا انکار کی کوئی صورت بن آئے نہ بنی۔
شیخ طالب علی مرحوم لکھتے ہین کہ جس روز سے فرد الاولیا جانشینی کے لیے مجبور کیے گئے اس روز سے آپکا یہ معمول رہا کہ صبح کی نماز سے ظہر تک خلوت مین تشریف رکھتے اور ۲۹ شعبان تک دوپہر اور شب کا کھانا مہمانون کے ساتھ سہ درہ مین کھاتے اور استراحت بھی سہ درہ ہی مین کرتے یکم رمضان شریف تک یون ہی معمول رہا ۲ تاریخ کو فاتحہ چہارم کے پہلے حضرت سید العلما قدس سرہ نے شیخ اشرف علی صاحب خادم کو فرمایا کہ خلوت مین شیخ العالمین کے عہد پاک کی طرح ضرورت کی سب چیزین درست کر رکھیو۔ اور تاج و خرقہ و دیگر تبرکات ایک خوانچہ پر باضابطہ درست کر رکھیو شیخ صاحب مرحوم نے اُن چیزون کو درست کر رکھا۔

سجادگی کیوقت فرد الاولیا کو جو تبرکات پہنائی گئی

وہ کل حضرت مولانا و تاج العارفین و شیخ العالمین کے ملبوسات تھی ازانجملہ مولانا کا وہ تاج جو خلافت کیوقت تاج العارفین کو عطا ہوا تھا تاج العارفین کا چارخانہ کا وہ کرتا جسکو شیخ العالمین نے اپنی جانشینی کے وقت پہنا تھا شیخ العالمین کا چھینٹ کا وہ کرتا جو علالت کے زمانہ مین زیب تن تھا شیخ العالمین کی وہ دستار جو وفات سے کچھ دن پہلے زیب سر تھی شیخ العالمین کی وہ زعفرانی چادر جسکو شعبان کی یازدہم مین اپنے سر مبارک پر باندھکر زیارت کی تھی تاج العارفین کی وہ فاختئی رنگ کی شال جسکو شیخ العالمین نے اپنی سجادگی کے روز زیب دوش کیا تھا اور حضرت تاج العارفین جاڑے دن مین اکثر سر مبارک پر باندھا کرتے تھے شیخ العالمین کا وہ رومال اور وہ صندلی تسبیح جو وفات سے کچھ دن پہلے آپکے دست حق پرست مین تھی عصا نا سدانی یہ کل اسباب درست کیے ہوئے باضابطہ رکھے ہوئے تھے فاتحہ چہارم کے بعد سید العلما و مولوی اکبر علی قدس سرہما و مولوی شاہ محمد ہادی و حاجی احمد علی ابراہیم قدس سرہما خلوت مین تشریف لیگئے اور سید العلما اس خوانچہ کو مولوی معنوی شاہ محمد علی سجاد قدس سرہ کے سر پر رکھکر انکے پیچھے پرچہ پوش مغفور درہ مین تشریف لائے اسوقت تک فرد الاولیا

قل پڑھنے والون کی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے سید العلما نے باوب شیخ العالمین کی
جگہ پر مسجد مجیبی کو شمالی در بر دیوار سے ملصق بیٹھنے کو فرمایا آپ اٹھے اور شیخ العالمین کی جگہ پر
تشریف لے گئے سید العلما نے تبرکات کا خوانچہ سامنے رکھا اور پہلی تاج اٹھا کر بوسہ دیا
اور فرد الاولیا کے سامنے پیش کیا آپنے سر جھکا کر اپنے ہاتھ کو سید العلما کے ہاتھ
کے نیچے رکھکر پہن لیا۔ الغرض اسیطرح ترتیب وار کل تبرکات آپکو پہنائے گئے رسم سجادگی
تمام ہونے کے بعد حضرت سید العلما دست بوس ہوئے اور نذر گذرانی اسکے بعد
فرد الاولیا کے دیگر اخوان پھر مولوی علی اکبر قدس سرہٗ و سید العلما کے صاحبزادگان
نے دست بوسی کی بعد ازان حضرت شیخ العالمین کے کل مریدون نے سعادت دست بوسی
حاصل کی اور نذرین گذرانین۔

مولوی معنوی شاہ محمد ابو الحیوۃ پھلواروی و مولوی شاہ وصی احمد پھلواروی قدس سرہما و شیخ
طالب علی مرحوم پھلواروی لکھتے ہین کہ جسوقت فرد الاولیا کو خرقہ پہنایا گیا علاوہ اسکے کہ عام
اثر پھیلا ہوا تھا شیخ العالمین کی شباہت اسقدر نمایان ہوگئی کہ بادی النظر مین عام طرح
پر دھوکھا ہو جاتا تھا بعض بے اختیار سبحان اللہ کہہ اٹھے اور اکثر مشائخون نے کہا کہ نیابت
و خلافت اسکا نام ہے کہ نائب و منیب مین صورۃً و سیرۃً کوئی فرق باقی نہ رہے مجمع مین ہر قسم کے
لوگ حاضر تھے بعض رافضیون نے فرد الاولیا کی صورت ہی دیکھکر اپنا عقیدۂ باطلہ بدلدیا
اور دل سے معتقد ہوگئے۔

شیخ العالمین کے مریدون سے ایک شخص فتح اللہ خان نامی اسی فاتحہ چہارم مین شریک ہونیکو
لیے آئے تھے چونکہ کثرت امراض کے سبب سے ناتوان اور ضعیف ہوگئے تھے اور فی الجملہ آنکھون کی
روشنی مین بھی ضعف آگیا تھا سجادگی کے دوسرے دن خلوت مین جاکر فرد الاولیا سے
اپنی علالت و ضعف بصارت کا حال اسطرح ظاہر کرنے لگے کہ مجھے ضعف بصارت اس قدر آگیا ہے
کہ اسوقت حضور کا چہرۂ مبارک اصلی نہین معلوم ہوتا بالکل شباہت شیخ العالمین کی معلوم
ہوتی ہے اگر مجھے وفات کی خبر نہوتی اور یکایک چلا آتا تو شاید پہچان نہ سکتا۔ کوئی دوا عنایت
ہوتی جس سے یہ ہرج دور ہو جاتا۔ حاضرین انکی بات سنکر ہنس پڑے۔

اس جگہ مین اپنے اس تحریر کی تصدیق مین مولوی وصی احمد و شیخ طالب علی علیہما الرحمۃ کی
عبارت بخوف طوالت چھوڑکر صرف اپنے بزرگ مولوی معنوی شاہ محمد ابو الحیوۃ قدس سرہ کی عبارت

لکھ دیتا ہوں۔

اما طرفہ تر این بود کہ بمجرد پوشیدن خرقہ تبدیل صورت ظاہری بصورت حضرت شیخ العالمین
آنقدر شد کہ ہر کہ دید ہمہ را حیرت بود۔ دران مجلس قریب چہار ہزار مردم مجمع بودند
ہر کسے ازین ماجرائے شگرف بس متحیر بود۔ اکثر روافض را سبب انقیاد و اعتقاد این امر شد
و بعضی فقراء درگاہ شاہ ارزان قدس سرہ و سجادہ نشین شاہ باقر با خود با یکدگر
را میگفتند کہ بسیار خرقہ این را میگویند۔ ما چنین اثر تبدیل صورت در پوشیدن
خرقہ جائے ندیدیم۔ و برادرم فتح اللہ خان کہ بعد چند روز برسم فاتحہ حاضر
شدند چون اتفاق حضوری کمتر می شد از معائنہ این حال گمان ضعف بصر بردہ زبان
شکایت برکشادند و باُمید عنایت تدبیر برفع حال خود آغاز کردند کہ اکثر بیمار می باشم
و از چندی خیرگی چشم ہم پیداست۔ چنانچہ این وقت ہم چہرۂ حضور صاف نظر نمی آید
بلا فرق چہرۂ شیخ العالمین معائنہ میشود و در روز روشن حال خیرگی چشم این است
شب تار را کہ می پرسد۔ چندانکہ تامل میکنم بالکم [illegible] چہرۂ شیخ العالمین
صاف معلوم میشود شاید چشم اختلال ما شدہ بدید [illegible] آمدہ ہرگز گمان جناب عالی نمی آمد
میخواہم کہ از دعائے حضرت بدفع خیرگی چشم عنایت شود کہ چہرہ صاف ممتاز شود۔ حاضرین
خلوت شریف بر گفتگوئے ایشان تبسمی بود ازین قبیل خلقے بود۔

اسوقت حضرت شاہ فتح الدین حسین عظیم آبادی قدس سرہ بھی موجود تھے بے اختیار
کہہ اٹھے "سبحان اللہ کیا تیر بہدف صورت ہی بدل دی۔"

الغرض مجلس منقضی ہونے کے بعد قمر الاولیاء ایک جماعت کثیر کیساتھ تاج العارفین و
شیخ العالمین کے مزار پر انوار پر فاتحہ کے لیے تشریف لے گئے وہان سے واپس آنے
کے بعد قمر الاولیاء نے خلوت میں پہونچکر ان ملبوسات کو اتار کر بحفاظت تبرکات کے صندوق
میں رکھوا دیا اور دوسرا کپڑا شیخ العالمین کا دھلا ہوا پہنکر جماعت کے لیے باہر تشریف لائے۔ ایک
شب کو نماز عشاء و تراویح کے بعد ایک جماعت کثیر کے ساتھ حضرت مخدوم جنید ثانی اولیا پھلواروی و
حضرت شاہ محمد مخدوم قدس سرہما کے مزار پر فاتحہ پڑھنے گئے وہاں سے حضرت محبوب العالمین
خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہ کے مزار شریف پر فاتحہ پڑھنے کے بعد خانقاہ میں تشریف لائے
سجادگی کے بعد کچھ دنوں تک ہجوم نیازات و تہانی کے سبب شب کو تھوڑی دیر میں استراحت

فرماتے تھے اُسکے بعد شب و روز خلوت ہی مین رہنے لگی۔

جس روز فرد الاولیا مسند ہدایت پر جلوہ افروز ہوئے مردون اور عورتون نے بکثرت آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ مردون مین سب سے پہلے مرید فرد الاولیا کے ملک محمد لطیف صاحب ساکن ارکی ضلع گیا ہین۔ یہ بزرگ بہت معمر تھے ۱۳۱۵ ہجری تک زندہ تھے۔

شعیب کہتا ہے کہ مین نے انکو اپنے بچپن مین دیکھا تھا۔ معمولات کے بہت پابند تھے جو چیزین اوراد و اشغال سے فرد الاولیا نے تعلیم فرمائی تھین ہر زمانہ مین نہایت پابندی کے ساتھ کرتے تھے۔ نہایت راسخ العقیدۃ و بلند ہمت تھے تمام عمر اُنھون نے اذکار و اشغال ترک نکیا سردی و گرمی انکے لیے یکسان حکم رکھتی تھی فرد الاولیا کے مزار شریف کی روزانہ حاضری اُنپر فرض تھی شب کو بھی اکثر اذکار کے لیے مزار ہی پر رہا کرتے تھے اولاد نرینہ سے اُنکی کوئی نہین ہے۔ صرف دو لڑکیان تھین جنکی اولاد موجود ہے۔ ممدوح نے ۱۳۱۵ ہجری مین مرض بری مین کی عمر مین بماہ انتقال کیا اور باغ مجیبی مین فرد الاولیا کے مزار سے پچھم دیوار چبوترہ سے بالکل متصل مدفون ہوئے۔

شیخ العالمین کے مریدان و خلفا سے کل لوگون نے فرد الاولیا سے رجوع کیا یہان تک کہ سید العلما مولوی احمدی قدس سرہ و فرد الاولیا کے اخوان ذوی الاحتشام سے نے اپنے معمولات کو آپکی اجازت سے شروع کیا ہر چند انھین اسکی حاجت نہ تھی کہ آپ سے اجازت کی تجدید کرین کیونکہ شیخ العالمین سے ان کل بزرگون کی تکمیل ہو چکی تھی مگر بغرض ستیر آک بلحاظ سجادگی سب نے رجوع کیا اور فرد الاولیا کی اجازت سے معمولات کے پابند ہوئے۔ چنانچہ سب سے پہلے سید العلما مولانا احمدی قدس سرہ نے جو (شیخ العالمین کے خلیفہ اعظم اور حقیقی بھانجے تھے) درخواست کی کہ آپ میرے شیخ کی جگہ پر ہین مجھے کچھ ارشاد فرمایئے تاکہ مین اُسکو معمول کرون فرد الاولیا نے فرمایا کہ آپ کو اب اسکی کیا حاجت ہے شیخ العالمین کے زمانہ مین اور اسوقت بھی بطور خود اور حضرت شیخ العالمین کے حکم سے دوسرون کی تربیت و تعلیم فرماتے تھے۔ بالفرض اگر آپکی تکمیل بھی ہوئی ہوتی تو مجھے کب زیبا تھا کہ مین اپنے استاد کے تعلیم کی جراءت کرون کل چیزین آپ کو خود معلوم ہین بلکہ اُنکے فوائد و آثار بھی آپ پر ظاہر ہو چکے۔ اُن چیزون کے سوا دوسری کیا چیز ہے جسکو مین بتاؤن سید العلما نے فرمایا کہ بزرگون کا قول ہے من لا شیخ لہ فشیخہ الشیطان سالک جبتک اس عالم مین ہے اُسکے لیے ایک شیخ کی ضرورت ہے ورنہ وہ شیطان کے داؤن گھات سے

امن مین نہین مین چاہتا ہون کہ آپکو اپنا شیخ سمجھون اور آپکے ارشاد کے مطابق کسی مشغولی کا التزام کرون اور بجاے شیخ کے سمجھون یا میری معمولات ہی سے کسی چیز کو اپنی زبان سے فرما دیجیے تاکہ اُسی کو ہمیشہ کیا کرون اُسوقت فرد الاولیا نے امتثالاللامر سید العلما کے معلومات سے ایک چیز بتادی جسکے تاعمر مدادم رہے۔

سید العلما کے رجوع کرنیکے بعد فرد الاولیا کے اخوان ذوے الاحترام سے سبنے رجوع کیا اور نیابۃً بیعت و تعلیم و تربیت کی اجازت لی مگر فرد الاولیا کے چھوٹے بھائی حضرت سید العاشقین مولوی معنوی شاہ محمد علی سجاد قدس سرہ نے دوسرے بھائیون کی طرح علانیہ رجوع نہ کیا اسکی وجہ مین نے اپنے پیر و مرشد مدظلہ سے اور انھون نے اپنے پیر و مرشد علیہ الرحمۃ سے یہ سُنی ہے کہ سید العاشقین خود فرماتے تھے کہ دوسرے اخوان کیطرح میرا بھی قصد تھا کہ علانیہ بھائیصاحب سے رجوع کرون مگر ایک دفعہ مین موضع حکیم آباد گھگھٹہ مین تھا اور مجلس سماع نہایت گرم تھی مجکو بھی ذوق تھا اور عزیزون کا وقت بھی بہت خوش تھا کہ دفعۃً مجھپر ایسے وفور کی حالت طاری ہوئی کہ جان بری اُس سے مشکل ہوئی اسوقت شیخ العالمین جیسے شیخ کی مدد کیضرورت تھی مبادا یہ حالت دیکھیکر کچھ دیر تک رہجاے تو شاید زندگی کا خدشہ تھا کہ ناگہان اُسی حالت مین مین نے اپنے پہلو مین بھائیصاحب کو پایا اسوقت مجکو بھائیصاحب نے گلے سے لگا لیا اور مہلکہ سے نجات بخشی بلا فرق بھائیصاحب کی یہ مدد ویسی ہی ہوئی جیسی شیخ العالمین اپنی دنیاوی زندگی مین فرمایا کرتے تھے۔ اُس روز سے علانیہ رجوع کا خیال مین نے اپنے دل سے اُٹھا لیا اور یہ خیال کیا کہ جب بھائی صاحب کو خود میرا اسقدر خیال ہے تو میرا بھی دل سے رجوع ہونا کافی ہے۔

درحقیقت فرد الاولیا کی ذات پاک اپنے ظاہری و باطنی مدارج مین شیخ العالمین کے برابر تھی کیونکہ شیخ العالمین نے آپکی تعلیم و تربیت ایسی ہی دل سوزی و التفات سے فرمائی کہ واقعی آپکی ذات بابرکات تمامی کمالات مین شیخ العالمین کی نظیر ہوگئی۔ حضرت مخدوم عالم شاہ محمد مخدوم قادری جعفری پھلواوی قدس سرہ نے خواب کے ذریعہ سے مولوی محمد امام قدس سرہ کو شیخ العالمین کی علالت مین اسکی خبر دیدی تھی۔ جیسا مولوی معنوی شاہ محمد ابوالحیوۃ قدس سرہ نے کتاب تذکرۃ الکرام مین لکھا ہے

نقل ست مولوی محمد امام صاحب دامت برکاتہ در عالم معاملات حضرت مخدوم عالم شاہ

محمد مخدوم پھلواروی قدس سرہ را دیدند بس پریشان خاطر عرض کردند صحت شیخ تمنا دارم
امید کہ درین کار ہمت فرمودہ آید۔ در جواب فرمودند بالفرض اگر ہفت وہشت سال دیگر ہم حیات
یافتند تکلفی نیست امن در فکر آنم کہ کسے ہیچ ایشان بجاے ایشان بنشیند کہ وجود پاک
شان کبریت احمرست۔

جب ذات پاک کو شیخ العالمین کی مثل ونظیر تصور کرین تو وہ مستفیضون کی حاجت شیخ
العالمین جیسے شیخ کیطرح کیونکر پوری نکر سکیگا۔

ان حضرات کے علاوہ وہ لوگ بھی جو شیخ العالمین کے صرف مرید تھے اور طریقت حاصل
کرنے کا وقت نملا تھا فرد الاولیا کی نظر کیمیا اثر کے بدولت مراتب عالیہ پر پہونچے اور چشمۂ فیض
نہ صرف گھر ہی والون کو سیراب کرتا رہا بلکہ غیر خاندان کے لوگ بھی دور و دراز کی دشوار گذار شقت
سفر برداشت کرکے فرد الاولیا کے حضور مین پہونچے۔ اور خائب المرام گئے صوفی شاہ دائم اللہ کاکوی
قدس سرہ کے پوتے صوفی شاہ نور اللہ علیہ الرحمۃ نے ۱۲۴۷ھ ہجری مین بنظر تحصیل علوم ظاہری
ترک وطن کرکے پچھم کا قصد کیا تو صوفی صاحب نے اپنے سفر کی پہلی منزل پھلواری کے خانقاہ عالم پناہ
مجیبی مین کی۔ قصبہ کا وہ زمانہ کثرت علوم وفنون ومردم خیزی کے اعتبار سے شہرۂ آفاق تھا۔
صوفی صاحب کو قصبہ کے دلکش سواد نے کچھ ایسا گرویدہ کیا کہ آگے قدم نہ بڑھا سکے
آخر اپنے سفر کی آخری منزل اسی قصبہ مین کی اور فرد الاولیا کے لائق برادر زادے وخلیفہ مولوی
معنوی شاہ محمد یحیی علیہ الرحمۃ سے درسیات کا سبق شروع کیا چونکہ یہ خاندان نہ صرف علم ظاہری
کے اعتبار سے ممتاز تھا بلکہ صوفی دنیا کے بھی لوگ وقعت کی نگاہ سے دیکھتے آئے اور دیکھتے ہین
یہان کے ہر چھوٹے بڑے مین تصوف کا اعلی مذاق پایا جاتا تھا صوفی صاحب چونکہ خود
بھی خاندانی پیرزادے تھے یہ قصبہ ہر طرح پر انکے مذاق کے مطابق ثابت ہوا مگر اس سبب سے کہ
صوفی صاحب کا مشرب ابو العلائیہ تھا جسمین توحیدی کا غلبہ زیادہ ہے اور خاندان توحید کے ساتھ
اویسیت کی دلفریب رنگ آمیزی کا سما دکھا رہا تھا صوفی صاحب کے لیے البتہ نئی دنیا
نظر آئی اور بے اختیار دل چاہا کہ فرد الاولیا سے رجوع کرین چنانچہ ایک روز تخلیہ مین آپ نے
اسکی درخواست کی مگر فرد الاولیا نے بمصلحت چند بجز اسکے کوئی جواب نہ دیا کہ ابھی آپ کم عمر ہین
علم حاصل کیجیے علم فقیری سے افضل ہے۔ صوفی صاحب بہت مایوس ہوئے اور متحسر وہان سے
اٹھکر اپنے فرودگاہ مین چلے آئے۔ مگر نیا ولولہ اور سچی طلب تھی رہ رہ کر بیقرار ہوتے اور بار بار

اسکی کوشش کرتے تھے چندماہ تک فرد الاولیا یون ہی ٹالتے گئے اور ادھر صوفی صاحب کا
ذوق وشوق بڑھتا گیا یہان تک کہ ربیع الاول کی دوازدہم کو صبح کی مجلس سماع مین صوفی صاحب
پر از خود کیفیت طاری ہوئی اور بے اختیار گرے اور دیر تک مرغ بسمل کیطرح تڑپتے رہے ۔جب
فرد الاولیا نے صوفی صاحب کی از حد تمنا و آرزو دیکھی تو شاہ دلاور علیصاحب
(جو صوفی شاہ بقیۃ اللہ علیہ الرحمۃ کے مرید تھے) کی تحریک سے چند اشغال واذکار مناسب حال
تعلیم فرما دیا ۔ ازین قبیل بہت لوگ دور ودراز سے آئے اور خوان نعمت سے اپنا حصہ لے گئے
از انجملہ آٹھوین محرم روز پنجشنبہ ۱۲۵۱ھ بارہ سو اکاون ہجری مین ملا مظفر علیصاحب
نبیرہ ملا حمد اللہ سندیلی مرید شاہ محمد ملتانی کی بیعت مین آئے اور فرد الاولیا کے حلقۂ ارادت
مین آکر کسب سلوک مین مصروف ہوئے ۔
جمادی الاولی ۱۲۴۸ھ بارہ سو اڑتالیس ہجری کے اخیر عشرہ مین شاہ شرف الدین صاحب ساکن
پاکپٹن مرید حضرت خواجہ نور پاکپٹنی قدس سرہ جو خلیفہ حضرت مولانا فخر الدین دہلوی قدس
سرہ کے تھے پھلواری مین پہونچے اور فرد الاولیا سے طریقۂ دردیہ مین رجوع کرکے کسب
باطن مین مصروف ہوئے ۔
آٹھوین رجب ۱۲۴۸ھ ہجری مین حافظ عبد الرحمن ایروانی وحافظ بدر الدین ایروانی اپنے
وطن سے بارادہ بیعت آئے اور فرد الاولیا کے حلقۂ ارادت مین آکر مشق سلوک مین مشغول ہوئے
اسی روز ایک دوسرے بزرگ موضع سیلی متصل رامپور کے رہنے والے شاہ محمد درویش نامی حضرت سید
عبد القادر بغدادی قدس سرہ کے مرید فرد الاولیا کے حضور مین پہونچے اور کچھ دن قیام کرنیکے بعد
طریقۂ دردیہ مین آپ سے رجوع کیا اور پھر بغداد شریف واپس گئے ۔
۱۲۶۰ھ بارہ سو ساٹھ ہجری مین حکیم سید محمود دہلوی بغرض طلب حق ایک بزرگ کی زبانی فرد الاولیا
کے محامد وفضائل سنکر اُنکے فرستادہ آپکے حضور مین پہونچے اور چند مدت تک صحبت درک کرنے
کے بعد ششم رجب ۱۲۶۴ھ ہجری مین کامل ومکمل اور تمامی طرق کے مجاز ہوکر وطن واپس گئے
غرض اسیطرح دور ودراز کے رہنے والے طالبین بکثرت فرد الاولیا کے حضور مین
پہونچے اور فائز المرام گئے ۔
فرد الاولیا کا طریقہ اور مشرب اگرچہ بالکل قادریہ تھا مگر چونکہ آپکے جد امجد حضرت تاج العارفین
تمامی سلاسل کے جامع تھے فرد الاولیا کو بھی اُن تمامی سلاسل کی اجازت اسکے اذکار واشغال کے

سید [illegible] سنہ ۱۲۴۴ ہجری مین بغداد شریف مین جان بحق [illegible] ۱۲ [illegible]

ساتھ آپکے والد حضرت شیخ العالمین سے پہونچی تھی اور کل طرق میں طالب صادق کی اعلیٰ تعلیم فرماتے اور نہ صرف تعلیم ہی کی قدرت رکھتے بلکہ اسپر کامل طور سے قادر تھے کہ جس طریقہ سلسلہ کا رنگ چاہیں دوسرے سلسلہ کے مقابلہ میں غالب کردیں۔

کا سب یا شاغل اپنے مشق سلوک میں اگر تمامی طرق کی چیزیں بیک وقت مشق کرتا ہو اور اسپر ان چیزوں کی تاثیرات وکیفیات بھی پیدا ہو گئی ہوں یا ہوتی ہوں اگرچہ تمامی طرق اپنے رنگ میں ایک دوسرے سے خاص امتیاز رکھتے ہیں پھر بھی ان کیفیات کی تمیز جسطرح مبتدی پر دشوار ہوتی ہے منتہی پر بھی آسان نہیں۔ مثلاً یون سمجھنا چاہیے کہ قادریہ طریقہ میں قلبی سوز وگداز و چشتیہ میں غلبۂ ذوق وشوق نقشبندیہ میں استغراق وانہماک۔ ابو العلائیہ میں کثرت جوش وخروش یہ کل حالتیں اگرچہ باہم ایک دوسرے سے علیحدہ ہیں بیک وقت اگر سوز وگداز یا غلبۂ ذوق وشوق یا استغراق یا جوش وخروش کسی طالب میں پیدا ہو جائے تو تواتر کیفیات کے سبب سے حیرت میں آکر ہرگز فرق وتمیز نہیں کرسکتا کہ کس طریقہ کی تاثیر اسوقت مجھ میں پائی جاتی ہے مگر فرد الاولیا ان تمامی کیفیات کی تمیز میں بھی فرد کامل تھے۔ غیر طریقہ کا وہ مرید جو اپنے طریقہ کی چیزیں مشق کرنے کے بعد اُسکے تاثیرات سے متکیف ہو چکا ہو اپنے پیر کے وفات کے بعد فرد الاولیا کے حضور میں رجوع کرنے سے اپنے پیر کی صحبت وفیضان طریقہ کی پوری تاثیر پاتا تھا کیونکہ آپ اُسکے طرف افاضہ میں یہ خیال ولحاظ رکھتے تھے کہ اُسکے طریقہ ہی کی کیفیت اُسکے دل میں پہونچتی رہے۔ اور اسی عنوان سے اُسکی باطنی ترقی ہوتی رہے تاکہ اُسکو اپنے شیخ وطریقہ سے چھوٹ کر دوسرے شیخ وطریقہ کے ذریعہ سے حصول مقصود کی حسرت نہو۔ اور یہ نہ سمجھے کہ پہلے مجھ میں کچھ اور بات تھی اور اب دوسری تاثیر ہے بلکہ یہ سمجھتا رہے کہ میں اپنے پیر ہی کے حضور میں ہوں اور اُسی طریقہ کا اثر لے رہا ہوں کیونکہ سالک کے لیے شیخ کے طریقہ وفیضان کے طرف سے ادنیٰ بیدلی بھی نقصان رسان ہے۔ چنانچہ ایسی تربیت کی مثال میں کیمبٹ ناپور کے ایک بزرگ سید شاہ محمد وحید الدین ابو العلائی قدس سرہ کی حکایت میں نے اپنے پیر و مرشد سے سُنی کہ یہ بزرگ ابتدا میں حضرت مولوی معنوی حافظ شاہ محمد ظہور الحق مجیبی پھلواروی ثم العظیم آبادی قدس سرہ کے اخیر عمر میں انکی حلقۂ ارادت میں در آئے اپنے پیر کا زمانہ بالکل نہ پایا جس سے کسب سلوک کا بھی اتفاق نہوا چونکہ سید صاحب کے کل بزرگان تعلیماً ابو العلائیہ تھے تکمیل طریقت کے لیے اپنے خاندانی طریقہ کے بزرگ حضرت خواجہ سید شاہ ابو البرکات قدس سرہ کی طرف رجوع کیا اور تکمیل طریقت کے بعد اجازت وخلافت سے

ممتاز بھی ہوئے۔ خواجہ صاحب کی وفات کے بعد سید صاحب نے فردالاولیا سے رجوع کیا آپ نے اُنکی تربیت مین اُنکے طریقۂ ابوالعلائیہ ہی کا انداز ملحوظ رکھا۔ ایکدن خانقاہ مین مجلس سماع کے وقت وفور کے ساتھ اپنے طریقۂ ابوالعلائیہ کی کیفیات و تاثیرات سے متاثر ہوکر وجد کرنے والون مین سید صاحب ہی تھے۔ فردالاولیا نے اسوقت آپکا وقت خوش دیکھکر اپنے خاص طریقۂ قادریہ وارثیہ کی تاثیر و کیفیت پہونچانے کا قصد کیا سید صاحب پر یکایک جو ایک نئی کیفیت پہونچی تو بے اختیار یہ کہہ اُٹھے، سبحان اللہ یہ تو دوسری ہی چیز ہے کچھ اور ہی بات ہے مجلس برخاست ہونے کے بعد فردالاولیا نے فرمایا کہ آپکو بہت جلد تبدیل کیفیت کی تمیز ہو گئی آج مین نے اپنے خاص طریقۂ قادریہ کی کیفیت پہونچانے کا قصد اسلیے کیا کہ آپ ایک مدت سے اپنے طریقۂ ابوالعلائیہ کی تاثیرات و کیفیات کا لطف لے رہے تھے۔

مُبتدی کو اُسکی ریاضات و مجاہدات نفس کے سبب ظہور ثمرات پر بالیدگی نفس سے بچائے رہنے کے لیے فردالاولیا اپنی باطنی توجہات سے کام لیتے۔ اگر وہ ابتدائے ریاضت و مجاہدات نفس مین خفیف ظہور ثمرات پر متحیر ہوکر آپکے حضور مین شاکی ہوتا اور اپنی ریاضت و محنت کو مدنظر رکھکر اپنے خیال کے مطابق ثمرات کا خواستگار ہوتا تو فردالاولیا اُسکی دلدہی کے ساتھ دل پذیر لفظون مین اُسکی نصیحت فرماتے اور اُسکی اس نقصان رسان خیال کو کہ میری محنت و ریاضت کے برابر ثمرہ نملا" دل سے اُٹھا دیتے۔ کیونکہ سالک کو اپنی ریاضت و مجاہدات نفس پر نظر نقصان رسان ہے۔ اُسکی محنت و مشقت کا جسقدر ثمرہ ملے گو اُس کے نزدیک کم ہو مگر خدائے غیور و بے نیاز کی اس ادنے عطیہ کے مقابلہ مین اُسکی وہ جان توڑ ریاضت کرور درجہ کم ہے یہی سبب ہے کہ جب سالک اپنی ہستی پر غائر نظر ڈالتا ہے اُسکے بعد اپنی محنت و ریاضت کو دیکھتا ہے پھر انصاف کی نظر سے خدا بے نیاز کے ادنی عطیہ کا موازنہ کرنے بیٹھتا ہے تو درحقیقت اُسکی نظر مین خس کے برابر بھی اُسکو اپنی ریاضت نہین جچتی۔ سالک کو اپنی محنت و ریاضت اور اُسکی نتائج کا وجود اسطرح سمجھنا چاہیے جسطرح بادشاہ کے مقابلہ مین ایک فقیر کی مرصع لباس و پوشاک کی زینت کہ جب وہ اپنی ظاہری و صنع پر مغرور ہوکر دربارشاہی کی زینت پر نگاہ ڈالتا ہے تو اپنی زینت و شوکت بالکل بھول جاتا ہے اسیطرح حاکم حقیقی کے مقابلہ مین سالک کو اپنی ہستی محض لاشے و معدوم سمجھنا چاہیے چنانچہ ایک مبتدی نے اپنی شدید ریاضت کی بعد خفیف ترتب اثر کو شکایت و حسرت آمیز جملون مین فردالاولیا کو لکھا آپنے اُسکا جواب ان لفظون مین دیکر اُنکی شکایت و حسرت کو مٹایا۔

این قدر ظہور ثمرات جائے شکر ست واگرچہ بالفعل کمتر باشد لیکن آہستہ آہستہ رفتہ رفتہ بسبب اثر مداومت آخر استقرار و استحکام ثمرات این محنت و مراقبات بخوبی میشود و اینکہ محض ابتداست و آغاز این قدر ظہور ثمرہ ہم از عنایات حضرت حق تعالے شانہ است ۔ کریمی ست کہ از ما چہ طاعت و چہ بندگی و لیکن از کرم خود بعطائے ثمرہ در نمی گذرد ما اگر ہزار خشوع و خضوع تمام عمر بطاعت و یاد او گذرانیم در خور عظمت و بے نیازیش بکا ہے نمی ارزد ۔ چہ ظاہر ست کہ گدائے سرمایہ تمام عمر خود کہ بدریوزہ حاصل نماید بیارگاہ سلطانی زانمی شاید کہ بقیمت کمتر کمتر آن خزینہ جواہرش نمی رسد بنابر سالک این راہ رانظر بر عمل خود نیست بر آرکار محض از فضل و عنایات داند وقت حضور حکام مجازی کہ خیال حشم و وجود و آرائش خود ہیچ نمی ماند در حضور محبوب حقیقی اثرے از ہستی واجبر کار فرمانبرداری و اطاعت کی ماند

عجب ست باوجودت کہ وجود من نماند	تو بگفتن اندر آئی و مرا سخن بماند

ویاس و نامرادی از بارگاہ ہمچو کریمی سو ادبست ۔ طاعت خود قلیل باید دانست و امید وار کرم باید بود ۔

فردالاولیا جس دن سے جانشین ہوئے نہایت پابندی کے ساتھ لوازمات سجادگی کو برتنا شروع کیا ۔ جانشینی کے بعد شیخ العالمین جس طریقہ پر ریاضات و مجاہدات و حاجت روائی خلق کیا کرتے تھے اُسیطرح پر فردالاولیا نے انجام دینا شروع کیا ۔

جب تک فردالاولیا عزلت گزین ہوئے تھے اُسوقت تک آپکے اوراد وظائف کیا تھے اور عنوان ریاضت کیا تھا اُسکا پتہ تو نہ لگا ۔ مگر خلوت نشینی کے بعد جسقدر اذکار و اشغال و نوافل و اوراد شیخ العالمین پڑھا کرتے تھے فردالاولیا نے بھی اُنکو اپنا وظیفہ بنایا اور اسی خیال سے شیخ العالمین نے اپنی وفات سے کچھ دن پہلے اپنے معمولات لیلی و نہاری کو بطور دستور العمل کے ایک جزو کاغذ پر لکھکر جاے نماز کے نیچے رکھدیا تھا اُسمین فردالاولیا نے اسقدر افزائش کی کہ شیخ العالمین روزانہ فاتحہ حضرت تاج العارفین و پیران سلسلۂ قادریہ عمادیہ و فاتحہ حضرت مخدوم الملک مخدوم شرف الدین بہاری قدس سرہ و فاتحہ حضرت مولنا رسول نما و فاتحہ حضرت خواجہ میان صاحب و فاتحہ جمیع بزرگان و فاتحہ حضرت سلطان الہند ابو سعید ابو الخیر و فاتحہ حضرت سلطان سید اشرف جہانگیر و فاتحہ حضرت شاہ غلام سرور پھلواروی و فاتحہ اپنے بعض احباب کا فقط پڑھا کرتے تھے فردالاولیا نے ان سب بزرگون کے ساتھ اُن بزرگون کا بھی فاتحہ معمول کیا جنکا سلسلہ خاندان مجیبیہ مین پہونچا ہے ۔

انکے علاوہ حضرت مولانا وحضرت خواجہ وحضرت تاج العارفین و شیخ العالمین کے دوسرے مریدون کا اور دیگر بزرگون کا فاتحہ بھی پڑھا کرتے تھے (جسکی تفصیل ذیل کی عبارت ہین خود فرد الاولیا نے لکھدی ہے) آپ سے شیخ العالمین کے اسی معمولات لیلی ونہاری کے دوسرے صفحہ پر تحریر فرماتے ہین۔

خاکسار ابو الحسن زیادہ کرد فاتحہ پیران دیگر سلاسل کہ اجازت بیعت آنہا درین خاندان رسیدہ یا شغلی از طریقہ شان رسیدہ ونیز فاتحہ مریدین حضرت مولانا وحضرت میانصاحب وحضرت تاج العارفین وحضرت مرشدی قدس اللہ تعالی سرہم وفاتحہ جمیع انبیاء واولیاء وفاتحہ حضرت میانصاحب وفاتحہ آبا واجداد پدری ومادری واساتذہ وفاتحہ بزرگان پھلواری وعظیم آباد واطراف قرب جوار وفاتحہ امہات المومنین رضی اللہ عنہم وعنہن۔

شیخ العالمین اپنی زندگی مین جسطرح فرد الاولیا پر نظر شفقت وملاطفت فرمایا کرتے تھے وفات کے بعد بھی اسیطرح روحانی تعلق آپ کے ساتھ قائم رکھا اور ہر جزئیات کی آگاہی خواب کے ذریعہ سے کیا کرتے تھے۔

ایک سال شب دوازدہم ربیع الاول کو ماندگی کے سبب فرد الاولیا کو تھوڑی دیر ایسی غنودگی آئی کہ صبح کے قبل کا وقت گذرنے لگا فرد الاولیا نے دیکھا کہ شیخ العالمین تشریف لائے اور فرماتے ہین کہ تم ابتک سوتے ہو قبل کا وقت جاتا ہے۔ فورًا فرد الاولیا بیدار ہوگئے اور جلد جلد وضو سے فراغت کرکے باہر تشریف لائے۔

شیخ العالمین کے عہد پاک مین تعویذ نویسی کی خدمت میر عباد اللہ علیہ الرحمۃ کے ذمہ تھی فاتحہ چہارم کے بعد میر صاحب غایت حزن وملال کے سبب برداشتہ خاطر ہوکر گھر چلے گئے ممدوح کے نہ رہنے سے حاجتمندونکو تعویذ لکھکر دینا خود فرد الاولیا پر پڑگیا اور ضروری کام ہرج ہونے لگا شب کے وقت میر صاحب نے خواب دیکھا کہ شیخ العالمین تشریف لائے ہین اور فرماتے ہین کہ تم یہان آکر بیٹھ گئے اور وہان ابو الحسن کو تعویذ نویسی کی سخت تکلیف ہورہی حاجتمند آتے ہین اور محروم پھر جاتے ہین۔ جلد جاؤ وہ تمھارے منتظر ہین۔ میر صاحب علی الصباح اُٹھے اور افتان وخیزان شام تک پہونچکر اس واقعہ کو بیان کیا۔ اور نہ یہ تو شیخ العالمین کی فرد الاولیا پر نظم خانقاہ وسجادہ کے متعلق تھی بلکہ آپکے ذاتیات تک کا خیال جسطرح

آپکو زندگی مین تھا اسی طرح وفات کے بعد بھی رہا۔ کتاب تذکرۃ الکرام صفحہ ۵۷۳ مین لکھا ہے کہ
شیخ العالمین کے وفات کے دوسرے روز صبح کے وقت حسب دستور سید العلما قدس سرہ
نماز کے لیے مسجد مین تشریف لائے تو قبل اسکے کہ جماعت کھڑی ہو سید العلما کی دلمین خیال آیا کہ
شیخ العالمین کی زندگی مین آپکی ہیج مزاج و ضعف کے سبب نماز مین قرأت قصیر کیا کرتا
تھا اب وہ عذر جاتا رہا اسلیے قرأت قصیر کی ضرورت باقی نرہی اسی تہیہ مین تھے کہ یکایک
شیخ العالمین کی شبیہ شریف سید العلما کے روبرو یہ کہتی نظر آئی کہ قرأت طویل آیندہ
کیجیے گا لیکن اسوقت سردی کا وقت ہے اور ابوالحسن بے پاتابہ کے نماز کے لیے آئے ہین انہین
سردی کی تکلیف ہوگی پسنکر سید العلما نے نماز شروع کی اور قرأت قصیر ہی کرکے نماز تمام کی۔ نماز کے
بعد آپنے فرد الاولیا کو پلٹ کر دیکھا تو واقعی آپ بغیر پاتابہ کے تھے اُسوقت سید العلما نے
آپسے فرمایا کہ جناب حضور (یعنی حضرت شیخ العالمین) سردی کے وقت موزہ پہن لیا کرتے تھے
فرد الاولیا نے فرمایا کہ سردی قابل برداشت تھی اسلیے نہ پہنا اسکی عبارت یہ ہے۔

روز دوم انتقال شیخ العالمین کہ جناب سید العلما برای نماز صبح از مکان خود بمسجد تشریف
آوردند ہنوز تحرمیہ نبستہ بودند کہ در دل پاک شان خیال آمد کہ سابق بنظر ہیج مزاج و ضعف حضرت
شیخ العالمین در قرأت قصر میکردم الکنون اکتفا بآیت قصیر ضرورتی ندارد و دست بتحرمیہ بر داشتہ
بودند یکبار دیدند آنحضرت را رضی اللہ عنہ کہ بر ہوا تشریف آوردہ فرمودہ قرأت طویل خواہید کرد
لیکن ابوالحسن را ایذا و تکلیف خواہد شد کہ پا برہنہ بے موزہ و پوستین و پشمی در پیمانی نماز
میخوانند وقت سرماست سید العلما را ازین حال از سابق خبر نبود تحرمیہ بستند
اما قرأت قصیر کردند و بعد نماز پرسیدند کہ جناب حضور درین وقت سرما بنظر آرام پا موزہ یا پاتابہ
پوشیدہ اند جناب مستطاب دام فیوضہ گفتند چندان تکلیف سردی نبود بنا بر پا برہنہ
بنماز آمدم۔ بعد فراغ اوراد سید العلما مفصل حال در ذکر التفاتات تامہ شیخ رضی اللہ عنہ
نسبت ہر جزئیات بیان فرمودند۔

غرض اسیطرح شیخ العالمین کی روح پاک کو فرد الاولیا کی طرف تعلق رہا کرتا او
عالم حیات کی طرح ہر امور مین مدد فرمایا کرتے۔
فرد الاولیا کے مسند نشینی کے بعد مسجد کی امامت، بستہ موے مبارک لانے کی خدمت، قل خوانی
کی ابتدا جسطرح شیخ العالمین کے عہد پاک مین حضرت سید العلما کے ذمہ تھی فرد الاولیا کو

ابتداے زمانہ تک آپ ہی کے متعلق رہی۔ ہان سفر کے موقع مین سید العلما کے زمہنے پر برادران ذوی الاحترام سے مولوی قادری صاحب یا مولوی ابو الحیوٰۃ صاحب گاہ گاہ امامت کرتے تھے۔ آخر عمر مین جب آپکی بصارت ظاہری جاتی رہی تو بستۂ موی مبارک لانے کی خدمت آپنے یازدہم محرم سنہ ۱۲۳۹ ہجری مین مولوی ابو الحیوٰۃ قدس سرہ کو سپرد کیا مولوی ابو الحیوٰۃ قدس سرہ واقعات کی کتاب مین لکھتے ہین کہ " جسوقت مجھے سعادت نصیب ہوئی اور اس خدمت پر مامور کیا گیا اُس وقت کی تاثیر اور فیضان نبوی کے اثر سے ہر شخص متاثر ہو رہا تھا یہان تک کہ سید العلما نے پر جوش ہوکر میرا دامن تھام لیا اور بلند آواز سے صلوٰۃ وسلام پڑھنا شروع کیا اسی وقت آپکی زبان پر فی البدیہہ یہ شعر جاری ہوگیا۔

اخذت ذیل رسول اللہ معتصما	باللہ خالقنا ذی الفضل و الکرام

مقتدرہ تک پہونچتے پہونچتے ایک عجب عالم ہوگیا۔ اس شعر کے سنتے ہی زائرین پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ تمام لوگ رونے لگے۔

یہ خدمت تمام عمر مولوی ابو الحیوٰۃ قدس سرہ کے ذمہ تھی سید العلما کی وفات کے بعد قل خوانی چنبر برداری کی خدمت آپکی بڑی صاحبزادی و جانشین مولوی شاہ محمد ہادی قدس سرہ کو فرد الاولیا نے عطا فرمائی اور امامت مسجد کی مولوی معنوی شاہ محمد قادری قدس سرہ و دیگر اخوان عظام کرتے رہے۔ اور مہمانون کی تواضع و مدارات یہ کل بھائیون ہی کے ذمہ رہی۔ باورچیخانہ کا انتظام جسطرح حضرت شیخ العالمین کے عہد مین جناب سید شاہ احمد اللہ منیری علیہ الرحمۃ و مولوی فضل علی پھلواروی و مولوی علی وارث پھلواروی کیا کرتے تھے فرد الاولیا کے پورے زمانہ تک یہ لوگ اپنا فرض منصبی ادا کرتے رہے شاہ منیری علیہ الرحمۃ صرف اسباب عرس غلہ و روغن زرد و بوریا و سامان روشنی و دیگر لوازمات ضروریہ کی بہم پہنچانے کے ذمہ وار تھے۔ لیکن پخت طعام و تقسیم وغیرہ کی خدمت موخر الذکر دونون بزرگون کے متعلق تھی فرد الاولیا کی خدمت مین بطور خادم کے شیخ اشرف علی مرحوم ابتدا مین چند سال تک متعین رہے اُنکے بعد میان باقر مرحوم اُنکے بعد مونگیر کے رہنے والے میر جعفر مرحوم مستقل اور اُنکی معیت مین اُنکے بھائی میر عنایت علی مرحوم و بعض دوسرے لوگ بھی فرد الاولیا کی اخیر عمر تک حق خدمت ادا کرتے رہے۔

مُریدون و مسترشدون کے عرضیون کے جوابات و بعض دیگر تحریری امور سنہ ۱۲۵۹ ہجری تک فرد الاولیا نے اپنے ہی متعلق رکھی تھی۔ چونکہ آپ کو لکھنے کی بہت عادت تھی اسلیے ہر جز ئیات کو لکھا کرتے چھوٹے بڑے متعدد رسالے دست خاص کے لکھے ہوئے کتبخانۂ مجیبی مین موجود ہین اپنا ضخیم دو

دیوان اپنی ہی ہاتھ سے تحریر فرمایا تھا وہ تبرکاً کتبخانہ مین یادگار موجود ہے۔ لیکن سنہ ۱۲۶۰ ہجری مین جب آپکو عارضہ فالج آیا اور ترقیم و تحریر سے مجبور ہوگئے تو اپنے حقیقی خواہر زادے مولوی شاہ وصی احمد پھلواروی علیہ الرحمۃ سے لکھنے کا کل کام لینے لگے۔ دفتر کا کل کام یہی بزرگ کرتے تھے۔

فرد الاولیا کے عہد مسند نشینی مین خانقاہ کی عمارت مین کوئی نیا اضافہ نہوا جس قطع و وضع پہ شیخ العالمین کے عہد مبارک کی تعمیر کردہ مکانات تھے اُسیقدر قائم رہے صرف حضرت شیخ العالمین کے مزار مبارک کا چبوترہ و باغ کا صدر پھاٹک سنہ ۱۲۵۱ ہجری مین وسیع و سنگی تعمیر کیا گیا جسکی تاریخ فرد الاولیا نے نہایت بے نظیر کہی ہے ناظرین ملاحظہ فرمائین۔

در ہزار و دو صد و پنجاہ و یک — بود از ہجرت کہ سنگین شد بنا
گفت ہاتف سال تعمیرش ز اوج — باد باقی این بنائے خوشنما

۱۲۵۱ھ

دیگر

باکمال وسعت و سنگین بنا — شد چو این چابوترہ خلد آستان
سال تعمیرش ہمین رضوان بگفت — دلکشا تر گوئی از صحن جنان

۱۲۵۱ھ

دیگر

این رشک فزائے صحن جنت — از سنگ چو نا گہان بنا شد
فرمود ملک بگوشم از اوج — سنگین شد و بسکہ دلکشا شد

فرد الاولیا کے عہد مین خانقاہ کی عمارت مین نیا اضافہ اسلیئے نہوا کہ اس زمانہ مین قصبہ کی آبادی ایک ممتاز پیمانہ پر تھی بستی کا ہر شخص اسی خانقاہ کا وابستہ تھا عرس مین زیادہ تر مہمان بستی ہی مین ٹھہرتے تھے اسلیئے فرد الاولیا کو نئے مکانات تعمیر کرنے کی ضرورت نہ پڑی۔

خانقاہ مین ٹھہرنے والے فقرا و دیگر معزز مہمان کے لیے جسقدر قدیم تعمیر کردہ مکانات تھے بہت کافی تھے دوسری وجہ یہ تھی کہ آپکے زمانہ مین فتوحات کی بہت کمی تھی اور جسقدر آمد تھی وہ لنگر سے زیادہ نہ تھی جو عمارت و تعمیر کے مد مین صرف ہوتی اسلیئے فرد الاولیا کے زمانہ مین یادگار کوئی عمارت تعمیر نہو سکی۔

جانشینی کے بعد فرد الاولیا کا زمانہ نہایت عسرت و توکل بحت کی حالت مین بسر ہوا حضرت شیخ العالمین کا قول ہے کہ تاج العارفین کے جانشین کے لیے سجادگی کے بعد سات برس کا زمانہ عسرت و کمی فتوحات و ناقابل برداشت واردات کے سبب ایسا سخت گذرتا ہے کہ اگر لوہے کا کمر بند بھی باندھے ہو تو ٹوٹ جائے۔ مگر اسکے ساتھ کچھ ایسی تائید غیبی ہوتی ہے کہ وہ کل بلائین جھیل

لیتا ہی اور مصائب پر صابر و شاکر رہتا ہی یہان تک کہ اسکی کل مصیبتین دور ہو جاتی ہین ۔ مگر فرد الاولیا کو تمام عمر تنگی و عسرت کی حالت مین بسر کرنی پڑی سات برس کی مدت تو آزمائش کے لیے مقرر ہی تھی ۔ بقیہ گیارہ برس بھی آپکی مختصات ہی تھے جو آزمائش ہی مین گذر گئے ساتھ اسکے فرد الاولیا قدیم معمولات کو نہایت بلند حوصلگی سے کرتے رہے ۔ اور واردین و صادرین کی خدمت نہایت کشادہ دلی سے انجام دیتے رہے بسا اوقات آپکے گھر والے و خانقاہ کے طلبا دو دو شام بھوکے رہگئے ہین اور آپ ہر حالت مین اپنے خدا کا شکر ہی ادا کرتے رہے ۔ کبھی کسی نے آپکے چہرہ مبارک پر ان تکلیفون کے سبب تغیر نہ پایا ۔

لوگ تعجب کرتے تھے کہ آپ اس توکل مین خانقاہ داری و اعراس کا نظم اتنی اولوالعزمی و بلند حوصلگی سے کیونکر کرتے ہین میرے خیال مین انکا یہ تعجب ہی فضول تھا کیونکہ جب خدا خود میر سامان ہے ارباب توکل اور خدا پر بھروسا کرنے والون کا کام رکا نہین رہتا ۔ گو روزانہ کی خوراک مین کبھی چنے ۔ کبھی جوار ۔ کبھی چاول ہی ملا کرتے ہون ۔ یا فاقون تک کی نوبت پہونچ جاتی ہو ۔

فرد الاولیا کے ساتھ ایسے واقعات بہت گذرے ہین ۔ ازانجملہ ایک واقعہ مین نے اپنے پیر و مرشد و نیز دوسرے بزرگون سے سنا ہی ۔ کہ ایکبار فرد الاولیا کے انبار خانہ مین روزانہ خرچ کا غلہ تمام ہو گیا ۔ زنانہ مکان سے کنیزہ نے آکر آپکو اسکی خبر دی ۔ کچھ پاس موجود نہ تھا چپ ہو گئے ۔ تمام دن یون ہی گذر گیا اور کہین سے کچھ نہ آیا ۔ زنانہ مکان مین غلون کی کوٹھیان جھاڑی جا رہی تھین کہ کسی مین مدت کی پڑی جوار تھے نکل آئے دن کا آخیر وقت ہو چکا تھا کہ کنیزہ نے آکر آپکو مطلع کیا ۔ آپنے فرمایا وقت بہت کم ہی بھونکر لے آ ۔ غرض وہی لایا گیا آپنے سب سے پہلے خانقاہ کے طلبہ کو دیا ۔ بعد اسکے گھر والون کے ساتھ تھوڑا خود بھی کھایا راوی کا بیان ہی کہ مین نے اسوقت خود دیکھا تھا کہ آپ جوار اٹھا کر ہاتھ سے ملتے تھے ۔ اور بھونسیان پھونک کر کھاتے تھے ۔

دوسرا واقعہ جسکو فرد الاولیا نے بطور یادداشت کے ایک پرزہ پر خود لکھا ہی وہ یہ ہی ۔

ہر ماہ کی چند مقررہ تاریخون مین شیخ العالمین کے زمانہ سے چند بزرگون کے فاتحہ اور قل خوانی کے لیے شیرینی اور پان کا بیڑا آیا کرتا تھا ۔ عسرت و تنگدستی کے سبب مٹھائی نہ آسکی تو فقط پان کے بیڑون پر فاتحہ پڑھا گیا ۔ جب سے یہ کام شروع ہوا ہی کبھی ایسا نہین ہوا تھا ۔ یہ نوبت میری شامت اعمال سے پہونچی کہ آج سوا پان کے شیرینی نہ منگائی جا سکی ۔

مگر آپکے سچے توکل نے یہ دن بھی باقی نہ رکھا ۔ خدا نے اس کام کو بھی آپ کی تا زندگی آپکے حوصلے کے

مطابق پورا کیا۔ چنانچہ اسی مضمون کے نیچے تحریر فرماتی ہین۔

الحمدللہ اسدن کے بعد پھر کبھی ایسی نوبت نہ آئی

فردالاولیا اپنے زمانہ کی عسرت و توکل کو دوسری جگہ ایک مغربی سید صاحب کے خط مین تحریر فرماتی ہین

حال تنگی زمانہ درین دیار بیشتر ازان ست کہ در بلاد مغرب باشد۔ ارباب معاش کہ بسبب فراخی حال
خود دست کشادہ میداشتند بسبب تنگی معاش۔ و بند و بست نو تنگدستی دارند و منت کرم
بہ بستند۔ و در خاندان خاکسار کہ از ایام سابق الے الآن سرمایہ جز توکل و بضاعتے جز ناداری نہ
گاہ باآتش و گاہ با فقر و فاقہ روز و شب بسر میشود ازین باعث از تحصیل سعادت و بجاآوری
خدمت مقصر و محجوب۔

آپکا غایت توکل تھا کہ کسی طرح خانقاہ کی متعلق جائداد وقف کرنا یا کسی اہل دولت کی طرف سے امداد اوظیفہ مقرر ہونا دل سے پسند نہین کرتے تھے۔ تذکرۃ الکرام مین شیخ العالمین کی زندگی کا ایک واقعہ لکھا ہے۔ کہ مجسٹریٹ شہر نے شیخ العالمین کی غائبانہ تعریفین سنکر ملاقات کی تمنا ظاہر کی شیخ العالمین نے کہلا بھیجا کہ فقیرون سے تمھین کیا کام ہے۔ فقرا کے در پر آنا تمھارے لیے ننگ و عار کی بات ہے اسکے سوا مجھے اتنی فرصت کہان کہ حکام سے ملون اور اپنا عزیز وقت انکی صحبت مین ضائع کرون۔ مگر اُسنے ایک نہ سُنا اور ایکدن پہونچ ہی گیا اور حضرت شیخ العالمین کی صحبت سے مسرور و محظوظ اُٹھا چلتے وقت سید العلما مولانا احمدی پھلواروی قدس سرہ و فردالاولیا کو خیمہ تک اپنے ساتھ لیتا گیا مولوی معنوی شاہ محمد ابوالحیوٰۃ پھلواروی قدس سرہ بھی ان دونون بزرگون کی معیت مین خیمہ تک گئے تھے۔ فردالاولیا کیطرف مجسٹریٹ نے مخاطب ہوکر کہا کہ توکل محض اور فقر کی حالت مین خانقاہ کے اسقدر اخراجات و اولوالعزمی کے ساتھ مجھے دیکھکر سخت حیرت ہے کہ کیونکر پورے ہوتے ہونگے؟ تاوقتیکہ کوئی معقول آمدنی خانقاہ کی متعلق وقف نہوگی آیندہ نسل کیونکر ایسا عظیم الشان کارخانہ انجام دیسکیگی؟ میرے نزدیک مناسب ہے کہ آپ جوار مین کوئی موضع تجویز فرمائین مین اُسکو آپ کی خانقاہ کے متعلق وقف کردون فردالاولیا نے فرمایا۔ مجھے اس سے معاف رکھیے۔ مین جس کریم کے در پر پڑا ہون وہ آیندہ و موجودہ ہر زمانہ مین میری رزق کا کفیل ہے ؎ رازق ما رزق بے منت دھد

کس نہ آید بخانۂ درویش ‏ ‏ ‏ ‏ کہ خراج زمین و باغ بدہ

نہایت خوش زندگی بسر کرتا ہون۔ خدا نے دیا تو کھا لیا۔ ورنہ اسکی رضا پر سر تسلیم خم کیے ہوئے

صابر وشاکر بیٹھا رہتا ہون دنیاوی فارغ البالی کے لیے معاش کی ناپسندیدہ تعلقات کے ساتھ دل لگائے رہنے سے بھوکھا خدا کے در پر سر رگڑتے رہنا کہین بہتر سمجھتا ہون - زمانہ کی وہ ناگفتہ بہ حالت ہے کہ کوئی کسی کی پریشان حالی کے طرف خیال نہین کرتا مین نے مانا کہ آپ اپنی موجودگی مین خانقاہ پر ہر طرح کی رعایت کرینگے - مگر آپکے عوض مین دوسرا حاکم جب بدل کر آئیگا تو اسکو رعایت ومروت کی کیا وجہ ہوگی - لامحالہ استحفاظ معاش کے لیے ہر دم دربارداری عاملون کی خوشامد مین کرنی پڑیگی جسمین تضییع اوقات کے علاوہ فقر وتصوف کی بدنامی آبا روا جداد ومشایخ طریقت کے خلاف روش چلنے کا بھی خمیازہ بھگتنا ہوگا - مین نہین چاہتا کہ میری عمر کا قابل قدر زمانہ حاکم مجازی کی دربارداری وخوشامد مین صرف ہو - اگر یہ عمر میری مالک بے نیاز کی بندگی مین تمام ہوگئی تو مجھے گویا ہفت اقلیم کی بادشاہت ملگئی مجسٹریٹ نے کہا اگرچہ مین اپنے عہدہ حکومت تک اسکا پورا وعدہ کرسکتا ہون کہ میرے ماتحت کسی قسم کی بے عنوانی نکرینگے - مگر قانون انگریزی کے ہمیشہ رد وبدل ہوتی رہنے کی وجہ سے کسی اہل کار کو اپنے مقرر کردہ حکم پر آیندہ بحال رہنے پر اعتماد نہین ہوتا اس بنا پر البتہ آپکا فرمانا بجا ہے - فرد الاولیا نے فرمایا کہ جب آپکو خود اپنے حکم کی نسبت عدم بحالی کا اقرار ہے تو چند روزہ راحت کے لیے فقیر کو زندگی بھر ناحق کے دردسر مین کیون مبتلا کیا چاہتے ہین - میرا کریم نے مجھے بے منت رزق دیتا ہے آج بھی وہی کفیل ہے اور آیندہ بھی اُسی کی کفالت کی اُمید ہے مجسٹریٹ فرد الاولیا کے استقلال واعلی توکل کی باتین سُنکر خاموش ہورہا یہان تک کہ سب لوگ خیمہ سے مکان پر پلٹ آئے -

فرد الاولیا رح کے قلب مُبارک مین عشق الٰہی ومحبت نبوی کا غلبہ

ہر مسلمان کے دل مین بمقتضای ایمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی محبت ضرور ہوتی ہے مگر فرد الاولیا کے دل مین بہت زیادہ عشق کے درجہ مین خصوصیت کے ساتھ طفولیت ہی سے پائی جاتی تھی جیسا اپنی مثنوی "جوش جنون" مین لکھتے ہین ؎

عمریست کہ آتش نہانم	صد شعلہ نشستہ تا زبانم

مگر بظاہر یہ کیفیت چند وجہون سے نمایان تھی - اول تو وہ زمانہ آپکے بچپنے کا تھا جسمین حرکات عجیبہ کا صدور علی العموم لڑکپن پر محمول کیا جاتا ہے دوسری وجہ یہ تھی کہ آپکو اپنے ہر دینی امور مین اخفا واستتار مدنظر تھا تیسری وجہ یہ تھی کہ ابتدائے شباب سے صدمات ورنج ومصیبت مین کچھ ایسے مبتلا رہے کہ اس عشق ومحبت کا

سارا اثر رنج والم ہی کیصورت مین ہوکر نمایان ہوتا رہا۔ اسیطرح وہ آگ دھیمے دھیمے سلگتی جاتی تھی اور آپ اُسکو بقدر طاقت چھپاتے تھے۔ اس واقعہ کو فرد الاولیا اپنی ایک مثنوی مین سطح نظم فرماتے ہین ؎

دوستان این قصہ می باید شنید	جرعہ زین بادہ می باید چشید
بود مارا از دم صبح شعور	نشۂ در سر ز صہبائے سرور
از غم واندوہ دل فارغ تمام	میگذشتے با دلِ خوش صبح وشام
بر رخم صبح جوانی چون دمید	آگر بیار وز بلا بر من رسید
مدتے پابندِ رنجے بودہ ام	رنجہا را بلکہ گنجے بودہ ام
ہر بلائے آسمانی بیدریغ	بر سرِ من می زدے از جور تیغ
عشق تا ہر جور خاطر خواہ کرد	آنچہ تا بایست ہم ناگاہ کرد
نے سرِ دستار و نے بندِ قبا	نے خیال غیر و فکرِ آشنا
باچنین اندوہ و این افسردگی	باچنین رنج و غم و آزردگی

بود پنہان در سرم سودائے عشق
میرسیدی تا دلم غوغائے عشق

ہرچند آپ اسکے چھپانے رہنے پر مصروف تھے مگر عشق ومحبت ایسی چیز نہین کہ چھپانے چھپ سکے۔ دنیا کی ادنے چیزون کے ساتھ جب دل الوف دمشغوف ہوجاتا ہے تو اُسکا مخفی رکھنا مشکل ہوجاتا ہے۔ چہ جائیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی الفت ومحبت ہر لحظہ تحریک کے ساتھ کہ ہر اعلی وادنے کی زبان پر آپکا ذکر شریف اذان مین آپ ہی کے اسم پاک کی تکرار۔ نماز مین درود شریف کا ورد۔ اس پوشیدہ آگ کا بھڑکانے والا کیونکر نہوتا۔ طریقت مین قدم رکھتے ہی یکایک آتش عشق نبوی آپکے دل مین بھڑک اُٹھی۔ اور روز بروز شرف زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمنا آپکو بیچین کرنے لگی۔ گو غلبہ شوق کے وقت آپکی خیالی صورت شریف مدنظر رکھکر بے قرار دل کی تسکین کرنا چاہتے تھے مگر ؎

آنچہ بر صفحہ اندیشہ کشد کلک خیال	شکل مطبوع تو زیبا تر ازان ساختہ اند

انسان کی قوت متخیلہ کو اتنی طاقت کہان کہ وہ اُس نور محض کی خیالی تصویر کا ارتسام صفحۂ خیال پر کرسکے۔ اگر فی الجملہ کوئی موہومی صورت قائم بھی ہو تو خود اُسکو ثبات کہان اور بیچین دل کی تسکین کو کب کافی بلکہ ؎ یادش بدلم فزود ذوقے ✤ اسی درجہ اشتیاق بڑھانے والی ہوگئی۔

یہ کیفیت ایک مدت کے بعد یکایک جو تیزی کے ساتھ بڑھنے لگی تو فرد الاولیا کو ایک عالم حیرت نظر آیا اور یہ اس سبب سے کہ ؎

ہزار بار بشویم زبان زمشک و گلاب	ہنوز نام تو بردن کمال بے ادبی ست

کہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت اور کہاں یہ دل"۔ چنانچہ مثنوی مذکورہ مین اپنا واقعہ تحیر و مستی کے الفاظ مین اسطرح نظم فرماتے ہین ؎

مدتے ماندم درین اندیشہ	باز بر پایم کہ زد این تیشہ
من کجا و این خیال از من کجا	خود بخود این آشفتگی چندین چرا
خلوت دل بارگاہ عشق کیست	بزم من آتشکدہ از بہر چیست
آتشے کہ شعلہ دیگر فروخت	بار سامان و متاع من کہ سوخت
میزدم از گریہ گہ آب بے بدل	میگذشت از چشم سیلا بے بدل
می نہادم گاہ بر دل دست خویش	می رساندم بنیہ مرہم بر ریش

یعنی میری وہ محبت کی آگ تو بچپن سے دبی دبائی آہستہ آہستہ سلگ رہی تھی۔ اب کس نے اسکو بھڑکا دیا۔ کیا واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک محبت مین میری یہ حالت ہے؟ مین از خود رفتہ کیون ہوا جاتا ہون۔ میری یہ خلوت دل کسکے عشق کی بارگاہ ہے۔ میری سینے مین کسکی محبت کی آگ شعلہ زن ہے۔ کسکی محبت کی آگ نے دوسری دفعہ سلگ کر میری صبر و شکیبائی کی پونجیون کو خاک سیاہ کر ڈالا۔ غرض غلبۂ شوق مین کبھی روتے کبھی دل کو سمجھاتے۔ کبھی آپ کی خیالی صورت شریف مدنظر رکھکر عرض حال کرتے لیکن قسمت یاوری نہین کرتی اور شرف زیارت نصیب نہین ہوتا۔ آپکو اپنی نارسائی قسمت و نایافت پر اسقدر رونا آیا کہ اپنے اختیار سے باہر ہوگئے۔ ایک دن انھین افکار مین غلطان و پیچان تھے اور دل کا اضطراب و قلق کسی طرح کم نہین ہوتا اور نہ کوئی تدبیر سوجھنے کا موقع دیتا تھا خیر جبراً قہراً اسیطرح دل کو سمجھانا شروع کیا تاکہ اضطراب و قلق کم ہو تو ذہن کوئی رائے قائم کرے۔ تمام دن اسے تشفی اور تسلی دینے مین گذر گیا شب کو وقت جب پوری تنہائی ہوئی تو خیالات کی افواج نے ہر چہار طرف سے گھیر لیا مختلف عنوان مختلف صورتین پیدا ہوئین لیکن کوئی بھی بر آر مقصود و مدعا کو کافی نہ تھی اسی حالت مین یکایک جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان رحمت و بندہ نوازی کا خیال آگیا تو غلبۂ شوق نے ثانیاً التجاء و عرض حال پر مجبور کیا۔ آپنے تمام شب عبودیت مین بسر کی اور عرض حال کرتے رہے فرد الاولیا نے اس واقعہ کا پتہ اپنی جس مثنوی مین دیا ہے اسکے منتخب اشعار تصدیق کی خیال سے

درج کیے جاتے ہیں ۔

شبی در فکرِ کارِ خویش بودم / برنج از روزگارِ خویش بودم
کشودِ کارِ خود را چون ندیدم / در بیت الحزن بر خویش چیدم
بکنج خلوتی تنها نشستم / در خلوت بروی غیر بستم
سرِ خود بر سرِ زانو نهاده / گهی در گوشهٔ که بر در فتاده
گهی بگرفته سر از دستِ حیرت / گهی رفته ز خود در فکر و حسرت
نه فکرِ غیر و نی پروای اغیار / نه با جنگ و نه با صلح کسے کار
گهی زیرِ بغل دستِ تمنا / گهی بر داشته دستِ دعا را
گهی بر دو جهت بر پا سه دیده / گهی بر بسترِ غم آرمیده
فرو مانده خرد از راهِ تدبیر / سپردم کارِ خود در دستِ تقدیر
ندانم کیم خود و کیستم من / گذشته از دو عالم چیستم من
ز بود و نبود ندانم هیچ سودے / چه خوش بودی که بودی من نبودے
درین اندیشه بودم ساعتے چند / که از عالم کسی بر من کشودند
که ای جولانگهِ فکرِ تو تا عرش / هنوز آگه نه تو از فرش
شدم بیدار چون از خوابِ غفلت / عیان گردید بر من رازِ حکمت
بایجادِ دو عالم حکمتے هست / هزار زشتی و نیکی صنعتے هست
اگر بالفرض هستم خارِ گلشن / گواهِ هستیِ آن صانعم من
وجودِ من چو صنعِ سبب او هست / ز هر موجود پیدا هست او هست
اضافاتِ من و تو تفرقه داد / به نیک و بد جهان را نام بنهاد
وگرنه خیر و شر را تفرقه نیست / بدم گر در حقیقت نیک خود کیست
چرا بیهوده سرگردم بهر در / دمے بر آستانِ دل نهم سر
سرے گم کرده در کوی گریبان / نشستم بر درِ دل چون غریبان
بامیدیکه گردد خاطرم جمع / بیفروزد خرد در بزمِ من شمع
خرد از سینه ام ظلمت زداید / پریشانی ز فکرِ من رباید
ز جمعیت دری بر من کشاید / بود تا شاهدم رخ نماید

بستم از تماشائے جہان چشم — کشادم بر دل از عالم نہان چشم
دلِ من بود و من بودم دگر بس — نبودہ جز من و دل ہیچ یک کس
درین فکر و غم و اندیشہ آخر — ندیدم چون رہِ تسکین خاطر
سرِ خود را فرو بردیم در جیب — کشادہ شد برویٔ ما درِ غیب
چنین بیہودہ سرگردان چرا ایم — ہمان بہ کز بسرِ مطلب بر آیم

چو فکرِ من نہ بردہ رہ بجائے
نہم سر بر درِ حاجت روائے

اس تمہید کے بعد مدحیہ اشعار لکھکر اپنا دلی ولولہ و شوق و ذوق شرف زیارت کی تمنا اشتیاقانہ لفظون مین نظم کرکے مشرف ہونے کا واقعہ اشارون مین بیان فرمایا ہے۔ اس وقعہ کی یہ تدبیر کارگر ہوئی اور بر آرِ مدعا کی صورت پیدا ہوئی، مگر آپکا ذوق و شوق اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ ایک ساعت کا وقفہ بھی دل کو گوارا نہ تھا آخر مجبور ہوکر آپنے اپنے ذوق و شوق و غلبۂ عشق و محبت و شرف زیارت کی تمنا حضرت شیخ العالمین رضی اللہ عنہ سے نہایت اشتیاقانہ لہجون مین ظاہر کی ساتھ ہی اسکے اپنی گستاخانہ التجا سے ڈر کر (کہ کہین خاطر اشرف برگران نہو) اس طرح معذرت خواہ ہوئے کہ مین اپنے ذوق و شوق و غلبۂ محبت مین کچھ ایسا بے افاقہ ہون کہ پاس ادب بھی نکرسکا میری گفتگو و عرض حال مین جو گستاخی یا خطا سرزد ہو وہ غلبۂ حال پر محمول کرکے عفو کردیجائے شیخ العالمین کی توجہ نے چند بار آپکو شرف زیارت جمال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف طرح پر کبھی خواب کے ذریعہ سے کبھی بچشم سر مشرف کرادیا جسکا پتہ فرد الاولیا اپنے قصائد و مثنویات مین خفیہ طور پر دیتے گئے ہین۔

فرد الاولیا کی باطنی ترقی چونکہ ابتدا ہی سے مصیبت و رنج و الم و کثرت صدمات و علالت کے ذریعے سے رکھی گئی تھی اسلیے شرف زیارت بھی ایک اہم مصیبت کے زمانہ مین نصیب ہوا اُسکا واقعہ یہ ہے کہ فرد الاولیا کی پہلی اہلخانہ حضرت بی بی ولیہ بنت مولوی عبد المغنی جعفری پھلواروی قدس سرہما جسدن سے بیاہ کر آئین انواع و اقسام کے امراض مین تا زندگی بیمار رہین ایک دفعہ درد پہلو اس شدت کا اُٹھا کہ جان تک نوبت پہونچی اطبا نے بالاتفاق فصد تجویز کی اس تدبیر سے فوری سکون ہوا لیکن تھوڑی دیر کے بعد پھر درد پیدا ہوا اور پھر فصد لیگئی یہانتک کہ اس درد کی تکلیف کامل دو ماہ تک رہی اور اس اثنا مین فصد کی تعداد سترہ سے زیادہ تک پہونچ گئی مگر مرض کا استیصال نہوا اور ہر فصد کے بعد

فرد الاولیا کی باطنی ترقی مصیبت سے

سوا زرد آب کے خون کا ایک قطرہ بھی نہ نکلا۔ جب اس تدبیر سے بھی لوگ عاجز آگئے تو ہر شخص کو انکی زندگی سے مایوسی ہوئی اور درد کی وہ شدت کہ غش پر غش آنے لگا یہانتک کہ ایک ایسا شدید دورہ ہوا جسمین مریضہ کی نبض ساقط ہوگئی اور برد اطراف کے ساتھ تمام اعضا میت کیطرح سخت ہوگئے متعلقین اور ذوی الخصوص کی زبان پر فریاد وزاری بلند تھی اور ہر شخص اپنے سچے عقیدہ کے مطابق عیسےٰ دم روحی فداہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اعجاز عیسوی کا خواستگار تھا۔ جب صدائے شور و فغان حد سے زیادہ بلند ہوئی تو یکایک دریاے رحمت جوش مین آیا اور فرد الاولیا پر خاص عنایت مبذول ہوئی کہ علانیہ اُس آفتاب حسن لم یزلی نے جلوہ فرمایا اور بیمار کے قریب آکر لب جان بخش سے فرمایا" اٹھو۔ جو تکلیف ہو بیان کرو" یہ فرمانا تھا کہ مریضہ کے جسم مین حس و حرکت شروع ہوئی اور وہ ساری تکلیفین دور ہو کر بھلی چنگی ہوگئین۔ اس واقعہ کو مولوی معنوی شاہ محمد ابو الحیوٰۃ پھلواروی قدس سرہ نے بھی کتاب تذکرۃ الکرام مین لکھا ہے اور خود فرد الاولیا نے بھی اس حکایت کو ایک مثنوی مین قسم کھا کر نظم فرمایا ہے ؎

یک حکایت میکنم من از رسول — گوش کن ای سامع از سمع قبول
این حکایت از دگر نشنیدہ ام — خود بچشم خویشتن من دیدہ ام
حق تعالےٰ شاہد اقوال ماست — گر غلط گوئیم او اہل جزاست
ماجراے این نبی ایمان فزاست — مسلمان صادقان را جانفزاست

چند مدحیہ اشعار نظم فرمانے کے بعد واقعہ اسطرح نظم فرماتے ہین ؎

بود بیماری بہ مرض لا دوا — مبتلا از چند سال و ماہہا
می نمودندی طبیبانش علاج — تا شود یک لمحہ تعدیل مزاج
یک سرموئے نہ گشتے حال او — بہ نہ گشتے ساعتے احوال او
درد پہلو تا بجان نوبت کشید — فصد کردن درد و مہ تا صد رسید
چون شدہ این رگ زدن از حد فزون — آب می آمد بجاے خون برون
آب ہم چون آمدن موقوف شد — لاجرم ہم رگ زدن موقوف شد
رگ زدن از عجز چون موقوف بود — درد پہلو سخت استیلا نمود
نوبت رنجور تا جان آمدہ — دوستان را یاس از جانش شدہ
گریہ میکردند گردش زار زار — اقربا و مونسان و غمگسار
بعد یک ساعت دگر حالت نمود — جان پاکش از تنش فرقت نمود

نبض ساکن گشت تا یا ہم سرد شد	درد از تن رفت و جان پُر درد شد
دست و پا از حس و حرکت مانده بود	اندکی در سینه و سر می نمود
دوستان را چشم حیرت مانده وا	بر زبان فریاد یا خیر الوریٰ

فریاد وزاری وشور وفغان کے مضامین نظم فرمانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلوہ افروزی کا واقعہ یون نظم فرماتے ہین

چون ز حد بگذشت فریاد و خروش	یک بیک آن ابر رحمت شد بجوش
جلوه در چشم گدا فرمود شاه	در شب تاریک بر آمد چو ماه
الله الله این چه نوری بوده است	از ادائے جانِ من بر بوده است
جانِ عالم بود یا نورِ خدا	یا رسول ما محمد مصطفےٰ
از زبانِ دُر فشانِ قند ریز	با علیلِ زار و مضطر گفت خیز
من بفریادت رسیدم عرض کن	التجاے تو شنیدم عرض کن
آنچه میخواهی بیان کن پیش من	هر چه می جوئی بگو با من سخن

این چنین فرمود و فتح عرض کرد
جان تازه داد و زائل گشت درد

غرض اسطرح بہتیرے مصائب و رنج کے ذریعے سے فرد الاولیا کو شرف زیارت نصیب ہوا اور ترقیات مدارج ہوئے لیکن وہ حرقت قلب وہ غلبۂ شوق وہ آتش محبت روز بروز بڑھتی ہی جاتی تھی اور ہر لحظہ اسقدر رہا کرتی تھی کہ معانقہ کرنے والے ظاہری سینہ پر اپنے آپکے قلب کی گرمی اسقدر محسوس کرتے تھے کہ تحمل سے باہر ہوتی تھی - وجد وشورش کے وقت بشتر ایسا ہوتا تھا کہ مستفیض آپکے سینے سے سینہ ملنے کے بعد شدید گرمی محسوس کرکے علیحدہ ہو جاتا تھا اس سوزش عشق الٰہی وغلبۂ محبت نبوی نے اسقدر زیادتی پکڑی کہ صاحب حالات وکیفیات بزرگان اسکا اثر زورون کے ساتھ آپکے ملبوسات تک مین محسوس کرتے تھے چنانچہ اس واقعہ کو ہمارے پیر ومرشد مدظلہ اپنے پیر ومرشد حضرت نصر قدس سرہ کی روایت سے اور وہ حضرت مولوی معنوی شاہ محمد ابو تراب قدس سرہ کی زبانی خود انکا واقعہ بیان فرماتے ہین کہ فرد الاولیا کے دوسرے بھائی مولوی شاہ محمد ابو تراب قدس سرہ ایکسال موسم سرما مین عسرت وتنگدستی کے سبب اپنی رضائی لحاف کی قسم سے نہ بنا سکے فرد الاولیا کو آپکی تکلیف کی خبر پہنچی آپنے روئی کی مستعمل عبا

انکو پاس بھیجدی۔ ایک شب آپ اُسکو پہنکر سوئے صبح کو اُتار کر اُٹھوا دی فرد الاولیا کے حضور مین لپیٹ کر دی اور کہلا بھیجا کہ مجھے اسکے پہننے کا تحمل نہین ہے اسکے پہننے کی بعد سے شب بھر اسقدر زیادہ تپش و سوزش عشق الٰہی کی دل مین رہی کہ ایک لمحہ بھی نیند نہ آئی اور یون ہی کروٹین بدل بدل کر صبح کی۔

فرد الاولیا کی سولنائی

فرد الاولیا کو عشق و محبت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و ریاضات و مجاہدات نفس نے ذاتی نتیجہ و فائدہ جو کچھ بخشا وہ تو یہ تھا کہ اللہ تعالی نے آپکو اسکی بدولت اپنے بندگان خاص مین شمار کیا مدارج علیا پر پہونچایا خطابات عالیہ سے ممتاز فرمایا۔ اپنے محبوب پاک کے جمال جہان آرا سے بیداری مین اور خواب کے ذریعہ سے اکثر مشرف کرایا اور دوسرے خوش قسمتون کو اپنے محبوب کے جمال با کمال سے مشرف کرا دینے تک کی خدمت عطا فرمائی۔ خلق کو بھی آپکی مقدس ذات سے ہزارون فائدے اور منافع پہونچے۔ اور ہزارہا مخلوق کی سخت سخت مشکلین آپکی توجہات باطنی و روحانی قوت سے آسان ہو گئین۔ سیکڑون آرزومند شرف زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشتاق سولنائی کی اُس خدمت کی بدولت (جو آپکو فیضان اویسیت کے ذریعہ سے پہونچی تھی) جمال با کمال سے مشرف ہوتے ہین۔ حق یہ ہے کہ فرد الاولیا کی یہ خدمت بھی اُنہی عنایات و نوازشات نبوی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدولت تھی جو آپکے ساتھ ابتدا سے خاص طور پر مبذول رہا کرتی تھی ورنہ

این دولت سرمد ہمہ کس را ندہند

لیکن فرد الاولیا کے پاک نفس نے کبھی اسکو جائز نہ رکھا کہ چھوٹا منہہ بڑی بات بولین ایماءً و اشارۃً کبھی کبھی اس خدمت کو ظاہر نہ فرمایا سنہ ۱۲۶۰ بارہ سو ساٹھ ہجری مین جب حکیم سید تجمل صاحب دہلوی ایک بزرگ کی تحریک بیعت کے لیے فرد الاولیا کے حضور مین پہونچے تو انسے یہ بات معلوم ہوئی کہ وہ بزرگ آپکی سولنائی کا پتہ دیتے تھے اسکی حکایت یہ ہے کہ سید صاحب مذکور شاہجہان آباد دہلی کے معزز خاندان سادات کی یادگار حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے۔ آپکو دہلی کے ایک بزرگ سے حسن عقیدت تھی۔ وہان کے اکثر لوگ ان بزرگ صاحب کو اُسوقت کا قطب سمجھتے تھے سید صاحب نے ایکدن انکے حضور مین حاضر ہو کر بیعت کی درخواست کی بزرگ صاحب نے انکار کیا اور فرمایا کہ تم پورب پھلواری مین مولوی شاہ محمد ابو الحسن صاحب کی خدمت مین جاؤ تمھین اُنہی سے فائدہ پہونچیگا سید صاحب نے پوچھا وہ کیسے بزرگ ہین بزرگ صاحب نے فرمایا کہ مین اُنکی حقیقت کیا بتاؤن صرف اسقدر کہہ دیتا ہون کہ اُنکو والد نے توچاہا تھا کہ اپنی زندگی مین اُنکو حضرت حسن رسولنما کی مثل بناؤن لیکن اسکا وقت نہ ملا پھر بھی اسوقت کے مشائخون مین اُنکی نظیر نہین ہے اسکے بعد سید صاحب نے

بزرگ صاحب کے حکم کے مطابق پھلواری کا قصد کیا اور سفر کی دشوار گذار مصیبت برداشت کرکے ذیحجہ کے عشرہ اولی مین پہونچے اور ۱۲ ذیحجہ ۱۲۶۰ھ بارہ سو ساٹھ ہجری مین قادریہ وارثیہ طریقے مین بیعت کر کے بعد دو برس فرد الاولیا کی صحبت مین رہکر تکمیل حاصل کرکے ۱۲۶۲ھ بارہ سو باسٹھ ہجری مین تمامی سلاسل محبیہ کے مجاز ہوکر وطن تشریف لیگئے۔ اس حکایت سے تو صرف اسی قدر معلوم ہوا کہ فرد الاولیا حضرت حسن رسولنما کیخدمت رسولنمائی پر ممتاز ہونے کو تھے مگر نہو سکے لیکن فیضان اویسیت کے بدولت آپکو اللہ تعالی نے مستقل خدمت رسولنمائی عنایت فرمائی اور اس سعادت سے محروم نرکھا جسکا ثبوت اس حکایت مین موجود ہے حکایت قصبۂ بہار کے معزز رئیس مولوی حاجی ابوالبرکات مرحوم کے منجھلے بھائی مولوی عبدالوہاب مرحوم پھلواری مین مقیم رہکر حضرت مولانا شاہ عبدالغنی جعفری قادری منعمی پھلواروی قدس سرہ سے کتب درسیہ پڑھتے تھے مولوی سید علی اعظم مرحوم پھلواری سے تصوف کی بعض مسئلہ مین اور مشائخ زمانہ کی نسبت بحث کرتے تھے۔ اگرچہ یہ دونون ہی بزرگ ایک ہی مدرسہ کے متعلم تھے لیکن خیالات مین بہت کچھ اختلاف تھا مولوی عبدالوہاب صاحب مرحوم نے اسوقت تک صوفیون کی صحبت نہ اٹھائی تھی اور مولوی سید علی اعظم مرحوم صحبت یافتہ ہونے کے علاوہ فرد الاولیا کے دست حق پرست پر بیعت کر چکے تھے اسلیے یہ صوفیون سے بہت خوش عقیدہ اور انکی تصرفات وکرامات کے دل سے معتقد تھے ایکدن سید حسن رسول نما قدس سرہ کے احوال مین مولوی علی اعظم صاحب مرحوم نے فرمایا کہ حضرت سید حسن رسول نما دہلوی کو اتنا اختیار حاصل تھا کہ جسکو چاہتے تھے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال مبارک سے پورا یا نصف مشرف کرا دیتے مولوی عبدالوہاب مرحوم نے کہا کہ مین انھین وجہون سے صوفیون کا مخالف ہون۔ ایسا اختیار بارگاہ رسالت مین کسیکو ہو نہین سکتا یہ سب فرضی قصے ہین۔ مریدان اپنے پیرون کی مدح سرائی مین ایسی لایعنی باتین کیا کرتے ہین ع پیران نمی پرند مریدان می پرانند۔ مولوی سید علی اعظم صاحب نے انکی بات کا کوئی جواب ندیا اسیدن فرد الاولیا کے حضور مین حاضر ہوئے اور ساری واقعات گوش گذار کرنے کے بعد بہت مصر ہوئے کہ حضور مولوی عبدالوہاب پر ایسی توجہ فرمائین کہ جس سے انکا عقیدہ صوفیون کے ساتھ درست ہوجائے فرد الاولیا نے فرمایا کہ حضرت سید حسن رسول نما کی حکایت جیسی آپنے مولوی صاحب سے بیان فرمائی صحیح ہے اور بیشک انھین ایسا اختیار حاصل تھا اور انکا دعوی بھی صحیح تھا۔ بھلا مین کس شمار مین ہون اور مجھے کیا اختیار ہے یہ کہکر چپ ہو گئے مگر فرد الاولیا کو اسکا خیال آگیا اور درپردہ مولوی علی اعظم مرحوم کی درخواست پوری

کرنے مین مصروف ہوگئے۔ اسی شب کو جسکی گذشتہ دن مین گفتگو ہو چکی تھی مولوی عبدالوہاب صاحب مرحوم نے خواب دیکھا کہ ایک جگہہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلوہ افروز ہین اور فرد الاولیا مولوی عبدالوہاب مرحوم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان اپنے دونون ہاتھون سے ایک چادر کے دونون گوشے پکڑے کھڑے ہین اور مولوی صاحب کی طرف مخاطب ہوکر فرماتے ہین کہ ہان صاحب اتنا اختیار تو ہوتا ہو کہ اگر چاہین تو یونہی طرح جمال مبارک سے مشرف کرا دین اور اگر چاہین تو نصف فرد الاولیا اس جملہ کو فرماتے ہوئے کبھی چادر اسطرح اٹھا دیتے جس سے چہرۂ انور سے لیکر تمام جسم مبارک نصف حصہ تک اس چادر کے حجاب مین آجاتا۔ اور کبھی کل چادر درمیان سے اسطرح ہٹا دیتے کہ تمام جسم نظر آنے لگتے۔ یہ متبرک منظر دیکھتے ہی مولوی صاحب خواب سے بیدار ہوئے اور اپنے گذشتہ خیالات پر نفرین کر کے بہت روئے اور صبح ہی مولوی سید علی اعظم مرحوم کے یہان پہونچکر شب کا خواب بیان کر کے کہنے لگے کہ مجھے حضرت شیخ کیخدمت مین لے چلیے مین بیعت کرون اور اپنے خیالات باطلہ سے توبہ کرون۔ غرض مولوی صاحب ممدوح اپنے عقائد ناپسندیدہ سے توبہ کر کے ششم رجب ۱۲۹۴ھ بارہ سو چورانوے ہجری مین سلسلۂ قادریہ وارثیہ مین بیعت کرنے کے بعد بڑے راسخ العقیدہ ہو گئے۔

فرد الاولیا قوی الہمت ایسے تھے کہ مشائخ عصر کے مقابلہ مین بھی آپکی ہمت کی ہمت و ارادے پر غالب آجاتی تھی۔ چنانچہ ایک بزرگ جو اسوقت کے مشائخون مین سرآمد اور شہرت و قبولیت خلق مین بھی بہت زیادہ ممتاز تھے ایک مرتبہ خانقاہ مین بتقریب عرس تشریف لائے۔ بزرگ صاحب کے بعض مستفیضون کی کیفیت مجلس سماع کے وقت ثقاہت کی بالکل خلاف کچھ ایسی ناگفتہ بہ تھی جسکو دیکھکر فرد الاولیا اور سید العلما بہت متکدر ہوئے اور داب مجلس کیوجہ سے مراقب ہو گئے اور اکثر ثقہ مجلس سے باہر چلے گئے مجلس برخاست ہونے کے بعد جب وہ بزرگ تشریف لے گئے تو فرد الاولیا نے برادران والاشان کو طلب فرما کر فرمایا کہ مین چاہتا ہون کہ اب ایسی صحبت اللہ تعالی پھر نہ دکھائے بعد اسکے بزرگ صاحب پھلواری کے اکثر عرسون کی شرکت چاہتے رہے لیکن کسی عرس کی شرکت نہ کرسکے بہت کچھ کوشش کرتے رہے یہان تک کہ بنظر شرکت دو ایک روز قبل سے موضع دلفوت مین ا جو پھلواری سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے آکر مقیم رہے اور دوسرے مشاغل مین ایسے پھنسے رہے کہ عرس کا وقت بھی گذر گیا اور شرکت کا موقع نہ ملا۔

فرد الاولیا کا بزرگ قوی الہمت ہونا

حکایت سید العلما مولانا احمدی پھلواروی قدس سرہ کے مرید و خلیفہ شیخ ولی احمد آروی

قدس سرہ انکے شیخ کی حیات میں صاحب حلقہ ہوچکے تھے اور ایسے رفیع الحال صاحب کیفیات عالیہ
تھے کہ حضرت شیخ العالمین رضی اللہ عنہ بھی انکے جوش کی تعریف کرتے تھے فرد الاولیا نے آرہ کے
رہنے والے کل مریدوں اور ارادتمندوں کو ہدایت فرمائی تھی کہ وہ لوگ بغرض استفاضہ شیخ ولی احمد
قدس سرہ کے حلقہ میں بیٹھا کریں۔ اور شیخ صاحب سے بھی آپنے اُن لوگونکی تعلیم و تربیت کے لیے
ارشاد فرمایا تھا جب فرد الاولیا کو عارضۂ فالج آیا اور کچھ دنوں تک مجالس اعراس کی
شرکت نکرسکے تو شیخ صاحب نے اُسی قدیم اجازت کے مطابق جو (فقط آرہ ہی کے
مریدوں کے لیے تھی) فرد الاولیا کے دیگر ارادتمندوں کی طرف بھی پھلواری کی مجلس سماع میں وجد
کرنا شروع کیا۔ ایکدن حکیم سید محمود علیہ الرحمۃ دہلوی پر (جنکا ذکر اوپر گذر چکا) شیخ صاحب نے
نعرہ کیا جس سے انکے دل پر سخت صدمہ پہونچا۔ مجلس کے بعد سید صاحب نے خلوت میں حاضر
ہوکر روتے ہوئے عرض کیا کہ میں دور دراز شہر سے آپکی جناب میں یہ سمجھکر حاضر ہوا ہوں کہ اللہ تعالےٰ
تک پہونچانے والے مجھے اب ہونگے آپ ہی کے ظل حمایت و تربیت میں مقصود حاصل ہوگا نہ کہ یہاں کی
کل قوم سے مدد لینی ہوگی۔ آج شیخ ولی احمد صاحب نے مجلس میں مجھپر نعرہ کیا جس سے میرے دل کو
سخت ملال پہونچا اور یہ کہکر دیر تک سید صاحب روتے رہے فرد الاولیا نے فرمایا آپ اسکا
غم نکریں اب آئندہ سے ایسا نہوگا شیخ صاحب اس مرتبہ جو آرہ گئے تو کئی عرسوں میں باوجود مصمم ارادہ
کے نہ آسکے اور عین وقت پر کوئی نہ کوئی ایسا امر مانع پیش آجاتا جس سے وہ عرس کی شرکت سے
محروم ہوجاتے۔ چند مرتبہ ایسا واقعہ پیش آنے سے شیخ صاحب کو اس بات کا خیال پیدا ہوا اور نہایت
گھبراکر ایک خط بنام گرامی حضرت مولوی معنوی شاہ ابو الحیوۃ قادری پھلواروی کے بھیجا کہ "میں
نہایت متحیر ہوں کہ اس طرف چند مہینوں سے عرسوں میں ہماری حاضری کیوں نہیں ہوتی باوجودیکہ
تاریخ عرس سے چند دن پہلے ہی سے میں سامان سفر مہیا کر رکھتا ہوں اور عین روانگی کے وقت کسی نہ کسی
مانع کے اچانک پیدا ہوجانے سے رک جاتا ہوں۔ اسکے پہلے جب میں حاضری کا ارادہ کرتا تھا تو
کوئی مانع بھی اگر سدراہ ہوتا تھا تو مجھے عین وقت حاضری پر اُس سے نجات ملجاتی تھی اور ضرور حاضر ہوجاتا تھا
اس مرتبہ کہ نہ ٹلنے والے موانع کے بروقت پیش آجانے سے میں بہت پریشان ہوں کہ مجھکو عرس کی
شرکت و حضرت کی قدمبوسی سے کیوں باز رکھ رہے ہیں اسکو میں اپنی نامساعدت تقدیر کے سوا اور
کیا سمجھوں"
مولوی ابو الحیوۃ قدس سرہ انکے جواب میں نہ حاضر ہوسکنے کی وجہ فرد الاولیا کی نارضامندی کو سید محمود صاحب

علیہ الرحمۃ کے واقعہ کے سبب سے) لکھ بھیجی۔ اور یہ بھی لکھا کہ ہم لوگون کو اسوقت سفارش کا بھی توقع نہیں ہے
شیخ صاحب کو عفو تقصیر کرانے کی کوئی تدبیر نہ سوجھی بجز اسکے کہ بنارس حضرت مولانا کے
آستانہ پر حاضر ہو کر عذر خواہ ہون۔ فوراً انتہائیہ سفر کیا اور بنارس روانہ ہو گئے اور پھلواری مین حضرت
مولوی معنوی شاہ ابوالحیوۃ قدس سرہ کو یہ لکھا کہ مین بنارس حضرت مولانا رسول نما قدس سرہ
کے آستانہ پر اپنے لیے شفاعت خواہ روانہ ہوتا ہون مجھے اسکے سوا کوئی دوسرا ذریعہ عفو تقصیر کا
معلوم نہین ہوتا۔ آپ بھی میری معافی خطا کی کوشش فرمائیے۔ جب بنارس سے شیخ صاحب
نے مراجعت کی تو پھلواری ہی چلے آئے اور فرد الاولیا سے اپنی خطا کا اعتراف کر کے عفو تقصیر کے
خواستگار ہوئے۔ آپنے درگذر فرمایا۔

فرد الاولیا کا ارادہ اور آپکی ہمت نہ فقط اپنی ہی جنس پر غالب آتی تھی بلکہ غیر جنس جن و آسیب
وغیرہ کے مقابلہ مین بھی آپکو ہمیشہ غلبہ رہا ہے۔ اسکے متعلق حکیم مصطفوی علیہ الرحمۃ ساکن
حکیم آباد گگھٹہ ضلع سارن کی حکایت یہ ہے کہ یہ بزرگ آپکے حقیقی ماموں زاد بھائی تھے۔ حکیم صاحب
کے مکان مین بالا خانہ پر ایک جن رہا کرتا تھا جسکو اکثر لوگ دن دہاڑے آنکھوں سے پھرتے چلتے
اجنبی صورتون مین دیکھا کرتے تھے۔ کچھ دنون سے اُسنے مکان کے رہنے والونکو طرح طرح کی ناقابل برداشت
ایذائین دیکر نہایت عاجز کر رکھا تھا مکان مین آتشزدگی تو ایک معمولی بات تھی۔ صندوق مین بند
رکھے ہوئے کپڑے اندر ہی اندر جلکر خاک سیاہ ہو جاتے تھے۔ باورچی خانہ سے چولھے پر چڑھے ہوئے
کھانے یا ترکاریان غائب ہو جایا کرتی تھین کبھی کھانا رکابیون مین نکال کر رکھا گیا اور نجاست
کھانے میں غلیظ پایا گیا اسکو دفع کرنے کی تدبیر مین جسقدر زیادہ کوشش کیجاتی تھی اُسیقدر وہ
بھی تکلیفین بڑھاتا جاتا تھا۔ اتفاق سے اس زمانہ مین حکیم صاحب علیہ الرحمۃ پھلواری ہی
مین موجود تھے گھر والون نے بہت عاجز ہو کر اسکی خبر خط کے ذریعہ سے حکیم صاحب کو پہونچائی
حکیم صاحب نے فرد الاولیا کے حضور مین حاضر ہو کر بعینہ خط پیش کر دیا اور رو رو کر اپنی اس مصیبت کا
اظہار کرنے لگے۔ فرد الاولیا نے فرمایا کہ اسکے جواب مین آپ یہ لکھ بھیجین کہ اسی مکان کی کوئی
ایک کوٹھری اسباب وغیرہ سے خالی کر دیجائے اور باہر کیطرف سے اسکی کنڈی چڑھا دیجائے اور وہانکی
آمد و رفت کھول مونڈ سے لوگ منع کر دیے جائین حکیم صاحب نے فرد الاولیا کے حسب ہدایت
ایسا ہی لکھ بھیجا اسکے بعد ہی سے جن کی وہ شورش جاتی رہی۔ لیکن آپنے تا بتا نہ اُسکے دفع کی کیا
تدبیر کی تھی کسی پر ظاہر نہ تھی ایک دن ایک ناواقف شخص نے اُس کوٹھری کا کواڑ کھول دیا دیکھا کہ

فرد الاولیا وہان مراقب بیٹھے تھے۔ اس اثر کے تمامتر دفع ہونے کے بعد ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ اسکے پہلے بہت کچھ تدبیرین اسکی دفع کے لیے کیجا چکی تھین لیکن کوئی تدبیر کارآمد نہین ہوتی تھی حضور نے کیا کام کیا جس سے اتنا جلد دفع ہوگیا آپ نے فرمایا کہ مین نے ایک وقت کا مراقبہ اسی مکان مین مقرر کر لیا تھا۔

فرد الاولیا کو کثرت ریاضات و مجاہدات کے سبب اشراق باطنی اسقدر پیدا ہو گیا تھا کہ بڑے بڑے مستور الحال بزرگان جنکی ظاہری وضع سے انکی بزرگی کا پتہ کوئی بھی نہین لگا سکتا اور وہ تمامتر اپنے حالات و کیفیات کے پوشیدہ رکھنے مین مصروف رہا کرتے ہون فرد الاولیا ایسے لوگون کو اول ہی ملاقات مین پہچان لیا کرتے تھے مولوی معنوی شاہ محمد ابوالحیوۃ قدس سرہ اسکی متعلق ایک قصہ لکھتے ہین وہ یہ ہے

نقل ست روزی ما ہمہ برادران دوستان برحسب دستور نشستہ بودیم شخصے بلباس اہل دنیا آمدہ ملاقات کردہ نشست کسی ندانست کہ از کدام جنس ست جناب ایشان نفع الفقرا از مولوی محمد امام صاحب دامت برکاتہ گوش بگوش فرمودند کہ متوجہ ایشان بشوند صاحب باطن معلوم می شوند بالآخر معلوم شد کہ شاغل اند و ہمچنین مردے از اہل ولایت مستور الحال وارد خانقاہ شد کسی اورا خیال نکرد حضرت ایشان بمجرد دوچار شدن فرمودند صاحب دل ست و خود بعجز و انکسار تمامتر آراستہ میداشتند؀

ترجمہ ایک روز ہم سب بھائی اور دوسرے احباب حسب معمول نشستگاہ مین بیٹھے تھے ایک شخص اہل دنیا کے لباس مین آکر فرد الاولیا سے ملا اسکی ظاہری وضع سے کوئی نہین پہچان سکا کہ یہ اہل دل ہے مگر فرد الاولیا نے دیکھتے ہی پہچان لیا اور اپنے تیسرے بھائی مولوی محمد امام قدس سرہ کے کان مین جھک کر فرمایا کہ آپ بھی خیال کرین یہ نووارد صاحب باطن معلوم ہوتے ہین انھون نے بھی جو خیال کیا تو صاحب باطن ہی ٹھہرے اسیطرح ایک شخص اہل ولایت سے مستور الحال خانقاہ مین وارد ہوئے لوگ انکی ظاہری وضع سے انکو پہچان نسکے مگر فرد الاولیا انھین دیکھتے ہی پہچان گئے اور جبتک وہ بزرگ خانقاہ مین مقیم رہے اخلاق و مدارات انکی بزرگی کے مطابق فرماتے رہے۔

کشف ارواح کا یہ عالم تھا کہ اسلاف کی روحین آپسے اسطرح ملتی تھین جسطرح ایک زندہ دوسرے زندہ سے ملکر ہمکلام ہوتا ہو۔ اسکے متعلق منشی سید امداد علی صاحب مرحوم ساکن کرائے پرسرائے (جو فرد الاولیا کے قریب رشتہ قرابت مین خسرزادے تھے) انکا واقعہ یہ ہے کہ ان کے نسب نامہ مرقومہ قدیم مین سے کاغذ کا کچھ حصہ نقصان ہو گیا تھا اُن گمشدہ نام کی کمی پوری کرنیکے خیال سے

ممدوح نے بہت کچھ کوششین کین اور اپنے ہم نسب لوگون سے بھی دریافت کیا مگر کہین سے بھی وہ کمی پوری نکر سکے ایک دن فرد الاولیا کے ملازمت کو تشریف لائے تو عند التذکرہ نسب نامہ کا بھی ذکر آگیا اور اس خیال سے کہ خانقاہ مین بڑا کتب خانہ ہے جسمین ہر قسم کی کتابین موجود ہونگی کیا عجب ہے کہ کسی انساب کی کتاب مین یہ چند گمشدہ نام بھی نکل آوین) فرد الاولیا سے کہنے لگے کہ کسیوقت فرصت پاکر حضور انساب کی کتابون سے تحقیق کرکے ان چند گمشدہ نامون کو مجھے لکھوا دین تو ہمارے نسبنامہ کی یہ کمی پوری ہوجائے" لیکن آپکو عدیم الفرصتی کے سبب سے کسی کتاب کے دیکھنے کا اتفاق نہوا مگر ملاقاتون مین بار بار تقاضے کے بعد کسی ایک ملاقات مین آپنے انسے فرمایا کہ "ضائع شدہ کاغذ مین فلان فلان بزرگون کے اسما اس ترتیب سے تھے لکھ لیجیے" ممدوح نے اسیوقت لکھ لیا۔ تھوڑے دن کے بعد انکو اپنے ہم جد لوگون سے پورا نسبنامہ ملگیا فرد الاولیا کے بتائے ہوئے نامون کو اس سے ملایا تو کل مطابق تھے۔ دوسری ملاقات مین ممدوح نے آپ سے باصرار اُس کتاب کا نام پوچھا جسمین سے ممدوح کے خیال کے مطابق فرد الاولیا نے نکالکر بتایا ہوگا حالانکہ وہ کل اسما صاحب نامکرودح سے دریافت کرکے انکو بتائے تھے چنانچہ ممدوح کے شدید اصرار کے بعد بھی آپنے یہی فرمایا کہ "مینے کسی کتاب سے نکالکر نہین بتایا تھا بلکہ آپ ہی کے اجداد کے ارواح طیبہ سے پوچھ رکھا تھا"

سلب امراض مین فرد الاولیا کو خاص ملکہ حاصل تھا مشکل سے مشکل امراض کا ازالہ آپکی ادنی توجہ سے ہوجاتا تھا۔ حق یہ ہے کہ موت کا تو کوئی علاج نہین ورنہ کوئی خدا رسیدہ اس سے نجات دیسکتا مگر مایوس العلاج مریضون کو بارہا دیکھا گیا ہے کہ وہ لوگ فرد الاولیا کی تھوڑی ہمت سے صحیح اور تندرست ہوکر مدتون جیتے رہے ہین اسکے متعلق دو حکایتین ایک حضرت مولوی شاہ محمد علی اکبر پھلواری قدس سرہ کی دوسری مولوی شیخ بدیع الزمان پھلواروی علیہ الرحمۃ کی اوپر گذر چکی ہین تیسری یہ۔

حکایت پھلواری کے مشہور قوال غوث نامی کی یہ ہے کہ جب یہ قوال مرض موت مین مبتلا ہوا اور روز بروز اسکے مرض کی شدت مایوسی کا ہیبت ناک سماد کھانے لگی اور نہایت ہی ضعیف و نزار ہوچکا تھا یہانتک کہ کروٹ تک بلا استعانت نہ بدل سکتا تھا تو اُسی سال رمضان مبارک کے مہینہ مین اپنے مرنے سے دو دن پہلے زندگی سے نہایت ہی مایوس ہوکر بست دلیم کی شب کو حضرت سیدنا امیر المومنین علی مرتضے کرم اللہ وجہہ الشریف کے فاتحہ مجلس سماع سے پہلے اسنے اپنے ساتھیون سے کہا کہ اب میرا وقت آخر ہے اور دل کا تقاضا ہو رہا ہے کہ کسیطرح عرس کی آخری شرکت

سلب امراض

سعادت حاصل کرلون پھر سال آئندہ مین کہان اور یہ سعادت کہان نصیب جسطرح ممکن ہو مجھے خانقاہ تک پہونچاؤ اور آخری وقت کی یہ تمنا پوری کراؤ ساتھیون نے کہا کہ تم تو کروٹ تک بدل نہین سکتے خانقاہ تک کیونکر جا سکوگے اور پھر قل کے وقت مجلس مین کسطرح بیٹھ سکوگے غوثن نے کہا کہ ہین کہار پر لاد لو دکر لیجاؤ اور مؤذن کی کوٹھری مین ڈالدینا مین پڑا پڑا وہین سے شرکت کرلونگا۔ غرض لوگون نے اسکی خواہش کے مطابق غریب کو خانقاہ مین لاکر مؤذن کی کوٹھری مین لٹادیا۔ نماز عشا و تراویح کے بعد فاتحہ وقل کا اہتمام شروع ہوا قل سے فارغ ہونے کے بعد راگ شروع ہوئی جسمین قطعہ یا رباعی یا غزل سے غوثن گانے کی ابتدا کیا کرتا تھا اتفاق سے اُسی کو دوسرے قوال نے شروع کیا مگر وہ اسکی دھن اور ترکیب کو بخوبی ادا نہ کرسکتا تھا اسلیے سماع کا رنگ پھیکا پڑ رہا تھا اور حاضرین مجلس کچھ خوشوقت اور محظوظ نہین ہو رہے تھے اس حالت کو غوثن نے محسوس کرکے اپنے پاس کی لوگون سے کہا کہ مجھے کسیطرح مجلس مین پہونچادو اس بے قرینہ گانے سے مجھے سخت اُلجھن ہو رہی ہے اگر خود گا نسکونگا تو بتاتا تو جاؤنگا۔ غرض بہزار مشکل لوگ اُسکو اُٹھا کر مجلس مین لے گئے۔ غوثن نے قدمبوسی کے لیے قصد کیا اور باستعانت فرد الاولیا کے حضور مین حاضر ہوکر قدمبوس ہوا غوثن نے جسدم قدمبوسی کے لیے اپنا سر جھکا کر فرد الاولیا کے زانوی مبارک پر رکھا تو آپ نے اپنا سر مبارک غوثن کے پُشت پر رکھدیا نہین معلوم کہ آپ کے اس پُراسرار فعل نے اُسکی قوت کے حق مین کیا مسیحائی کی کہ غوثن کو وہان سے واپس آنے مین استعانت اور مدد کی بالکل حاجت نرہی اور صحیح المزاج کیطرح قوالونکی جگہ پر آکر گانے والے کا شریک ہوگیا اور دیر تک گاتا رہا پھر تو مجلس کا رنگ ہی دوسرا ہوگیا اور نعرۂ ہاؤ ہو سے خانقاہ گونج اُٹھی۔ گھر واپس جانے تک غوثن بہت اچھا رہا اور بلا استعانت شب تک اپنا کل کام کرتا رہا لیکن صبح کے وقت پھر مزاج اُسکا بدستور ہوگیا اور دفعتہً ایسا ضعیف آیا کہ دسہرے کے دن اُسنے انتقال کیا۔

فرد الاولیا کی ایک سگی بھتیجی کسی مہلک عارضہ مین مبتلا ہوگئین اور روز بروز مرض مشتد ہوتا گیا اور کسیدن بھی افاقہ کی صورت پیدا نہین ہوئی ایکدن غایت تنجیر اور ہذیانی کیفیت سے یہان تک نوبت پہونچی کہ نبض ڈوب گئی اور برد اطراف شروع ہوگیا کلمات غیر مربوط زبان سے نکلنے لگے۔ حالت دیکھکر سب لوگ پریشان تھے اور چارۂ کار کہین سے نظر نہین آرہا تھا کہ کسی نے جاکر فرد الاولیا کو اسکی خبر کردی آپ فوراً ہی چلے آئے چند لمحہ مریضہ کے پاس مراقب رہکر خلوت مین تشریف لے گئے چند منٹ کے بعد مریضہ کو ہوش آگیا اور تمامی حرکات طبعی

طور پر اُس سے صادر ہونے لگے۔
فرد الاولیا کے روحانی قوت کے واقعات اور عارضہ فالج کے زمانہ مین جسقدر خرق عادات بطور پر ظاہر ہوتے گئے اور مجمع عام مین بھی بعض کا وقوع سیکڑون آدمی کے روبرو ہوا وہ اسقدر ہین اگر مین ایک ایک کر کے بیان کرنے کا ارادہ کرون تو یقین ہے کہ ہماری عمر تمام ہو جائے اور مجکو اپنے ارادہ مین کامیابی نہو اسلیے مین چند مشہور واقعات لکھنے کے بعد تذکرہ کو تمام کرتا ہون۔
از انجملہ ایک دن فرد الاولیا نے خادم سے تاج طلب فرما کر زیب سر کیا اور قادریہ کرتا پہنکر خادم کی استعانت سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور دو قدم چلکر تخت پوش کے کنارہ پہونچکر کفش پہنا ہاتھ مین عصا لے کر چلے اور خادم سے فرمایا کہ تم ساتھ ہی رہنا شاید چلنے سے میری پاؤن ڈگمگا جائین تو مجھے تھام لینا خادم آپکے ساتھ ہو لیے اور آپ بلا استعانت خانقاہ کی جنوبی دروازہ تک آبدار خانہ کے قریب سے ہوکر خلوت مین پلٹ آئے لوگونکو آپکی اس بات پر سخت حیرت ہوئی کیونکہ چند گھنٹہ پیشتر دیکھ چکے تھے کہ آپ بلا استعانت کروٹ تک نہین بدل سکتے تھے اور یکایک جسم مین اتنی قوت کا آجانا جس سے آپ بلا سہارے آبدار خانہ تک چلے گئے کیونکر ہوا اور پھر اپنی جگہ پر واپس آنے کے بعد حالت بدستور ہو گئی بجز روحانی قوت کے اور کیا سمجھا جائے گا۔
دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ایک دن فرد الاولیا نے اسی مجبوری کیحالت مین خود سے خلوت کا شمالی دروازہ بند کر کے کنڈی چڑھادی تھی مشہور ہے کہ آپنے ایسا سخت غصہ کے سبب سے کیا تھا چونکہ آپکی اہلخانہ (جنکے متعلق رفع ضرورت کے لیے پاخانہ لیجانے کی خدمت اور مسواک وغیرہ ضروریات ذاتیہ کے انجام دہی کا کام تھا) بوجہ ضرورت خانہ داری جلد نہ پہونچ سکی تھین اور مکرر کر طلب پر بھی نہ آسکی تھین اس لیے ناراض ہوکر آپنے اسوقت اپنی روحی قوت سے کام لیا اور بلا تکلف ایک صحیح آدمی کیطرح اُٹھکر دروازہ بند کر کے چلے آئے مخدومہ جب تشریف لائین تو دروازہ بند دیکھکر انھین تعجب ہوا کہ کواڑ کسنے بند کیا اور کیون بند کیا گیا چند آواز دینے کے بعد جب کواڑ نکھلا تو سمجھ گئین کہ میری تاخیر نے خاطر اقدس کو ملال پہونچایا اور ناراض ہوکر آپنے دروازہ بند کرا دیا ہوگا دیر تک معذرت کواڑ کھولنے کی درخواست کرتی رہی تھین لیکن مسموع نہین ہوتی تھی آخر مخدومہ نے عزیزون سے اپنے کسی ایک کو بُلا کر فرمایا کہ کواڑ کے درمیان ہاتھ دیکر کھولدو مین جاکر اپنا قصور معاف کرا لونگی چنانچہ ایسا کیا گیا اور مخدومہ نے حاضر ہوکر معافی چاہی دریافت سے معلوم ہوا کہ کواڑ فرد الاولیا نے خود بند کر دیا تھا یہ نہوا مگر روحانی قوت سے۔

مجلس سماع مین جوش و مستی کے وقت آپ تندرست آدمی کیطرح دور کرتے اور رقص صوفیہ مین آپکو بیماری کی مجبوری مانع نہین ہوتی۔ چنانچہ ایک مجلس کا واقعہ یہ ہے کہ آپ کھٹولی پر خلوت سے سماع خانہ مین تشریف لائے لوگ آپکو صدر جگہہ پر لے آئے سماع شروع ہوا چند ساعت کے بعد آپکو وفور کی کیفیت پیدا ہوئی اور ایکبارگی کھڑے ہو گئے اور دیر تک دور کرتے رہے مستفیدین توجہ ڈالتے رہے جب کیفیت کم ہو گئی تو جسم مین بے طاقتی محسوس ہونے لگی خدام باستعانت خاص جگہہ پر لے آئے اُسوقت ایک حکیم صاحب (جنکا مذہب امامیہ تھا اور صوفیون سے حسن ظن بھی نہین رکھتے تھے اور فرد الاولیا کے معالج بھی ہو چکے تھے) موجود تھے آپکے پاس جاکر نبض دیکھنے کے خواستگار ہوئے آپنے اپنا دست مبارک بڑھا دیا وہ نبض دیکھکر اپنی جگہہ پر چلے آئے مجلس تمام ہونے کے بعد حکیم صاحب نے فرمایا کہ آج مین انکی روحی قوت کا مقر ہو گیا اور مجھے دل سے اقرار ہے کہ بیشک فرد الاولیا بڑے صاحب قوت ہین جسوقت آپ دور کرنے لگے تو مجھے عجیب حیرت ہو گئی کہ یہ یکایک صحیح کیونکر ہو گئے اسی لیے وجد ساکن ہونے کے بعد ہی مین نے نبض دیکھی اگر مین پہلے سے معالج نہوتا اور یکایک مجلس سماع مین اسطرح بے طاقت اور چلنے سے مجبور ہو جاتے دیکھتا تو مجھے یقین ہو جاتا کہ فالج انھین ابھی آگیا ہے۔

شعیب کہتا ہے کہ بندہ سولہ برس کا واقعہ ہے کہ ایک سیاح (جسکی عمر تخمیناً ستر سے بالا ہوگی) علاقۂ غازی پور یا جونپور کا رہنے والا وارد خانقاہ ہوا اور مسجد مین ٹھہرا مین اُسوقت بہت کم عمر ۱۲-۱۴ برس کا تھا اور مفتدرہ مین بیٹھکر پڑھا کرتا تھا مجھسے وہ سیاح پوچھنے لگا کہ ایک مدت ہوئی مین ایکبار خانقاہ مین آج سے پہلے بھی آیا تھا لیکن یہان کی آبادی مین علی العموم اور اکابر مین خصوصیت کیساتھ کمی پاتا ہون۔ انکے بزرگان یہان بڑے بڑے صاحب قوت تھے چنانچہ مین نے ایک بزرگ کو دیکھا تھا کہ وہ عارضۂ فالج مین مبتلا تھے اور لوگ اُنھین ایک مکان سے نماز پنجگانہ کے وقت کھٹولی پر بیٹھا کر لے آیا کرتے تھے ایکروز مجلس سماع مین مَین انکو تندرست اور طاقتور آدمی کیطرح وجد و رقص صوفیہ کرتے ہوئے دیکھکر مجھے اُنسے بڑی عقیدت ہوئی مین نے کہا کہ وہ بزرگ اس خانقاہ کے سجادہ نشین تھے پچاس برس انکے وصال کو ہو گئے۔

فرد الاولیا کی شادی و اولاد

مین اوپر لکھہ چکا ہون کہ فرد الاولیا کی پہلی شادی حضرت بی بی ولیہ بنت حضرت مولوی معنوی شاہ عبد المغنی بن ملا محمد معین بن قاضی حیات مرید زینبی جعفری پھلواروی رحمہم اللہ سے ہوئی تھی

جنسے صرف ایک صاحبزادے مولوی شاہ ابو محمد علی حسن قدس سرہ پیدا ہوئے اور کم عمری میں تحصیل علوم
ظاہری و باطنی سے فارغ ہو کر متاہل ہوئے اور سنہ ۱۲ ہجری میں لاولد قضا کر گئے محل اولے کے انتقال کے بعد
فرد الاولیا کی دوسری شادی اسی خاندان میں مولوی عبد العلی بن ملا محمد مبین بن قاضی حیات
مزید مذکور کی دختر عفیفہ سے ہوئی جنسے دو صاحبزادے ایک حضرت مولوی معنوی شاہ محمد نور العین اور دوسرے
حضرت مصباح الطالبین مولانا شاہ محمد علی حبیب قادری قدس سرہما اور ایک دختر بی بی رحمۃ النساء
رحمہا اللہ وجود میں آئیں حضرت بدیع العصر مولانا شاہ محمد نور العین قادری قدس سرہ فرد الاولیا کی
وفات کے بعد جانشین کیے گئے اور کل ڈھائی برس ارشاد و ہدایت خلق میں مصروف رہنے کے بعد ۲۶ ربیع الآخر
سنہ ۱۲۶۸ ہجری میں معشوق حقیقی سے جا ملے آپکی شادی حضرت مولوی معنوی شاہ محمد حسین قادری پھلواروی
قدس سرہ کی دختر عفیفہ سے ہوئی تھی جنسے ایک صاحبزادے شاہ فضل الرسول نامی پیدا ہوئے جو محض
کم عمری میں قضا کر گئے سوا انکے کوئی دوسری اولاد ذکور و اناث سے نہ ہوئی جسکی باقی رہنے کے بعد آئندہ نسل چلا کرتی
حضرت مصباح الطالبین مولانا شاہ محمد علی حبیب قادری قدس سرہ اپنے بھائی کے وفات کے بعد انیس ۱۹
سال کی عمر میں جانشین ہوئے علوم ظاہری کچھ تو آپنے اپنے منجھلے چچا مولوی معنوی شاہ محمد ابو تراب
قدس سرہ سے پڑھا اور فاتحہ فراغ اپنے چھوٹے چچا مولوی معنوی شاہ محمد حسین قدس سرہ کے ہاتھ پر
پڑھا لیکن تکمیل باطنی آپکی حضرت مولانا شاہ محمد ابو تراب قدس سرہ سے ہوئی و بیعت و خلافت آپکو
اپنے والد ماجد حضرت فرد الاولیا سے تھی اور فن حدیث اپنے چچازاد بھائی مولانا شاہ آل احمد
بن مولانا شاہ محمد امام قادری پھلواروی مہاجر مدنی قدس سرہما سے حاصل کیا تھا آپکی دو شادیاں
ہوئیں اور دونوں ہی مولوی رعایت علی جعفری زینبی ابن مولوی عنایت علی بن مولوی عبد العلی
بن مولوی محمد مبین بن قاضی حیات مزید مذکور کی صاحبزادیوں سے یکے بعد دیگرے ہوئیں پہلی اہلخانہ
سے بکثرت اولاد وجود میں آئی جنمیں سے بڑے حضرت مولوی شاہ محمد عبد الحق قادری قدس سرہ تھے
اور چھوٹے حضرت مولوی شاہ محمد عین الحق صاحب مجدہ ابتک حی القائم موجود ہیں اور دو
صاحبزادیاں تھیں جو صاحب اولاد ہو کر قضا کر گئیں حضرت شاہ محمد عبد الحق قدس سرہ کی شادی
اگرچہ بہار میں شاہ عطا حسین صاحب مرحوم کی دختر نیک اختر سے ہوئی لیکن اولاد ہونے کی نوبت
نہ آئی چونکہ شادی کی چھٹے مہینے آپکا انتقال ہو گیا۔
دوسری اہلیہ سے بھی آپکی اولاد بکثرت ظہور میں آئی لیکن صرف ایک صاحبزادی بی بی قمر النساء مرحومہ
کی شادی ہوئی اور انسے اولاد ہوئی۔

فرد الاولیا کی صاحبزادی بی بی رحمۃ النسا کی شادی مولوی محمود علی بن مولوی محمد عیسی بن مولوی
عبد العلی بن ملا محمد مبین بن قاضی حیات مزید مذکور سے ہوئی جو لاولد قضا کر گئین۔

فرد الاولیا کی رحلت

دنیا کی تمامی واقعات سے زیادہ عبرتناک واقعہ کسی مقتدا یا پیشوائے قوم کا روی زمین سے گذر جانا ہے۔
اور یہی ایک ایسا واقعہ ہے جو خدائے بے نیاز کے سچے قول کل نفس ذائقۃ الموت کو قطعی ضروری
الوقوع ماننے پر مجبور کرتا ہے۔ ہماری جیسی اگر ہزار جانین تہ خاک ہو جائین اور یون علانیہ ہماری برباد
خاک پامال ہو کر خلق کی پیش نظر ہو تو ہرگز ہماری اس پراگندہ خاک پر عبرت کی وہ نگاہ جو ایک مقدس
تودہ خاک پڑا کرتی ہے نہ پڑیگی حق یہ ہے کہ دنیا مین سب سے بڑھکر قیمتی اور قابل قدر وہ زندگی ہے جو بنی نوع
انسان کے لیے مفید ہو بیشک ایسی افراد کا دنیا سے معدوم ہو جانا افسوس و عبرت کا سبب ہونا چاہیے
فرد الاولیا کی وفات کا جسقدر غم ہوتا تھوڑا تھا۔ ہر چند آپکی عمر شریف چھہتر سال سے تجاوز کر چکی
تھی اور موجودہ عمر و قویٰ کے اعتبار سے سن بھی حد طبعی تک پہونچ چکا تھا لیکن فرد الاولیا
جیسے مفید زندگانی کے اشخاص اگر ہزار سال کی عمر بھی پائین تو بہت ہی کم ہے۔
۱۲۵۳ھ ہجری مین فرد الاولیا حسب معمول عصر کی نماز کے بعد بغرض فاتحہ مزار پر تشریف لیگئے وہان پہونچنے
کے ساتھ یکایک چھینکین آنا شروع ہوئین اور پیہم آیا کین یہان تک کہ چند منٹ مین سو بار سے زیادہ
چھینکین آئین۔ مزار سے واپسی کے بعد تک یہی سلسلہ رہا جب آپ نماز مغرب کے بعد خلوت مین تشریف لیگئے
تو ہاتھ پاؤن مین ایک قسم کی بے طاقتی پیدا ہوئی اور معاً فالج آگیا۔ دو تین تدبیر مناسب ہوئی اور ایک ماہ
تک تکلیف رفع ہو گیا دوسری مرتبہ پندرہ ذی قعدہ شب جمعہ ۱۲۵۹ھ ہجری مین مادہ سابق نے پھر عود کیا اور
کامل چھ سال تک انواع و اقسام کی تکالیف و مصائب کا نشانہ بنا تا رہا۔
فرد الاولیا خود بھی فن طبابت مین کامل دستگاہ رکھتے تھے خود بھی اور دیگر مریدان و معتقدان ایسے
جنھین فن طبابت مین مہارت تامہ حاصل تھی معالجہ مین مصروف ہوئے لیکن صحت کی کوئی صورت پیدا
نہوئی ہر طرح کی تدبیرون سے جب معذوری ہوئی تو محض برفع تکلیف کی خیال سے دوا کا استعمال رہا اسیطرح
دن بدن ضعف و نقاہت کی زیادتی ہوتی گئی جس سال فرد الاولیا نے وصال فرمایا ہے اس سال
مرض کا عنوان عجیب و غریب رہا کبھی محض بیہوشی کبھی دست و پا کی کمزوری کبھی زبان کی بے اختیاری
غرض روز بروز مرض بڑھتا ہی گیا جس سے خود فرد الاولیا کو اپنی کار آمد زندگی سے یاس اور متوسلین کو

ہر ساعت مایوسانہ سماں کا مشاہدہ کرنا پڑا۔ اور پوری طرح دل نے اسکا یقین کر لیا کہ اب وہ بیانی وہ بیتناک ساعت بہت جلد آنیوالی ہے جسمیں ہم وابستگان دامن کے سر سے سایۂ رحمت الٰہی اٹھ جائے گا۔

چھٹی محرم کا واقعہ یہ ہے کہ سویرے صبح کے وقت حسب معمول مسواک سے فراغت کرنے کے بعد خادم نے چاء لا کر دی تو قفلی ہاتھ میں لیتے ہی رعشہ پیدا ہوا اور پیالی ہاتھ سے گرتے ہی افاقہ جاتا رہا متوسلین کے حواس برجا نہ رہے طبیب بلائے گئے بروقت کی تدبیر سے افاقہ ہو گیا۔ مگر فرد الاولیا نے اس وقت سے اپنا ظاہری تعلق بالکل قطع کر کے ایکدم سکوت اختیار کر لیا جب کسی ضرورت کے لیے کوئی آپکو بیدار کرتا تو فرماتے کہ مجھے چھوڑ دو۔ غرض اُسدن سے ۲۳ محرم تک طبیعت کا یہی انداز رہا اس اثنا میں جو باتیں بر سبیل خرق عادت دیکھی جاتی تھیں وہ یہ ہیں کہ اکثر انبساطی کیفیت جوش کیسی آپکے جوارح و چہرہ پر نمایاں ہوتی تھی اور اذان کے آواز پر دست مبارک کا ہلانا اور نعرہ لگانا اکثر معائنہ ہوتا تھا۔ بیشتر نعتیہ اشعار سُننے و پڑھنے کی طرف رغبت فرماتے اور گاہ گاہ خود بھی پڑھتے اثنائے علالت میں ایسی عشقیہ کیفیتیں اکثر پیدا ہوتی رہتیں اور جب آتش شوق باقتضائے عشقِ نبویؐ بھڑک اُٹھتی تو زبان مبارک پر نعتیہ اشعار خود بخود جاری ہو جاتے چنانچہ ایک مرتبہ کچھ حالت آپ پر طاری ہوئی اور ایک شعر خیال میں آگیا اُسوقت مولوی معنوی شاہ وصی احمد پھلواروی (جنکے متعلق تحریر کا کام تھا) موجود نہ تھے آپنے اُسکے لکھنے کا خود ارادہ کیا اور کاغذ و قلم اُٹھا کر لکھنے لگے مگر شدتِ رعشہ کے سبب حرف صاف نہیں نکلا محض خط موہوم لکیر سا نمایاں ہو کر رہ گیا۔ مولوی وصی احمد علیہ الرحمۃ بھی پہونچ گئے فرد الاولیا نے دوات و قلم آپکے حوالہ کر کے فرمایا کہ یہ شعر مولوی معنوی رومی کا ہے

چون محمد پاک بود از نار و دود	ہر کجا رو کرد وجہ اللہ بود

مجھے خیال آگیا تھا تم موجود نہ تھے میں خود ہی لکھنا چاہتا تھا مگر لکھ نسکا تو لکھ لو مولوی صاحب نے پرزہ آپکے ہاتھ سے لیکر لکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد فرد الاولیا کے چھوٹے صاحبزادے و جانشین حضرت مصباح الطالبین مولانا شاہ محمد علی حبیب قادری قدس سرہ فرد الاولیا کا یہ شعر

بس این دلیل حلاوت باسم پاک رسول	کہ لب بلفظ محمد دوبارہ بچسپید

پڑھتے ہوئے پہونچے آپنے جب یہ شعر سُنا تو کیفیت دوبالا ہو گئی اور اُسکے لکھنے لینے کی بھی فرمایش کی تھوڑی دیر میں زلفن قوال پہونچا مولوی وصی احمد علیہ الرحمۃ نے فرد الاولیا کا وقت خوش پاکر انھیں اشعار کے گانے کا حکم دیا دیر تک مجلس گرم رہی طالبین مستفیض ہوتے رہے اسی علالت

کے زمانہ مین آپنے اپنا دونون دیوان مولوی وصی احمد علیہ الرحمۃ سے پڑھوا کر سنا تھا- دیکھنے والونکا بیان ہے کہ ہر شعر پر آپکو کیفیت پیدا ہوتی تھی اور دست مبارک زانو پر ذوق و شوق مین مارا کرتے تھے غرض علالت کے زمانہ مین اسی قسم کی کیفیتین آپ پر طاری ہوا کرتی تھین جسکی تاثیر عام طور پر محسوس ہوتی تھی مختصر یہ کہ محرم کی دس تاریخ کو صبح سے فرد الاولیا کو افاقہ تھا اور بظاہر مستفیضون کیطرف متوجہ تھے طالبین کیطرف اکثر فیض آمیز نگاہ سے فیض پہونچا رہے تھے لیکن قوت نہ تھی کہ حضرت سید الشہدا امام حسین علی جدہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے فاتحہ کی شرکت کے لیے بمقدار رہ خانقاہ مین تشریف لیجا سکین حکم دیا کہ فاتحہ کا سامان کرو مین یہین سے شرکت کرونگا جب فاتحہ کا وقت قریب آیا تو قل کا حکم دیکر خود اپنا مسکاہ مین کلام الٰہی سننے کیطرف متوجہ ہوئے اسوقت آپکی کیفیت لوگون کے قلب کو بیچین کر رہی تھی اور ہر شخص کی آنکھین غیرت جیحون ہو رہی تھی- کبھی فرد الاولیا نعرہ فرماتے کبھی دست و پا کو جنبش دیتے کبھی گریہ و بکا فرماتے- بعد اتمام فاتحہ پھر آپ پر استغراقی کیفیت طاری ہو گئی لوگون کو بیہوشی کا گمان پیدا ہوا مگر اسکے بعد سے کسیکو ایسی جرأت نہو ئی کہ متنبہ کرے ہوش کا پتہ اسوقت لگتا تھا جب آپ ہر نماز کے وقت اشارے سے ادائے نماز کا تہیہ کرتے تھے-

غرض اسی قسم کیحالت گاہ افاقہ گاہ بے افاقگی کی برابر ہوتی گئی یہان تک کہ وہ روز سیاہ آ ہی دھمکا اور ۱۲ محرم روز پنجشنبہ ۱۲۶۵ ہجری مین ثلث شب باقی رہتے آپکی روح پرفتوح قالب عنصری کو چھوڑ وصال معشوق حقیقی سے فائز ہوئی

انا للہ وانا الیہ راجعون

روئے خود بنمود چون آئینہ حیران کرد و رفت	زلف را بکشود جمعی را پریشان کرد و رفت
شمع محفل گشتی گشت و بدلہا شعلہ زد	اہل مجلس را سحر چون شمع گریان کرد و رفت

خاتمۃ الکتاب

الحمد للہ والمنۃ کہ آج ۲۶ جمادی الاخری یوم   سنہ مطابق ۱۳۲۲ھ ہجری کو ہماری یہ سعی مشکور ہوئی اور حیات فردؒ کی تدوین سے مجھے اللہ نے فراغت بخشی اور جن جن دقتون اور مشکلون کا سامنا کا سامنا اسکے مدون کرنیکے زمانہ مین مجھے کرنا پڑا اون سب سے نجات دیکر مجھے اپنے مقصود مین اعلی کامیابی عطا فرمائی۔ اور یہ کل عنایات والطاف اوس کریم کارساز کے مجھ ناچیز کے حال پر اوس مقدس ذات کی بدولت ہوئے جسکی سرپرستی و توجہات سے ہمارے دینی و دنیوی کل کام انجام پاتے ہین۔ حق یہ ہے کہ اگر میرے ماوا و ملجا حضرت پیر و مرشد مدظلہ العالی کی مدد اسکے مدون کرنیکے زمانہ مین دستگیری نہ کرتی تو اسقدر واقعات کا معلوم کرنا مشکل نہین بلکہ محال تھا کیونکہ اسقدر تفصیل کے ساتھ اسوقت تک فرد الاولیا کے واقعات زندگی قلمبند نہین کیے گئے تھے جس سے سوانح نگار کو ترتیب مضامین مین آسانی ہوتی اور نہ کوئی ایسا شخص جس نے بخوبی فرد الاولیا کی مفید صحبت اُٹھائی ہو اور آپ کے ہر جزئیات زندگی سے واقف ہو زندہ رہا تھا جسکی روایت سے واقعات قلمبند کیے جاسکتے ایسی حالت مین مجھے اپنی کوشش اور مشکل خیال مین کامیابی کی کیا اُمید ہوسکتی تھی۔ لیکن چونکہ یہ کام ہمارے ہی ہاتھ سے انجام پانیوالا تھا اور خدا کے بے نیاز کو مجھ ہی سے یہ اعلے خدمت لینی تھی اسلیے ان ناکامیابی کی صورتون کے ساتھ مجھے حالات فرد مدون کرنیکا خیال پیدا ہوا اور ۱۳۱۷ھ ہجری کے ماہ محرم مین مَین نے اسکی ابتدا کی اور جسقدر واقعات فرد الاولیا کی زندگی کے متعلق بزرگون کی زبانی گوش زد ہوچکے تھے اونکو قلمبند کرلیا۔ مگر ہماری ہمت جس اعلی پیمانہ پر سوانح نگاری کے لیے مستعد ہوئی تھی اوس کا سامان نظر نہین آرہا تھا اسلیے ہماری ہمت پست ہوتی جاتی تھی یہانتک کہ مین نے اپنے اس خیال کا اظہار بیدلی کے ساتھ اپنے پیر و مرشد مدظلہ العالی سے کیا۔ ارشاد ہوا کہ متفرق طور پر واقعات جابجا کتابون مین بطور یادداشت کے لکھے ہوے ہماری نظر سے گذرے ہین تلاش کرو ملجائینگے یہ مژدہ روح افزا سنکر ہماری ہمت بڑھگئی اور فوراً ہی تعمیل ارشاد مین سرگرم ہوگیا اور کتبخانہ مجیبیہ کو بالاستیعاب ورق ورق کرکے دیکھ ڈالا تو کہین پرزہ کہین چند اوراق کہین خطوط پاے گئے جن مین تھوڑے تھوڑے حالات لکھے ہوے تھے جسقدر واقعات دستیاب ہوتے گئے مین اصل مسودہ مین نقل کرتا گیا تھوڑے دن کے بعد مولوی معنوی شاہ وصی احمد پھلواروی علیہ الرحمۃ کا تالیف کیا ہوا وہ دیباچہ

ملگیا جسکو ممدوح نے دیوان فرد کے پہلے ضمیمہ لگانیکے خیال سے ترتیب دیا تھا کچھ مضامین اوس سے بھی اقتباس کیے گئے مولوی ابوالحیوۃ قادری پھلواری قدس سرہٗ نے بھی آپکے کچھ حالات قلمبند فرمائے تھے وہ بھی ایک قرابتمند کے کتبخانہ سے دستیاب ہوگیا۔ شیخ طالب علی پھلواری مرحوم نے ملفوظات شیخ العالمین مین بھی کچھ ذکر آپ کا کیا تھا اوس سے بھی مضامین لیے گئے تذکرۃ الکرام سے بھی بعض واقعات کا پتا لگا غرض ہمارے حضرت پیر و مرشد متعنا اللہ و جمیع المسلمین بطول بقائہٖ کی توجہات نے کچھ اس طرح پر دستگیری کی کہ اس مشکل خدمت کی انجام دہی مین مجھے کوئی وقت نہوئی اور اسکے تدوین کرنے کا معقول سامان مہیا ہوگیا جس سے مجھے اپنے خیالات مین خاطرخواہ کامیابی نصیب ہوئی اور تذکرہ حسب خواہ مرتب ہوگیا اوسکے بعد مین نے اپنے پیر مرشد مدظلہ العالی کے حضور مین پیش کیا آپ نے بامعان نظر بالاستیعاب ملاحظہ فرمانیکے بعد تصرفات و کرامات کے حکایات جسقدر آپ کو اپنے پیر و مرشد حضرت ابوالنصر قدس سرہٗ سے اور والد ماجد حضرت مولوی معنوی شاہ محمد شرف الدین قادری پھلواروی قدس سرہٗ سے اور عم محترم مولوی معنوی شاہ وصی احمد قادری پھلواروی قدس سرہٗ سے معلوم ہوتے گئے تھے اونکا اضافہ فرماکر تذکرہ کو مکمل فرمادیا اب مجھے اپنے اخوان طریق و دیگر ناظرین سے اس بات کی تمنا ہے کہ اسکے مطالعہ کے بعد ہماری غلطیون اور لغزشون کو محو فرماکر اپنے خاص وقتون مین میرے و دیگر اخوان طریق کے حسن خاتمت و تذکرہ ہذا کی مقبولیت کی دعا فرمائینگے و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ سیدنا محمد و آلہ و اہلبیتہ و اصحابہ و احبابہ و اولیائہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین ۔ حصل الفراغ من تسوید هذه الرسالة تسع و عشرين من شوال يوم الاربعا سنة احد و ثلثين و ثلثمائة بعد الالف من هجرة النبي صلى الله عليه و آله و صحبه و سلم المعتصم بحبل الله القوى محمد الشهير بشعيب الرضوى القادرى المجيبى الفلوارى غفر له الله البارى ؎

قطعۂ تاریخ اتمام حیات فخر از حضرت

کشش پھلواروی مدظلہٗ

جس ولی حق آگہی یہ تاریخ	ہے محمد شعیب نے لکھی

نام ہے بوالحسن تخلص فرد
واقعی تھے وہ فرد لاثانی

کہتے تھے آپکو یہاں اکثر
احقر آگا حضور اعلی بھی

الغرض فکر جب ہوئی مجھکو
لکھوں تاریخ اب کوئی اسکی

سب سے کذب یہ ہوئی تاریخ
سچی لائف حضور اعلی کی
۱۳ھ ۲۹

قطعات تاریخ وفات حضرت کرسی نشین ولایت فرد الاولیا قدس سرہ العزیز

از حضرت فخر الواصلین مولانا شاہ محمد ابو تراب قادری پھلواروی قدس سرہ
برادر دویمی حضرت فرد الاولیا قدس سرہ العزیز

بوالحسن بو مصدر حسنات
احسن اللہ حالہ ابدا

سالش از روے درد گفت دوم
ما رأیت کمثلہ احدا
۱۲۶۱ھ
۴

منہ قدس سرہ

از سر اتفاق وجمع نیست چو کس نظیر او
سال وفات او ولا فرد شیوخ دین بگو
۱۲۶۰

از جناب معلے القاب مولوی قاضی سید محمد محمد ومرعالم صاحب
رئیس پھلواری علیہ الرحمۃ والغفران

اذا انتقل ابوالحسن المعظم
الی قسمی مقامات وشامخ

فقد اخرجت من تاریخ نقلہ
بلا وجہ الاذی فرد المشایخ
۱۲۶۶

منہ علیہ الرحمۃ

فرد کہ در شعر و سخن فرد بود
چون ز جہان گذران رخت بست

مرقد والا شدہ در ہند و سال
طوطی شکر شکن فارسی ست
۱۲۶۶

منه

صاحب دین و دل احسان و فضل	کان فی الکونین فرد الصالحین
رفت چون صاحب دل و دین سال او	رحمة الله قریب المحسنین

۱۲۶۵ھ

از عالیجناب معلی القاب مولوی محمد فہیدا صاحب علیہ الرحمۃ پھلواروی

شاہ بوالحسن عارف و کامل	عاشق صادق خدا بو ثوق
کرد نقل مکان چو زین عالم	نالہ خلق رفت تا بوق آسمان
گفت تاریخ انتقال فرشتہ	وصل العاشق الی المعشوق

۱۲۶۵ھ

از جناب منشی محمد طاہر علی صاحب پھلواروی علیہ الرحمۃ

فرزانہ عارف کامل ابوالحسن	چون سوے خلد عزم سفر زین جہان نمود
ہاتف چو سال رحلت آن آفتاب دین	عقدہ کشاے اہل طریقت بیان نمود

۱۲۶۵ھ

منه

رفت ہمرو کہ فرد مطلق بود	گفت ہاتف کہ مظہر حق بود

۱۲۶۵ھ

منه

اے منجم پارہ کن تقویم سال	گم شدہ امسال منجم بے نظیر

۱۲۶۵ھ

از عالیجناب مستطاب معلی القاب علامہ اجل مرجع القریب والبعید

حضرت مولوی معنوی شاہ محمد سعید عظیم آبادی

قدس سرہ

توفی ابوالحسن شیخا جلیلا	وکشاف الاسرار الحقیقه
سالت القوم عن تاریخ فوته	فقالوا علامه شیخ الطریقه

۱۲۶۵ھ

منه قدس سره

آمد ندا بگوشم امشب ز ہاتف غیب	کامسال کرد رحلت شیخ اجل اکرم

گفتم چہ بود نامش گفتا کہ بوالحسن بود
گفتم کہ وصف او کن گفتا کہ قطب اعظم

گفتم کہ شعر گفتی گفتا کہ فرد این فن
گفتم کہ علم ظاہر گفتا بود مسلم

گفتم کہ روز رحلت گفتا کہ پنجشنبہ
گفتم کہ وقت آن گو گفتا صباح پر غم

گفتم چہ بود ماہ و تاریخ و سال فوتش
گفتا کہ بیست و چارم بیدار از محرم

۱۲۶۵ ہجری

خاتمۃ الطبع

جس زمانہ مین مین حیات فرد کی تدوین مین سرگرم تھا اوسی اثنا رمین مجھے دیوان فرد طبع کرانیکا خیال پیدا ہوا اور اکثر شائقین احباب نے مجھے اس کام کیطرف توجہ دلائی لیکن دیوان فرد جیسی ضخیم کتاب کے طبع کرانیکے لیے کافی سرمایہ کی ضرورت تھی جسکا بہم پہونچنا مجھ جیسے بالکل دشوار تھا مین نے اپنے اس خیال مین زیادہ زور نہین پہونچایا۔ لیکن احباب کی تحریک مجھے اپنے اس خیال مین خواہ مخواہ زور دینے پر مجبور کرتی رہی یہانتک کہ سنہ ۱۳۲۷ ہجری مین اونھین احباب نے مجھے یہ مشورہ دیا کہ تم اپنے اس خیال کو اشتہار کے ذریعہ سے ظاہر کردو اور شائقین کو زر پیشگی دینے پر آمادہ کرو اس سبب دیوان کے بہت لوگ شائق ہین جب اونھین معلوم ہو جائیگا تو وہ لوگ بدل خریداری منظور کرکے تمہارا حوصلہ بڑھائینگے اسیطرح ایک معقول رقم پیشگی کی مہیا ہو جائے گی جس سے طبع کا کام بآسانی نکل جائیگا۔ مین نے اونکے مشورہ کے مطابق ہزار فرد اشتہار طبع دیوان کے متعلق چھپواکر تمام ملک مین اور شائقین کی خدمت مین شائع کرا دیے لیکن تجربہ سے یہ طریقہ ناکافی ثابت ہوا اور محض قلیل رقم مبلغ ساٹھ روپیہ کے اندازسے پیشگی آئی جو مصارف طبع کا چالیسوان حصہ بھی نہ تھا تاہم مین زر پیشگی کی امید مین کامل ایک سال تک بیٹھا رہا جب مجھے پورا یقین ہو گیا کہ اس عنوان سے روپیہ بہم نہین پہونچسکتا اور یہ فعل ہمارا لغو ہوا تو مجھے اسپر نہایت ندامت ہوئی اور مین اس خیال مین ہوا کہ کچھ روپیے اور برباد کرکے پھر اشتہار دیدون کہ دیوان فرد کی طبع کرانیکا خیال اوٹھا دیا گیا کیونکہ طبع کے اخراجات پورے مہیا نہو سکے پیشگی دینے والے اپنے اپنے روپیے واپس لے لین لیکن بجائے ڈھائی روپیہ کے دو روپیہ سات آنے دیے جائینگے کیونکہ ایک آنہ محصول ڈاک کی ذمہ داری اٹھانی ہوگی۔ مگر ہمارے احباب نے مجھے ایسا کرنے سے روکا۔ ہماری حسرت اور ندامت جس درجہ مین زیادہ ہوتی جاتی اور مجھے اپنے پیشگی دینے والے حضرات سے آنکھین ملانی جسقدر دشوار ہوگئی تھین اوسکو بیان نہین کرسکتا۔ لیکن قربان ہوجائی اوس کریم کارساز کی کارسازی کے جس نے اپنے فضل و کرم سے

میری آبرو رکھ لی اور غیب سے ایسا سامان کر دیا جسکا خیال نہ کبھی عقل مین آیا تھا اور نہ واہمہ نے اسکا گمان کیا تھا۔ یعنے برادران دین سے ہمارے ایک باہمت شخص نے اپنی بلند حوصلگی سے بارہ سو روپے ایک مشت دیکر میری ہمت بڑہا دی مین شکر خدا بجالا کر طبع کرانیکے فکر مین لگ گیا جب امید طبع پوری بندھ گئی تب میرا ارادہ ہوا کہ دیوان کے آخر مین بطور ضمیمہ حیات فرد بھی لگا دیا جائے چنانچہ حیات فرد اور دیوان دونون کی کاپیان بیکوقت مین نے اپنے کرم فرما خواجہ محمد عبدالواحد صاحب مالک و مہتمم مطبع انتظامی کانپور کے یہان بغرض طبع دیوان روانہ کر دیا مگر افسوس کہ خواجہ صاحب کو مکروہات زمانہ نے کچھ ایسا مجبور کیا کہ حسب وعدہ جلد دیوان طبع کراکے نہ بھیج سکے اور بجائے ایک سال کی مدت کے کامل ڈھائی سال کی مدت اسکے طبع کرانے مین گذر گئی الحمدللہ کہ خواجہ صاحب موصوف نے ۱۳۳۱ ہجری مین دیوان فرد کامل و مکمل دو جلدون مین چھپوا کر تیار کر دیا جو شایقین کی خدمت مین حاضر ہو کر انکا عزیز وقت خوش کرنیکو تیار ہے

اعلان عام

دیا جاتا ہی شایقین دیوان فرد خوش ہون اور اس نعمت بے بدل کی حاصل کرنیمین تعویق نکرین کیونکہ اتفاقات سے ایسا مبارک وقت آگیا ہی جسمین دیوان فرد طبع ہوگیا اور شایقین حضرات کی مدت کی تمنا پوری ہوگئی اسلیے مناسب ہے کہ جہانتک جلد ممکن ہو آپ لوگ اپنے مراد کے حاصل کرنیمین کوشش کرین دیوان فرد جیسی متبرک کتاب کی قیمت مبلغ تین روپیہ علاوہ محصول ڈاک بالکل کم ہی خریدارون کی کثرت سی دیوان ہاتھون ہاتھ نکلا جاتا ہے اگر آپ حضرات غفلت کرینگے تو مفت مین حاصل شدہ دولت ہاتھ سے کھوینگے

دفتر معارف پھلواری ضلع پٹنہ سے جلد طلب کیجئے

المشتہر

محمد حسین منیجر

حضرت مولانا شاہ محمد ابو الحسن مجددی قدس سرہٗ

دفتر اول



خواجہ عبد الواحد

هو الفرد المجیب لی النعمة

دفتر اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ردیف الالف ۱ غزل

اے نعمت تو بیش ز حدِ قیاسِ ما — کے در خور نوال تو باشد سپاس ما
بودی ندشت ہیچ ازین نیست مشربان — ہستی پذیر از تو بود این اساس ما
گردد بلند پایۂ فکرم اگر ز عرش — باشد ہمان ز در گہ قدمت ہراس ما
نیرنگیِ تو رنگ رخِ عقل کل بریخت — آشفتگیست از صفتت در حواس ما
کے از جہان توان بہ جہان آفرین رسید — یکسان بود بہ فکر تو امید و یاس ما
افگندہ سر بجوے گریبانم و ہنوز — گردے نشد ز راہ تو زیب لباس ما
دامانِ ما کجا و کجا دُرِ معرفت — اشک خجالت است چو گوہر بطاس ما
ما را مجال دم زدن ما و من کجا — از نور ہستی تو بود اقتباس ما

فرد مرا چو بندۂ خود خواندۂ ز لطف
کے خیزد از در تو دل حق شناسِ ما

قدوم موسم گل شوق انگیز ست دلہا — اَلا یا اَیُّہَا السَّاقی اَدِر کَاسًا وَّ نَاوِلہَا
ز جام بیخودی سرشار ہمت کن مغان ما را — کہ عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکلہا
در آمد فوج شاہ عشق و منزل ساخت در دلہا — الا اے عقل و صبر و ہوش بر بندید محملہا
صبا از نکہتِ گیسوئش معنبر کن دماغم را — کہ در افتادہ ام از آستانِ دست منزلہا
بحکم افگندم از حکم مغان سجادۂ تقوی — کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا
چہ افسون در حدی می سازی خجی اندی کہ من مستم — جرس را ز شوق نالانست و میر تصند محملہا

دل خلقی براه تو ته خاک اندزین حسرت
که هنگام خرامیدن فتد پای تو بر دلها

زسرتا پا بآب دیده قالب ترازان دارم
که آسان تر بکار جام باده آید این گلها

خدارا همتی ای خضر چون در اول گامم
بگل افتاد پا و دورم از مقصود منزلها

زدی آتش زرخ در خرمن هستی پروانه
که خواهد نیست با این جلوه ای شمع محفلها

ته خاک درت بس آرزومندان که در خواب اند
مبادا از خرامت باز خیزد فتنه بر دلها

اگر صد موج طوفان خیز خیزد از سرشک خلق
سر موی ز نقش تو کجا می خیزد از دلها

بهر سو میزنم دستی که شاید بر کنار افتم
نمی دارد مگر بحر محیط عشق ساحلها

فرد

منال ای فرد عمرت گر بسر آمد دم وصلش
ندیدی بر در دولت سرایش حال بسملها

حسنش گواه خوبی صنع خدای ما
صد آفرین بنقش خوش رهنمای ما

نقش مراد من بود ای ناقه نقش پات
خوش میدهد نشان ز ره دلربای ما

بخت رسا کجا که به محراب ابرویت
گردد دراز پیش تو دست دعای ما

ما پس رو تو ایم بگامی که می زنیم
باشد نگین نقش کف پات پای ما

گاهی قدم ز حلقهٔ آن نقش پای تو
بیرون نمی زنیم که باشد برای ما

شرمنده ایم از انکه نمائی بهر قدم
نقش توی که نیست براه صفای ما

فرد

ای فرد از غزل سرائی ما نیست حاصلی
غیر از شنیدنش که بود مدعای ما

غوغای عشق بازی در سر نبود ما را
قربان لعل نوشین کز خود ربود ما را

هنگامهٔ محبت آورد شور محشر
زاهد حرم پرستی بخشد چه سود ما را

شوریده سر چو بیدم گفتار یار پریشان
معذور کرد عشق از گفت و شنود ما را

تا سبحه بر فگندم جامی بدست کردم
هر عقده که بوده یکبیک کشود ما را

پابندی جهانی بود از خرد چو دیدم
برهاند دست عشقش از هر قیود ما را

ای محتسب چه جرمم کز لعل می گسارش
این ذوق می پرستی در سر فزود ما را

محو وقت خویشم تا گشته ام ایازت
هر کس که گفت مدحت و انجم ستود ما را

بیعانهٔ نگاهی صد جان ماست ارزان
باشد درین زیانها صد گونه سود ما را

نازم بشان عشقش کز جلوهٔ خود اے فرد
هر مشکلے که آمد آسان نمود ما را

بنگاه نیم مستے ز خودی ربود ما را — سر من فدائے چشمش که چها نمود ما را
ز خرام ناز سرو تو چنان ربود ما را — که ز هوش رفتن خود خبرے نبود ما را
من و خجلتی ز ناصح که ادب بما نماند — به درت مباد بیند گہے در سجود ما را
گره قبا کشاده سحر آمدی به بالین — برخت چو دیده واشد چه گره گشود ما را
ز لبت کشیده بودم چو مئی بخواب نوشین — من و مستی که از خود خبرے نبود ما را

سخنے ز شمع محفل زده آتشی به فردم
که تپ درون فزود این هوس وجود ما را

پروائے مشک و عطر ندارد دماغ ما — بویا بود ز عشق تو گلهائے داغ ما
روشن شود به پیش تو گر حال داغ ما — پہلو بآفتاب زند این چراغ ما
تنها نه گوشهٔ دلم از داغ روشن است — در لامکان است پرتو نور چراغ ما
نازم بچشم او که ز صهبائے یک نگاه — پر کرد قدر حوصلهٔ ما ایاغ ما
گوش گلے نوازد اگر نغمۂ صدا — آموزد عندلیب نواها ز زاغ ما
سیر از بهار چشم تماشا پرست ماست — هر صبح داغ تازه کند گل بباغ ما
مطلب اگر نه دست دهد تنگدل نیم — باشد گذشتن از سر مطلب فراغ ما
وارهم نشان آبله در نقش پا مگر — زین راه یافتند رقیبان سراغ ما
سر پیش جام همچو صراحے نمی برم — لبریز آرزوست همیشه ایاغ ما
تر دامنی ز باده بود عیب مشربم — لبریز عشق هست مدام این ایاغ ما
فانوس شمع از پر پروانها بس است — فارغ بود ز منت دامن چراغ ما
بد کرده که شیشهٔ دل را شکسته — از ما به محتسب که برد این بلاغ ما
آورد تا نسیم ز کوے تو نکہتے — روئی ببوئے گل ننماید دماغ ما
رفتم به جستجوئے لب او چنان ز خود — نتوان رسید فکر رسا در سراغ ما

اے فرد می توانی اگر نامه نویس
عرض فسانهٔ تو بناشد مساغ ما

بوده است زهد ما همه بازی و لاغ ما
بر بود رخت توبه چو موج ایاغ ما

گر عشق پرده وا کند از روی داغ ما
پرتو به لامکان فگند این چراغ ما

فارغ ز فکر هر دو جهانم ز فیض عشق
پابند مطلبی نبود گه فراغ ما

با ندیم بر در تو ز شب تا سحر که نیست
در پهلوی رقیب نشستن دماغ ما

شمع فراز گو نبود می شود ز داغ
روشن چو بی فتیله و روغن چراغ ما

فرق حضور و غیب نباشد دل مرا
یکسان بود به عشق تو بند و فراغ ما

نه سیر دشت غم بردم نه بهار باغ
بی روی تو یکیست صنم باغ و راغ ما

سیر کنار رشک گلستانم ار کنی
باشد بهشت گوشهٔ پایین باغ ما

کام تهی چو جام ببیتابی بریم
پر خون حسرت است چو لاله ایاغ ما

بالید آنچنان بخود ای فرد داغ دل
گردید دل چو آبله از جوش داغ ما

ناز پروردهٔ حسنی صنما بهر خدا
جلوه در دل سنگین رقیبان منما

خاطر نازک تو آب دل شیشه نمود
حیرت افزود صفای رخ تو آئینه را

منکه یک حرف ز لعل تو غنیمت شمرم
کی توان کرد به عهد تو تمنای وفا

نفریبد دل غمگین مرا مهر کسی
به ز لطف دگرانست بمن از تو جفا

بفریب دل من حاجت حیله نبود
می رباید دل من حسن تو بی ناز و ادا

موسم توبه شکن آمده یارب چه کنم
فرده از فضل بهاران بمن آور صبا

فرد در مصلحت کار من اندیشه مکن
کرده ام نیک و بد خویش حواله بخدا

یاد کوی تو میکشد ما را
آرزوی تو می کشد ما را

تیغ ابرو مکش بکشتن ما
شوق روی تو میکشد ما را

تهمت خون بغمزه ات نه نهیم
تندخوی تو میکشد ما را

زلف بگشا که وا شود گرهم
تاب موی تو میکشد ما را

کی سراغی دهد ز تو صنما
جستجوی تو میکشد ما را

چارهٔ درد ما از لبت چه بود
گفتگوی تو میکشد ما را

چاک پیراهنم صبا از تو
تازه بوی تو میکشد ما را

فرد
رشتهٔ بجان همسایه
ای وبوی تو میکشد ما را

بهر کام تو می‌کشند مرا
بهر ایم تو میکشند مرا

بی‌گناهی که من نمیدانم
زیر بام تو میکشند مرا

تا شد عشق تا ابد نامیت
بهر نام تو میکشند مرا

وعده‌ها میکنی خلاف و عبث
به پیام تو میکشند مرا

فرد
را صید لاغری گفتی
زین کلام تو میکشند مرا

دل ببوی که می‌کشد ما را
جان بجوی که می‌کشد ما را

میرویم از خود و نمیدانیم
هر روی که می‌کشد ما را

شب خیال که برد خواب ز ما
تار موی که می‌کشد ما را

دل که بر بردم از تمناها
آرزوی که می‌کشد ما را

منکه سرگشتهٔ جهان شده ام
جستجوی که می‌کشد ما را

بوی پیراهنی که داشت نسیم
باز بوی که می‌کشد ما را

فرد
از خویشتن چو بگذشتیم
یاد خوی که میکشد ما را

چه پروای شبم باشد چراغی کو متاب اینجا
که دارد بزم من از یاد رویت آفتاب اینجا

نمیدانم که شد از یاد زلفش سلسله جنبان
که چون سنبل ترمی خورد صد پیچ و تاب اینجا

زخون آشامی عشقش نمانده لذتی در دل
وگرنه بهر او می ساختم از دل کباب اینجا

چه غم از عمر بگذشته گرت پیرانه سر دیدم
نثار یکدم پیریست صد عهد شباب اینجا

بهم پیوسته میماند ز شیرینی لب نوشش
حلاوت میدهد گویا خموشی در جواب اینجا

مباش ای محتسب فارغ ازین هنگامهٔ مستان
که شد صد خرقهٔ ناموس غرق بادهٔ ناب اینجا

به بلبل منت ار صد گل دهد بر باد بازیها
بجان غنچه صد حسرت که آید بی نقاب اینجا

اگر بشکست لیلی کاسه ات بیدل مشو مجنون
که پنهان است صد گنج گهرها در عتاب اینجا

چرا در میکده ناصح ز چندین دین فروشیها
به آب باده میشویند سرمستان کتاب اینجا

کسے از آستانش چون رود در کعبه اے زاهد
سر اینجا سجده گاه اینجا نماز اینجا ثواب اینجا

بنائے دل برافتاد و حریم سینه ویران شد
چه سازم گر بیاید باز آن خانه خراب اینجا

به پیش خوے او قیمت نمانده هیچ عطرے را
که میریزند جاے آب صد شیشه گلاب اینجا

لب بیگانگان هرچند می بندم من از طعنه
رقیبانم عبث دارند مارا در حساب اینجا

تواند واد خوابم جلوهٔ بیدارے شبها
که از خود رفتگیها در خیال اوست خواب اینجا

نه از خود رفته ام ای فرد در کوے مغان تنها
مرا آورد قول مطرب و چنگ و رباب اینجا

عبث اے محتسب تو می بری نام شراب اینجا
که مینا از نگاه یار کار باده ناب اینجا

منه اے زاهد افسرده امین پا درین وادی
دل من جلوه گاه اوست مگذر بیحجاب اینجا

هواے تاک از سر برد ذوق سایهٔ طوبیٰ
بیا زاهد که از خود می برد یک جام آب اینجا

که گرد از گرمیِ هنگامهٔ آن شعله خو ذکرے
که می سوزد ز داغ دل همیشه آفتاب اینجا

چه باک آن شوخ طفلی را ازین ویرانی دلها
تماشا نیست جاے اشک او را خون ناب اینجا

برافتد پرده زان رازیکه نگشوده ز عقل کل
دمے گر وا کند آن ماه وش از رخ نقاب اینجا

گسست از مدرسه ها درس عشقش بسکه شیرازه
بجز سیپارهٔ دلها نمانده یک کتاب اینجا

رسانده مصرع بالاے او را مصرع آهے
توان از دفتر عالم زدن خوش انتخاب اینجا

اگر دانستمے آید بخواب من شبے جانان
همیشه در خیال یار می بودم بخواب اینجا

ترقی گر همی خواهی درِ نظمم بدامن گیر
که میریزند در پیمانه آتش در خوشاب اینجا

ندانم تا چه خواهد ساختن آن خانه برانداز
ندارم گوشه اے فرد تا سازد خراب اینجا

شنا نے هست عجب مجیب مارا
فر وده برسان ز من دعا را

خوش بخت کسے که از دهانش
بشنیده ز لطف مرحبا را

زاهد لیطواف کوے او باش
از کعبه طلب ره خدا را

گردمی زده مجیب بر دار
اے چشم بس است توتیا را

تا تار گرفته رهن تاری
افشانده چو زلف مشکسا را

گاہے ز تبسّمے بحالم / بکشاے لب گرہ کشا را

بردار نقاب لن ترانی / بنماے جمال کبریا را

اے فرد فتادہ بر درش باش / باشد کہ نوازد این گدا را

بے نیاز یست شیوہ یار مرا / عشق دشوار کرد کار مرا

ناز تنہا کہ خوے او دارد / کرد خونبار چشم زار مرا

نتوان یافت ذرّۂ بے درد / چرخ بیزد اگر غبار مرا

بر نیاید ز دست من کارے / طاقت این است اختیار مرا

وارہیدم ز گردش سبحہ / عشق آسان نمود کار مرا

تاک دل عشق تا گرفت اے فرد / رونق تازہ شد دیار مرا

کار با دلبرے فتاد مرا / کہ ز حال من ست بے پروا

لا وفا لوعدہ قط / لا ثبات لعہدہ اصلا

بو علی حال من چو دید بگفت / علۃ العشق لا دوا لہا

روز وصلش قرین شام فراق / لیلۃ الہجر لا صباح لہا

جنگ او با رقیب و صلح بمن / کس ندیدہ درین دو چیز لقا

عرض احوال پیش او چکنم / یعلم جہرنا و ما یخفی

فرد با نالہ تا کجا سازی / کہ ہمہ خوے اوست استغنا

آنکہ واللیل گفت موے ترا / والضحیٰ خواندہ است روے ترا

منتشر کردہ طیب تو بہ یمن / نفحۂ خویش خواند بوے ترا

با وجودیکہ از جہت پاکست / جہت خویش گفت سوے ترا

بہر تو ساخت کعبہ را قبلہ / حرم خویش خواند کوے ترا

یک دمے نیست فارغ از وردت / در ہمہ داد آرزوے ترا

فکر دیگر نماند تا دادند / در سر فرد ہاے و ہوے ترا

ای ز فیض صحبت تو حاصلی از جنس ما　　کال و فاروق و صدیق و اثنی مرتضی

تا جمال جلوه افروزت همائی را نواختا　　بندگان حضرت والای خاصت اولیا

پرتوی افگند نور روی تو بر هر کسی　　آرزومند لقایت راست چون قبله نما

آستانت طائفان را روضهٔ دار السلام　　عتبهٔ تو عاکفان را بهتر از عرش علا

ای درت محراب کویت سجده گاه عاشقان　　خاک پای رهروانت چشم دل را توتیا

ملتفی شد بر در تو جبهه سائی میکنم　　سایه افگن بر سر ما آرزومندان بیا

محرمی کو تا بگوید حال زارم پیش تو　　کیست جز لطفت که پرسد از کرم احوال ما

ای خوشا فیروزی بخت علیلان غمت　　ای غم و سوز تو در دل دردمند افزا دوا

چند از دو یکه بالین مرا بخشی شرف　　سر بپایت مالم و گویم اهلا مرحبا

تلخ آن کام و دهان باد اگر او شیرین نشد　　از نبات نام و از قند درود مصطفی

فرد مسکین کمترین بندهٔ درگاه تست
پادشاها گوشهٔ چشمی بحال این گدا

یارب که رساند ز من آن پیر مغان را　　سیراب کن از باده من تشنه دهان را

نگرفته هنوز این چمنستم حد یاری　　یارب که خبر کرد دگر باد خزان را

مژگان نشود مانع سیلاب سر شکم　　آری نتوان بست ز خس آب روان را

شد دیدهٔ یعقوب سفید از غم یوسف　　اندوه کسی پیر کند مرد جوان را

برخیز ز دامان دل ای آه که یکبار　　آتش زنم از شعلهٔ دل هر دو جهان را

ساقی بده آن جام دل افروز که چون فرد
در گوشه نشینم و ببینم جهان را

نیست فهم عشق ما موقوف بر تحریر ما　　معنی عشق است گویا صورت تصویر ما

نیست جز دیدن گهی بر روی تو تقصیر ما　　پیش خود استاده کردن بس بود تعزیر ما

لخت دل می آید اینک همرهِ سیل سرشک　　در رهِ سیلاب گویا بود این تعمیر ما

از سر کویش توان برخاست از جور رقیب　　گر نبودی حلقهٔ گیسوی او زنجیر ما

ایکه تو در نغمهٔ داؤد در وی داده　　میتوان دادن اثر در نالهٔ شبگیر ما

ای خضر دستی که بس صعب است قطع راه عشق　　میشود در یک قدم صد خار دامنگیر ما

قاصد از فرد ما نامه نویسی شد محال
آتشی می خیزد اندر خامه از تحریر ما

ای گل از نور وی آن محبوب یاد آید مرا
تازه باشی کز تو روی خوب یاد آید مرا

باز امشب زلف خوش ساو ب یاد آید مرا
آن زمان فتنه و آشوب یاد آید مرا

می نهم سر را بپای سرو و بیخود می شوم
چون بگلشن قامت محبوب یاد آید مرا

می رود کم از خود اگر در سنبلستان میروم
خوبی آن زلف و خط خوب یاد آید مرا

از سپیدیهای صبح و شبنم شبهای هجر
ماجرای دیده یعقوب یاد آید مرا

تا نشست غبار از تو رو و روزم شب شده است
حال نور دیده یعقوب یاد آید مرا

هر کجا برگ گلی افتاده بینم در رهی
از تو پاره کردن مکتوب یاد آید مرا

چشم هر کس را که بینم فرد بر پا دوخته
طرز ناز آن بت محبوب یاد آید مرا

نه تنها سوختی امشب من آزرده جانی را
هزار آشوب محشر ساختی یارب جهانی را

بجنبان آن لب شیرین بحالم تا که شور افتد
که اعجاز فلانی زنده گردد نیم جانی را

تنازد آسمان بر خویش از رفعت بری ما
که امشب بوسه ها دادیم خاک آستانی را

صبا آهسته رو زین ره که زین یکمشت خار و خس
به تنکهای عمری ساختم این آشیانی را

ندانم از کجا این جیب اگر دو آن صنم را هم
به پیری برگزیدم آه عشق نوجوانی را

بیا لب نیم جبی بگذر که تا غوغا بخلق افتد
فلانی دستگیری کرد فرد ناتوانی را

خود بخود چون باده در جوشم نمیدانم چرا
گه خروشان گاه خاموشم نمیدانم چرا

میزنم مستانه حرفی من حریف کیستم
جامه تن چون گل گهی گوشم نمیدانم چرا

خویش را گم کرده در راه کیم از سالها
اینچنین بی باده مدهوشم نمیدانم چرا

از بد و نیک جهان وارسته و فارغ ز خود
من پی کار که میکوشم نمیدانم چرا

گاه ساغر بر کف و مخموری آلوده ولی
گه سبوی باده بر دوشم نمیدانم چرا

محتسب گاهی گریبان گیرم و گاهی مغان
اینقدر سرمست و بیهوشم نمیدانم چرا

باقسم توبه ز من بگرفته و اعدا بارها
همچنان می باز می نوشم نمیدانم چرا

داغ مے بر خرقهٔ من محتسب صد بار دید — منکه حال خویش می پوشم نمیدانم چرا
یار را از ابرو اگر تیغ آزمائی میکند — از سر خود یار بر دوشم نمیدانم چرا

او چو میدارد نگه بی نقد نگاه ناز فرد
من درین جو در اکنون چشم نمیدانم چرا

دیدن یار ست در چشم عاشق را دوا — آشنائی نیست اینجا چشم را با توتیا
پنبه پر خون میشود از جوش خون زخم من — صلح با مرهم نباشد زخم تیر عشق را
کے پسندد غیرت عشقش صلاح کار عقل — هست اینجا جان و تن باهمدگر ناآشنا
با رقیبان ساختن باید بپاس خاطرش — در رهِ عشق آشتی با دشمنان باشد وفا
آب تیغ ابروے او هست آب زندگی — در دیار عشق در دست عدو باشد بقا
در فرشته آدمیت نیست تا مثلش بود — گل بهم رنگی نشاید چون نمی دارد ادا
هر دمے دارد ز لب تنگ شکر پیش زبان — او چه داند تلخی فاقه کشان بوسه را
بر لبش زان بوسه هر شام دارم آرزو — خواهم از خود ما کشتانیم رد ره هر روزه را

عشق اگر خواهد نمودے فرد نیرنگی چنین
هیر وه امروز با فرهاد ل و دین هم زیا

بزم باده کشان بر صبا پیام مرا — سبزه زور دار اگر مے کنند جام مرا
فرشته کو که رساند باد سلام مرا — کجا نسیم که پیشش برد پیام مرا
حضور پیر مغانم بس از زمین بوسی — بصد نیاز دوا دبها بگو سلام مرا
چو نیست طاقت عرضم ز خشک کامیها — ز کیف دو جام بکن تر زبان و کام مرا
ببارگاه عزیزش گذار بدهد نیست — بجنبش که و بدیا دو آه نام مرا

فتاده بود بکوے تو فرد من بیخود
نگفتی آه چه حال است این غلام مرا

از راه بیخودی بسفر مے رویم ما — ناصح خموش راه دگر میرویم ما
گردن بزیر تیغ جفایش نهاده ایم — در راه صعب عشق ز سر میرویم ما
خجلت همی کشیم ز بیمایگی خویش — بهر سلامت بخت جگر مے رویم ما
عنقا نیم که تکیه به بازوے خود کنم — چون جان به تن گذاشته پیش میرویم ما

نا آشنا ز صورت و از نام آشنا است — زان پیش و بنام دگری می رویم ما
هر گاه می رویم ز کوی تو همچو ابر — با برق آه و دیده تر می رویم ما
یک نکته بس است اگر آگهی ز عشق — از ما دگر مپرس خبر می رویم ما

مهمانیِ خدنگ نگاه ترا چو **فرد**
بالخت دل براهگذری می رویم ما

این پاره ها که از جگری می بریم ما — بهر سگ تو ما خبری می بریم ما
خاکستر دل است که در آرزوی دوست — بهر نثار رهگذری می بریم ما
با اشک و آه در رهِ عشق تو می رویم — این چند توشه سفری می بریم ما
ترسم که زیر خاک بسوزد کفن مرا — در سینه جای دل شرری می بریم ما
در عرصه گاه عشق تو ای تیغ آزما — پیشت بکف نهاده سری می بریم ما
باشد که جا دهند به بزمت مرا چو شمع — دل اخگری و دیده تری می بریم ما

از طعن کس گزند نیاید بعشق **فرد**
جان پیش یار بی خطری می بریم ما

نه هر دل خانهٔ عشق و نه هر سر منزل سودا — دلی پیدا کن ای ناصح که تا عشقت کند رسوا
مده پندم که هرگز کم نخواهد گشت این سودا — از اینجا تا به محشر ناصحا ما هستیم و این غوغا
سری شوریده باید دلی آشفته را باید — که با هر بوالفضولی کی بسازد عشق بی پروا
بهر پا سر فرو نارد چو زنجیر جنون اینجا — چو مجنون باید آشفتن که با سلسله بر پا
دل عاشق همه عالم بیک گنج فنا دارد — گر صد صحرای محشر هست در یک گوشه اش اینجا
نه هر آئینه شیدا لعل فریب و دلربا باشد — نیاید از مه و خورشید طرز دلربائیها
باین حالیکه دارم مستی و بیخودی دیگر — که گفتا بیم فرق پا ز سر نی فرق سر از پا
نباشد عشق محتاج بیان حال خود هرگز — که باشد بی نیاز از رنگ غازه چهرهٔ زیبا
حباب آسا اگر این چشم ظاهر بین خود بندی — توان دیدن برنگ قطره پیشانی دریا
شگفته نیست گر بر هم زند هنگامهٔ محشر — که مجنون می برد با خویشتن صد شور محشر را
چو آن مور سلیمان چشم گر داری تماشا کن — که پنهان در ته هر ذره باشد دامن صحرا
کمندِ عقل کوتاه است از زلف بلند او — سر زلفی اگر خواهی بکن دیوانگی پیدا

چه تمرسانم ترا از حشر اے سنگین دلے ظالم | کہ داری صد قیامت زیر پا زین قامتِ رعنا

ازین رنگ جنون دانم کہ در صحراے محشر هم
مرا چون آورند اے **فرد** مائیم و همین غوغا

عقل را طفلانه میدانیم ما | عشق را مردانه میدانیم ما
آشنا تا با تو گشتیم خویش را | مردم بیگانه میدانیم ما
گردشِ آن نرگسِ مخمور را | گردشِ پیمانه میدانیم ما
محو حسنش آنچنانیم خلق را | جلوهٔ جانانه میدانیم ما
ما گدایانِ قناعت پیشگان | اشک را دُردانه میدانیم ما
تیر او را زان بدل دارم عزیز | میهمان خانه میدانیم ما
هستیِ خود پیشِ شمعِ روے او | چون پرِ پروانه میدانیم ما
هم دل و هم دیده و هم سینه را | منزلِ جانانه میدانیم ما

فرد بزمِ مست را ازین اشعار نغز
مجلسِ رندانه میدانیم ما

عیش را بیگانه میدانیم ما | درد را همخانه میدانیم ما
پندِ ناصح را کہ غفلت نامه ایست | قصه و افسانه میدانیم ما
عشق را با وسعت آباد دلم | گوشهٔ کاشانه میدانیم ما
با جفاهاے رقیبان ساختن | کارِ بس مردانه میدانیم ما
عقل را اے ناصوابِ اندیش را | محرمِ دلها نه میدانیم ما
این عتابِ مردمانِ چشمِ او | شوخیِ طفلانه میدانیم ما
بے جگر دل را ز سینه میبری | خوے تو ترکانه میدانیم ما
قلقلِ مینا ببزمِ میکشان | خندهٔ مستانه میدانیم ما
پاسبانے بر درِ والاے او | منصبِ شاهانه میدانیم ما
هر دلے کو منزلِ عشقِ تو نیست | خانهٔ ویرانه میدانیم ما
هر دو عالم در عوضِ یک تارِ زلف | کمتر از بیعانه میدانیم ما
فرد غوغاے ملامت پیشگان | شورشِ دیوانه میدانیم ما

سینهٔ بی کینه میداریم ما
فی المثل آیینه میداریم ما

ناصحا خاموش با این نوخطان
الفت دیرینه میداریم ما

سوز عشق او نهان از بوالهوس
اندرون سینه میداریم ما

ساقیا جامی که امروز این خمار
از می دوشینه میداریم ما

رفعت فرد مرا کس چون رسد
کوشک بی زینه میداریم ما

نگاهش گر نه پنهانی کشت ما را
دگر نه چشم جانانی کشت ما را

به تیغ ابرویش تهمت چه بندم
جواب لن ترانی کشت ما را

سوی چشمش خضر میدید و میگفت
که عمر جاودانی کشت ما را

خرابم ز آب حیوان لب او
هوای زندگانی کشت ما را

نه از خود جان بلعل او سپردم
حدیث مهربانی کشت ما را

با این درد فراقت زنده ماندم
تبا این سخت جانی کشت ما را

نکشتم جان بلب از ضعف پیری
غم عهد جوانی کشت ما را

بعشق شمع و پروانه چو دیدم
ز بهر سو بی زبانی کشت ما را

بذوق لعل او هر دم چه گویم
که آب زندگانی کشت ما را

فتادم از قضا در دام زلفت
بلای ناگهانی کشت ما را

زجان رفته‌ام پرسش نکردی
غم این جانفشانی کشت ما را

ز ابرویش ندارم شکوه ای فرد
که چشم از سرگرانی کشت ما را

من ترا یارم نمیدانی مرا
بهر تو زارم نمیدانی مرا

بی خیالت نگذرد یکدم بمن
حیرتی دارم نمیدانی مرا

تا شدم در کار عشقت پیش خلق
سخت بیکارم نمیدانی مرا

من ز سحر چشم افسون ساز تو
زار و بیمارم نمیدانی مرا

در خم زلف تو ای عمرت دراز
تو گرفتارم نمیدانی مرا

تو بخواب ناز و من هر شب بسوز
شمع بیدارم نمیدانی مرا

سحر چشمت کرد کار من تمام — جان بلب دارم نمیدانی مرا
مدتے شد من باین دولت سرا — زیر دیوارم نمیدانی مرا
ناوک دلدوز مژگان ترا — صید افگارم نمیدانی مرا
آفرین بر بے نیازیہاے حسن — من در آزارم نمیدانی مرا

فرد با تو قرنہا بردم بسر
لیک پندارم نمی دانی مرا

از کدامین سحر و افسون مہربان سازم ترا — آنچہ میخواہد دل من آنچنان سازم ترا
خلوتے بنود ترا غیر از حریم جان من — آرزوے جان من آن نیست جہان سازم ترا
جز تو نبود در دل و در دیدہ و در جان من — من نمانم در میان و جان جانہا سازم ترا
تا کسے غیر ترا ہرگز نیاید در دم — بے نشانیہاے خود را آیہ نشان سازم ترا
کردہ ام خالی حریم سینہ را از غیر تو — بر تمناے کہ روزے میہمان سازم ترا
آنچہ میگویند آخر سحر ہمچون بت کند — خواہم از جذب محبت آخر آن سازم ترا
جز جمالت نیست ہرگز آرزوے جان من — در رگ جانہا خواہم از ہر دم نہان سازم ترا

آنچنان چون فرد ہم گردیدہ ام در ذات تو
خلق گر پرسند از نامم عیان سازم ترا

تا ز دست این دل دیوانہ مجبوریم ما — محتسب از راہ تقواے تو بس دوریم ما
سوخت دل را تا نگاہ گرم چشم سرمہ گین — از کف خاک دل خود رشک صد طوریم ما
زندہ مشرب نیستم تا رو بہ بیجا نہ نہیم — از لب لعل کسے مدہوش و مخموریم ما
سینۂ ما از محبت گر گشاد آمد چہ باک — ہمچو خم از بادہ پر زور در شوریم ما
نرگست سوے ہم ندید و لب مسیحائی نکرد — زین تغافلہاے تو بیمار و رنجوریم ما
ما ببزم تو بکنجے خامش از جور رقیب — فی المثل ای عیسی ما زندہ در گوریم ما
رنج میداند ہمسایہ ز آہ ہر شبم — آہ از دست دل دیوانہ معذوریم ما
غیرتے از ننگ دارد عشق کے باشد روا — یوسف ما بر سر بازار و مستوریم ما
مفتی این مشرب رندانۂ ما دیگر است — اندرین ملت بحکم عشق ماموریم ما

فرد کے از جادۂ عشاق پا بیرون نہیم — با جمالش ہم بیان قانون و دستوریم ما

از عذار خویش کردی لاله زار آئینه را
داده از روی خود جوش بهار آئینه را

از صفای جلوهٔ نیرنگی حسن رخت
از حیا گشته نمد پوشی شعار آئینه را

از رخت ظاهر نشد تأثیر اشک من بلی
دیدهٔ گریان نسازد اشکبار آئینه را

کی به رحم آید دلت از روی گرد آلوده ام
کی کند عکس زمینی پر غبار آئینه را

آب ناگشته دلت کی بنگرد روی صفا
مایهٔ این آبگینی ست در کار آئینه را

مهوشان در دست میگیرند و پیش رو نهند
از صفای طینت ست این اعتبار آئینه را

از فروغ نور وحدت بزم کثرت منجلی ست
میکند یک شمع روشن صد هزار آئینه را

دیدن آئینه هنگام سفر نیک ست زان
پیشت آرم در زوال ای شهسوار آئینه را

از رخ گلگون و چشم نرگسین و خط سبز
ساختی از جلوهٔ رنگت بهار آئینه را

پیش روی او نفس دزدیده می آرم بر زبان
ترسم آید از دم سردم غبار آئینه را

ریخت اشک سرخ بر رخسار زرد من مگر
فرد می بینم از آن رو زرنگار آئینه را

دل من میشدی با هم اگر با من درین سودا
نمی گشتیم ما و دل چنین در کوچه ها رسوا

دل من رشک دیر برهمن شد زان بت دلها
خراب آباد کفرستان بت شد خانهٔ تقوی

درین دریای طوفان خیز عشق افگنده ام دل را
بخوان ای خضر بسم الله مجریها و مرسیها

هزاران طوف کعبه میتوان کردن بیک دزدی
محال ست آگهی از کوی تو ای کعبهٔ دلها

تماشاگاه رندان ست کوی محتسب امشب
نگاه ساقی آخر بر سرش آورد این غوغا

گر بگذشت از نگاه من که هرگز نم نباید
گشاده همچو نرگس دارم این چشم تمنا را

که گفت از می پرستان حال آن لعل لبش یا رب
نه مستانند گر چشم نه دور ساغر صهبا

بتاراج نگاهی میرود امروز از خلقی
دل و آرام و صبر و عقل و هوش و دین و نه تنها

نه غمگین از پی آزادیم لیکن غم اینست
که من افتاده ام در دام زلف یار بی پروا

چه بستی گر کتابی بایدت از رشتهٔ جانم
بکن شیرازهٔ اوراق پریشان دل ما را

بجز رویش نباشد فرد هرگز منظر چشم
بهر گل نغمه سنجیها ندارد بلبل شیدا

دلبرا لطفی بمن بهر خدا
لیس للانسان الا ما سعی

پیش چشمت خون گریستم چند بار — گه نپرسیدی تو از من ماجرا
زیر ابروی تو بگذشتم ز سر — سرگذشت من نبشنیدی چرا
شانه در زلفت چو زد دست رقیب — بر سرم بیرفت زین غم اره ها
تا زمام ناقه بخشیدی بغیر — با دل نالان روم همچون درا
سیل اشکم بر درت از سر گذشت — خود ببین این سرگذشت ماجرا

کم نخواهد شد ز فر شاهیت
در رکابت گر رود فرد گدا

ما بصبر دل ایوب ما بوده ایم ما — نوربخش دیدهٔ یعقوب ما بوده ایم ما
هر کجا بر تافت خورشید جمال یوسفی — جلوه گر در روی هر محبوب ما بوده ایم ما
یوسفی کو از زلیخا دل ربود و خواب برد — آن جمیل و آن جمال خوب ما بوده ایم ما
پرده دار حسن و رسوا ساز عشق اندر جهان — در همه رنگ و همه اسلوب ما بوده ایم ما

هر کسی کو نامه بنوشت سوی دلبری
فرد مقصود همه مکتوب ما بوده ایم ما

پیمودن ره دوار ز خرد قافله ها — دارد صدی از ناله دل راحله ها
بیگانه ز هر فرقه عجب بیخبرانیم — تا پیر مغان می رسد این سلسله ها
در عشق تو فارغ دلم از نیک و بد خلق — نبود ز کسی غیر توام شکر و گله ها
سر تا بقدم صرف ره عشق نمائیم — هر خار بود تر جگر از آبله ها
تا لب نگشائیم بجز مدح و ثنایش — خلقی است لب آلوده ز غیبت گله ها

از خانقه شیخ به میخانه نشستیم
ای فرد خدا راست کند این چله ها

درین پیری که عشق نوجوانی کرده ام پیدا — بجان خود بلای ناگهانی کرده ام پیدا
فریبی از لب لعلش اگر خوردم بحمدالله — مسیحائی برای نیم جانی کرده ام پیدا
گهی با ابروش گاهی بچشم و غمزه اش نازم — برای خود بلای یک جهانی کرده ام پیدا
زده دکان شکر هم از شور لب شیرین — بت شیرین دهن شیرین بیانی کرده ام پیدا
ز خون خود روش را کرده ام رشک گلستانی — بکوی او پس از مردن نشانی کرده ام پیدا

زلخت دل که بردم هدیه پیش سگ کویش | برای خود بکوی او مکانی کرده‌ام پیدا

حکایتهای عشق خود بهر جا بر زبان دیدم
چه فرد از خامشیها داستانی کرده‌ام پیدا

ز نقش پای ساقی سجده گاهی کرده‌ام پیدا | ز سر در کوچهٔ میخانه راهی کرده‌ام پیدا
بیک نظاره رویش ز صبر و دین و دل افتم | هزاران فتنه‌ها در یک نگاهی کرده‌ام پیدا
بچشم کم مبین سهیم که از گنجینهٔ عشقش | چه‌ها من زان در دولت پناهی کرده‌ام پیدا
ز خیمه‌ها سوی ویران دیر شد الله الله | کجا جای بهر خوابگاه گاهی کرده‌ام پیدا
دل فرهاد خون شد از بلا انگیزیم ناصح | بکار عشقبازی دستگاهی کرده‌ام پیدا
باین رسوائی کوی سلیمانی نمی ارزد | گدا هستم تا شدم من طرفه جاهی کرده‌ام پیدا
ز تقلید کفر و دین گردیده‌ام آزاد تا قبله | بسمت آستان کج کلاهی کرده‌ام پیدا
دل از مهر جهان برداشتم تا روی او دیدم | زلیخا وش عزیزی رشک ماهی کرده‌ام پیدا

گدای بی سر و سامانم و بر خویشتن نازم
که همچون فرد یاری چون تو شاهی کرده‌ام پیدا

زلیخا وار عشق رشک ماهی کرده‌ام پیدا | [illegible] دل خود پادشاهی کرده‌ام پیدا
بآن چاهی که یوسف بود در کنعان چه بنشستم | از آن چاهی ز نخدان تو چاهی کرده‌ام پیدا
من از سنگ ملامت سر ز کویش بر نمیدارم | [illegible] عشق تو قرب بارگاهی کرده‌ام پیدا
خرابم کوی عشق یار دارد و عزتی دیگر | [illegible] سوای کوی گشتم عز و جاهی کرده‌ام پیدا
ز جور محتسب چون دور ماندم از ره وصلش | ز چاک دل بسوی یار راهی کرده‌ام پیدا
نشد حاجت بشمعی بزم سحر جانان | که شمع بزم افروزی ز آهی کرده‌ام پیدا
چه پیدا شد دلم از خانقه لکهنوی رندانه | بالذی هیچ چو من هم خانقاهی کرده‌ام پیدا
ز دل این سینه و تن هجر اندیشه میکردم | از این عشقی که با چشم سیاهی کرده‌ام پیدا
لبم از شکر انجمن زنان ای مهربان هرگز | ادای شکر نعمت را چو راهی کرده‌ام پیدا

کلی انکار قتل فرد کرد مژگان خونریزت
ببین دعوی خون با خود گواهی کرده‌ام پیدا

الهی سیم کو چشم گاه با خودی وفا ور را | نگه دار [illegible] سر ساقی هم از جفا خود را

میان عاشقان و بوالهوس فرقی نمی دارد
بیک پله همی سنجد سخن ساز دعاگو را

چو ناگه بیحجابی دیدمش روزی سر راهی
نقاب بر روی رشک ماه خود کرد از حیا سو را

نماند از خاندان عشق یکسان اهل دل اکنون
نشان زان خانواده چون دهم فرد است تنها

چو رخاری نکشد دامن عریانی ما
بار منت نبرد سینه عریانی ما

دلق آزادی ما منت سوزن نکشد
خاک کوی تو بود خلعت سلطانی ما

سر ما بارکش تاج زر و سیم نبود
سر بی کلاهی است خوشا تاج جهانبانی ما

سجده کوی تو با طینت صافی داریم
شستگی گاه نشد جوهر پیشانی ما

چشم حیران تو ام کرد چو نقش دیوار
وا هم حیرت کند آئینه ز حیرانی ما

تا که از پیر خرد باز فریبی نخوریم
بیکشد شیر [illegible] عشق تو نگهبانی ما

خوان یغماست برای [illegible]
مور را هم [illegible] هست به مهمانی ما

وسعت هفت فلک با دل عاشق کنجی است
مصر شد در هوس یوسف زندانی ما

عاشقان گوشه چشمی سوی دنیا نکنند
گوشه عزلت ملک سلیمانی ما

وسعت خانه فزاید چو شد دیوار شکست
دو جهان پیش نگاه هست ویرانی ما

آنقدر هیچ وجود گشته است ما
عالمی برگشت از خط پیشانی ما

بلبل آید به فغان گل ز گریبان بدر شد
فرد شد زیست گلشن به سخنخوانی ما

شکوه با تیر تو دارد ز گران جانی ما
تیغ ابروی تو گشته ای جان سبب آسانی ما

چند باشی صنما در پی دیرانی ما
رخنه باشد ز نگاه هست به مسلمانی ما

تا اسیر زلف تو چو مجنون گشتیم
شور برپاست از این سلسله جنبانی ما

عشق گر کرد خراب این دل آباد خوشیم
بیدری گرد روا حاجت دربانی ما

همدمی چاره گری بهر جنون کیست چو نیست
شیر زنجیر کند باشد به نگهبانی ما

من حیرت زده چون آینه گیریم به دست
آب گردد دل آئینه ز حیرانی ما

تا گره دل ما با سر زلف تو هم
هیچ زلف تو همانست پریشانی ما

وه که از نام من آگاه نه [illegible]
آنکه نامست ز ازل سر خط پیشانی ما

یار گر میل ندارد سوی نظمم ای فرد
آه ازین نظم پریشان و سخندانی ما

یاری ارم آهو چشمی رعنا قامتی زیبا — زهره صورت نیکو سیرت کبک خرامی جان افزا
جانم مایل سوی رویش لیکن ترسم از خویشش — هر شب وارد دیگر منزل چون مه آن هرجائی دلها
هستم بنده از درگاهت ای تو خواجه لطفی کن — تا در عالم شوری افتد نعم العبد و المولی
انت القلب انت الروح غیرک لیس بشئی ما — سندر صورت نینن چهائی سده بده لینا سکهولا

دارد از تو فرد هم شکوه جانان سوی پیش چشمی کن
پر درمانده بیکس شبها از غم داده جان تنها

مرا پیمان شکن یاریست کافر کیش بی پروا — مسلمان دشمنی ایمان فریبی رهزن تقوی
دل من بود قرآنی که پاره پاره اش کرده — ز جام خود پرستی فتنه انگیز همه دنیا
بکیشش می پرستان از نگاهی رخنها کرده — بزهد زاهد از زنار گیسو آفتی برپا
ز تیغ ابرو و تیر نگاه و شوخی غمزه — همیشه دشمن صلح است و یار جنگ و رهزن جا
ز قامت غیرت سرو و ز رخ رشک گل و لاله — ز گیسو آفت جانها ز رو غارت گر دلها
بمانده پای در گل پیش او شمشاد از حیرت — قیامت می کند برپا ز رفتار قد رعنا
بتی خودکام و عیاری جفاجو حیله پردازی — بکار دیگران نادان بکار خویشتن دانا

ندانم از کدامی حیله گو در دام با فرد هم
کزین ساده دل و او پر فن و پر مکر سر تا پا

روی او دیدیم و چندان محو دیداریم ما — هر دو عالم را خیال یار پنداریم ما
عرض حال خود از و خواهیم لیکن چون کنیم — پیش روی او ز حیرت نقش دیواریم ما
از سیه بختی ز زلفش مانده ام کوتاه دست — ورنه خود از جان و دل در بند هر تاریم ما
بود از سر رشتهٔ زلفش سر و کاری مرا — کار تا از دست ما رفت است بیکاریم ما
آمد او در خواب و ز آمدم رفت خواب از چشم ما — چشم بندد در خیال خواب بیداریم ما
ما ز خود رفته ز دست مردم چشم خودیم — از سرشک چشم زار خویش بیزاریم ما
گر توانی دست ما گیر و ببر همراه خویش — کز خرام ناز تو گم کرده رفتاریم ما
گو گدای بینواییم از در خویشم مران — آرزوی دیدن روی تو می داریم ما

[illegible]

گر نگویی حرف شیرین مگذر از دشنام تلخ — حسرت حرفی ازین لبهای تو داریم ما
ساقیا جامی که از قید علائق وارهیم — زیر بار جبه و دربند دستاریم ما

فرد گوهر سفته یا شعر نغزی گفته
لب گران زین سحر و این انداز گفتاریم ما

خلوت جان را مکان یار میدانیم ما — خانهٔ دل آستان یار میدانیم ما
هر خیالی را که آید در دل شیدای ما — یار گر نبود نشان یار میدانیم ما
هر کجا افسانهٔ از لعل یار می شنید — از لب شیرین بیان یار میدانیم ما
با همه بیگانگیها آشنای عالمیم — هر دو عالم را ز آن یار میدانیم ما
دعوی ما هم ز بیشش بیرون ز حد ما بود — خویشتن را از سگان یار میدانیم ما
رشک شاهان جهان من گشته ام تا خویش را — کمترین بندگان یار میدانیم ما

فرد چندان گم شدی در ذوق آن لعل لبش
گفتگویت از زبان یار میدانیم ما

جبه و دستار بر خود بار میدانیم ما — بار کس بر خود گرفتن عار میدانیم ما
مشرب رندانه میداریم با تقوی چه کار — جز می خواری همه بیکار میدانیم ما
بهتر از ظل هما و سایهٔ طوبی و سدره — پرورش آن سایهٔ دیوار میدانیم ما
عالمی را سر بزیر پای او خواهد شدن — زین رهِ انداز رفتار میدانیم ما
دامن ما هر که گیرد در طریق عاشقی — در رهِ خود تا صحرا چون خار میدانیم ما
دل که شد و یاد او فارغ ز هر اندیشه — مطلع انوار کوی یار میدانیم ما
بخت آن عاشق که بیند هر سحر روی ترا — فرخ و فرخنده و بیدار میدانیم ما

لب لعل کسی ای **فرد** عاشق گشته
از چنین شیرینی گفتار میدانیم ما

نیست چاره از وصلشان را — میفروشم بزلف ایمان را
خواهم از شوق در گهت روبم — کرده جاروب موی مژگان را
تو بدل باش و از رقیب مپرس — با فضولی چه کار مهمان را
عشق سامان دیگرم فرمود — کی پذیرم ز عقل سامان را

خاک کویت عنبر تر دارم / زان بگوی تو میدهم جان را
تا گدایان درگه جانان / چه کنم حشمت سلیمان را
شهسوارم برفت و من از ضعف / خاک می بیزم این بیابان را
بهر فصل بهار آینده / مینهم بخیه من گریبان را
رنگ دیگر جنون بکارم ریخت / شد چو رنگ دگر گلستان را

گر رسد یار بر سرش [illegible] / [illegible] بر دربان را

عمریست که ره نبسته شد حق نفسان را / یا رحم نمانده دل فریادرسان را
یک ذره کجا درد دل عیسی نفسان را / رحمی بضعیفان همه فریادرسان را
فریاد که در دشت تغافل همه محو است / آنکس که بپرسد ز کس احوال کسان را
جا داده نگهبان بسر بازار محبت / گفتند بیک کاوش مژگان عسسان را
عهدیست که در پنجه عشقند اسیران / زنجیر ده بازوی آهن قفسان را
گم کرده رهانیم همه بی بانگ درائی / وقتست که لبیک رسد بی جرسان را
رفتند و به آن کعبه مقصود رسیدند / یا رب که نباید رسد ما مانده پسان را
دیر است که نامد ز صبا یار صبائی / ای آه سلامی ز من آن مژده رسان را
دود دل من کرد سیه گنبد [illegible] / دامن که زند سینه آتش نفسان را

ناخواره [illegible] برق فتاده / [illegible] که ز دست باز خسان را

آن پری در بزم خود دیوانه می خواند مرا / من بخود می نازم و شادم که میداند مرا
بعد مدت پایه ام شد چون سگ کوئیکه او / گاه می خواند مرا گاه [illegible] مرا
زین غم هجرش نگاهم نیست [illegible] تا بکی / اینقدر تاب و توان در تنم چیان ماند مرا
رفت با بیگانه [illegible] / می سپارم دل باو تا کس نرنجاند مرا
در قفس کردم فراموش [illegible] پرواز را / چون گشایم بال گر صیاد برهاند مرا

فرد [illegible] سیاهی می فروشم خویش را / یا نمیخواهد کسی زر صفت بستاند مرا

[illegible]

عقل گو دیوانه میداند مرا　　عشق او فرزانه میداند مرا
خاک بر این آشناییهای من　　یار من بیگانه میداند مرا
می برد ناحق مرا از کوی او　　محتسب مستانه میداند مرا
گر روم بی باک در بزمت مرنج　　عالمی دیوانه میداند مرا
ای سگ کویش چرا غوغا مکن　　چونکه صاحب خانه میداند مرا
چون کنم خود را بهای یک نگاه　　کمتر از بیعانه میداند مرا
سوز من از شمع بزمم خود مپرس　　دلبرا پروانه میداند مرا

مشرب رندانه تا فقرم گرفت
ساقی میخانه میداند مرا

مشرب رندانه میباید مرا　　ساقی و پیمانه میباید مرا
انس با ناصح نمی گیرد دلم　　صحبت جانانه میباید مرا
شیب بکس نشمارم ای زاهد کتا　　سبحهٔ صد دانه میباید مرا
تا رسد روزی به شمشیرش سرم　　همت مردانه میباید مرا
کشتهٔ آن شمع رویم من کفن　　از پر پروانه میباید مرا
تا گدایش گشته‌ام از شاه درگهش　　مسند شاهانه میباید مرا

کی بچشم فقر و مهر اعتکاف
گوشهٔ میخانه میباید مرا

برد هوای تو هر کوچه چه گاه مرا　　هنوز نیست از وصل تو هیچ راه مرا
چو سگ بکوی تو با شان گردم نصیب شود　　بر آستانه در نظر خلق عز و جاه مرا
هنوز تیغ تو آلوده هست در خونم　　بس است مهر بها اینقدر گواه مرا
مباد شحنه بکوی تو گیردم از عشق　　بده به آن در دولت سرا پناه مرا
مریز خون من از تیغ تا شوی بدنام　　بکش بکوی خود از ناوک نگاه مرا
تو داد من ز رقیبان ستان برای خدا　　که کشته اند بکوی تو بیگناه مرا
تو بوده‌ای به برم یا که خواب می دیدم　　باضطراب فگنده است اشتباه مرا
کلاه بر سر من تا ز خاک کوی تو نهند　　سر نیاز نهند پیش پادشاه مرا

ازان ز محتسب شهر میگریزم من — فتاده بر در تو دیده است گاه مرا
ادب مجو که بعشق تو نو گرفتارم — جنون نکرده چو تعلیم رسم و راه مرا

بعاشقان که شده فرد نام من مشهور
نمود شهره که همسایه شور آه مرا

ز زلف و روی تو بس شام و صبح گاه مرا — بپاک عشق چه حاجت بمهر و ماه مرا
بیاد زلف تو شد نامه گر سیاه مرا — بروز حشر چه باک است زین گناه مرا
دلم فتاده بچاه از هوای سیب ذقن — برآر بهر خدا ای صنم ز چاه مرا
ز داغ تو که مرا سکه بر جبین باشد — از آن خاص تو دانند گدا و شاه مرا
نداشتم هوس هر خرابه و ویرانه — فگنده است باین چرخ مهر و ماه مرا
ز بیم حشر نیندیشد آنکه از خود رفت — بس است روز جزا عشق عذرخواه مرا
بعشق سبزه خطی رفته‌ام ازین عالم — چه باک روید اگر از لحد گیاه مرا

بهیچکس دلم ای فرد گه نسازد
ندانم اینکه که کرده چنین تباه مرا

ذوق می برهم نموده ای خود نگار مرا — رهن جام باده کردانید دستار مرا
میتوان کردن علاج درد هم از قانون عشق — ورنه افزودن بود بی سود آزار مرا
عشق من افسانه هر کوچه و بازار شد — نیست آگاهی هنوز از حال من یار مرا
ناگره شد در گلو از ناتوانی ناله‌ام — گرمی دکان نماند ای آه بازار مرا
جان من تا لب رسیده و سر سودای او — نیست پروائی ز حالم یار غمخوار مرا
گه بسیر و تماشا هم بمن چشمی نکرد — کم ز آب جو شمارد گریه زار مرا
شب اگر بیدار ماند سپید و روزش بخواب — کی شود هم چشم انجم چشم بیدار مرا
می سپارد وعدهٔ وصلم بفردای دگر — انتظار حشر باید آه دیدار مرا

فرد این شور و فغان را در دل او راه نیست
یاوه گوئی می‌شمارد یار گفتار مرا

گلزار بی تو باشد در دیده خار ما را — هم از گل است خارت ای گلعذار ما را
اول که با رقیبان کردی شمار ما را — آخر چرا فگندی از اعتبار ما را

انصاف نیست جانان در دور چشم مستت
باده کشد رقیبم باشد خمار ما را

یا دل بگیر از ما یا صبر ده ز وصلی
دل میبرد خدا را از اختیار ما را

در مجمع رقیبان چون از رکاب راندی
صد تا زبانه آمد ای نی سوار ما را

از ناوک دگر کن بهر خدا رهایم
بگذار از زخم خورده آن شهسوار ما را

دامن مکش ز خاکم بر تربتم چو آیی
انکار ذره خاکی از رهگذار ما را

هر چند بستر من باشد ز فرش مخمل
بی خاک آستانت نبود قرار ما را

خود نیم جان شدم من تا عاشق تو گشتم
کشتی عبث بوعده از انتظار ما را

درد سر ای مسیحا تا چند در علاجم
جز شربت لب او نبود بکار ما را

بهر کشاد خاطر ای فرد شعر گویم
این شیوه نیست هرگز ورنه شعار ما را

شبی نواختی در بزم از ره کرم ما را
نبود از رقیبان صد غم و رنج و الم ما را

تو غمخوارم اگر باشی چه باک از هیچ غم ما را
بود یک کاسهٔ دریوزه به از جام جم ما را

نه در دیر است بود جای نه در کوی حرم ما را
بعشقت بس عجب از کفر و دین شد ای صنم ما را

دل ما کعبه بود ز عشقت شد صنم خانه
برهمن کردی آخر ای بت بیت الحرم ما را

دلم بتخانهٔ چین گشت از نیرنگی حسنت
نخیزم از در دل گاه از یا بیت قسم ما را

بحلق تشنهٔ من ریخت تیغ تو دم آبی
وگرنه کشته بود این تشنگی در یک دو دم ما را

نظر اندازم و چشمی نیندازد بسوی ما
بهم بر مان شمارد و از رقیبان نیز کم ما را

چه باک از طعن همسایه چه چشم کم اگر بیند
به چشم خویش گرداری عزیز و محتشم ما را

نه از پیرانه سالی کوژ گشتم این چنین جانان
نموده بار عشقت در جوانی پشت خم ما را

ز خشکی کی جگر میسوخت گر امداد می کردی
برای یک دو دم از اشک ریزی چشم نم ما را

بچشم ما نیرزد دلبرا یک ذره از کویش
بس است از بهر سرمه خاک نقش آن قدم ما را

ز تهمتهای کفر خویشتن حیرانم زین پیمان
نه در همسایه ام جای نه در دیر و حرم ما را

نصیحتم کرد واعظ در جوانی و توانائی
که آخر با بپیری کرد چندین پشت خم ما را

بفرد ما سراغ از آن میان و لب نشد پیدا
همین اندیشه آخر برد در کوی عدم ما را

نے ز جور آن جفا اندیشش بینالیم ما ❊ با خود از خوی وفای خویشش بینالیم ما

حال آه و نالهٔ ما را چه می پرسی بتا ❊ کم نمودی التفات و بیشش بینالیم ما

یوسفا جذب زلیخا سوی مصرت میکشد ❊ ما چو یعقوب از غم دوریش بینالیم ما

چشمت از دنبالهٔ سرمه چو عقرب زخم زد ❊ ما ز درد و سوزش این نیشش بینالیم ما

سینه را صد چاک کردی و ندادی مرهمی ❊ از لب قربانی بهر ریشش بینالیم ما

خویش را برباد کرد آخر ز عشقت فرد ما ❊ از وفای این مروت کیشش بینالیم ما

یا رسول عربی قبلهٔ حاجات روا ❊ مستغیث آمده ام چارهٔ کارم فرما

دردمندم جگر ریش مرا مرهم نه ❊ چاره ساز اکرم تست بهر مرض دوا

دل پر از آبله دارم ز هجوم صد رنج ❊ ای نسیم کرمت عقده گشای دلها

دست بر نبض ز بیمارگیم کس ننهد ❊ دستگیری که کند جز تو کرمی شاها

هست تعبیر ید الله ز دست کرمت ❊ زیر دست الم دست ده ای دست خدا

چند باشیم بدست غم ایام اسیر ❊ ای رهائی ده هر نامه سیه روز جزا

بندهٔ عاجزم و درگه تو بنده نواز ❊ عاجزان را که کند از غم ایام رها

روزها رفت بدرگاه تو سر می سایم ❊ تاب اکنون نه بجا نیست نه دل را یارا

نشتر آمد برگ جان من ای عیسی من ❊ نیست جز یک دو نفس هیچ امیدی ما را

فرصت لحظه بکارم چو روا خواهد شد ❊ نشنود هیچ کس از آه من خسته صدا

خشک کامم بلبم قطرهٔ ای ابر کرم ❊ بر گشا سوی سما بهر خدا دست دعا

بکه نالم که کند گوش به آهم گاهی ❊ دگری نیست بامن خوی تو فریادرسا

بهر زهرا رض و علی رض و حسن رض و بهر حسین رض ❊ نظر لطف بحالم بکن ای عقده گشا

جز درت نیست مرا جای پناهی دیگر ❊ کیست تا حال بپرسد ز من فرد گدا

من انتظار [illegible] ما

آه از ضعف و بیقراریها ❊ ماند اکنون نفس شماریها

ابر را کرد غرقهٔ خجلت ❊ چشم زارم ز اشکباریها

او ز افسانهٔ رقیب بخواب ❊ من و شبها و آه و زاریها

یار دامن‌فشان گذشت ز ما — خاک بر فرق خاکساریها

کرد رسوای کوی میخانه
فرد را ذوق باده‌خواریها

خاکم و آرزوی درگه والاست مرا — ای نسیم سحر این لطف تمناست مرا
بسکه حیرانم ازین فکر که پیداست مرا — گر ز ادب دورم و قرب تو تمناست مرا
من و آن سایهٔ زلف تو خیالیست محال — در سر اندیشهٔ وصل تو چه سوداست مرا
شب و اندیشهٔ سودای توام میگذرد — روزها نیز همان فکر تو شبهاست مرا
نیست محتاج کرم لطف تو محتاج بعرض — کاین خموشی بحضورت لب گویاست مرا

روز و شب دیده چو نرگس که همه واست بفرض
یک نظر دیدن روی تو تمناست مرا

میپرستم در گمان خود باوفا یاد ورا — میدهم هر شب تسلی این دل ناشاد را
آه بر باد بهار از خون خود بخشیدم — میکنم رشک گلستان خانهٔ صیاد را
ای خراب تو دلم چون از بر من میروی — می‌کنی ویران چرا این خانهٔ آباد را
گریه در جوش است از دل یاس می آید مرا — سیل از پا افکند در راه خود بنیاد را
میکشد هجرت من خود کرده وصل ترا — مرگ میباشد خزان مرغان گلشن زاد را
حیرتی بخشد بهائی چشم حیرت‌زای او — زیر دندان سنت انگشت از قدش بهزاد را
بر اسیر تو بود این رخت هستی بار دوش — موی تن بار است بر دل مردم آزاد را
گو ببند آستانش سر زنم او را چه باک — جان شیرین تلخ شد زین کوه غم فرهاد را
دعوی زیبائی کس راست ناید پیش او — پای در گل هست پیش قامتش شمشاد را
بیوفائی با وفا کیشان شعار خوب نیست — خو مگیر ای مهربان این شیوهٔ بیداد را

در حقیقت نیست جز نقش نگین فرد و فرق
خوب فهمیدیم با خود معنی ایجاد را

فرع باده باشد شمع بزم میگسارانرا — بنور پارسائی نیست حاجت باده‌خوارانرا
سرت گردم صبا کو آن قرار بیقراران را — بتشریف قدومی مژده ده سوگوارانرا
بیک جلوه توانی داد داد معجز عیسی — بیا کز هجر تو جان بر لب آمد صد هزارانرا

نه تنها از نگاه چشم مستت من ز خود رفتم
که شوری در سر افتاده چو من صد هوشیارانرا

بیاد عهد پیشین است دستم صرف چاک دل
وگرنه می‌نوشتم گاه گاهی نامه یاران را

حجاب ذات میباشد صفت هر چند محمود است
که رنگ غازه باشد پرده روی گلعذارانرا

نگردد ابر را این خشکی روی زمین باعث
تقاضای کرم کافیست خود حاجت برارانرا

نباشد پرده غفلت اگر ره نیست شبها نرا
که پروای عسس نبود گهی شب زنده دارانرا

مسیحا را ز گردون می‌توان آورد بر بالین
برحم آر دل خشک چمن ابر بهارانرا

سرم خاک ره آن قد رعنا گردد اگر یارب
ازین خوشتر نباشد منزلت ما خاکسارانرا

بطفلی وقت بازیها چوبی را داد جولانی
بزیر پای او شد سوده سرها شهسوارانرا

چه شد گر مشت خاک من شود پامال بازیها
که از ویرانی دلها چه پروای سوارانرا

سمند ناز جولانست و من از ضعف در حسرت
ز مشت خاک بر بادم سلامی شهسوارانرا

چه باک از فرد خواهد ترک بزم دیگران از تو
که حقی هست بر مولای خود خدمتگذارانرا

قناعت بس بود بهر بضاعت گوشه گیرانرا
بقدر حوصله کشکول باشد ما فقیرانرا

کف دست تهی خوش جام باشد ما فقیرانرا
قناعت مایه عیش است آری گوشه گیرانرا

چه ریحانی صبا از مژده گل ما اسیران را
مبارک باد این فصل بهاران هم صفیرانرا

بکن مشق عصیان نامه را تا خط سیه باشد
سفیدیهای مو صبح قیامت هست پیرانرا

بحیله کی توان کردن اسیر دام افعی را
ز مهر تو نباشد مهره گر مارگیران را

بود جمعیت اسباب سامان پریشانی
که پنهان هست ربطی خاص با گنجینه ویرانرا

ز قند پارسی خوشتر بود این نظم شیرینم
برسم ارمغانش میفرستم اهل ایرانرا

عجب نبود اگر از صحبت فرد است ننگ او را
که از بزم گدایان عار می‌باشد امیران را

من ره نداده ام بدل خویش غیر را
نشناختم ز کعبه چه فرق است دیر را

فارغ ز فکر خویش مرا کرد یاد تو
آری جزای خیر بود کار خیر را

خاطر گرفته چون گل پژمرده ایم فرد
از ما مپرس معنی تفریح و سیر را

شوخی ز نظر گذشت ما را
چشم از همه در گذشت ما را

همسایه ترحمی که فریاد
از شام و سحر گذشت ما را

ای چشم بما ترحمی کن
سیلاب ز سر گذشت ما را

کردی چو اشارهٔ بابرو
تیری ز جگر گذشت ما را

آنی است بما زمانهٔ حشر
بی روی تو گر گذشت ما را

فریاد که از تطاول تو
از ناله اثر گذشت ما را

تا رفته دلبر از بر هم
دل نیز ز بر گذشت ما را

لخت جگر از غم فراقت
از دیده گهر گذشت ما را

ای فرد درش نمی‌گذاریم
صد رنج اگر گذشت ما را

از دل رفته بزلف تو گمانست مرا
اضطراب سر زلف تو نشانست مرا

از برایت بسر افتاد مرا پاس رقیب
یک دل و آه بسر فکر جهانست مرا

بهر سود دگران خود بزبانم چو قلم
در ثنای دگران سوده زبانست مرا

پای آلوده بخواب ار چه گران میباشد
هر نفس میروم و پای دوانست مرا

خواب غفلت نه هر چشم گشادن چو حباب
بر سر عمر روان خواب گرانست مرا

صرفه نیست اگر قلب برآید دل من
اشک در شهر تو چون نقد روانست مرا

چه قدر بیخبر از رفتن خویشم ای فرد
رفته در خواب من و عمر روانست مرا

می برد تا گلشنم هر صبحدم بوی شما
یاد می آید مرا از رنگ گل روی شما

می روم از خویش و سر را میزنم بر پای او
آیدم از سرو یاد آن قد دلجوی شما

نی وفاداری نه پاس آشنائی خود بخود
چیزی دارم چرا دل میکشد سوی شما

حاجتی نبود که باشد بر صبا چون فرد
حلقهٔ دامی بدوش از تار گیسوی شما

ساقیا لبریز مشکین جام ما
آتش زن در خیال خام ما

پای بند این و آن باشیم چند
شعله زن در رشته‌های دام ما

از فروغ مهر روی دلفروز
جلوه که صبح بده در شام ما

بزم ما را بر فروز از جام می
صرف مدهوشی کن این ایام ما

جز شراب لعل نوشین تو یار
تلخ باشد شهد هم در کام ما

کم نشد ای فرد هرگز ننگ ازو
می گریزد داد هنوز از نام ما

گلستان کردم از داغ غمت کاشانهٔ دل را
چرا بگذاشتی ای نازپرور خانهٔ دل را

مینفگن ناصح سنگین دل این سنگ ملامتها
مبادا بشکنی ای بی خرد پیمانهٔ دل را

گهر ریز تکلم کن لب لعل خود ای کم گو
نثار تو کنم این گوهر یکدانهٔ دل را

ز دست غم نمودم چاک چاکش تا شدی از سهو
بکار زلف آرائی گر آری و شانهٔ دل را

نمیدانم چه آتشخوست فرد آن شمع روی من
ندیدم جز کف خاکستری پروانهٔ دل را

اگر مجیب اجابت کند دعای مرا
بطاق کعبه نگارند مدعای مرا

بود بگوش مجیبم چو جا دعای مرا
باوج عرش رسد پایه مدعای مرا

بحضرتش که کند عرض التجای مرا
که نیست تا بدرش راه نالهای مرا

بران سرم که بسجود پیش بسر شود عمرم
دهند خلق نشان از در تو جای مرا

باوج عرش نهم پا اگرم سگ خوانند
فرشته رشک برد رتبهٔ رسای مرا

بس است گر گذری گاه بر سر خاکم
که به ازین نبود هیچ خونبهای مرا

هزار سنگ ملامت گر آیدم بر سر
تفاوتی نکند هیچ گه وفای مرا

فتاده ام ز در تو دور بر سر راهی
بیا و خود بنگر بخت نارسای مرا

ز دستیاری لطفت بود که بر خیزم
که بار خویش شکست است آه پای مرا

بگوی درد دل خویش با مجیب ای فرد
که داند از همه او نیکتر دوای مرا

ای بابروی تو بس روی نیاز است مرا
از سر زلف تو امید دراز است مرا

تا بیفتاد به چشم تو نظر حیرانم
دیده چون نرگس بیدار تو باز است مرا

بسته ام دل بخم طره ات از عهد دراز
که بگوشت هوس گفتن راز است مرا

[illegible] پیمانهٔ دل را

شعلهٔ حسن تو تا چهره برافروخت به بزم
شمع سان بینش رخت سوز و گداز است مرا

دامنت اشک مرا گر نکند پاک چه باک
از منت جمله نیاز و ز تو ناز است مرا

بر در کعبه سر خویشش فرد کے آرام
خم ابروے تو محراب نماز است مرا

تا اسیر غم عشق تو شدم آزادم
آن نشیب سر کوے تو فراز است مرا

با غم عشق تو تا ساختم از دولت تو
قلق و نالهٔ و گریه همه ساز است مرا

لب جان بخش تو تا هست بکام دگران
لب ز خون جگرم لاله طراز است مرا

فرد چون خاک نگردم ز در پاک محیب
که منش بندهٔ و او بنده نواز است مرا

رسید امشب بسوے من پیام قیس از صحرا
برون از شهر رفتم تا ز عشقت شد بیابان غوغا

نه حسنت میگذارد تا تو باشی بے من شیدا
نه عشقم می رهاند تا بمانم از تو بے پروا

تو شمع بزم افروزی و من پروانهٔ بزمت
تو خورشید جهانتابی و من چون ذره ناپیدا

بدین رخسار رشک گل تو هر باغے که آرائی
برے تو غزل خوانی کنم چون بلبل شیدا

سرت گردم یقین دانم با عجاز یکه می آئی
ز پا زنده نمائی مردگان عهد عیسیٰ را

ملامتهاے ناصح را بسنگ کودکان سنجم
اسیر زلف تو هستم سر من هست و این سودا

جنونم گوشش کے دارد بحرف طعنهٔ زاهد
من و آن طاق ابروے که باشد کعبهٔ دلها

ندانم حسن بے پروا چه افسون خواند بر فردم
که خود در پردهٔ ننگ است و او در کوچه ها رسوا

نه حسن و نه ناز کشت ما را
خود خوے نیاز کشت ما را

از دست تغافلش نه نالم
کین عمر دراز کشت ما را

پوشید لباس سرخ امروز
آن شوخ بساز کشت ما را

آن یار بخاطر رقیبان
از حیلهٔ ناز کشت ما را

فریاد نه آه خود ندارم
بنهفتن راز کشت ما را

اے نامه بر از تو شکوه ام نیست
کان نامه طراز کشت ما را

دیدن بسلام سویم از ناز
این وضع نماز کشت ما را

چشمت باشارهٔ لب تو
فریاد که باز کشت ما را

نازش چشم بعشق مجنو د | انداز ایاز کشت مارا

فرد

برکشتن فرد از دو چشمت
فتوائے جواز کشت مارا

هدف تیر کرده اندمرا
آه نخچیر کرده اندمرا

گه گداز ندو گاه بنوازند
مشتق تقدیر کرده اندمرا

مغز در استخوان نماند از سوز
شکل تصویر کرده اندمرا

از وجودم غرض خرابیها است
طرف تعمیر کرده اندمرا

بسته نقشش ره خرد بر من
پا بزنجیر کرده اندمرا

سر کشیدن ز ابرویش نتوان
زیر شمشیر کرده اندمرا

نیست سودم بذات خود چون آه
صرف تاثیر کرده اندمرا

میدهم جان بذوق دشنامے
بسکه تسخیر کرده اندمرا

این جوانان ز دردهاے فراق
ناتوان پیر کرده اندمرا

میکنند آنچه خود نهی خواهند
محو تدبیر کرده اندمرا

جرم عشق این قدر نبود ز هجر
سخت تعزیر کرده اندمرا

میگدازم مگر چو شمع ز سوز
فرد نخچیر کرده اندمرا

صد گنه کردم و یک بار نبستی دل را
بر گدامی کند امروز شکستی دل را

من دل خویش بتو بستم و تو بشکست
بار قیبان من خسته به بستی دل را

لب نگزیدم که چرا لب بلب بنهادم
بر دل از خود و هوس باده پرستی دل را

از بیم برو نهی و پامال ز رنجش کردی
بچه افکنده از اوج به پستی دل را

دیدنی لعل تو چه می ریخت بکام ساقے
همه گردیده فراموش ز مستی دل را

بود در کنج عدم خانه ز عالم فارغ
داد این خانه خرابی سر هستی دل را

فرد تا کے بطواف حرم دل باشی
کعبهٔ جان بگزین چند پرستی دل را

چه خیال در دل آمد بت ناز مست مارا | بدرستی رقیبان نگرد شکست مارا

جگرم چو خون شد آخر شده دوستے بدستم
کہ ز پنجۂ حنائی بگرفت دست ما را

من و سجدۂ در او کہ حریم کعبۂ ما است
کہ رساند این نیازم بت خود پرست ما را

چو بخیزم از سر جان بود ش چہ باک چون او
بدرش ز نقش پا کم بنشین و نشست ما را

ہمہ رتبہ بلندم ز در تو خاک بودن
سر ہمسری بعرشش است نہ زمین پست ما را

منِ من چو شمع یکشب رخ خویشتن برافروز
کہ فروغ تو بسوزد ہمہ بود و ہست ما را

زکشاد تاب زلفت در فتنہا کشوده
کہ چو فرد بر شکستی ہمہ بند و بست ما را

ردیف الباء

۱۱ غزل

گرد بادم کہ در ہوائے حبیب
کو بکو گردم از برائے حبیب

شب مہتاب و خلق و بالش نرم
سر ما و در سرائے حبیب

بد دماغم ز مشک و عطر و خود
بوئے آن زلف مشکہائے حبیب

فکر درمانم اے مسیح مکن
بہ شود دردم از دوائے حبیب

چہ بیادش نیس من کہ بود
کہ ندارم کسے سوائے حبیب

خاک کاشانۂ مسیح چہ سود
صندل ما است خاک پائے حبیب

آستانش سریر سلطنت است
سلطنت میکند گدائے حبیب

فرد
وا فتادہ باستش کا خر کار
دست گیرد ترا دعائے حبیب

راست گویم قسم بجان حبیب
تنگ شکر بود دہان حبیب

زاہد اند و حلقۂ محراب
من و آن طاق ابروان حبیب

رو بخمار و کوے میخانہ
سر ما خاک آستان حبیب

بر جبین نقش کردہ ام نامش
خلق ناخواندہ ام از آن حبیب

در مشامم سحر صبا آورد
طرفہ بوئے ز بوستان حبیب

رتبۂ خواجگی عطا کردند
فرد تا شد ز بندگان مجیب

بردم بگریہ بے تو بسر شب تمام شب — چشمت بمن نکرد نظر شب تمام شب
زین آرزو کہ بگذری ایماہ بر درت — ماندم ز شام تا بہ سحر شب تمام شب
یاد لب تو بردہ چنانم ز خویشتن — کز خود مرا نماندہ خبر شب تمام شب
زان نالہا کہ داشتم از صبح تا بشام — بودم در انتظار اثر شب تمام شب
بخت رقیب تیرہ کہ روزم سیاہ کرد — می سوزم از فراق تو ہر شب تمام شب
مردیم اے مسیح ازین درد ہجر او — گر ہمچنین گذشت دگر شب تمام شب
از نالہ ام شنیم چہ گہی پرسشنے کہ من — بنالم از براے تو ہر شب تمام شب
در انتظار دولت بیدار وصل تو — چشمم نخفت تا بہ سحر شب تمام شب
تاریک بود کلبہ ام اے شمع بے رخت — افروختی کنار دگر شب تمام شب
در خواب دیدہ مست کہ بہ بالینم آمدی — زانرو درست خفتہ ماندم اگر شب تمام شب

ہمسایہ را ز نالہات اے فرد شکوہ ہاست
نالیدۂ زور دگر شب تمام شب

از ہجر تو در نسیم نگاہے دریاب — اے غمزہ فریب از نگاہی دریاب
برمردن دوست آہ اگر دن رشتم است — در عشق تو مردہ ام بہ آہے دریاب
صد چشم ز خوے تو وفا بود مرا — اے مردم دیدہ از نگاہے دریاب
عمریست فرد شدہ بچاہ ذقنم — یک جلوہ تمام را بجاہے دریاب
در خلوت زاہدان نیاید مارا — با بربط و نے بخانقاہے دریاب
از شرم رقیب گر نپرسی حالم — پنہان ز رقیب من براہے دریاب
گر گشتہ چشم خون بہا کی طلبد — از معجزہ لعل جان بہاہے دریاب
آوارہ کوے زلف ہر شب تا کے — از ظلمت روے ہمچو ماہے دریاب
اے چاک قباے صبح ہر روز ز تو — تا کے ز غمت شب سیاہے دریاب
از سیل حوادث ار پناہے جویم — گردست نمیدہی لگاہے دریاب
از صومعہ فرد بہ بتخانہ نمود — ناصح ز عنایتے براہے دریاب

کجاست پیک که آرد بمن پیام حبیب
بجان مژده دهند مفتی ز نام حبیب

ز منتش شدم از شیخ و برهمن فارغ
که ورد صبح و مسای منست نام حبیب

نه پند بیهده در دسرم مده ناصح
که گوش ما نکند یاد جز کلام حبیب

هزار جان گرامی فدای پیر مغان
که ریخت بر لب من جرعهٔ ز جام حبیب

ازین رواق چه حاصل بس است گر بخشند
چو فرد گوشهٔ کوئی بزیر بام حبیب

مطلع صبح سعادت رخ تابان حبیب
رونق شام سواد خط ریحان حبیب

قدر شام شب قدر است ز تار زلفش
دولت صبح ازل روی درخشان حبیب

دست سایهٔ حق را نبود هیچ حدی
سر پرست دو جهان سایهٔ دامان حبیب

سر ارباب نیاز است خم ابرویش
رونق روی دعا هست ز احسان حبیب

بوس قصر بهشتی چه کنی ای زاهد
هست رضوان و بهشت این رو دربان حبیب

قدر پیشم چه بود بلبل شیدائی را
هستم ای فرد نواسنج گلستان حبیب

یار رخت نسبت ندارد آفتاب
کی برآید کار آیینه ز آب

ای بلاگردان کویت آفتاب
دیده ها تا چند از سوز بت پر آب

شام را از چه شکست سواد
صبح را از حسن رویت فتح باب

شب بیاد زلف تو کردم بسر
بیدار از درد و آهم پیچ و تاب

بیخودی تو لب بیالا به می
چشم مستت میکند کار شراب

در جهان تا زلف تو شد مشک بیز
خشک شد ورنه ز خون مشک ناب

کو دل عشاق و سیماب از کجا
فرقها باشد میان اضطراب

میشود بر هر سر ره منصور دار
از انا الحق جوشش بیجا خون ناب

ساقیا جامی درین فصل بهار
چند باشم در غم عهد شباب

آفرینا اختر شناسی را که گفت
خانها در عشق تو گردد خراب

عرش گشتی منبرش گرمی شدی
ذره از خاک راهت آفتاب

گرمی خوی تو ای خورشید رو
کرد لهای جهانی را کباب

فرد اگر اینست حال عشق تو
جمع خواهد شد در احوالت کتاب

بتاب ای مه برایین کاشانه امشب
که دارم مجلس شاهانه امشب

فروز ای ماه بر بام در من
که شد مهمان من جانانه امشب

بیفکن پرتوی بر ساغر من
که تا بد همچو مه پیمانه امشب

شعاع ماه و تاب تار زلفش
بلا شد بر من دیوانه امشب

ز خلوتگاه دل زاهد چه پرسی
ندارد راه هر بیگانه امشب

مغان امروز محو میهمانی است
که فرد ما است در میخانه امشب

آفتابی بلکه رشک آفتاب
آفتاب از روی تو در سوز و تاب

باز آمد یار من مست شراب
چون نگردد خانهٔ تقوی خراب

ای لبت سرچشمهٔ آب حیات
هستی ما پیش تو نقشی بر آب

کی خیال شب بماند در سرش
آفتابی گر کسی بیند به خواب

سوخت دل شاید ز سوز عشق تو
کاید از سینه این بوی کباب

بستهٔ هر تار زلف تو ختن
کوی تو رشک خطا زین مشکناب

از رخت تا قطره از خوی چکید
آب شد اندر قرابه ها گلاب

طلعت روی ترا طالبیم ما
از سیه بختان خدا را رو متاب

خاطرم بگرفته تا کی در غمت
وز در تو هر کسی را فتح باب

دلق ها در دوز تو شد رهن می
ای نگاهی چشم مستت باده تاب

کی توان شبهای هجرت را شمرد
این شمارم ماند تا روز حساب

حسن عالمگیر و زلفت هم دراز
با چنین خیمه چنان باید طناب

او به تسکین دل اغیار و من
جان بلب هستم بامید جواب

خوبی این بخت خفته بین که یار
قصه ام بشنید لیکن وقت خواب

به از این آبادی دل نیست فرد
گر درو تابد گهی آن ماهتاب

برفگند از روے خود آن مه نقاب ‏ همدمان بگذشتم از ننگ و حجاب

آبروے زندگی از روے او است ‏ بے رخ او خانهٔ هستی خراب

دو جهان در ظل ممدود وی است ‏ از کشاد روے او صد فتحباب

نیستم خو کردهٔ بادام تلخ ‏ چشم تو تا کے کند بر من عتاب

کے پذیرم پند هر دیوانه را ‏ توبه کے زیبا است در عهد شباب

گوش من خوگر بقول مطرب است ‏ هرچه گوئی ناصحا گو بار باب

نذر کردم مغ چه خواند بنده ام ‏ این رز و این باد این دور شراب

فرد

دل چه بندی فرد در دنیاے دون ‏ بے حقیقت هست چون موج سراب

ماند از عمرے جان من زار نخسپ ‏ بسکه کم ماند شب اے دولت بیدار نخسپ

بس گرانست شب فرقت و من جان بلبم ‏ یک دم اے عمر بسر آمده غمخوار نخسپ

بستر خواب بچین چند بغفلت ببری ‏ خواهی ار دولت بیدار تو زنهار نخسپ

خوے او نیست که در خواب هم آید گاهے ‏ خیز اے بخت چه خفتهٔ بیکار نخسپ

حیلهٔ خواب ز دیر آمدن شب تا چند ‏ صبح نزدیک شد اے دولت بیدار نخسپ

اے خردمند چو بنیاد جهان محکم نیست ‏ بگذر از راه و درین سایهٔ دیوار نخسپ

فرد

ترسم از طعنهٔ اغیار بغیرت آید ‏ فرد بگذر ز تمنا و بر یار نخسپ

ردیف التاء

۱۰۸ غزل

نه همین از آتش عشقت دلم تنها بسوخت ‏ شمع سان هم رشتهٔ جان من شیدا بسوخت

گرم افسانه بزمش شد چه شمع از سوز من ‏ ناتمام آن قصه ماند و شمع سر تا پا بسوخت

تا چکیده خون برآمد نشتر از رگم ‏ اینقدر خون در رگ من جوشش نمود و بسوخت

هم زبان شمع گفتم شب چو راز عشق خویش ‏ شمع و هم پروانه از سوز دلم یکجا بسوخت

گرمی خویت فگنده آتشی در خرمنم
برق رویت حاصل صبر و قرار ما بسوخت

سوختم چندانکه دود آه من چون شد بلند
آفتاب از سوز من بر عالم بالا بسوخت

برق بیتابی چرا کاین اخگر پنهان دل
خوب خاطر خواه از سر تا بپا ما را بسوخت

دامن جمعیت من بود چاک از خار فکر
منت ساقی که هر خس ز آتش صهبا بسوخت

هم جگر هم سینه و هم استخوان آن شعله خو
از نگاه گرم در یک لحظه برق آسا بسوخت

چهره برافروخت تا آن آفتاب حسن فرد
ننگ و ناموس و خرد هم از من شیدا بسوخت

رسید عمر به پایان و کامها باقیست
تمام گشت شب و دور جامها باقیست

شتاب میکندم عمر و کامها باقیست
ز خوکشش میبرم و دور جامها باقیست

امید وصل چه دارم بوعده صبحش
ز بخت تیره ندانم چه شامها باقیست

صبا ز لطف جواب سلام آوردی
سرم فدات جواب پیامها باقیست

تغافل تو چه بیداد کرد ای صیاد
ز صیدهای تو پر با دامها باقیست

ز خاک کشته خود ای مسیح من مگذر
هنوز از لب لعل تو کامها باقیست

صبا ز گرم روی قصه ام سخن کوتاه
دمی نشین که هنوزم کلامها باقیست

غبار گشتم و از خون دیده ام رفته
هنوز بر در و دیوار و بامها باقیست

فنا ز گوشه نشینی نمی شود ای فرد
ز خفتگان ته خاک نامها باقیست

عشقت من اختیار نگذاشت
درد تو بدل قرار نگذاشت

الفت و متاع دهر با خود
دل داشته ام که یار نگذاشت

در دوری تو ذوق می چه باشد
چشمت بلبم خمار نگذاشت

این گریه زار زار من آه
مرهم بدل فگار نگذاشت

صبر من و زلف آن پری را
این چرخ بیک قرار نگذاشت

عشق تو بجز جگر خراشی
در دست من اختیار نگذاشت

بیتابی نسیم بسمل تو
در کوی تو هیچ خار نگذاشت

فرد [illegible] او [illegible] باد
[illegible] غبار نگذاشت

این گردش چشم فتنه خیزت | آرام بروزگار نگذاشت
چشم ز گهر نثار پای خود | از روی تو شرمسار نگذاشت

جز گریه بفرد من غم تو
افسوس که هیچکار نگذاشت

آشوب بر دلم ز قد فتنه زای کیست | افتاده صد هزار قیامت بپای کیست
این صبح جیب چاک بیاد قبای کیست | باد نسیم سرد نفس در هوای کیست
گر مژده قدوم تو باد صبا نه برد | نرگس گشاده چشم بگلشن برای کیست
انکار قتل من نتوان کرد ای نگار | خون دلم برنگ حنا صرف پای کیست
حسن تو گر نه جلوه فروش نگاه ماست | این دل مثال آئینه محو ادای کیست
وامانده دیده من قربانی نگاه | در انتظار آن لب معجز نمای کیست
درویش بوده از دل زارم توان و تاب | آن آرزوی جان بشفا و دوای کیست
قند لبت کجا است که تلخ است کام من | جانم بلب رسیده لبت جانفزای کیست
در بزم همچو شمع ز سوز و گداز عشق | سر تا بپای سوخته‌ام بدعای کیست

از حال فرد هیچ نشد آگهی مرا
دل ورنه که داده بجان مبتلای کیست

تنها نه سراپا چو دل آغشته بخون است | هر آبله پا چو دل آغشته بخون است
این دیده من تا چو دل آغشته بخون است | هر گوهر دریا چو دل آغشته بخون است
انکار ز قتلم نتوان کرد که امروز | هر بام و در ما چو دل آغشته بخون است
بگذشت که آرام آبله پا زین ره پرخار | هر سنگ بصحرا چو دل آغشته بخون است
سیلاب سرشکم مگر از دامن دل بود | کین دانه سراپا چو دل آغشته بخون است
تنها نه ز داغ تو دلم غرقه خون هست | هر لاله حمرا چو دل آغشته بخون است
از مستی چشم تو چه خون در دل خمهاست | هر شیشه صهبا چو دل آغشته بخون است
یک صید ز تیر نگهت جان نتوان برد | هر آهوی صحرا چو دل آغشته بخون است
گر نافه مشک است و گر غنچه گلها | زان نو گل بویا چو دل آغشته بخوان است
این نه شفق نیست که لخت جگر چرخ | زان دست حنا چو دل آغشته بخوان است

از ناوک مژگان که ای فرد ندانم
هر جزو تن ما چو دل آغشته بخون است

زبان من بشکایت آشنا نیست — وگرنه بر دل از جورت چها نیست
بت شوخ مرا ترس خدا نیست — بغارت بردن ایمان حیا نیست
بیاد تو مرا جان بر لب آمد — لبت با نام من هم آشنا نیست
ز سنگ آستانت بالشم به — سرم خو کرده بال هما نیست
مشام گل نگشتی عطر آگین — اگر بوی تو در باد صبا نیست
بود پامال قهر عشق آن دل — که او ممنون الطاف شما نیست
اگر گشتی بغمزه لطف کردی — گذشتن از مسیحائی وفا نیست
بکویت می بنودم شب بسر لیک — سگ کوی تو با من آشنا نیست
ترا زاهد نگشتی حلقه در گوش — گر ابروی تو محراب دعا نیست
بدرمان و مداوایم مکوشید — که دردم را بجز وصلش دوا نیست
چه سود از جای یوسف را اگر فقند — اگر در دیده یعقوب جا نیست
چه گویم جور چشم سرمه گینش — مرا هم خموشی بر دها نیست

بجان فرد لطف تو چرا نیست
که شاهی چون تو و چون او گدا نیست

رنگ چمن بدامن دل نقشها نه بست — دست بهار گاه بپایم حنا نه بست
عهدی نبوده است که آن بیوفا نه بست — لیکن چنانکه یادگران آن بها نه بست
خوابیده بخت چند چو نرگس بود مرا — شب تا سحر بیاد توام چشمها نه بست
خون شد ز دست بر و حنا بسکه دل مرا — کز خون من زمانه بپایت حنا نه بست
بکشاد ناخن خردم عقده که باز — آن تاب جعد و آن خم زلف دوتا نه بست
صد بار بسته ام کمر همت و هنوز — مضمونی از میان تو بیکو زمانه بست
ما زیر بار منت عریانی خودیم — بی برگیم بدوش کسی رخت ما نه بست
صیاد از جفای تو امسال عندلیب — از بال خود بکنج قفس آشیانه بست
بکشاد ماند تا لب گورش لب سوال — همت کسیکه بر در مشکل کشا نه بست

چون چشم یار بوقلمون حال گشته ام　　خوش عهد بے ثبات کہ با من زمانہ نیست

ما زیر بار منت پیر خرد نہیم
عشقت بس است فرد در مدعا نہ نیست

آرام دلم باشد در گوشہ ابرویت　　هر سو کہ روم باشد پیش نظرم رویت

دارند بمن کارے پیوستہ دو ابرویت　　ببریده زبان وآن دل می کشدم سویت

دل در خم زلف تو تا کے بفغان باشد　　زنجیر گران باشد هر تار ز گیسویت

دارد بچمن سنبل سودائے سر زلفت　　هر نافہ بدل خونست از رایحہ مویت

کے دست طلب در یا می برد سوے نیسان　　گر در کف او بوسے یک قطرہ از خویت

هر سرو کہ می روید دارد سر پابوست　　در گردن هر قمری طوقیست ز گیسویت

از نقش کف پایت تاج سر سروران　　اے جملہ گدایان تو شاهاست همہ خویت

پرسد اگر او از من اے باد صبا گوئی　　جان داده بہ عشق تو تا کے شده از کویت

اکنون نتوان لے فرد زیبا بہ برآوردن
این نخل محبت را از سینہ بہ نیرویت

در سجده فرو برده زاهد سر خود سویت　　محراب حرم باشد طاق خم ابرویت

آن رنگ کہ گل دارد یک رشحہ از رویت　　زان بوی کہ در مشک است یک شمہ ز گیسویت

هر لالہ کہ می روید داغے بجگر دارد　　زان خال لب لعلت و ز عارض دلجویت

صد شیشہ گلاب آنجا با آب کشی آرزد　　هر جا کہ [illegible] یک قطرہ از خویت

افتاده کوے تو چون رو بہ بہشت آرد　　می سود [illegible] بسر کویت

از برگ گل و ریحان فرش ره او سازم　　گر باد صبا آرد یک شمہ از بویت

شوریکہ بسر باشد سودائی زلفت را　　تسکین ندهد هرگز جز سلسلہ مویت

سودے ندهد پندے آواره عشقت را　　تا سر نزند حرفے از لعل سخن گویت

آن ناصح بدگو را اے کاش کہ در راهے　　یک بار نظر افتد بر این رخ نیکویت

روے تو برهمن را برهاند ز دام بت　　ایمان ز مسلمان برد این گیسوی هندویت

خاموش کہ عالم را دلها بقرار آید
خلقے بفغان آمد ای فرد ازین خویت

مرا نه شکوه ز زلف بلند یار خود است
ز دست کوته خود عقده‌ها بکار خود است

مثال آینه شرمندهٔ خودم از رنگ
حجاب جوهر ذاتی خود غبار خود است

بزلف او نتوان تهمت نقاب نهاد
حجاب مهر رخ او چو چشم زار خود است

بباغ دهر ز باد مراد لب مگشا
چو گل بخنده شود دشمن بهار خود است

نگشت زلف و رخ یار رفتنم همدم
که بیقراری شبها کار و روزگار خود است

بفیض آه خود از سیر گلشنم فارغ
بهار تجلیهٔ آتشین هم از شرار خود است

چه گویم آه که انداخت در بلا ای فرد
دل خود است که پروردهٔ کنار خود است

نوبت از درد بجان است به بیمار غمت
زندگی بار گران است به بیمار غمت

ضعف افزون ز بیان است به بیمار غمت
خامشی مهر دهان است به بیمار غمت

شربت عیسی جان‌بخش باو سود نکرد
سحر و شام همانست به بیمار غمت

بعیادت بسر زار گذر کن گاهی
کار ز روی تو چنان است به بیمار غمت

زندگی گرچه حباب است بچشم مردم
لیکن از کوه گران است به بیمار غمت

حرز جان از خط مشکین پی تسکین نفس است
سحر چشم تو گمان است به بیمار غمت

آخر ای سنگدل این ننگ ز مردم تا کی
نام تو ورد زبان است به بیمار غمت

دست برداشت طبیب از سر نبضش امروز
فرصت لحظه و آن است به بیمار غمت

کیست ای فرد که گوید ز من او را کامشب
ناله و شور و فغان است به بیمار غمت

نامه بر آمد و آن شوخ کتابی نه نوشت
نامهٔ شوق مرا هیچ جوابی نه نوشت

لطفها مد نظر بود ز دست کرمش
لطف اینست که از ناز عتابی نه نوشت

رقم حرف جفایش غلط ار بود ز من
من خطا کردم و او راه صوابی نه نوشت

دفتری گشت بعالم ز وفاداری من
آن سیه چرده یکی از صد حسابی نه نوشت

بس خطا کرد طبیبی که دوای عاشق
الیکه درد ز لعل تو شرابی نه نوشت

صد جهان گوش رقیبان ز کلامش معمور
آه یک حرف باین فرد خرابی نه نوشت

سر من خاک آستانهٔ اوست / دل من گوشهٔ خزانهٔ اوست
ناوک غمزه چون بر اندازد / جگر خسته ام نشانهٔ اوست
دلم آباد شد بدولت عشق / سینهٔ من پر از خزانهٔ اوست
ذکر او باز در میان آرید / زین میانم غرض فسانهٔ اوست
مطربا از لبش حدیثی گو / گر ترا گوش بر ترانهٔ اوست
یار با آشنا و بیگانه / از گدا تا بهر کسی یگانهٔ اوست
پرده از روی حسن خود بکشود / هستی ما همه بهانهٔ اوست
قند ریز است گر لبم چه عجب / اثر بوسهٔ شبانهٔ اوست
زاهد از دین درست پیمان باش / آفت عهد من بهانهٔ اوست

فرد چون از در تو برخیزد / با شکست عهد در میانهٔ اوست

عرصهٔ کون و مکان ساحت زیبائی تست / خاکیان را شرف از جلوهٔ رعنائی تست
قدسیان نقد نیاز اند بکف بهر نثار / دیدهٔ انجم افلاک تماشائی تست
عرش آراسته بر سعی پی معراج تو هست / مشعل ماه و کواکب پی شب آرائی تست
جلوه افروز شو ای مه شب معراج آمد / رونق عرش برین از قدر افزائی تست
پای بر فرق جهان برنه و از ناز خرام / دیده با فرش ره باد پی فرسائی تست

عقده‌های دل او را بتبسم بکشا / فرد جان داده بامید مسیحائی تست

جلوهٔ آن گلعذارم آرزوست / طلعت صبح بهارم آرزوست
کلبهٔ من بی رخش تاریک است / پرتو روی نگارم آرزوست
آه ازین حسرت که او از من برنج / وز لبش بوسی هزارم آرزوست
میکشم جانرا انتظار مقدمش / ای صبا بوی نگارم آرزوست
ناچه پروانه بشام بخت خویش / شمع رخسارش کنارم آرزوست
بوسه با پایش من نبود طلب / جلوهٔ او یک دو بارم آرزوست
سر بپایش سودن و از خود شدن / از بی صبر و قرارم آرزوست

همرهان از سنگ پای آن صنم — بهر خود لوح مزارم آرزوست
شمع و گل بر تربت من گو مباش — شمع روی گلعذارم آرزوست

پند من سودی ندارد فرد را
معجز عیسی بکارم آرزوست

رسید وقت که بلبل شود نثار بسنت — که باز شد چمن آباد از بهار بسنت
صبا ز طرف چمن باز مشکبار آمد — که دور پیر مغانست در روزگار بسنت
ز بخت باده کشان باز شد چمن سرسبز — دمید صبح بهار و کشود کار بسنت
بگو به پیر مغان می دگر بجوشش آمد — بده پیاله که باشم بکار و بار بسنت
شراب و شاهد و عهد شباب و فصل بهار — غنیمت است شکن ساقیا خمار بسنت

به بوستان عجبی خوش است بسنت ای فرد
نوای بلبل شیدا است نغمه زار بسنت

غمی است دل ز دست غمت پاره پاره ایست — دستی به نبض من که بدست تو چاره ایست
گل هست یا عذار تو یا ماه پاره ایست — در گوش تو دُر است صنم یا ستاره ایست
نازم صنم نیاز تو و این نیاز خویش — کز من وفا و از تو جفا بی شماره ایست
هم دل ز دست رفت هم از دل بجان رسید — دل نیست در بر تو مگر سنگ خاره ایست
کس را بود چه دعوی هستی برو تو — تو آفتاب حسنی و دیگر ستاره ایست
افتاد تا بعشق توام کار چون خسرو — جسم ز جان و جان ز تنم تا بکناره ایست
گر نیم شب بکوی تو خفتم عجب مدار — کز بهر بخت خفته نکو استخاره ایست
کو آن لبت که شربت درد دگر است — بسم گر این تنم بفراقت دوباره ایست
جز چاک جیب هیچ نه سر زد ز دست من — این زاول حکایت عشق تو پاره ایست
دامان دوست و تیغ میالا بخون من — کافی برای کشتن من یک اشاره ایست

فرد تو چون بساحل مقصود خود رسد
طوفان موج و بحر غمت بی کناره ایست

عشق آمد اختیار از دست رفت — ای خرد کاری که کار از دست رفت
از صبا جنبید آنجا زلف او — در من شیدا قرار از دست رفت

یادگار عشق بود این دل ز داغ — ای دریغا یادگار از دست رفت
آمدی و آمد تو سحر بود — دست من از کار و کار از دست رفت
از شکسته بالیم صد شکوه‌هاست — کز چمن دورم بهار از دست رفت
عشق چون آمد دلم برجا نماند — غم چو آمد غمگسار از دست رفت
بوی می باز از لبم تا صبح شنید — توبه‌ام را اعتبار از دست رفت
محتسب شرمنده‌ام کز بهر می — خرقهٔ من چند بار از دست رفت
این گریبان چاکیم رسوا نمود — آنچه بر من رفت یار از دست رفت
روزگارم گردش چشم تو بود — تا تو رفتی روزگار از دست رفت
آمدی و فتنه کردی بپا — صبر از دل ننگ و عار از دست رفت
ملک دل زیر نگینم بوده است — یار آمد آن دیار از دست رفت

فرد باز از میخوریها توبه کرد
لذت فصل بهار از دست رفت

نامرادانه یار از دست رفت — چاک دامن تا کنار از دست رفت
خاک بر سر صبح نافرجام را — در برم بو ماند و یار از دست رفت
دستش از خونم حنا گاهی نبست — وای ای خون کین بهار از دست رفت
دیدمش چون نی سوار اینجا مرا — خود عنان اختیار از دست رفت
گریهٔ من پرور اشکم نبود — کاین چنینم صد هزار از دست رفت
یک نگه دیدم چو روی آن صنم — سبحه افتاد و شمار از دست رفت
تاب آه آتشین دیگر نماند — این عصای زرنگار از دست رفت
آمد گل بود و افتادم بدام — آه ازین موسم بهار از دست رفت
شد نگارین جامه از خون گریه‌ام — دوستان آن نگار از دست رفت

دام برچین ای خرد از راه فرد
صید عشق او شد شکار از دست رفت

صبا منازترا با گل ار چه همرنگی است — نصیب غنچه درین باغ دهر دلتنگی است
غبار خاطر آیینه‌ها نمی‌گردد — اگرچه پیش رخ تو آینه رخ ز تنگی است

صفای دامن آیینه را چه آلایش
اگر مقابل او میکشش سست و رنگی است

ز عکس روی تو روشن شد از دلم چه عجیب
که نقش های دل آیینه ز بیرنگی است

بحق صحبت دیرینه شرم دار ای اشک
که فاش کردن راز کسی ز بی ننگی است

دل تو سنگ و برتر از صفا چو آیینه
بسینهٔ تو دلت را عجب که همسنگی است

نکرد چشم تو از قتل مردمان شرمی
فتاده کار من افسوس با بی جنگی است

بود به پردهٔ نظم نوای من ای فرد
نصیب بلبل شوریده گر خوش آهنگی است

ساز و برگ من از حمایت اوست
آنچه دارم همه عنایت اوست

هر چه خوانیم و آنچه میگوییم
غرض اندر میان حکایت اوست

غیر او کیست تا ازو نالم
شکوه از بخت هم شکایت اوست

علم قامت سرافرازان
سرفگنده فروز رایت اوست

ایکه زان لب سراغ میجویی
همه گفتار نغز آیت اوست

هر دو زلفش که ظل هما
بر سرم سایهٔ حمایت اوست

باختم دل بیاد [illegible]ش
چه توان کرد کاین بدایت اوست

جذبهٔ عشق خضر راهم بس
هر کجا می‌روم هدایت اوست

آتش افسرده دامن نگهم
جلوهٔ حسن بی نهایت اوست

قیس سرحلقه گر شد مرا
اینهم از دولت رعایت اوست

قصهٔ حسن هر کجا شنوی
همه یک ابجد حکایت اوست

خانهٔ دل سگی خراب مباد
زانکه یک گوشه از ولایت اوست

فرد

من ز بیگانگان ننالم فرد
اوستا چون آشنا شکایت اوست

ای بو العجب که جای کسی در دل تو نیست
یک دل نباشد آنکه درو منزل تو نیست

چشمان ترا نهفته ز مردم چشم خویش
در دل درآ که بهتر ازین منزل تو نیست

بیگانه از دلم بله ای [illegible] ساختی
سنگین دلی که الفت من در دل تو نیست

تا کی بیاد [illegible] افسوس سود نیست
گر دانه از خرمن کس حاصل تو نیست

بگذشت گرد صید که تا [illegible] رقیب
توسن دگر متاز که [illegible]ل تو نیست

لیلی مهار ناقه بگردان کوی قیس را / از ضعف پای همرهی محمل تو نیست

پروانه را چه قدر به بزم تو زاهدا / شمعی ز آه دل چه درین محفل تو نیست

فرد

آماده بوده ز ازل فرد بهر مرگ
تهمت منه بیار که او قاتل تو نیست

بجرم عشق تو ناصح مرا گرفت و گذاشت / ندانم اینکه چه دید و چرا گرفت و گذاشت

بهم ازانکه دل و صبر داشتیم همه / نگاه یار بغارت جدا گرفت و گذاشت

ز نازِ دوشش بپاس رقیب دست مرا / چو دست مردم نا آشنا گرفت و گذاشت

بیا و نکهت گیسوی او صبا سحری / نسیم مشک ختن از خطا گرفت و گذاشت

عبیر خاک درت یاد آمدش به تتار / که گرد ره سر کویش هوا گرفت و گذاشت

خیال کوی تو اش خجلتی به بلبل داد / که بوی گل ز گلستان صبا گرفت و گذاشت

نگر بیا و خم ابرویش خمیده سرم / بطاق کعبهٔ دل من که جا گرفت و گذاشت

فتاده با صنم بی نیاز کار دل / دو بار آن سر زلف دوتا گرفت و گذاشت

حیا به کشمکشی از من و رقیب افگند / که چند مرتبه خوبی وفا گرفت و گذاشت

گذشت از دل من چون ندید جای قرار / خدنگ او به دل من که جا گرفت و گذاشت

فرد

ربود ناز خرامش ز خویش فرد مرا
که شب بناز سر راه ما گرفت و گذاشت

ما عاشقیم و رهگذار تو جای ماست / هر گوشه ز کوی تو دولت سرای ماست

زاهد چه میدهی ز ره کعبه ام نشان / رفتن ز خویش قبلهٔ حاجت روای ماست

ابروی یار هست به پیش نظر مرا / فارغ ز طاق کعبه همه مدعای ماست

حرفیکه نیستش اثری باشد آه ما / تیری که بر هدف ننشیند دعای ماست

نقشی که بر مراد نشیند جفای تست / سنگی که بر مدا و سگی آن وفای ماست

از خون خویش پرورش خارها کنیم / عمریست سرخروی صحرا ز پای ماست

در کیش عشق گبر و مسلمان برابر است / از خود گسسته برو مرا و خدای ماست

فرخندگی صبح ز روی شما بود / یک خندهٔ شما سحر دلگشای ماست

تا مانده ایم ما و دل از خویشتن جدا / ما کوچه گرد بهر دل و دل برای ماست

رسم وفا ببین که بپاس دل کسی / خوشنودی رقیب جفاجو رضای ماست

ای محتسب شکسته مینا به بزم من
امروز فرد دارد مهمان سرای ماست

تا جلوه گاه یار دل مبتلای ماست / یکسو ز عالمیم و دو عالم فدای ماست

یارب چه حالت است که تا عشق در ربود / بیگانه از خودیم و جهان آشنای ماست

تا پشت پا بقصر بلند فلک زدیم / رفعت ببین که روی زمین زیر پای ماست

حرفیست اینکه غمخور عاشق کسی شود / خود غمزده زماست اگر غمزدای ماست

گلبانگ عندلیب اگر نغمه خوش است / گوش بناله ام که اثر در نوای ماست

باکم ز هجر اوست نه از مرگ خویشتن / دانم که شربتی ز لب او دوای ماست

از دوزخ و بهشت ندارم امید و بیم / باب السلام عشق گشاده برای ماست

هستم غلام خاک نشینان کوی او
ای فرد پادشاه و گدا زان گدای ماست

عیش من از باغ و گل بگذشته است / نشئه ام از جام و مل بگذشته است

آگه از من بلبل و پروانه نیست / عشق من از شمع و گل بگذشته است

ناصحا پندم ز رسوائی مده / کار من از عز و ذل بگذشته است

ای خرد در کار من رای مزن / رای من از عقل کل بگذشته است

ای خضر دستی که طوفان کرد عشق / آب این دریا ز پل بگذشته است

نامه و قاصد چه سود ای فرد کار
از رسائل و ز رسل بگذشته است

مست چشمان مست تو مستی دگر است / بیخودی تو دگر و باده پرستی دگر است

دست بر شاخ گل از حسرت دستت چه زنم / دسته گل دگر و دست تو دستی دگر است

چشم بر روی تو افتاد و دل از دست برفت / صفت رسوا دگر و حسن پرستی دگر است

از خطا هم نگهش گر بمن افتد بجهد / ای غزال ختن این شوخی جستی دگر است

از سر خنجر تشنه ستد جان صید ترا / ناوکت را بدل صید نشستی دگر است

جلوه جام و بهر گل نگشتن دشت خوشست / بلبل محو تماشای تو مستی دگر است

شوخی رنگ حنایت دل مرجان خون کرد / شاخ مرجان دگر و دست تو دستی دگر است

وقف سرمه شدم از خاک رهت گردیدم / سربلندان دگر و پستی تو پستی دگر است

قیمت و قدر شکست از شکر و لعل لبت / عهد را نیز ز لعل تو شکستی دگر است

از نگاهت بنز و جان بسلامت صیدی / ناوک تو دگر و شست تو شستی دگر است

از کلامت دل بگرفته ام ای فرد گشاد / معنیت تازه و هم بست تو بستی دگر است

رایت حسن برافراخته قامت اوست / زلف سر تا بقدم انداخته قامت اوست

ترسم از ناز عتابی کند ای ناله خموش / کین همه فوج بلا تاخته قامت اوست

سرو بالا که کشیده به چمن سر بفلک / سایهٔ ناز بپا ساخته قامت اوست

من که افگنده سرم در ره تسلیم و چه تر / منت تیغ وفا آخته قامت اوست

زان خرامیکه قیامت لب شهیدان بر نهاست / فتنه هست که پرداخته قامت اوست

شمع گر سینهٔ او سر زند این شعله شوق / پله تا سر همه بگداخته قامت اوست

رست از بندگی ناز پرستان جهان / فرد آزاد که جان باخته قامت اوست

تیر بست جهان بلاکش درد فراق اوست / دل خاک رهروان ره اشتیاق اوست

جبین گشاده در ره کحل الجواهر ست / زان خاک ره که سوده سم براق اوست

این گلشن جهان که بود جلوه گاه حسن / گلدسته نهاده بیکسو طاق اوست

عرش برین که قبلهٔ قدسیان بود / یک گوشه ز کوی حریم رواق اوست

از بی گناه چه پروا الفت فرد او / عفو گناه خلق گواهان مذاق اوست

سر به کوی او منزل صفا این است / طاق ابروش می‌بینی قبلهٔ دعا این است

دست و تیغ قضا و دل بگوش سودائیش / لب بذکر نام او حال مبتلا این است

دردمند اگر آگهی عشق او طبیب بس / از خودی چو بگذشتی صحت شفا این است

لعل او مسیحا شد چاره از که می جوئی / سوز سینه گر داری چاشنی دوا این است

برا فرزین خلوت چیست ز اثر خانه ما / خامشی دمی بگذین جا مرحبا این است

گیرد او ز شوخیها گر بدست چوگانے
گوی از سر خود کن بازی وفا این است

عذر عشوه ات خواهم زانکه گفتمش خونریز
کشته می شوم دیگر گر ترا حیا این است

صد جفا توان برداشت گر رضای تو باشد
بهر غیر اگر گشتی جان من جفا این است

سرمه گر ز سنگ طور چشم زاهد افزاید
خاک راه او مجو فرد توتیا این است

عمرے گذشته در رہ ارادت بکوی دوست
دل از همه کناره گزیده بسوی اوست

بستم کجا اگر به هوایش ز یار دل چه
در هر گلے که می نگرم رنگ و بوی اوست

جانم بهاے یک نگهش نیست چون کنم
با این دل فسرده که در جستجوی اوست

وصلش چه نیست بخت من خسته بعد ازین
ما و دلے و جان من و آرزوی اوست

عمرم اگر دراز کند اے خضر راه عشق
این رشته حیات من و تار موی اوست

فرد را چه پند دهی ناصح از عشق
دیوانگی و حسن پرستی چو خوی اوست

روی تو مهر کرد و بیاد لبت آرزو گذشت
از ننگ در گذشت و هم از آبرو گذشت

ناصح ز پند بیهده رنجیده می شود
سوزن مزن که چاک دلم از رفو گذشت

عمرم بسر رسید و سراغش نیافتم
لیل و نهار من به همین جستجو گذشت

از ماجرای گریه شب های من مپرس
چندان گریستم که ز سر آب جو گذشت

جز طاعت نیاز نبرد و بجا شفق
تقوای ما ز رهن نماز و وضو گذشت

این تلخ کامیم ز جفاے رقیب نیست
بر ما گذشت آنچه از آن تندخو گذشت

بند قبا گشاده بگلشن چو پا نهاد
بلبل ز گل گذشت و گل از رنگ و بو گذشت

فرد مرا بپاے خم ساقیا فکن
ذوق لبش ز شیشه و جام و سبو گذشت

توبه ام ز شراب کهن شکست
نوخطے آمد و توبهٔ من شکست

بیرون نگاههاے ملامت رها نمود
نازم به تیشه که سر کوهکن شکست

یارب چه ماجرا بزلف تو دست حسن
زنار کفر بر کمر برهمن شکست

ما هم شکسته ایم نفس را که در سخن
هر حرف تا رسید بلب در دهن شکست

سازِ رهِ حرم چه کنم همرهان که ما — پیریم و پای طاقتِ ما در وطن شکست
در کوی تو بجای خودم هست گردشی — چون آسیا به دورِ تو پا در وطن شکست

بالظم فرد تا شده گوشش من آشنا
دیگر دلم ز گفت و شنود سخن شکست

فتنه نیست که از چشمِ تو بر جانم نیست — از نگاهِ تو چو آرام به پیمانم نیست
شد به لطفِ تو دلِ من به چه ساعت پیوند — یک شبی نیست که آن خوابِ پریشانم نیست
غنچهٔ دل بچه امید کشاید ما را — گذرِ ابرِ بهاران به گلستانم نیست
گوهرِ اشکِ من آخر به چنین ریخته شد — تنجل از گریهٔ ایام امروز که دامانم نیست
عشق را گو که بتازد به دلِ من بی باک — که جز این یک کفِ خاکی سر و سامانم نیست
داده ام خوانِ دلِ خویش بیغما چو خلیل — نیست یک تیرِ بلایِ تو که مهمانم نیست
آشیانی چکند مرغِ غزل خوانِ چمن — که خزان سایه به برگِ گلستانم نیست
تنجل از ناله سحر سلی عشق ز دستِ ستمت — آه یک بار قرعهٔ بی چاک بدامانم نیست
از چه جان خلوتِ این قالبِ خاکی بگزید — زاهد آگاه از آن راز که پیدا/پنهانم نیست
ناصحا بخیه ز دستِ کرمِ خود که هنوز — چاکِ پیراهنِ من تازه که دامانم نیست
بفگن خاکِ مرا در رهِ دیگر ای باد — که درین رهگذر تختِ سلیمانم نیست
رقمِ او همه اندر دلِ سیپارهٔ ماست — یک تر و خشک نباشد که به قرآنم نیست

خاکستر از حسرتِ آن قامتِ موزونم فرد
کاینچنین مصرعِ برجسته به دیوانم نیست

از دستِ غمت هیچ دلی شاد نمانده است — اقلیمِ دل از جورِ تو آباد نمانده است
خلقی است بجان آمده در کوی تو از درد — دریاب کنون طاقتِ فریاد نمانده است
تا درسِ غمت داد مرا عشقِ تو والله — جز مصحفِ روی تو دگر یاد نمانده است
گسترده بصحرای جهان زلفِ تو دامی — فریاد که یکدل ز تو آزاد نمانده است
افواجِ غمت آمد و مامورِ ضعیفیم — رحمی که مرا طاقتِ بیداد نمانده است
از کوه گرانست غمِ فرقتِ شیرین — جز کندنِ جان کار به فرهاد نمانده است
افتاده چو کاهم به رهِ تختِ سلیمان — آرام مرا از سرِ بنیاد نمانده است

با فرد چه مانده است که آئی پی غارت
از دین و دل و صبر که بنیاد نمانده است

ترا به بخت خود ای زاهد ارجمندی نیست — که او گرنه برین در نیاز مندی نیست
در مغان چو در شیخ و برهمن نبود — که آستانهٔ پیر مغ جای خود پسندی نیست
زفیض جام چو از خویشتن برون رفتی — ترا به هیچ دگر جای پای بندی نیست
از دیر و صومعه برآ و رند مشرب باش — درین طریق ز اغیار مستمندی نیست
ز بزم باده کشان محتسب مرو هشیار — به میکده حذر از باده هوشمندی نیست

مشو ز جادهٔ عشاق پا برون ای فرد
که زیر سقف فلک جای سربلندی نیست

قامت او دگر و شجرهٔ طوبی دگر است — راست بودن دگر و قامت رعنا دگر است
پیش لعل لب او حرف ز باده مزنید — مستی لب دگر و نشئهٔ صهبا دگر است
واله روی ترا لاله چه تسکین بخشد — حسن او بیت دگر و لالهٔ حمرا دگر است
آرزومند ترا نیشکر و سرو چه سود — نیشکر خود دگر و قامت زیبا دگر است
یاد حلوا چه کند پیش لب نوش تو کس — لذت لب دگر و لذت حلوا دگر است
چشم بد دور کجا چشم تو کو نرگس زار — چشم حیران دگر و نرگس شهلا دگر است
عاشق خسته کجا بلبل و پروانه کجا — شمع و گل دیگر و آن حسن سراپا دگر است

فرد گر عاشقی از بزم رقیبان بپرهیز
بوالهوس خود دگر و عاشق شیدا دگر است

آهست دگر و عصای موسی دگر است — شهدست دگر و من و سلوی دگر است
رزق همه گرچه ز آسمان می آید — خوانست دگری و خوان عیسی دگر است
در ذکر لبش حدیث حلوا تا چند — لب دیگر و این حدیث حلوا دگر است
سرگشته ز دیدنش بباغ جنت ندهم — گل خود دگری و روی سلمی دگر است

فرد انست عمر تو با فسانه گذشت
قصه دگری و آه شبها دگر است

گسستن از خویشتن شریعت ماست — رستن از بندگی طریقت ماست

عشق از راه من دوئی برچید — دیدن غیر کفر ملت ماست
آنچه فهم کسی نه در یابد — عین ذات من و حقیقت ماست
درگذشتن ز حیطهٔ امکان — سیر باز بلند همت ماست
بحرم وصال او ماندن — گوشهٔ امن و خاص خلوت ماست

محو گشتن بجلوه اش ای فرد
حق پرستی ما و طاعت ماست

بادهٔ عشق از سبوی دیگر است — عاشقان را های و هوی دیگر است
سینه چاکان غم او را ز زلف — از سر هر مو رفوی دیگر است
محرمان خلوت اسرار را — بی زبانها گفتگوی دیگر است
مشک بیزان حریم یار را — از شمیم زلف بوی دیگر است (ز نسیم)
خاکساران در آن شوخ را — در عزیزان آبروی دیگر است
برنیاید هیچگه جز وصل تو — در دلم گر آرزوی دیگر است
عشق خود پابند خط و خال نیست — عاشقان را جستجوی دیگرست

فرد را امروز از خود رفتگی است
رو بخلق و دل بسوی دیگر است

شمع پیشش سوخت لیکن کی بسوز ما بسوخت — ما بروز و شب همه سوزیم او شبها بسوخت
جلوهٔ شایان موسی بر نتابد کوه و دشت — طور از آن جلوه که شد بهر دل موسی بسوخت
سوختم تا دیده ام سوز دل پروانه را — شمع را بگداخت و آخر ز سر تا پا بسوخت
برق خرمن سوز هستی جلوهٔ حسن تو شد — شمع یکسو سوخت و پروانه هم یکجا بسوخت
ناصحا من نیز جائی داشتم در مسجدی — برق حسن او اساس پارسائیها بسوخت
بودم اندر صومعه سر حلقهٔ زهاد چند — آتش عشق آن همه زهد و همه تقوی بسوخت

ناگهان ای شمع گر آید بپیشش ذکر فرد
گو که با پیش تو میسوزیم او تنها بسوخت

زغم تو چند نالم که بناله ام اثر نیست — بچه کار این فغانم که ترا ازین خبر نیست
ز کدام دل بنالم بکدام دیده گریم — دل و دیده که دارم بتو هیچ کارگر نیست

زکجا دلے بیارم که اثر بناله دارد ❊
زشکنج طرهٔ تو چه گره که نیست در دل
بچه رو شود هویدا بتو حال من که چون خس
ز رحمت کدام حسرت که مرا بدل نباشد
همه شب نخفته ام من که سحر کنم دعائے ❊
بچنین هوس که دارم چه زنم ز عشق لائے ❊

زکدام چشم گریم که چو چشم من دگر نیست
منم و کدام سودا که ز زلف تو بسر نیست
برهے فتاده ام من که ترا بدان گذر نیست
چه گناه دیدی از من که ترا بمن نظر نیست
چه کنم ز بخت خفته که شب مرا سحر نیست
که هنوز جیب و دامن ز سرشک دیده تر نیست

فرد

قبا و تا بهار نوشتن دم صبح پاره کردن
شده این شعار فرد چو [illegible]

ناصح قسم بعزت حسن و جمال دوست
از هستیم نشان چو نماند به پیش او ❊
در بارگاه قدس نه شد چون گذر مرا ❊

در جان من نماند بجز خیال دوست
بس باشد این مراد دلم از وصال دوست
مائیم و آستانهٔ عز و جلال دوست

فرد

لب میگزند شهد فروشان ز نظم فرد
تا خوانده ام حکایت شیرین مقال دوست

از زبانم انچه میریزد نه از ذوق منست
نیستم آگه که هستم من برین ارض و سما

وز دل من انچه می خیزد نه از شوق منست
یا زمین تحت منست و آسمان فوق منست

فرد

زلف کس در دست عشق خویشتن پیچیده فرد
یا که آن در گردنم بند من و طوق منست

زلف برداشتن و روے تو دیدن هوس است
پردهٔ ننگ تو در پرده دریدن هوس است
تا نقاب از گل روے تو براندازد باز ❊
تلخ کامیم چو فرهاد ز ناکامیها
این قدر تنگ مگیر اے بت قاتل که مرا
تیغ ابرو و سر زلف ترا تا دیدم ❊ ❊
تو خمیدی پے گل چیدن و بهر تعظیم
فصل گل آمد و صیاد پر و بالم کند

شب بسر آمدن و صبح دمیدن هوس است
کز لب لعل تو دشنام شنیدن هوس است
نفسے باد سحر باز وزیدن هوس است
لب شیرین ترا بسکه مکیدن هوس است
بوسه بر پاے تو هنگام تپیدن هوس است
با تو پیوستن و از غیر بریدن هوس است
سرو را نیز به پیش تو خمیدن هوس است
آه زین بال شکسته که پریدن هوس است

بوی پیراهن آن گلبدنم یاد دهد ای صبا نکهت گل باز شمیدن هوس است
شوق پابوس که میداشت که هر لخت دلم آمده بر سر مژگان و چکیدن هوس است

فرد کن فرش ره دوست نگاه خود را
گر زخاک قدمش سرمه کشیدن هوس است

پیش تو زحال خویش حکایت نمودنی است وز جور غفلت تو شکایت نمودنی است
جانی بلب رسیده فدایت نمودنی است این نقد را نثار بپایت نمودنی است
بی مهری تو چند که ما ذرهٔ توایم خورشید را بذره حمایت نمودنی است
عمری بخاک کوی تو برباد داده ایم شاها بیک نگاه عنایت نمودنی است
آنرا که سرنوشت بنام تو کرده اند ای پادشاه حسن رعایت نمودنی است
یاری بیا که از سر هستی رها شویم کاین نیم جان مانده فدایت نمودنی است

این فرد بنده را که ندارد بجز تو کس
کاریکه کردنی است برایت نمودنی است

عشق را امروز رنگی دیگر است با من و دل باز جنگی دیگر است
ناصحا از عود و پندم چه شود اختیار من بچنگی دیگر است
ساعتی بگذر درین گلزار عشق کاین چمن را آب و رنگی دیگر است
کی شود هر سنگ موسی را عزیز پیش بینا طور سنگی دیگر است
عاشقان بدنام و رسوا کی شوند عشق را ناموس و ننگی دیگر است
زان کمان ابرو کسی چون بگذرد تیر مژگانش خدنگی دیگر است

محتسب دامن بجنگ من مچین
فرد را با خویش جنگی دیگر است

آرزوی چشم من دیدار اوست گوش من در حسرت گفتار اوست
از خرد پندم چه سود ای عاقلان عقل سوز آن آتش رخسار اوست
رهنمای خضر یار آید درش زندگی بر وعدهٔ دیدار اوست
خوش خرامان را ربود از خویشتن آن روشها که در رفتار اوست
مهربان لبها بحسرت میگزند زان حلاوتها که در گفتار اوست

ای خوشا فرزانهٔ دیوانه وش / غافل از خود گشته و هشیار اوست
هر عزیزی با جمال یوسفی / بندهٔ نو بردهٔ بازار اوست
بیجگر طعنه زن ناصح به عشق / عالمی را سینها افگار اوست
صد گره افتاده در کارم به عشق / از خیال فرقت دشوار اوست
روضهٔ رضوان بزاهد نیک باد / جنتم در سایهٔ دیوار اوست

فرد نتواند نمود انکار شعر
شیوهٔ او ظاهر از اشعار اوست

جان اسیر ابروی خمدار اوست / دل به پیچ و تاب طرار اوست
شکرستانی است هر بازار شهر / زان شکرریزی که در گفتار اوست
مصریان را دل ز یوسف سرد کرد / گرمی حسنی که در بازار اوست
عالمی را فتنها کرد خراب / اینچنین گر دلبری با کار اوست
نیست ممکن عهد بشکستن ز عشق / درمیان چون مصحف رخسار اوست
محتسب گر ختم مستند در دوار / چون بجز تو هر کسی سرشار اوست
دام راه عقل هر فرزانه / حلقه‌های گیسوی خمدار اوست

فرد از آزار عشق من مپرس
آفت من نرگس بیمار اوست

ای قبلهٔ خلق آستانت / محراب نماز ابروانت
تو خواجه و جمله بندگانت / مانند تو نیست در جهانت
صبح از رخ روشنت غلامی / شب بستهٔ تار گیسوانت
یک دل نگذاشت بی جراحت / تیری که بجست از کمانت
خضر است بره روان مقصود / آواز درای کاروانت
طوبی ز قد تو پای در گل / ای رشک بهشت بوستانت
طوبی اگر به زبان طوبی است / از این سرو روان دلستانت
شهد است هر آنکه گو رو دست / هرگز نخورم قسم بجانت
گل راست شگفتگی ز رویت / رنگ رخ غنچه از دهانت

هر کوچه نمونهٔ قیامت
از کشتهٔ تیغ ابروانت

آزاد ز قید دو جهان ست
دیوانهٔ هر دو گیسوانت

چون لاف برابری زند کس
عرش است زمین آستانت

کی بسته محملی پسندد
خو کرده خاک آستانت

بستان نجات گشت هر شهر
از فیض بهار جاودانت

از نعمت خویش بذله ده
فرد است کمینه سگانت

صبر من غارت تامل اوست
جان من کشتهٔ تغافل اوست

آفت سنبل و بنفشهٔ باغ
طرهٔ آن نگار و کاکل اوست

بوستانها خراب جور خزان
از سر زلف رشک سنبل اوست

از غم هجر او بمینا ملم
جان من بر لب از تطاول دوست

دل مبادا که خون شود در وی
ستمت بیش از تحمل اوست

من نه خود گشته ام اسیر بلا
فتنهٔ صبر و هوش کاکل اوست

فرد از ذکر اوست ورد مسیح
شاید این نغمه سنج بلبل اوست

بیار باده که دور زمانه بس تنگ است
غنیمت است زمانی که بزم یکرنگ است

برو بگردن مینا چه میزنی دستی
بسینه جای دل ای محتسب ترا سنگ است

چه لاف میزنی ای دل بمجلس عشاق
هنوز عشق تو پنهان به پردهٔ ننگ است

بصبر راحت دل میشود ولی چه کنم
میان عشق و صبوری هزار فرسنگ است

حدیث پند توام محتسب اثر چه کند
مرا که حلقه بگوش ارادت از چنگ است

ز پل صراط هراسم چه میدهی ناصح
که راه عشق ز جمله طرق بس تنگ است

دلی که فرد بسر برد در کنار خودش
ندانم اینکه چرا بیخودانه در جنگ است

برو در دل نشین که خلوت تست
چشم بستن ز خلوت عزلت تست

سر بجای قدم بخاک بنه
خاکساری نشان رفعت تست

گوشهٔ دل اگر بدست آری ٭ همه عالم بکنج وسعت تست
ذرهٔ نیست از تو بیگانه ٭ دو جهان پر اثر ز صحبت تست
هر گل و برگ بوی تو دارد ٭ همه یک جلوهٔ ز طلعت تست
از غلامان خود شمار او را ٭
فرد ما را هوای خدمت تست ٭

خانقاه ما حریم کوی اوست ٭ خلوت ما گوشهٔ ابروی اوست
دل به پیچ افتاده از گیسوی اوست ٭ رشتهٔ جانم بتاب از موی اوست
بایدم چون خضر بس عمر دراز ٭ این تغافل گر بجستن خوی اوست
زان پی طوف دلم آید ملک ٭ جلوه گاه قامت دلجوی اوست
فرق شیخ و برهمن در عشق نیست ٭ کافر و مسلم همه هندوی اوست
تا باینجا سر کشید آخر نیاز ٭ سجده ام هر سو که باشد سوی اوست
خلق بر طاق حرم دارد نگاه ٭ چشم من بر گوشهٔ ابروی اوست
ناصحا بر خود ندارم اختیار ٭ جان من در پنجهٔ قابوی اوست
کرد عشقم فارغ از رد و قبول ٭ از همه بیگانه شته جانم سوی اوست
چشم زخمش کشت ما را ای مسیح ٭ قاتل من غمزهٔ جادوی اوست
چون رمد از صیدگاهش جان من ٭ تیر خورده بر دل این آهوی اوست
حال دل از فرد گم گشته مپرس
بیخودانه یاوه گوئی خوی اوست

باز یار من نیامد رفت آخر رفت رفت ٭ در کنار من نیامد رفت آخر رفت رفت
صد شکار افگند ما را دیده لاغر سوی من ٭ شهسوار من نیامد رفت آخر رفت رفت
یار سوی من نیامد تا نثار او کنم ٭ جان بکار من نیامد رفت آخر رفت رفت
در رهش ملک دلم افتاده بود از ناز ٭ در دیار من نیامد رفت آخر رفت رفت
تربت من دیده دامن چیده از ره بازگشت ٭ بر مزار من نیامد رفت آخر رفت رفت
باز نامد آن دل محرم ز کوی یار فرد
راز دار من نیامد رفت آخر رفت رفت

فتنهٔ نیست که در نرگس جادوے نیست آتشی نیست که انگیختهٔ روے تو نیست
چون نسوزد دل افسردهٔ زاهد پیشت آتشی نیست که افروختهٔ روے تو نیست
نیست یکدل که بر د تیر نگاهت نرسد آهوے نیست که منت کش ابروے تو نیست
نغمهٔ مرغ چمن نیست بجز ورد و ثنت یک گلے نیست بگلشن که درو بوے تو نیست
باقدت دعوی شمشاد نمی آید راست خوبی نیست که در قامت دلجوے تو نیست
نغمهٔ بلبل شوریده و غوغاے زغن هر سحرگه که شنیدیم بجز نالهٔ تو نیست
مو بمو چون سر زلف تو پریشان باد؛ هر که وابستهٔ این سلسلهٔ موے تو نیست
بخت آن دیده سیه باد که روے تو ندید واے بر مردمک چشم که او سوے تو نیست
دست کوتاه کن از جنگ من اے ناصح شوخ که بجذب دل من زور ببازوے تو نیست
دست برداشتم از دل که دگر چاره نماند دادن دل به کسے باز چو از خوے تو نیست
چاره جز صبر نباشد بغم عشق اے فرد ورنه بر کندن غم طاقت و نیروے تو نیست

شور جنون و چاک گریبانم آرزوست در عشق غوث این همه سامانم آرزوست
قصر بهشت و روضهٔ رضوان مرا چه سود یک گوشه از در شه گیلانم آرزوست
کے دل کشایدم ز شب بدر آسمان یک پرتو از رخ مه جیلانم آرزوست
بیرون ز حد ماست تمناے بزم او؛ یکچند خدمت سگ دربانم آرزوست
دل را ز ما سواے تو خالی نموده ام؛ لطفے بکن که چون تویی مهمانم آرزوست
دارم ازان ز کجکلهان ملک دل نگاه بر تخت دل چو غوث سلیمانم آرزوست
بنما مرا ز مصحف رخسار آیتے؛ در ابروے تو سجدهٔ ایمانم آرزوست
روزیکه آفتاب بسر نیزه رسد بهر پناه سایهٔ دامانم آرزوست
از یک زبان بیان چه کند فرد حال خویش داناترے ازانچه که در جانم آرزوست

یک دل ویرانه نبود کز غمت معمور نیست با کسے تا نسخت عشق تو کرا او رنجور نیست
از ادب دور است ما را آرزوے بام تو خاکساران را رسائی تا فلک مقدور نیست
بسکه دارم در دل خود آرزوے دیدنت سوخت جان من دمے تاب فغانم شور نیست

برزبانِ شمع پیشت سوز دل گفتن توان
لیکن از بیقدری خود اینقدر مقدور نیست

سوزن آهم زدی بخیه بجیب چاک صبح
دوختن چاک گریبان جنون دستور نیست

چشم بیمار تو میدارد چنان زور نگاه
هیچ کس نبود که از جادوی او رنجور نیست

در شکست عهد خود تا چند آری عذرها
هیچ معشوقی بکار خویشتن معذور نیست

پرسش حالم نفرمود از لبت این شکوه ها
گرچه میگون است چون چشمت مگر مخمور نیست

فرد نرگس را بنا شد نسبتی با چشم او
گرچه مخمور است لیکن دیده اش را نور نیست

تنها نه همین که وقت صهبا بگذشت
صد جور ز محتسب که بر ما بگذشت

خوناب ز چشم من که آنسو میرفت
دل آب شد و چو سیل دریا بگذشت

بی باک مزن بهر شکاری تیری
دل نیز چو آهوم بصحرا بگذشت

بودیم نشانه و فلک کرد بر غیر
تیر تو گذشت لیک بیجا بگذشت

با جمع رقیب سیر بستان میکرد
چون دید مرا زباغ تنها بگذشت

جور و ستمی که دید **فردم** از یار
دانم بحساب خود ز صدها بگذشت

[illegible]

مرا ز پیر خرابات نکته یاد است
که جز بخلوت میخانه جمله بر باد است

کسیکه از سر زلفی فتد سر و کارش
ز جمله بندها گشت و مرد آزاد است

چه دولتیست غم تو که هر که در یاد بود
همیشه خورم و فیروز بخت و دلشاد است

نسیم فصل بهار و هوای کوی مغان
بنای توبهٔ من زین دو چیز بر باد است

چو شایگان بود این گنج عشق تو جانان
که هر خرابهٔ دل از غم تو آباد است

هر آن کسیکه کند گم ز محمل یار
چو خضر راهبرم هست و پیر ارشاد است

بلطف گر ننوازی بجور هم بنواز
نیازمند تو یکسان چو مهر و بیداد است

چه هم ها که به آبادی دلم شد صرف
زیاده گشت خراب این عجیب افتاد است

مرا بکوی بتی دل فتاده است ای **فرد**
بگیر راه خود آخر ترا چه افتاد است

بلند گو بجهان نام قیس و فرهاد است
ولی زیاده از آنم ز عشق ارشاد است

فغان که سیل سرشکم بجوش و طوفان است
دل شکستهٔ من سخت سست بنیاد است

نه آه خویش بگوشش رساندم هوس است
ز آه بی اثر خود فغان و فریاد است

ز دام زلف تو کی مرغ دل کند پرواز
که الفتی بقفس عادت قفس زاد است

بنقش لعل لبت نقطهٔ نهاد ز تنگ
مگر لب تو بتا معجزی به بهزاد است

ز خاک من بکشد قیس از ادب سر سر
به آستانهٔ من سر بسنگ فرهاد است

چو در میانهٔ عشاق نام من برند *
شنید نام مرا قیس و گفت استاد است

بکوه عشق چه اندیشهٔ ز تیشه بود *
ازین سبب که بهر تیشه کوهکن شاد است

رقیب و بام تو و نغمه‌های مستانه
مرا همیشه بکوی تو آه و فریاد است

بخاک فرد شبی قیس و کوهکن چو گذشت
سلام کرد و بپرسید و گفت استاد است

بران عزمم که گر از محتسب دستم دهد فرصت
ز جان و دل کنم هرچند در میخانه هم خدمت

بود یک جام می بهتر ز صد جام جم ای ناصح
دگر خود از کف تازه جوان باشد زهی قسمت

نگردد راه عشق ای کوهکن هموار از تیشه
مکن بر جان شیرین زندگانی تلخ از حسرت

شنیدم تیغ بر کف ترک من آمد سر کوئی
اگرچه ناتوانم میکنم لیکن ز سر همت

شهان منت برند از جان برای ذرهٔ خاکت
فزون تر باد یا رب خاکساران ترا عزت

بفرد من نمیدارد نصیحت سود ای ناصح
که او خود خوب میداند بکار خویشتن حکمت

با رقیبان خاطرش را هیچ یک پرخاش نیست
جز جفا دارند لیکن هیچ یک پاداش نیست

سر برای امتحان تیغ او کردم فدا
من ز جان هم رفتم و از قاتلم شاباش نیست

از تهی ظرفان چه آید جز دعای خیر باد *
خواهش مهمان چسان در کاسهٔ من آش نیست

کس چه بشناسد که آن بیگانه اکنون آشناست
گر ز کرم گاهی نگاهی از غلط بر ماش نیست

ترسم از غمازی این طفل اشک خویش باز
ورنه بر اغیار هرگز راز عشقم فاش نیست

این دل صد پاره کز هر سنگش میداشتم
آب شد چندانکه از صد پاره اش یک قاش نیست

پیش رویت آبروی کس نمیدارد و شها
کیست کاندر خانهٔ خود ورنه خواجه تاش نیست

رندی از پیر مغان دارد دل من مستند *
از دل من محتسب بگذر که او اوباش نیست

رفته رفته از وجودم رنج طبع او فزود
می شدم بهر رضایش یا الهی کاش نیست

بس بود هوشش پریده پیک بهر عرض حال
لیک عقل شرح حال دیگران بر جاش نیست

بر در تو عمرها بگذشت فرد خسته را
از چه میرانی ز کوی خود که او خوش باش نیست

بلا در عشق من گر هست این است
مزاج خود پسندش نازنین است

مرا از بندگانش می شمارند
نشانم سکهٔ داغ جبین است

ببامش کی رسیدن میتوانم
درش را عرش چون فرش زمین است

بجز یاد تو نبود در دل من
همین نام تو نقش این نگین است

خطا باشد بزلفت نسبت مشک
که رهن یکسر موی تو چین است

به گنج لعل تو نتوان رسیدن
که مار زلف هر دم در کمین است

بهر توسن کمر زین بار بشکست
سمند نے ترا تا زیر زین است

چه می پرسی ز فرد خویشش ملت
همین عشق توش امروز دین است

لعل تو بکام دیگران است
این کارد مرا باستخوان است

پیمان خود ار چه بر شکستی
آن عهد وفای من همان است

شکرانهٔ تیغ تو چه گویم
هر یک لب زخم ترجمان است

تکلیف دوا مکن مسیحا
خود زندگیم وبال جان است

از بار غم تو سر نتابد
گو فرد ضعیف و ناتوان است

بتی شوخی خدای خانهٔ ماست
طریق دین ره بیگانهٔ ماست

عجب رنگی جنونم کرد پیدا
که قیس و کوهکن دیوانهٔ ماست

عزیز از بهر آن داریم دل را
که خلوت خانهٔ جانانهٔ ماست

برو گر آسمان رنگی عجب نیست
که ماهی چون تو در کاشانهٔ ماست

بچشم من در آ گر ناپسند است
ز ویرانی دل ویرانهٔ ماست

چه سحری بر دل ما کرده ای شمع
که آتش گرم بر پروانهٔ ماست

مغانم را خداوند انگهدارا
که میر مجلس رندانهٔ ماست

مپرس ای فرد احوال دل ما +
که از گفتن برون افسانهٔ ماست

امید زیست از بیمار تو نیست
گهی گاهی از این آزار تو نیست

بهر کوی ز عشقت های و هوی است
نباشد کس که او سرشار تو نیست

چه گیرم ذوق از قند لب کس
چه شیرینی که در گفتار تو نیست

چه آرم ارمغان در حضرت تو
دلی دارم که او در کار تو نیست

هجوم کشتگانت را حدی نیست
کجا در سایهٔ دیوار تو نیست +

نه در کار دکان و نه خریدار
چو من جنسی درین بازار تو نیست

هنرهایت چه هم کار ای فرد آید +
یکی هم چون پسند یار تو نیست

بهر نقلی سبحهٔ صد دانه را زاهد شکست
جوش رندان محتسب دید و در کعبه ببست

در کرامات مغان ای شیخ کعبه ریب نیست
هر که از میخانه آمد دیدمش با هوش و مست

گفتم از ساقی که ای آینه این رندان بهوش
گفت از می شد خمیر طینت از روز الست

محشری برخاست بر بالا قدان از قامتش
شد فرو صد فتنه چون در خلوت ناز او نشست

از شکست دل شده احوال من ظاهر بخلق
پرده کی ماند چو خانه را شود دیوار پست

ناصحا من آن قیامت دیده ام از قامتش
صد چنین هنگامهٔ محشر بپیشش دست پشت +

گر نشست آن ماه من در مجمع خوبان چه باک
چون نگین در حلقهٔ انگشتری بر جا نشست

از خرد دور است ای همسایه با دیوانه پند
از گریبانم خجل خود از جنون چیره دست

شد نشانه یا دل کس یا جگر هر سو که رفت
ای کمان ابرو هر آن تیری که از شست تو جست

هر کرا دیدم بجولانگاه تو ای نی سوار +
صید تو یا کشته ات یا زخمی تیر تو هست

این غرور حسن او از خاکساریهای ماست
این نیاز و سجدهٔ من کرد او را خود پرست

دام زلفش مایهٔ آزادی از هر بند ماست
هر کسی کو شد اسیر او ز هر قیدی برست

فرد را گفتم عطا می کیست این حرمت بگو
گفت ما را آبرو از خدمت میخانه هست

از نگاهی کشتی و گفتی که این ناز من است
باز زنده از تبسم کردی که اعجاز من است

گفتمش چون از نظر انداختی جانان مرا
گفت با هر عاشقی این وضع و انداز من است

گفتمش کم کن جفا با خستگان ای سنگدل
گفت با اهل نیاز خود همین ناز من است

گفتمش آیینه که تو داری ندارد هیچکس
گفت این عادت همین بی ساز و پرداز من است

در لب ما تلخ کامان شربتی از بوسه
ای که ذکر لعل نوشین تو دمساز من است

می‌پرد هوشم چه سازم نیست چون نامه بری
چهرهٔ بیرنگ رو که مرغ تیز پرواز من است

پرورش کردم درون چشم طفل اشک را
گشت آخر طفل فدار یار و غماز من است

هر گره کاندر خم گیسوی او افتاده فرد
عقدهٔ سربستهٔ عشق من دراز من است

بر سر بالینم آمد یک دمی بنشست و رفت
عهد و پیمان من از تقوی همه بشکست و رفت

خرقه و سجادهٔ من پاره کرد از دست ناز
وز نگاهی کرد ما را بیخود و سرمست و رفت

شیخ را سرمایهٔ از دل که نقد وقت بود
در سر سودای زلفش او فتاد از دست و رفت

بعد عمری شد دوچار از من براهی ناگهان
چون مرا بشناخت همچون آهوی برجست و رفت

از فریبی چون بدام آورد وحشی آخر گریخت
چون اسیر نو که ناگه از قفس وارست و رفت

دید چون از چاک دل آمد شد من سوی خود
از فریب مرهمی آن راه بر من بست و رفت

گوشهٔ دل نام هر سایهٔ میدانستم
از جفا کردش چو خاک رهگذاری پست و رفت

گفتمش در کوی تو دیوانه بوده است فرد
گفت آری همچنان حالا ز جنونش هست و رفت

نه همین تنها بمن کرد این ستم ایجاد و رفت
صد هزاران خان و مان کرد از نگه برباد و رفت

آمد و بنشست بر جان منتی بنهاد و رفت
وز جدائی همچو لاله داغ بر دل داد و رفت

از پی صید کد این مرغ گلشن زاد دوش
در گلستان دام بر دوش آمد آن صیاد و رفت

چادری بر رو نهاده میگذشت از کوی من
خاطر محزون من یک دم نکرده شاد و رفت

من بجای خویش ماندم دل بسوی یار رفت
همچو آن صیدی که شد از دام کس آزاد و رفت

رفتم از شوق وصالش جای در بزمم نداد
بر رقیبان صد در عیش و طرب بکشاد و رفت

نه همین تنها مرا از خان و مان ویران نمود
کرد ویران صد هزاران خانهٔ آباد و رفت

با رقیبان شد بسیر باغ و از احوال من
هیچ یک پرسش نکرد آن غیرت شمشاد و رفت

آرزوی بوسهٔ میداشت جانم از لبش
در حق من وا نکرده هیچ یک ارشاد و رفت

بهر تاراج دل من چون سمند ناز تاخت
روی خود ننموده بر من کرد صد بیداد و رفت

نالہ میکردی بکویش فرد از درد و غمش
یار آمد بر سر و بگریست زین فریاد و رفت

هر که می آید ز کویت بیخود و مستانه ایست
کوی تو در دور چشمت عشرت میخانه ایست

ای نگاه تو شراب و چشم تو پیمانه ایست
بو العجب ناصح بدورت همچنان فرزانه ایست

شانه تا شد آشنا از زلف تو شد مشکبو
این دل چاکم ز زلفت تو همان بیگانه ایست

از درازی شاعران بندند گیسو را کمند
شاید از زلف درازت این همه افسانه ایست

عزم تاراج دلم جانان عبث فرموده
دل کجا اکنون برای بیت یک ویرانه ایست

کی بیالم رو بهر یک آستان دلبران
گرد آلوده رخ من از در کاشانه ایست

میتوان گاهی بر سم سیر بگذشتن غنیتا
گو دل من گوشهٔ نبود و لیکن خانه ایست

هر متاع عقل و دین با اینکه غارت کرده است
میکشد دل باز سوی او عجب جانانه ایست

کی اسیر تو شود زاهد دل دانای من
گرچه در دست تو دام از سبحهٔ صد دانه ایست

با علائق ماندن و آزاد بودن از همه
اینچنین دولت بدست همت مردانه ایست

گفتم از شور دهقان فرد میداری خبر
گفت بگذشتم از و کو مردم دیوانه ایست

چو حالم از لبش شنیدنی نیست
که گفت از غیر هم پرسیدنی نیست

لبش تریاق و زلفش گرچه مار است
ازین مار سیه ترسیدنی نیست

منه گوشی بلاف دیگران هم
نیاز من اگر بگزیدنی نیست

میانت را چسان گویم چو مو نیست
که مو دیده شود و آن دیدنی نیست

چه میپرسی صبا حال دل من
که این افسرده را بالیدنی نیست

دلم را گر کند صد پاره ای فرد
ز زلف او مرا ببریدنی نیست

ناله ها دارم دگوش تو بفریادم نیست
یک سر موی کمی از تو به بیدادم نیست

قطرهٔ اشک توان بر و بنای دل من
قوتی در دلم از سستی بنیادم نیست

سر فدای تو کنم تیشه چو رانی بسرم +
تا خراب دل من عشق تو آباد نمود +
ناگهان بر در تو آمده ام رنج مکن +
میبردم از خود و بس توشهٔ من خون دلم
در قفس داشت مرا بی پر و بالی به بهار
گر رهاند ز سر زلف تو عشقم این بار +
چون گل و شمع که خنده شود آتش آفت او
نقش این هستی موهوم مرا کس چه کشد
بگریزم ز درت گر بتدم کوه بسر +

روی سرتابی حکم تو بفریادم نیست
خلشی ز محتسب و شحنه آبادم نیست
چه کنم غیر در تو که دگر یادم نیست
گر ز پی این سفری بهتر ازین زادم نیست
شکوه زین موسم و بی رحمی صیادم نیست
هوس قید دگر در دل آزادم نیست
حسرت عیش و طرب در دل ناشادم نیست
فهم این نکتهٔ باریک به بهزادم نیست
هیچو فرهاد به عشق تو که افتادم نیست

گریه هر نیم شب ای فرد عبث میدارم
ثمرهٔ وصل درین محنت بر بادم نیست

نه همین سینه ام آه دل بریانم سوخت
گرمی اشک نه تنها همه مژگانم سوخت
عشق آن شمع نه تنها سر و سامانم سوخت
موسی آسا طلب دیدن رویش کردم
طینتم ز آتش عشق تو نمود نم مگر +
خشک شد خار و نمی ز آبله پایی نرسید +
از سر تند محبت چو سرشتند گلم +
در چمن ز آتش رخسار تو گردم ز رقیب
بیرون از صومعه آورد مرا جوشش عشق +
سبز شد باغ و گلی تازه بهاری نرسید
جای من کرده به پایین رقیبان در بزم +
اخگر عشق نشد سرد ته خاک مرا +
گرم نظارهٔ چنان پیش رخ او رفتم
برق خوبی بدل فرد سی جلوه نمود

اشک گرم آمد و تا جیب و گریبانم سوخت
هر کجا قطره افتاد به دامانم سوخت
همه تن سوخته چون کاغذ و خذلانم سوخت
شعلهٔ حسن درخشید که چشمانم سوخت
سوختم سوختم این آتش پنهانم سوخت
جگرم سوخته و خار بیابانم سوخت
گرم آغوشی یک مغبچه ایمانم سوخت
لاله و هم گل و هم بلبل دیوانم سوخت
گرمی جوشش محبت جگر و جانم سوخت
دلم این لالهٔ پر داغ گلستانم سوخت
همچو پروانه شب آن شمع شبستانم سوخت
از گریبان کفنم تازه دامانم سوخت
نگه از گرمی دیدار به چشمانم سوخت
آه این طلعت مهر رخ جانانم سوخت +

بدالحمد که غیر از تو مرا یارے نیست
یک شبم نیست که در کوے تو از غایت شوق
پرسشِ حال مرا نامده تیرے از تو ٭
نیست از دام سر زلف تو یکدل بیرون
عشق تو طرفہ بلائے و عجب آشوبے است
پیش چشمش دل من هست متاع کاسد ٭
تا بکے ناز مسیحا کشم از بهر علاج
نیست یک شهر که آنجا نبود ماه وشے

باکسے جز سر زلف تو سر و کارے نیست
تازه زخمے بسر از صدمهٔ دیوارے نیست
غم برون است ز اندازهٔ و غمخوارے نیست
حاجت تیر نگاهے بجگر فگارے نیست
یکدلے نیست ز دستش که به آزارے نیست
با چنین دل چکنم گرمی بازارے نیست
درد مندے که بود همدم بیمارے نیست
بت هزار اند و لے هیچ پرستارے نیست

قدر اشکم بنود فرد بچشم آن شوخ ٭
ورنه هر قطره کم از گوهر شهوارے نیست

سوداست بسر دارم جز یاد تو کارے نیست
شبهاست که در کویت گرد حرست گردم
جز اینکه رقیبانم دارند خلشش از من
اے ناصح غمخوارم رنجے مبر از تنبیه
از پاس رقیبانم گردی که بدل وارد
عمرے بسر کویش هر چند فغان دارم

تا نیم و غم عشقت جز درد تو یارے نیست
از خویش و ز بیگانه در عشق تو عارے نیست
دیگر بره وصلت بالله که خارے نیست
باقی ز گریبانم افسوس که تارے نیست
هیچش ز من اے گریه لیکن و غبارے نیست
پروا بدلش گاهے از ناله زارے نیست

صد نیشتم اگر آید سر از تو کمی تا بم ٭
جز کوه غم هجرت بر فرد تو بارے نیست

خوب میدانم بما تقدیر در دست خداست
گرمی دکّان چه جویم در دیار عشق تو
هست پیغام اجل تیر نگاه تو ولے
بے بها و بے گنه بے خون عاشق ریختن
عمرها بگذشت و خاک راه گردیدم و لے
گفته اغیار باشد بدولت نقشے بسنگ
دلربائے آهوے زلف تو در نافه نیست

لیک حیرانم که دل ترسان ز خوی تو چراست
دل که میدارم ببازارت متاع ناروا است
بر نشانه مردم از حسرت بلے انهم قضاست
این عجب رسم جفا دستور در شهر شماست
در رهت اے عشق بے پایان هنوزم ابتداست
گر بروز و شب من پیش تو باد و هواست
نسبت زلفت تو با مشک ختن عین خطاست

ای مسیح دردمندم حال دل از من مپرس
مدتی شد دل ز پهلویم بعشق کس جدا است

نام من ناگفته باید برد از گوشش مرا ؛
تا اگر گرید به نعشم آبروی مرگ ماست ؛

می کنی بال و پرم بی سودای صیاد من
نیست در کار کسی بالم نه چون بال هماست

جای ماندن شد بکویت فرد شیدای ترا
شکر کز من آن سگ تو یار و دربان آشناست

چه گویم ناصحا آن بت خدا نیست
ولی از سر حق دانم جدا نیست

چه نسبت سرو را با قامت او
که در سرو گلستان این ادا نیست

گره از غنچه وا کردن تواند ؛
گشاد خاطرم کار صبا نیست

زچاک دل روم هر شب بکویش
سر و کارم بشمع و رهنما نیست

بود از ناتوانی گریه آهسم
برسم عهد پیشینم صدا نیست ؛

ملامت نیست ای همسایه سودم
که عقل من درین سودا بجا نیست

بجز هجران مرا هر جور سهل است
مرا اندیشه از سنگ جفا نیست

نباشد هیچ پروایم ز طوفان
که تا دامن بدست ناخدا نیست

چرا بر میشکنی بال و پر من ؛
که ای صیاد این بال هما نیست

ندارد گو سلیمانی ولی شکر
که فرد از دولت عشقت گدا نیست

مریض عشق را روی شفا نیست
بجز جان دادنش دیگر دوا نیست

ز دل مایوسم از روز اسیری
رهائی از خم زلف شما نیست

صدای آه پیشینیان بلند است
درین ره حاجت بانگ درا نیست

چه خواهم در دل خود میهمانت
که این ویرانه ام دولت سرا نیست

وفا کردی بقتلم وعده لیکن ؛
ز تیغ هجر کشتن از وفا نیست

رسیده تا بپایت [illegible] و افسوس
چه سازم چون مرا بخت رسا نیست

سگ تو آمده شرمنده هستم ؛
که سامانی بغیر و بینوا نیست

هیچم شکایت از ستم روزگار نیست
جز اینکه در غم ایم و کسی غمگسار نیست

امروز امید ناز ازان شهسوار نیست　　پیدا بدست من اثری از غبار نیست

هم شربت مسیح وهم آب زلال خضر　　درد دل حزین مرا سازگار نیست

یک جرعهٔ ز شربت قند لب کسی　　می بایدم ولی بشفاخانه یار نیست

آن غمزه زان عاشق مسکین که بوده اند　　نقشی ز پای شان به کسی رهگذار نیست

از بی نیازی تو مرا جای شکوه شد　　زین گردش زمانه که بر یک قرار نیست

طفلانه خوی تو ز غم پیر کرده است　　وعده اگر هزار کنی اعتبار نیست

ناحق برای کشتن من تیغ آختی　　از بهر مور حاجت این کارزار نیست

جانم بلب رسید قدم رنجه کن شتاب　　جز دیدن تو هیچ مرا انتظار نیست

میرم بکوی تو بدلم آرزو که چون　　انبوه کشتگان است که جای مزار نیست

خون دلم بکاسهٔ من هست ریخته　　خاموش عندلیب که باغ و بهار نیست

تفریح ای رقیب ازین گریه ام چرا　　سیل سرشک فرد من است آبشار نیست

داغ سودای تو ام در دل نورانی ماست　　سرخط بندگی آرایش پیشانی ماست

عشق رویت صنما باعث حیرانی ماست　　وز سر زلف تو این جمله پریشانی ماست

ما بجز اشک ندارم بنثار قدمت　　اشک بارانی ما بس گهر افشانی ماست

ملک جم راچه کند هر که گدای تو بود　　گوشهٔ درگه تو تخت سلیمانی ماست

گر قبول تو فتد بندگی ای خواجهٔ ما　　سکهٔ بندگیم تاج جهانبانی ماست

همچو بلبل که بداشش گذرد موسم گل　　هر سحر آه بکوی تو غزل خوانی ماست

ناصحا عشق و خرد جمع نگردد هرگز　　ترک راه خرد و عقل زهیدانی ماست

بیرون از دل نتوان کرد خیالش ای فرد　　جانم آشفتهٔ این یوسف زندانی ماست

چون سراب موج زن نقشم هویدا هست و نیست　　هستیم چون عکس در آئینه پیدا هست و نیست

آنچه می بینیم خیال و وهم با موجود هست　　آشکارا یا بسان خواب و رویا هست و نیست

باهمه دانش بغفلت عاجز از کار خودم　　من بعقل خویش حیرانم که برجا هست و نیست

مرده میدانند خود را عارفان زنده دل　　نیک دانستند اهل دل که دنیا هست و نیست

عاقبت اندیشی فهد نکته اسرار خلق / در نگاهش همچو موج آب دریا هست و نیست
راه بزم او چو بند است از برای چون منی / در دل پر آرزو دیدم این تمنا هست و نیست
گفتمش می بایدم یک شربتی از بوسه ات / در جواب من نفرمود آن مسیحا هست و نیست
طوطی شیرین مقالم لیک با گفتار تو / در دهان من زبان چون گنگ گویا هست و نیست

سر نزد یک کار عقل از دست فرد هیچگاه / در حساب عاقلان این مرد دانا هست و نیست

حلقه شیشه تقوای من بشکسته است / عهد و پیمانی دگر دل با مغانم بسته است
پای بکشانید همدردی که انس از خانه کرد / همچنان در بند گیسو بتا دل من بسته است
رفته ام از یاد تو چون معنی بیگانه / این تغافلهای تو جان عزیزم خسته است
پند ای همسایه در سودای من بی سود هست / چون دلم جز زلف جانان از همه وارسته است
صرف شد عمرم بفکر و مصرعی موزون نشد / مصرع قدسش ز استاد ازل برجسته است
این پریشانی بز زلفت نیست امروزی مرا / از ازل آشفتگی جان مرا پیوسته است
شد خرامان سوی صحرا آن قیامت قامتی / هوشیار ای آهوان تیر بلایی جسته است

حال فرد خود چه میپرسی که چون دیوانگان / مو پریشان بر در دولت سرا بنشسته است

ای لب لعل تو و جان جهان هر دو یکیست / رفتن تو ز بر و رفتن جان هر دو یکیست
شمع سانم که بجز سوز ندانم کاری / گریه و خنده ما سوختگان هر دو یکیست
بیخود عشق ترا نیست زبان فریاد / همچو پروانه خموشی و فغان هر دو یکیست
عشق با عقل فسرده مایه ندارد کاری / پیش سودا زدگان سود و زیان هر دو یکیست
پند از وحشت تو روییست به مجنون بی سود / که بدیوانه بیابان و مکان هر دو یکیست
دل ندانم بچه امید بزلفت دادم / که سر زلف تو و آفت جان هر دو یکیست
حاجت عرض نباشد به آئینه دلان / پیش آئینه خموشی و بیان هر دو یکیست
لب شیرین تو و شربت اعجاز مسیح / بهر ترکامی ما تشنه لبان هر دو یکیست
از میان تو که موی است سراغی گویم / رشته جان من و موی میان هر دو یکیست
شیوه زد عشق بصحرای دلم ای ناصح / اینک آن پند تو و ذکر بتان هر دو یکیست

فرد بر مشرب رندانه سگی طعنه مزن
مشرب صوفی صافی و مغان هر دو یکیست

چشم ز دوری در تو چشمها گریست
هر دم ز جوش سینهٔ پرخون جدا گریست

شست غبار ما که زه دامنت گرفت
هر ذره ز خاک دو چشم جدا گریست

بر مشت خاک ما که ز کویت بباد رفت
مژگان تر چو ابر بران خاک ما گریست

از نام آب پاشی خاک مزار قیس
ابری ز نجد آمده و چشمها گریست

در گوشه‌ای که بود ز کوی تو جای فرد
بگذشت هر کسی که در آنجا بجا گریست

جز در دل بجهان گوشه که بگزینی نیست
این قدر جای که بنشیم دمی بنشینی نیست

چند بر باد ازین زندگی نقش بر آب
چون حبابی که دگر بار گرش بینی نیست

ناصحا کام تو شد تلخ چرا از سخنم
راست گفتم که بگفتار تو شیرینی نیست

بر در دل بنشین تا که برآیی ز فکر
که درین گوشه بسر راحت و غمگینی نیست

ملت عشق گرت هست چه باک از ناصح
بهر دیوانه که پاداش ز بی دینی نیست

نگه گرم مغان برق خودی سوز بود
که درین مشرب صافی سر خودبینی نیست

فرد از مدرسه برخیز و به میخانه نشین
که درین جا بکسی بحث و سخن چینی نیست

بتی دارم که دل بتخانهٔ اوست
حریم جان من کاشانهٔ اوست

بتی دارم که مه دیوانهٔ اوست
چراغ و شمع هم پروانهٔ اوست

دلم رشک پری خانه ز رویش
حصار سینه خلوت خانهٔ اوست

عزیز مصر دل یوسف جمالی
که مهر و ماه در بیعانهٔ اوست

نه تنها من غلام روی اویم
جهانی عاشق دیوانهٔ اوست

رباید آنچه خواب شب ز چشمم
حکایات وی و افسانهٔ اوست

ز لعلش آبروی آب حیوان
خضر هم تشنهٔ پیمانهٔ اوست

دل و جان همه خوبان عالم
خراب جلوهٔ ترکانهٔ اوست

بکار خود علاجی از که جویم
دل و جانم همه دیوانهٔ اوست

بملک دلبری هر تا جداری　　غلام نرگس مستانهٔ اوست
رسد روزی بآن مقصود دل من　　چنین گر همت مردانهٔ اوست
چه باک افتد نگاهش گر باغیار　　که این هم لغزش مستانهٔ اوست
دلم را نیست امید رهائی　　که دامش گیسوی جانانهٔ اوست
مکن از باده نوشی عیب فردم　　اثر در مشرب رندانهٔ اوست

سودای من از دست تدبیر برونست　　دیوانگیم از حد زنجیر برونست
حال دل پرشوق ز تحریر برونست　　گفتن نتوان هم که ز تقریر برونست
شرمنده زبی بالی خویشم که دل من　　زاندازهٔ آماجگه تیر برونست
مانی چه کشد صورت آن غنچه لب او　　این نکتهٔ باریک ز تصویر برونست
ای خامه درین ورطه میفگن قدم خویش　　احوال من از حیطهٔ تحریر برونست
این خرقهٔ تلبیس بیک جرعه نیرزد　　کاین مشرب رندانه ز تزویر برونست
دعوی چه کند کشتهٔ ابروی تو از خون　　کین کشتنت از نیزه و شمشیر برونست
چون صید ضعیفیم بفتراک بیاویز　　رفتن بپیت از طاقت نخچیر برونست
کی راست شود خواب من از دیدن زلفت　　خوابیست پریشان که ز تعبیر برونست
آن نکته که سر میزند از لعل لب او　　با خلق چه گویم که ز تفسیر برونست
صد آه که بگداختن آن دل سنگین　　از طاقت این نالهٔ شبگیر برونست
هر نقطهٔ خالی که بر آن مصحف رو هست　　فهمش نتوان کرد ز تفسیر برونست

ای فرد ز اندیشهٔ انجام چه پرسی
کاین قاعدهٔ عشق ز تقدیر برونست

ابروی تو عشق را کمان است　　صید نگه تو یک جهان است
ناوک فگنی سوی رقیبان　　این کار دمرا باستخوان است
جانست عزیز جمله ما را　　خاک تو عزیزتر ز جان است
سوسن به چمن بروی هر گل　　در وصف تو جمله تن زبان است
برسوختن و طمع نمودن　　در عشق تمامتر زیان است
در تنگی آن دهن سخن نیست　　شد جای سخن سخن دران است

زین پس تو بخاک من بیائی — از خوے تو ام نہ این گمان است
یک دل نبود ز دامت آزاد — زلفت چو بد لبری چنان است
چشمے بمن اے مسیح از لطف — آزار کہ داشتم ہمان است

از فرد مپرس حال عشقش
این زردے رنگ او نشان است

خاک راہ تو بودنم ہوس است — سر بپاے تو سودنم ہوس است
گذری سویم اے نسیم رہش — غنچۂ دل کشودنم ہوس است
سوز پنہان سینۂ خود را — شمع سان وا نمودنم ہوس است
ہمہ تن گوش گشتہ ام چون گل — گر ز تو حرفے شنودنم ہوس است
دام میخواہم از دو چشمت سحر — کہ دل تو ربودنم ہوس است
ہمچو سایہ برہگذار کسے — یک دو ساعت غنودنم ہوس است

اشک از ان ریزم اینقدر اے فرد
زنگ از دل زدودنم ہوس است

چشم مرا گریہ رہ خواب بست — راہ ملاقات تو سیلاب بست
غیر درت نیست مرا ہیچ جاے — عشق تو بر من رہ ہر باب بست
پاے براہت چہ کشاید کسے — دیدہ ز دیدار چو خوناب بست
شکر کہ حرمان شدہ بخت رقیب — بار الم بر دل احباب بست
بستۂ زلفت دل بیتاب ماست — سنبل بستان تو سیماب بست
رست ز دیر و حرم آن دین پرست — دل کہ در ان حلقۂ محراب بست
تہمت این صبر بر و چون نہم — راہ قرارم دل بیتاب بست
بست پاے تو بخونم بماند — تازہ حنائے کہ ز خوناب بست
نیست حجاب رخ او خط چہ باک — ہالہ اگر حلقہ بہ مہتاب بست
ہست جفا در دل او خط بسنگ — عہد چو نقشیست کہ بر آب بست

فرد کہ از خون جگر زد رقم
نامۂ خود در پر سرخاب بست

هرگز از یار خودم شکوه ز مهجوری نیست
شکوه اینست که هر گله دستوری نیست

رنج اغیار بمن رخصت برمنت ندهد
تو اگر لطف نمائی بتو مجبوری نیست

صورت یار اگر نقش نگین دل تست
فرق صد مرحله گر پیش بود دوری نیست

من دیوانه چه باک ار ره تقوی نروم
شرع را حکم چو در حالت معذوری نیست

مرد جانبازی خود از چه هوس میداری
عشقبازیست دلا کار بمزدوری نیست

قاضی و مفتی شهرم چو همه میدانند
فرد در بادهٔ کشتی حاجت مستوری نیست

نه تنها دل خراب از روی او هست
که جانم هم اسیر موی او هست

ازان روزیکه جانم شد غلامش
تن من نیز خاک کوی او هست

همین چشم نه تنها هست سویش
دل و جان هم چو چشم سوی او هست

نه تنها در حرم غوغاست از روی
جهانی در فغان از خوی او هست

دل بلبل ز لیلیش با فغان
گریبان چاک گل ز بوی او هست

خضر در قید عمر جاودانی است
ازان غفلت که زمزم جوی او هست

عبیر جنتی گردی ز راهش
گل و ریحان خسی از کوی او هست

چو سرو بوستان هم فرد آزاد
غلام قامت دلجوی او هست

نمیگویم بت ما را دهن نیست
که کس را در دهان او سخن نیست

دهانش چون نماید در نگاهم
چه گویم من که جای دم زدن نیست

مکن آگه ز حال دل زبان را
که هر لب رازدار هر سخن نیست

ز شور آن شکر گفتاری او
همی میرم که او را کام من نیست

لباس خودنمائی جان بپوشید
دگر نه این نزاکت کار تن نیست

هزاران جان ازین حسرت خراب است
که هر رنگ صفائی آن بدن نیست

نگنجد جز خیالش در دل من
که خلوت خانه جای انجمن نیست

صبا در کوی جانان باد سر کو
که هست این بارگاه او چمن نیست

ز لعلش نکته گر گویم تمنا
به فهمیدم که بر انداز من نیست

بکوشش فرد از آرام بگذر
دیار عشق ہست آخر وطن نیست

سحرہا در حسن فتنہ زای او ست — عالمی سرگشتۂ و شیدای او ست

جان گرفتار فریب لعل او — دل خراب نرگس شہلای او ست

ہر گرہ در تار مو دارد بسحر — دو جہان دیوانہ از سودای او ست

سیل خون دل رود از چشم من — زان حنای سودہ کان در پای او ست

بند در عشقش چہ سود از خوف حشر — خود قیامت قامت بالای او ست

نی منم در بند آن زلف دراز — ہر دو عالم سر بسر رسوای او ست

نیست گر خوی وفا او را چہ غم — دل فریبی در قد زیبای او ست

سرگران از فرد گر باشد چہ باک
کاین چو خوی نرگس رعنای او ست

دلبری دارم کہ خلقی عاشق و شیدای او ست — آفت صبر و قرار م نرگس رعنای او ست

کو بکو رسوائیم از حسن بی پروای او ست — این خرابیہای من از بیح بنا زیبای او ست

خانہا برباد آشوب نگاہ ناز او — عالمی چون من خراب نرگس شہلای او ست

مردہا را زندہ می سازد نسیم کوی او — صد قیامت در خرام قامت بالای او ست

خاکسارانش نظر بر فر شاہی کی کنند — بر فلک می نازد آن خاکی کہ زیر پای او ست

گوش کی دارد بشور محشر آن دیوانۂ — کز بزنجیر محبت در سر و سودای او ست

پا نمی دارد بہ تخت جم گدای او ز ننگ — عزتی از بارگاہ عشق در رسوای او ست

کی فریبد فرد را حور و قصور زاہدان
وقت خوش او را کہ بر درگاہ جانان جای او ست

شمع در بزمش بسوز از آتش رخسار او ست — گل گریبان چاک از حسن ملاحت زار او ست

بر لبم جان ای مسیح از حسرت دیدار او ست — چارۂ درد دل من شربت گفتار او ست

سر فرو نارم ز بار منت بال ہما — چتر شاہی بر سر من سایۂ دیوار او ست

طرہ بر دستار بست او من پریشانم چو مو — این بلاہا بر سرم از طرۂ دستار او ست

ساربان محمل لیلی حدی را گو مران — خضر تقلید آن نقش پای اشتر رہوار او ست

سرکشیدن از قضا ناصح نباشد حد من / گردن من زیر تیغ ابروی خمدار اوست

کی کشد دامن ازین ره عاشق از جور بتان / خار زار جور جانانش ره هموار اوست

محرم راز دل خود داشتم جان عزیز / کان جدا از من ز عمری همره دلدار اوست

فرد من ای خضر از پیری بپای مانده است / همت مردانه از امداد تو در کار اوست

خرام ای بت من زین رشک سرو قامت / ای از قد بلندت قد قامت القیامت

بیخود شوم چو آرد پیکی ز تو پیامت / چون سازم از زبانت گر بشنوم کلامت

برداشتی تو دستی بهر سلام خلقی / برداشتند دست از جان زان اداء سلامت

ای صد هزار جان من خاک رهگذارت / گو از غمت بمیرم تو باش با سلامت

حسن تو روز افزون یارب همیشه بادا / عالم اگرچه رنجد ماییم و صد ملامت

زین جلوه برق آسا دل [illegible] و جانم / همت ببین که خواهم بیسنم تباه است

مرگ است زندگانی گر دور از تو مانم / یک ساعت فراق و صد سالها ندامت

زد خنده هر که بر من رسوا چو من شد آخر / نازان بعشق خویشم دارد حیا کرامت

نادیده شمع رویت پروانه تو گشتم / نام تو آفتم شد ای من فدای نامت

ما خواجه ندارم غیر تو سرپرستی / قربان یک نگاهی چون فرد صد غلامت

نه دلم تنها جمال آتشین افزایش بسوخت / صبر و عقل و جان هم از سوز تمنایش بسوخت

گرمی بازار حسن از سوخته جانان بود / مهر رویش صد چو من از بهر آرایش بسوخت

شمع سرتابی نمود و خم نشد پیش قدت / غیرت عشق تو در یک شب سراپایش بسوخت

آتش روی تو افگنده بجانم اخگری / دل که بود آن مایه آرام و آسایش بسوخت

گرم می آید ز سوز سینه اشک از چشم من / آه از طفلیکه هنگام پیدایش بسوخت

سوز هجرت هر کرا در سینه احزانش بسوخت / دل برویی کز در تو دور و بیجایش بسوخت

دوش از من وعده فردا نمود آن شعله خو / جانم امشب ز انتظار عهد فردایش بسوخت

فرد را گر سوخت عشق تو همین بودش سزا / لیک دور از بزم تو افسوس تنهایش بسوخت

فتنه تنها ز جمال تو نه بر جان شدنی است
دانم از خوی تو صد رخنه بایمان شدنی است

گر بیازار بر آئی صنما جلوه فروشش
چند بتخانهٔ صد ساله که ویران شدنی است

شور حسن تو گر اینست بتا میدانم
چند ناقوس نوازی که مسلمان شدنی است

چند زنار برهمن که ز زلفت شکند
مومنی چند ازین دام بزندان شدنی است

چند دیوانه بگیسوی تو گردند اسیر
صد هزاران دل مجموع پریشان شدنی است

زین سیه مستی چشمان تو آخر روزی
آفت از بیرهی کار بزندان شدنی است

ابجد آموزی ما دید چو در مکتب عشق
گفت استاد کزین عنا حسب دیوان شدنی است

پاره‌های دل صد پاره بهم می‌سازم
تا شنیدم که سگ کوی تو مهمان شدنی است

چشم خودبین دربان خویش استاد دل مغرور
از چنین زهد کجا دولت ایمان شدنی است

طعنه بر فرد من ای ناصح نادان چه زنی
چاک از دست غمش چند گریبان شدنی است

بی سبب از بزم من آن تند خو رنجید و رفت
برق آسا یک بیک دامان خود پیچید و رفت

چون لبش را زهر می‌نوشی آن غنچه لب آمد به بزم
یک دهن همچون گل نو صبحدم خندید و رفت

من بامیدی که شرح حال خود یک یک کنم
او همه حال رقیبان سر بسر بشنید و رفت

من ز تیغ غم گریبان چاک ماندم چون سحر
او چو صبح دلگشا دامان خود برچید و رفت

بر امید وصل او چون با رقیب آمیختم
بر سر کوی رقیب افتاده ما را دید و رفت

بر سر راهی دو چارش گشته بودم ناگهان
در نقاب زلف روی خویش را پوشید و رفت

از خرام ناز با جمع رقیبان میگذشت
دید چون سویم ز راه خویش برگردید و رفت

سرگذشت دود آه و ماجرای گریه‌ام
از زبان شمع بزم خویش هم نشنید و رفت

سالها شد سر بدرگاه دیم هر صبح و شام
نامم از دربان بصد بیگانگی پرسید و رفت

حال فرد از من چه میپرسی که از رنج دولت
چون بهر مست ره نشد او درت بوسید و رفت

دل بر آن زلف دلاویز تو بستن هوس است
بر سر کوی تو یک چند نشستن هوس است

هیچ عهدی نه که بستی و درستش سازی
عهد خود نیز مرا با تو شکستن هوس است

ساقیا جرعه که یک بار ربایدز خودم
که ز هر بند بیک لطف تو رستن هوس است

می کنم جمع ازان خاک سر کوی رقیب
که ز اغیار ره وصل تو بستن هوس است

زهد و تقوی نبود مصلحت از بهر همین
تا ز در موسم گل تو به شکستن هوس است

تا چو جان کو پر پرواز ندارد فرد م
تا به بند سر فتراک تو جستن هوس است

دلبری دارم که در دل جای اوست
جان من آشفته سودای اوست

زندگانی در لب جان‌بخش اوست
فتنهٔ جان چشم فتنه‌زای اوست

در خرام ناز او حشری بپا
صد قیامت در قد بالای اوست

مهر و مه از جان بلاگردان او
دلربائی در رخ زیبای اوست

آفت دین زلف کافرکیش او
صد بلا در نرگس شهلای اوست

سرو و طوبی بندهٔ فرمان او
دلبری در قامت رعنای اوست

معجز عیسی که شد مشهور خلق
نکته‌ای از لعل جان‌افزای اوست

تکمهٔ تاج سلیمان ملک عشق
ذره گردی ز خاک پای اوست

فرد دل در دام مگیر از خوی عشق
کاین بلا از دلربا یکتای اوست

منظر چشمم جای دیگر است
در دل و جانم خیال دیگر است

هر کسی را هست سودای به سر
در سرم فکر محال دیگر است

گرچه دورم از سرای قدس او
هر زمان جان را وصال دیگر است

سرو بالا اند در عالم بسی
آن سهی قامت نهال دیگر است

عاشقم از دو رخ و شب‌گیر او
روز و شب از من سوال دیگر است

قیس را تعلیم دانش سود نیست
لیلی او خود بحال دیگر است

فرد من در شکرستان سخن
طوطی شیرین مقال دیگر است

دریا شده چشم و ره به سوی تو گرفت
تن خاک شد و هوای کوی تو گرفت

جان مایهٔ زندگی به لعل تو سپرد
دل آینه گشت و عکس روی تو گرفت

آشفتگی چنین که دارد جانم
این سلسله جنون ز موی تو گرفت

دل را ببرم که نیست یک لحظه قرار — بگذشت ز خوی خویش و خوی تو گرفت
قمری که بیاد سرو کو میکرد — بگذشت ز سرو و ها ی و هوی تو گرفت

دیوانه صفت که فرد کو میگردید
آرام بزلف مشکبوی تو گرفت

وله

میگویم کسی چون او جوان نیست — ولیکن نازنینی آن چنان نیست
ندارد تاب مه این دلفریبی — نظیرش از زمین تا آسمان نیست
کند عالم همه طوف در او — اگرچه تیره بختم بر آستان نیست
گدازم غم چنان کرد از سگ او — که باقی در تنم یک استخوان نیست
ندارد گلشنی رونق چو کویش — بچندین آب و رنگ بوستان نیست
دلم پروانه شمع رخ اوست — که از سوزش بلب آه و فغان نیست

قطعه

ز پامال رقیبانش نگه دار — شهیدانست سنگ آستان نیست

بسوی فرد گر ناوک فگندی
ز قتلش بیر تو هرگز زیان نیست

وله

ذکری چو از آن عهد قدیمش بمیان رفت — خندید و بفرمود که آن دور زمان رفت
جز وعده وصلش که گهی راست نیاید — شد راست همه آنچه که گاهی بزبان رفت
نامد بمن حلقه بگوشی ز وفا باز — کی باز رسد تیر که از دست کمان رفت
افگنده نقابی بگذشت از سر کویم — در ابر ز خجلت سیم ماه نهان رفت
ترسم ز دل رفته که هنگامه خیزد — دیوانه چو بی سلسله بیرون ز مکان رفت
در عشق تو سودم همه وصل است و زیان هجر — از گرمی بازار تو هر سود و زیان رفت
از اول عشق این همه جور تو یقین بود — آخر ز تو دیدیم همان کز تو گمان رفت

از فرد چه پرسی ز گدائی و گدائی
تا بنده عشقیم همه نام و نشان رفت

ردیف الثاء

غزل ۲

مرا بباده نه دفع خمار شد باعث — دل گرفته و صبح بهار شد باعث
نگشت توبه شکن موسم بهار مرا — قدح بدست خوش آن نگار شد باعث
چگویم آه چسان روزگار من برگشت — فغان که گردش آن چشم یار شد باعث
هوای سیر گلستان نبود در سر من — بباغ رفتن آن گلعذار شد باعث
پی تسلی طبعم بدشت گرد و بهار — فغان و گریهٔ بی اختیار شد باعث
محال هست نگه از تو و نظاره ز من — ترا حیا و مرا چشم زار شد باعث
ادب بکوی تو بارم نداد در بهار — هزار بار دل بیقرار شد باعث

ببادر رفتن این مشت خاک فرد ترا
سمند ناز تو ای شهسوار شد باعث

داری هوای منزل آن ماه من عبث — آواره گشته دل من از وطن عبث
چون هست نسبت تو به آن پیرهن عبث — دم میزنی چه سای گل ازان بوی تن عبث
صد همچو من بحسرت لعلش چو مرده اند — دارم خیال آن لب شکر شکن عبث
خو کرده ام بتلخی دشنام او مرا — در سر هوای لذت شیرین سخن عبث
نکشاد عقدهٔ ز لبا و چو از کسی — من دم زنم ازان گل غنچه دهن عبث
بر فرش برگ گل چو گهی خواب نایدش — گل راست لاف همسری آن بدن عبث
از کوه سخت تر دل شیرین چو دیده بود — این بار بر گرفت لبسر کوهکن عبث
آئینه شکسته نشد از کسی درست — دارم امید وصل ازان دل شکن عبث

هر روز صد بلای تو ای فرد میرسد
داری بهی امید ز چرخ کهن عبث

ردیف الجیم

غزل ۶

از کف پای تو شد زمین را معراج — ای ز پابوس تو شد عرش برین را معراج
جلوهٔ طور دهد گر تو بر آئی ببراق — ایکه درگاه تو جبریل امین را معراج

بادشاهی بگدائی تو سلیمان میداد — ای گدائی بدرت تخت نشین را معراج

روضهٔ خلد برین **فرد** حزینت چه کند
ای سر کوی تو بس فرد حزین را معراج

ای ز پابوس تو شد عرش برین را معراج — خود چه جا بود که شد بهر تو آنجا معراج
خاک راهت سر من باد بفرق قم پانه — ایکه دید از قدمت مسجد اقصی معراج
منصب غاشیه برداریت ای شاهسوار — شد بجبریل امین در شب اسرای معراج
بود معراج همه تا بحریم امکان — شد ترا از همه جا برتر و بالا معراج

جبهه سائی بدرت هست تمنای دلش
فرد را بس بود این رتبهٔ والا معراج

زلف کج ابرو کج و مژگان کج و دستار کج — تا به چشم خوش شود آن طرهٔ طرار کج
راست آید کار من یارب چسان زین یار کج — کج پسند افتاده ام خوش میکنم بسیار کج
دیده ام ای همنشین تا کوی زلف یار کج — خوش کنم شهری که دارد کوچه و بازار کج
کج همی آید ز دستم آنچه می بایست راست — بسکه کردم مشق زلفت می شود هر کار کج
قامتش از بار پستان خم اگر شد باک نیست — شاخ نازک می شود از بار گل ناچار کج
زان شکنها یکه دارد طره اش محوم چنان — خود بخود می پیچم و گردیده ام بسیار کج
تا بپای او رسد هنگام گلگشت چمن — سرو را شاخ از صبا شد پیش قد یار کج
ترک من از کج کلاهیها گرفتی دل ز من — ساعتی از بهر ناصح هم کله بگذار کج
میخورم چون دود آه از پای تا سر پیچ و تاب — چون به بینم دست او در گردن اغیار کج
عرصه بر من تنگ گشت از کجرویهای فلک — می روم ناچار با این چرخ کجرفتار کج
کی به کم قدر جهان آسیب گردون میرسد — نقطه کی گردد ولی از گردش پرکار کج
خود بکج طبعان رسد یاداش تو بیخی میر — می فتد آخر ز پا چون می شود دیوار کج

مسطر ابروی کس شاید مستقیم بود **فرد**
می نویسم سطر انشاهای خود هر بار کج

لعل لب تو داده انگبین را رواج — زین پیشتر نبود بخوبان چین رواج
جان تلخ بوسهٔ تو بس ارزان شمرده ام — یارب همیشه باد بعهدت همین رواج

از گرد نعل پاے سمند تو سرمهٔ
هرگز ندیده بدیده کو تا هٔ بین رواج

نام تو نقش جز به نگین دلم مباد
زنهار در رقیب مده زین نگین رواج

اے شهر یار من گذرے سوے ملک دل
دیدم بشهر عشق همه بهترین رواج

نایاب جنس هست وفا در دیار حسن
تو بهر نام خود بده اے دلبر این رواج

گاهے ندیده هیچ کسے ماه بر زمین
الا بعهد تو که شد این بر زمین رواج

دل بستگی نداشت بزنار موسنے
از گیسوی تو یافته در اهل دین رواج

فرد داغ دگر ز هجر دل فرد را مده
کز داغ بندگی است صنم بر جبین رواج

بیمار خویش را بکن اے بیوفا علاج
دارو اگر رواج نشد بهر شما علاج

لطفے بحال خسته دلان گر نه خوی تست
خوبان گہے کنند براے خدا علاج

از جان بلب رسیده طبیبان کشند دست
خیر نیست گر کنی ز لب جان فزا علاج

نوشش نیست دوا ست وے کے میسرم
شاہا بکن از کرم بمن بے نوا علاج

فرد مراد و اچه دهد سود اے مسیح
باشد ز همتے نکنی از دعا علاج

مست ترا بباده و مینا چه احتیاج
این نشه را بساقی و صهبا چه احتیاج

خود عشق درد میدهد و خود دوا کند
آزار عشق را به مسیحا چه احتیاج

درد تو چو آرزوست بدرمان چه حاجتم
با راحت دلم به مداوا چه احتیاج

یکسان بود بعشق تو بند و رها ییم
زنجیر پا به چون من شیدا چه احتیاج

عالم همه چو پرتو آن جمال اوست
ما زدا و آن بت رعنا چه احتیاج

منصور ما ز دار کمی ترسد اے فقیه
حق گوے را نهفتن سرها چه احتیاج

چون عشق ما ز عاشق و معشوق در گذشت
ما را به نقش صورت لیلے چه احتیاج

طرز قلندرانه پسند و چو فرد ما
چون صوفیان بخرقهٔ ما را چه احتیاج

ردیف الخاء
غزل ۳

از مهرِ روی یار نیم شرمسار صبح / دارد کنار من ز رخ او بهار صبح

ای بر فروغ عارضِ حسنت مدار صبح / افگنده ز زلف چرا شب بکار صبح

ای از فروغ روی تو باشد بهار صبح / برهم شد از درازی زلف تو کار صبح

افزوده ز گیسوی مشکین سواد شام / افروختی ز طلعتِ عارض عذار صبح

صبری بدل نماند و شب هجر بس دراز / چون شمع سوخت جان مرا انتظار صبح

این چاک سینه که در پیش دل که بود / از بهر داغ کیست چنین پنبه زار صبح

یا روی مهر دشش چو سحر آمدی بیام / افزود طلعت رخ خوبت بهار صبح

بر وعده تو عمر بسر چون برد کسی / کی شام آمدی که کنم اعتبار صبح

برگشت روزگار چو برگشت چشم تو / در دست تست کار شب و اختیار صبح

روشن نشد به تیره دلان حال فرد من
اگر نگشت آیت شب از روزگار صبح

ز پیر میکده جستم بکار خویش صلاح / اشاره کرد بزاهد که نیست راه فلاح

قسم بحق خداوند فالق الاصباح / که صبح روی تو ام بهتر از هزار صباح

بفتح باب ز رندی سوال کردم گفت / بدست پیر خرابات هست این مفتاح

بیاد زلف و رخت روز و شب بسر آرم / همیشه باد ز لطفت همین صباح و رواح

نخواند نامه من تا جواب من چه رسد / هزار بار نوشتم باو بصد الحاح

روم بمدرسه بار دگر ادیب چسان / نشد چو مشعل راهم منار و مصباح

هنوز فرد کلامت به پختگی نرسید
به بند لب چو بخواهی ز کس حک و اصلاح

رسد یا رب بدانجا کار ناصح / که گردد رهن می دستار ناصح

بجز آن مطرب حدیثی از لب یار / پریشان گشتم از گفتار ناصح

ز ساغر کی جدا گردد لبم تا / جوابی گویم از تکرار ناصح

ز مسجد میروم در کوی ساقی / کشیدم تا چند این آزار ناصح

گریبانم مبادا بار گیرد / گذشتم از سر انکار ناصح

بگوی ناصحان هرگز مرو فرد / حذر از سایه دیوار ناصح

ردیف الخاء

غزل ۲

کسی چون دل نگهدارد از آن شوخ
نگه شوخ و سخن شوخ و زبان شوخ

نگاهش آفت جان خود چنین است
بدل بردن ادای او چنان شوخ

خدنگش از جگر بگذشت بر دل
چه سازد کس چو باشد میهمان شوخ

ز شوخیها نمی دارد دلیری
ادب از عاشقان می جوید آن شوخ

برهمن زاده کافر آرام خود ساخت
بت من هست از جمله بتان شوخ

بنام امتحانم کرد بسمل
چو او کس نیست در سنگین دلان شوخ

فدای شوخیش ای فرد گشتم
به بالینم چو بیباک آمد آن شوخ

مرا چه کرده ای یار مهربان گستاخ
چه باک گر بزنم بوسه بر دهان گستاخ

هزار بار زند بوسه با بر حسارت
چو زلف تو نبود هیچ در جهان گستاخ

نگاه شوخ و دلت شوخ و چشم تو هم شوخ
ندانم اینکه چرا گشته‌ ٔ چنان گستاخ

ادب ز عاشق شوریده دل اگر جوئی
جفا مکن که نباشند عاشقان گستاخ

کرشمهٔ تو چنان برد صبر از دلها
که می‌زنند همه کس سر آستان گستاخ

چه فتنه چشم تو انگیخت بر دل عالم
ندیده ایم که بیمار و ناتوان گستاخ

بمن ز آمدن ناصح است بار گران
بدل چو سنگ بود شد چه میهمان گستاخ

ایاز خوب شمارد بحکم خاص نواز
که بر در تو رود فرد هر زمان گستاخ

ردیف الدال

غزل ۱۶۲

دل فریبان بتان خود مروت نکنند
ورنمایند نباگاه که عادت نکنند

گر نوازند بسوزند چو شمع بزمش
در گدازند بجانش گله حسرت نکنند

خون بریزند و ندارند نگاهی بگناه بشهیدان خود این طایفه حرمت نکنند
در پرستان مغان رو سوی کعبه چه کنند غیر از خدمت میخانه عبادت نکنند
پند بی سود بتقلید خودم ناصح داد جز به معشوق چو عشاق اطاعت نکنند
حاجیان حرم کعبهٔ کوی عشقت جز طواف در والای تو طاعت نکنند
تو بتاراج دلم تاختی ای ترک چرا کشور خویش شهان گاه چو غارت نکنند

فرد قطع رهِ عشق از تو محال است و محال
رهبران تا بتو امداد به همت نکنند

از نگهش عالمی بیخود و سرشار شد صومعهٔ زاهدان خانهٔ خمار شد
بانگه مست او گشت چو ناگه دوچار حلقهٔ اوراد شیخ مجلس میخوار شد
مستی چشمش کنون گشت دوبالا [illegible] فتنهٔ خوابیده باز سرکش و بیدار شد
محتسب شهر ما سر بته خم نهاد ساغر و مینا بکف بر سر بازار شد
حلقهٔ زلفش مگر دام بلای دل است هر که ز کویش گذشت صید و گرفتار شد

باده کشی‌ها رساند تا بچنین حد که دوش
فرد مرا رهن می جبه و دستار شد

آزمودیم که دل قابل یک کار نماند تا ز من رفته ز خود رفته و هشیار نماند
می نشستیم و کنون کرده دو چشم طوفان [ولے] آه یک گوشه بکویش پس دیوار نماند
ما بافسانهٔ خویشیم و ترا خواب گرفت اندکی باش که کم مانده و بسیار نماند
خواستم بر تو شود حال شب من روشن تا بمن آمدی ای ماه شب تار نماند
ناوک غمزهٔ او آمد و از دل بگذشت بارها آمده مهمانم و یک بار نماند
محتسب نکتهٔ از پیر مغانم یاد است هر که می خورد بر او عقدهٔ دشوار نماند

با مسیحای من فرد صبا باز بگو
طاقت صبر دگر در دل بیمار نماند

ترا بآه دل دردمند من سوگند بگو که غلغله در جان زار من که فگند
مگو ز زلف تو این فتنه‌ها بپا بر من که گشته است ز بالایت این بلای بلند
شده است بانگه ناز تو بلای دلم که هوش و صبر و قرار مرا ز بیخ بکند

مکن ز عاشق مسکین حذر بگفتن راز	که عاشقان سخن یار رایگان ندهند

فرد
گفته بودمت ای فرد عشق و این پیری
خراب کرد ترا صحبت جوانی چند

گر به بیماران ز تو حاجات روا خواهد بود	طاق ابروی تو محراب دعا خواهد بود
با چنین حسن گرت خوی وفا خواهد بود	دائم آخر در تو قبلهٔ ما خواهد بود
تا نسیم احوال من آگاه چها خواهد شد	فتنه از زلف تو رو زینکه بپا خواهد بود
گر ز کویت گذر باد صبا خواهد شد	از برای دل من عقده کشا خواهد بود
هیچکس نیست که سر بر سر پایت ننهد	حلقهٔ زلف تو گر دام بلا خواهد بود
با طبیبان جهان نیست مرا روی نیاز	در تو بهر دل خسته دوا خواهد بود
سرمهٔ چشم توان کرد ز خاک کویش	گر به بیماران گذر باد صبا خواهد بود
همه بر خاک اند جهانی با امید قدمت	این نصیب که و این بخت کرا خواهد بود
می شناسیم ازین حسن که روز افزونست	کوی تو قبلهٔ ارباب وفا خواهد بود
می توانیم بآن منزل مقصود رسید	نظر لطف تو گر جانب ما خواهد بود
جبهه سائی بدر عیسی مریم نکنیم	خاک کاشانهٔ تو صندل ما خواهد بود

فرد
زینگونه اگر یار ترا خواهد بود
درگهت سجده گه شاه و گدا خواهد بود

هر کرا شربت وصل تو دوا خواهد بود	حال او در غم هجر تو چها خواهد بود
پای بیرون منه از دائرهٔ لطف قدیم	ترک آن خوی قدیمانه جفا خواهد بود
جان من گر بفدای تو رود باکم نیست	گر برای تو چنین است بجا خواهد بود
فتنهٔ دهر چو با خاک برابر سازد	مشت خاکم بسر کوی شما خواهد بود

از سر زلف اگر سایه فگن خواهی شد
بر سر فرد گدا ظل هما خواهد بود

دل من میل با یاری ندارد	که جانم تاب آزاری ندارد
سرم سودای بازاری ندارد	متاع من خریداری ندارد
بیاد دست سنجیان ز خویش رفتم	دلم با کس سر و کاری ندارد

لبم تا شهد خاموشی چشیده‌ست
زبانم ذوق گفتاری ندارد

چه لافد با خرام ناز تو کس
که پیشت سرو رفتاری ندارد

خوشا سلطان وقت آن مرد آزاد
که بهر سایه دیواری ندارد

ز خون کشتگان تازه بهاریست
بکوی تو که گلزاری ندارد

سبک رفت از برم دامن کشان دل
گلستانم مگر خاری ندارد

چه نسبت با دو چشم جویبارم
که ابر این چشم خونباری ندارد

چه سود ار معجزهٔ عیسی است با او
لبش پروای بیماری ندارد

نگاهش آنچنانم کرد مدهوش
سرم پروای دستاری ندارد

تو این خوی جفا با من که داری
بعالم هیچ دلداری ندارد

ز بیم فتنهٔ جادو نگاهان
نگاهم شوق دیداری ندارد

چه صید لاغرم بگذار صیاد
کسی چون من گرفتاری ندارد

مسلمانش نگویم تا خودی هست
چه شد گر فرد زناری ندارد

یار الفت بریده می‌آید
چین بابرو کشیده می‌آید

سحر آیا چه دیده می‌آید
که گریبان دریده می‌آید

مژده ای صبا که آن طناز
زلف بر رو کشیده می‌آید

تا غباری ز تربتم نرسد
دامن آن شوخ چیده می‌آید

در عدم هم ز لعل او شوریست
غنچه‌ام در خون طپیده می‌آید

می توان حسرت راز او از اشک
بسر دل رسیده می‌آید

پیش ابروی آن سراپا ناز
ماه نو بس خمیده می‌آید

نفس صبح عالمی وارد
بوی زلفش شمیده می‌آید

دل سنگین او مگر شد نرم
ناله‌ام ش شنیده می‌آید

مشکبار است باد صبح مگر
تا بکویش رسیده می‌آید

منزلی نیست تا بچشم از دل
اشک نا آرمیده می‌آید

طالب این دهر نیست جای قرار
در غلطان دویده می‌آید

فرد شاید پیام خوش دارد
قاصد من دو دیده می‌آید

بیتوام این زندگانی تنگ شد / جان من این سخت جانی می‌کشد
لعل تو جان بخش اغیار و مرا / آرزوی مهربانی می‌کشد
مردم و از یاد آن تیز نگاه / بار ذوق جانفشانی می‌کشد
جان نمی‌گنجد بتن از نام وصل / زود آئین شادمانی می‌کشد
دست بردار ای مسیح از من کنون / عشق هنگام جوانی می‌کشد
بی سبب رنجیدن از ناز و ادا / این بلای ناگهانی می‌کشد
ای لبت سرچشمهٔ حیوان مرا / ذوق عمر جاودانی می‌کشد

رفتنی و چون نقش پا ماندیم عجب
فرد ما را ناتوانی می‌کشد

مهر و مه تا همه گردنده بعالم باشد / جلوهٔ حسن تو پاینده بعالم باشد
همه آفاق پر از پرتو حسنت بادا / طلعت روی تو تابنده بعالم باشد
گو که من خاک شوم لیک تو باشی و رخت / مهر وشش نور فزاینده بعالم باشد
دلبرا حلقه بگوشان تو فرخنده مدام / دشمنت در غم و شرمنده بعالم باشد

سایهٔ گیسوی مشکین تو اش بر سر باد
فرد مسکین تو تا زنده بعالم باشد

ناله‌ها میکردم و سوی تو صیاد م نکرد / فصل گل آخر شد و یک لحظه آزادم نکرد
آه از این بیرحمی صیاد و تاثیر فغان / در قفس جان دادم و گوشی بفریادم نکرد
گاه بر دوش صبا و گاه در دامان سیل / این قدر ای سنگدل کس خاک بربادم نکرد
گشته‌ام دیوانه و شش صبح الوز دو کوچه گرد / پرسشی از حال من گاه آن پریزادم نکرد
بر رخ صیاد میدیدیم و میدادیم جان / چشم سوی من نکرد و هیچ ارشادم نکرد

فرد نزد آشنایان معنی بیگانه‌ام
هر کرا از یاد رفتم او دگر یادم نکرد

بیوفای من اگر وفا گیرد / دل عالم بیک ادا گیرد

خون شد آخر جگر ز جور دلم — هر که خواهد دلی ز ما گیرد
دعوی عشق مهوشی نکنم — که بجرمم کسی مرا گیرد
ای گل تازه تا چمن بخرام — بوی زلف تو تا صبا گیرد
هر که بیند مرا بگلشن دهر — همچو غنچه دلش ز ما گیرد
نشوم چون رقیب سنگ عشق — سنگ دل کو ره جفا گیرد

فرد آخر بمنزلی برسد
هر کسی کو ره رضا گیرد

امید بود که آرام جان توانی بود — توان جان من ناتوان توانی بود
باین گمان دل غمدیده با تو بسپردم — که غمزدای من خسته جان توانی بود
اگر بگوش تو از من رسد شبی آهی — بحال خسته من مهربان توانی بود
بحال زار بخاک افتاده چون بینی — تو سایه افکن و روح روان توانی بود
اگر به بستر غم بینیم شبی تنها — انیس غمزده یکزمان توانی بود
جفا نمودی و پروای من نبود ترا — گمان نبود که آخر چنان توانی بود
سر وفای توام زنده در جهان پیدا — کرا خیال چنین سرگران توانی بود

چه شد ز فرد که در غم گداختی او را
گمان نبود ز چشمش نهان توانی بود

آه من گاه چو از دل بزبان می آید — شمع را شعله ز دل تا سر جان می آید
از غمت آنچه مرا بر دل و جان می آید — بگمانم که دم تیغ [illegible]ان می آید
غیر عشقش نبود هیچ مرو کار ز هیچ — هر که فارغ چو من از سود و زیان می آید
بس سبکسارم و او گاه بپرزد یا کاه — سخن نرم مشش [illegible] گران می آید
سینه چاک سحر مرهم کافور نداشت — که ز دود دل خود [illegible] نشان می آید
چکنم گر نزدم بر سر راهش از خویش — که به آزردن من با دگران می آید
کمر همت مانی ز زنجیر گسست — از میان تو چو حرفی بمیان می آید
باز ای پیر مغان پنبه مینا مگذار — که بشوخی دگر آن تازه جوان می آید
دار و انگشت بدندان ز تصویر بهزاد — از دهانت سخنی گر بزبان می آید

طوق گردن مکن از بازوی خود اے قمری / کہ بسیر چمن آن سرو چمان می آید ارزان

آنچہ در ضبط بیانست نباشد حالش
طاقت فرد کسی کے بہ بیان می آید

تا تو امید دل ز حرص و ہوا پاک کنید / خویش را مردہ شمارید و تہ خاک کنید
جلوہ گر یار بہر ذرہ دما محو تلاشش / خاک بر فرق شناسائی و ادراک کنید
ترسم از رہگذر یار پریشان گردد / خوبتر خاک من سوختہ نمناک کنید
دائم از لعل لبش ربط نہانی دارد / رشتہ سبحہ زاہد ز رگ تاک کنید
اخگرے ہست نہان در تہ خاکستر دل / قدرے پیش گریبان کفن چاک کنید
اے حریفان دو سہ جامے دگرش باز دہید / چند مجبور ز من باشد و بیباک کنید
تا ز صیدش بشمارند پس از مرگ مرا / سر ما بتر بیک گوشہ فتراک کنید
در لحد باز ہنوز است مرا چشم امید / از مژہ تربت من پاک ز خاشاک کنید

اعتبارے بزر قلب نباشد اے فرد
جان نثار قدم آن بت چالاک کنید

دیدمش روزیکہ در رم راہ صحرا پیش بود / صد بیابان وحشت و از غزالان بیش بود
بعد عمرے یک دہن خندید و بر زخم دلم / گوییا ذوق نمکدان ریختن بر ریش بود
شربت قند لب شیرین او نوشش رقیب / قسمتم از تلخی دشنامہایش نیش بود
از برہمن کار خضر آید چہ ہمت کامل است / رہبرم تا کعبہ رویش زلف کافرکیش بود
فرصتے خوش یافتم بہر تماشایش بقتل / من بکار خویش بودم او بکار خویش بود
تا بہ بزم او رسیدم بعد چندین فکرہا / دور گشتم چون قرینش غیر بد اندیش بود
بر جراحتہاے من سوزے چہ بخشند مرہمے / خندہ او بار قیبانم نمک بر ریش بود

فرد کو چشیدے بوسہ عشوہ دنیا نکرد
ہمت مردانہ صاحبدلے درویش بود

از بزم رفتہ و در زلف دلارام افتاد / کار من آہ بدست دل خود کام افتاد
عشق را طشت ز فریاد دل از بام افتاد / کار من آہ بدست دل نا کام افتاد
نشہ عجب کیفیتے لنتر و بالا گردید / عکس لعل لب آن شوخ چہ در جام افتاد

بیخود از خانه چو برخاستم آزرده ز دل — سایه بر پای من رفته بهر گام افتاد

هر که در دل هوس سیب زنخدانت بخت — نارسیده چو من اندر طمع خام افتاد

فرصت وصل چه ماند آه که هجران آمد — صبح کے رفت که این غلغله در شام افتاد

چرخ را گو هر طلسم من سرگشته مگر — عقده در کار من از گردش ایام افتاد

جرعه از لب میگون توام نوشش مباد — از خطا هم نظرم گر بلب جام افتاد

عمر در چشم زدن رفت و لیکن حیرت ماند — صبح کے آمد و کے غلغله شام افتاد

این ز خود می برد و آن بخودش می آرد — مست را عکس ز چشم تو که در جام افتاد

سحر چشمت مگر آورده دلم را در زلف — مرغ زیرک نشنیدیم که در دام افتاد

خضر ره گو که به بند دکمر همت من — راه کم آمدم و غلغله در شام افتاد

بر جبین نام تو تا کنده ام ای سنگین دل — بر سرم آنچه فتاده است از این نام افتاد

با دل غنچه نگر دانچه نسیم سحری — دوستش در جان من از لذت پیغام افتاد

فکر امروز نباشد بسرم فرد ز عشق — که ز آغاز بد اندیشه انجام افتاد

شب دلم را کار با سنگین دلے افتاده بود — کشتن من سهل بود و مشکلے افتاده بود

کاش دست انداز در کارم نمی گشتی حیا — از قصاص دستم بدست قاتلے افتاده بود

خاک میرفتی بچشم لیلی و با ناقه چه کار — از پی آن کان نقش پای محملے افتاده بود

چون کنم فکر بلند بام او کز ضعف دوش — از در ش تا خانه رفتن منزلے افتاده بود

گاه حرفے هم نخواند و نامه را چاک کرد — سر نوشتم آه خط باطلے افتاده بود

از تغافلهای او افتاده و مشکل مرا — او نباید و سر به تیغش مائلے افتاده بود

آه از این حسرت که از سیل سرشک خود مرا — از تماشای تو دریا حائلے افتاده بود

من بکویش غرق اشک و دل ببام آویخته — من بآب و رخت من بر ساحلے افتاده بود

میزنی لے آه در کشت دلم آتش چرا — صد هزار ابرق خود در حاصلے افتاده بود

ما و سرگردانی کوے گریبانست و دل — بر سر باغش ز حالم غافلے افتاده بود

اختیار شیوهٔ دیوانگی سودم نکرد — که فهمیم آن پریرو غافلے افتاده بود

این قدر دانم ز حالش کی می پرسی ز خود — بر سر کوے فلانے [illegible] افتاده بود

همره اشکم برون لخت دلی افتاده بود — خلق میداند که بر خشم درنگی افتاده بود

من به بستر ماندم و دل در خیالش شد بخواب — شب میان ما و دل بس منزلی افتاده بود

شب که سر گرم کرم آمد ببالینم ضعیف — سر بپای او رساندن مشکلی افتاده بود

اینقدر کوتاهی ای دست قضا در کار من — بسکه با تیغش دل من مایلی افتاده بود

از پس عمر دراز این دست کوتاه مرا — شانهٔ آن زلف مشکین حاصلی افتاده بود

منتسب کرد آبروی من چو می در خلق ریخت [?] — سر بپای خشم چو من لایعقلی افتاده بود

از خط سرنامه گر دریافت خط را قاصدا — عذر می کردی که خطی باطلی افتاده بود

سر بکف رفتیم و او تیغ آزمایی ها نکرد — کار با بیرحم و ظالم قاتلی افتاده بود

تا بسر غرقم باشک و گریها دارم به بخت — هر کرا دیدم که او بر ساحلی افتاده بود

پیدا از رنگ پان بر سرخی دامن چرا — خلق میداند بکویت بسملی افتاده بود

دل نگه میداشتی ای کاشکی فرد از بتان
دیده‌اش روی نگه کاملی افتاده بود

صبا وزید و طرب با بجان زار آمد — برای باده کشان مژده بهار آمد

صبا به تهنیت بزم می گسار آمد — که گل بخنده شد و موسم بهار آمد

هوا مسیح نفس گشت و صد چمن در باغ — دمید سبزه و عشرت بروی کار آمد

نسیم رنگ طرب ریخت بر رخ گلزار — که دور بادهٔ گلگون بلاله زار آمد

شهانها شگوفه کلاه پوش شدند — عروس غنچه بهر شاخ در کنار آمد

رسید مژده که می کشان مبارک باد — که باز نرگس بیمار در خمار آمد

کشیده جامه رنگین چار عنوان وزید [?] — دگر ببر چمن سرو گلعذار آمد

نهاده گل نکهت از مژدهٔ قدوم بهار — گشاده از طرب آغوش شاخسار آمد

حدیث عشق بخوان مطربا که صبح بهار — دگر به بلبل شوریده سازگار آمد

بیار باده که باد بهار باز وزید — دگر ز طرف چمن نغمه هزار آمد

بیا و [?] شکرانه مطربا پرداز — که خود ببزم حریفان باده یار آمد

چو گشت فرد ثنا خوان بوستان عجیب
چو عندلیب نوا سنج تاجدار آمد

دلم تاب شکیبائی ندارد
توان بار تنهائی ندارد

چگونه از سر جان بیتو خیزم
که جان من توانائی ندارد

سر من جز بدرگاه تو هرگز
تمنای جبین سائی ندارد

تناید عشق بار خود پرستی
سرم سودای خودرائی ندارد

چه پیدا نقش میدانی از سنگ نابع
که فردم باکسے رسوائی ندارد

بدل خواهم که سودا از سرش خیزد نمی خیزد
غبار از خاطر غم پرورش خیزد نمی خیزد

غبار کلفت معشوق را عاشق چه بردارد
تو میدانی که از چشم ترش خیزد نمی خیزد

چه آتش بود پنهان در دل افسرده عاشق
که خواهی شعلهٔ از بسترش خیزد نمی خیزد

هم آغوشی است یا جلوه فروشی این نگاهم را
که من جان میدهم تا از برش خیزد نمی خیزد

باین رسم وفاداری که هر جا خواست بنشستم
تمنا کردم از دل گرد درش خیزد نمی خیزد

دلم کو سوختی از هجر کو بیتاب سے گردد
که دانی از صبا خاکسترش خیزد نمی خیزد

نمیدانم مسیحا را چه شد از حال فرد من
که من صد بار گفتم کز سرش خیزد نمی خیزد

شمشاد قامتان چه قیامت نموده اند
بر سرو باغ صد در آفت کشوده اند

نوباوگان گلشن حسن اند زین باغ
خندند صد چمن گل و غارت نموده اند

سرهای غنچه رفته بجیب تحیر است
در هر چمن که لعل لبت را ستوده اند

زهی که غنچه داشت بصد ته نهان بدل
کردند دست برد بغارت ربوده اند

دائم ز دست جور تو صیاد سنگدل
زین بیش بلبلان بگلستان نبوده اند

شبهای عمر زنده کسانیکه داشتند
امروز زیر خاک براحت غنوده اند

این غنچه ها که لب ز شکر خنده بسته اند
آیا مآل خنده ز گلها شنوده اند

ای فرد بر درش چو دمی سر نهی مناز
جز استخوان نماند بسرها که سوده اند

دوش از دولت جاوید تمنام دادند
جاے بر خاک در پیر مغانم دادند

هوس دیدن روے تو بجانم دادند
فرصتے داشته ام فکر جهانم دادند

سالها آنچه من از کعبه تمنا کردم / خدمت میکده کردیم و به آنم دادند

گوشم از حلقهٔ او گاه مبادا فارغ / خواستم از در او هر چه همانم دادند

شمع سان سر زد اگر شعله ز آهم چه عجب / مو سپیدم شده و عشق جوانم دادند

از در دیر سوی صومعه نتوان آمد / که بدل از ازل این مهر بتانم دادند

جمع کردند خود اسباب پریشانی من / که بدست سر زلف تو عنانم دادند

شب بگرد دل خود مار سیاهی دیدم / روز تعبیر ز زلف تو نشانم دادند

بود اعجاز لب او که ز ذکر صفتش / تنگ شیرینی و سحری به بیانم دادند

فرد
در بزم تو خاموش چو پروانه بسوخت / تا به محفل خبر از راز نهانم دادند

چه باشد ار لب تو شست دوای من باشد / بشارتی که تو داری شفای من باشد

اگر بکلبهٔ احزان من شبی گذری / سزد که کعبه بطوف سرای من باشد

اگر خیال عیادت ترا بدل گذرد / شفای هر مرض لادوای من باشد

اگر ز لطف نهی دست مرحمت بسرم / ز فخر عرش برین زیر پای من باشد

روا مدار که رنجور و از درت مهجور / اسیر درد دل مبتلای من باشد

بود ز رشک برضوان بهشت زندانی / اگر بگوشهٔ کوی تو جای من باشد

جفاست اینکه کنی وعدها بغیر وفا / بلای سهو و تغافل برای من باشد

حکایت دگران گویم و نمی شنوی / باین گمان که مگر مدعای من باشد

بجان طور فتد آتشی دگر از رشک / اگر ز خاک درت توتیای من باشد

لب تو شربت اعجاز و کام من تلخ است / چه باشد ار لب تو جانفزای من باشد

ازین نیاز خود و ناز تو یقینم بود / سواد زلف تو روزی بلای من باشد

تو نو گلی و منت عندلیب می زیبد / تراچه گوش دمی بر نوای من باشد

به بستر غمت افتاده ایم و جز ناله / نبوده است کسی کاشنای من باشد

بطاق ابروی تو سر نهاده ام صنما / باین امید که حاجت روای من باشد

فرد
تأملی مکن ای خواجه در خریدن / که یک نگاه عنایت بهای من باشد

اشک مرا تاب روانی نماند
پیک مرا نامه رسانی نماند

آنقدر از سوزش دل سوختم
چشم مرا اشک فشانی نماند

چون کنم از بی قفس آشیان
زور پر و بال فشانی نماند

خنده و دشنام لبش خو گرفت
یار مرا غنچه دهانی نماند

دست در آغوش تمنا زدم
طاقت گفتار شبانی نماند

چون کنمش نرم دل از آه خود
در لب من سحر بیانی نماند

از ستم گریهٔ غماز من
در دل من راز نهانی نماند

کرد می خاموشش چراغ رقیب
شمع مرا شعله زبانی نماند

فرد
ندارد کشش من اثر
عشق مرا زور جوانی نماند

مباد غیر ازین مدعای من باشد
که من بهوای وی و او بهوای من باشد

خوشا که جلوهٔ یکتاییم ز خویش برد
که من بجای وی و او بجای من باشد

بهم چو جلوه فروشند حسن و عشق خوش آن
که من بهای وی و او بهای من باشد

فدای ناز و نیاز من و دل است ای درد
که من فدای دل و دل فدای من باشد

مبادا هندوی زلفت دل زاهد بخم گیرد
مده رخصت که این کافر ره بیت الحرم گیرد

فلک را دل گر از خورشید خندان صبحدم گیرد
بغربت می برد تا انتقامش شام غم گیرد

تغافلهای او تیز است در کشتن ز تیغ او
همی میرم که یکدم او بکف تیغ دودم گیرد

متاعی را که باشد شاهی مصرش بهیعانه
بیک جذب محبت پیر کنعان بیدرم گیرد

عجب گر زیر بار منت تیغ دو ابرو شد
اگر ما ترک حیثیت را بیک عشوه بهم گیرد

بغارت برد دل عارضت خود عالمی دارد
نمیدانم چه خیزد فتنه چون از خط حشم گیرد

سراغ لعل جان بخشش تو دارد زنده اش در نه
عجب نبود که زین حسرت خضر راه عدم گیرد

ز بلبل میتوان پوشیده گل چیدن ولی ترسم
اگر چینم گلی خار گلستان دامنم گیرد

بگلشن چون رود شوخی دل بلبل بدرد آید
مبادا از بی نیازی برگ گل زیر قدم گیرد

بعرض من بنه گوشی که باشد وصف شاهان را
دعای از گدا اگر پادشاه محتشم گیرد

قلم شکستگی میدارد و ما هستیم طوطی وار
گر ز تقصیر حرفم از ادب پای قلم گیرد

سر خود گیر ای ناصح کزین راه سبکسیری
دل شوریده عاشق ازین ره پند کم گیرد

گمانم نیست از چشمت که ریزد اشک بر حالم
کزین وحشی چه بیند عکس خود در آب رم گیرد　آهو

نگیرد ای برهمن ما را بجرم عشق خام ما
که خواه آن محتسب گیرد مرا یا خود صنم گیرد

چو بیند ای دل من شد چراغ خلوت جانان
عجب نبود که مهر چرخ آتش از دلم گیرد

گرت عار است از من گر ثبات من نمیدانی
بفرما مصحف رو را ز فرد قسم گیرد

او گره از زلف دوتا باز کرد
عقل فرو مایه جنون ساز کرد

آفت ننگ من رسوا شده است
جلوه مستانه که از ناز کرد

هوش من از ناز فسونها ربود
خنده لب یار چه دمساز کرد

دامن عصمت ز نگه پاک باد
عشق در فتنه بمن باز کرد

شکر کرشمه بنده ناصح شوم
رشته تو دیده بمن آغاز کرد

دل ز تو چون باز ستاند کسی
ناز ترا چشم تو انباز کرد

جان بسلامت نتوانم ربود
چشم تو گر عشوه چنین باز کرد

اینقدر آشفته نبودم کسی
فتنه بیا چشم فسون ساز کرد

چون نشود خانه صبرم خراب
عشق جفا پیشه ز انداز کرد

معجزه عیسی ز لبش زنده شد
لعل لب یار چه اعجاز کرد

کوهکن و قیس نظر بند گاه
آنچه بمن گریه غماز کرد

کشته چشمت شده ام آرزو
تا لب تو آوازه اعجاز کرد

خنده گل فاش به بلبل نمود
باد صبا گوش سخن راز کرد

رشته جان می برد امروز سبیل
گریه که فرد من آغاز کرد

آفت جان غمزه خونریز شد
فتنه دل زلف دلاویز شد

حشر بپا گشت ز آشوب خلق
قامت آن شوخ بلا خیز شد

رنگ ثبات از رخ شعله هم پرید
نغمه بلبل طرب انگیز شد

حسن تو خود بود بلای جهان — تیغ تو از جوهر خط تیز شد
تلخی کامست بر شیرین دهد — شهرهٔ فرهاد ز پرویز شد

حیلهٔ عشقش بدل حیله جو
فرد عتاب کرم آمیز شد

دل شکست و آرزو در جا نماند — فارغم با هیچکس پروا نماند
سرگران میداشتم ز اندیشها — عشق آمد بر سرم غوغا نماند
چیستم ای پروانه لاف عشق چیست — سوختی و محنت شبها نماند

بازیچ سنگهای طفلان چیسرا
فرد را سرمایهٔ سودا نماند

یاد لب میگونش میخواره چنینم کرد — سودای وصال او آواره چنینم کرد
نه در هوس دینم نه باسر دنیایم — عشق تو به هم بزمان ناکاره چنینم کرد
رسوای جهانم کرد زلفت بدل آویزی — دست ستم شانه دل پاره چنینم کرد
با لطف توام بنود پروای رقیبان هیچ — از ناز عتاب تو بیچاره چنینم کرد
از بهر تماشای رفتی بلب جوی — خون جوشش ز حسرت از فواره چنینم کرد
نشناخته کوی توزین راه گذر کردم — عشق تو اسیر غم یکباره چنینم کرد

عشقش نه که امروزی دارد سر غمخواری
ای فرد تو میدانی همواره چنینم کرد

سودای سر زلفش سرگشته چنینم کرد — شور لب لعلش صد رخنه بدینم کرد
از زلف دوتا بگشاد از ناز گره امشب — بربود خبر از من دیوانه ازاینم کرد
نیرنگی عشق او نگذاشت بیک عالم — از جلوهٔ بوقلمون بتخانه چنینم کرد
چشم تو بخونریزی بگشاد چو مژگان را — از عشوه چها فتنه بر جان حزینم کرد
کج کرده کله روزی بنشست سر بامی — تا پا نه ادای او بس خاک نشینم کرد
نقاش ازل نقشم چون بست ز آب و گل — از خاک در پاکش تخمیر جبینم کرد
عشق تو رهایم کرد از دین و ز دنیا هم — بر داشته دل زانم برخاسته زینم کرد
چون نقش کف پایی در کوی تو افتادم — بر بادی تام من ای فرد زمینم کرد

ساقی قدحی که دل رباید / جامی که بمن جهان نماید

از ذکر لب شکر فروشش / مطرب غزلی که جان فزاید

یک جرعه می بکام امروز / فردا شب حامله چه زاید

آورده پیام وصل قاصد / ای دل قدری شکیب باید

ما را تو بسی بغم کشیدن / ای دل بغمش ترا چه باید

چون سگ بدرت فتاده ام من / بگذر تو از آنچه از تو شاید

بگشای دهان شیشه می / تا از دل من گره گشاید

لعل لب خود بخنده واکن / باشد که غم از دلم زداید

شانی عجبی عجب ما راست
ای فرد مراد تو برآید

چنین آرایش زلف خوشش گر شانه خواهد کرد / هر آن سودای زلف او دگر دیوانه خواهد کرد

من و اندیشه توبه که اینجا کس نمی بینم / ز خم پیر مغان گر باده در پیمانه خواهد کرد

هوس کردم که با من آنچه کرد از دلربایی ها / نه گل با بلبل و نه شمع با پروانه خواهد کرد

بگو چشمش مباد اجلوه گاه او کمی ترسم / بیک جلوه هزاران خانمان ویرانه خواهد کرد

ز داغ دل گل و از سوز سینه می پیچم / طواف تربتم من بلبل و پروانه خواهد کرد

چه گویم دست بردادم از آن راز نگفتندش / هزاران چنین پیدا ازین یک دانه خواهد کرد

میا ای زاهد افسانه در پیاله مستانیم / چه من بیخود ترا آن نرگس مستانه خواهد کرد

سر بالین فرد من چه می آری مسیحا را
علاج درد او ای طبیب جانا نه خواهد کرد

گفتمش در کوی او شب بود غوغا است بلند / گفت هر شب اینچنین غوغاست در کویم چند

گفتمش دیوانه شاید شد سر اینجا گفت / گفت صد دیوانه اینجا هست از زلفم به بند

گفتمش از چشم بد جانا نگهدار ترا / گفت خوبان را اینجا ز آتش خیزد سپند

گفتمش آیا بحال خسته ... می نگری / گفت از عشق آیا میرسد کس را گزند

گفتمش افسانه از حال خود گویم ... / گفت کی آیم از افسانه و افسون به بند

گفتمش گاهی برای عاشقان یاری کنی / گفت نشنیدی که می باشند خوبان خودپسند

گفتمش چون بر دلِ عشاق بستی میرسد — گفت می اندازم از گیسوی خود بر دل کمند
گفتمش دل بردی و بیکار بس کردی مرا — گفت خوبان همچنین با عاشقان خود کنند
گفتمش این عشوه و ناز تست آخر مرا — گفت تو عاشق نئی ای بیخبر معشوق و پند

گفتمش این گفتگو با کیست پیدا نیستم
گفت با دیوانهٔ دلدادهٔ فرد مستمند

می عشق تو در خمها نگنجد — بجام و شیشه این صهبا نگنجد
تجلی گاه تو نبود بجز دل — که این جلوه بهر صحرا نگنجد
نه هر دل هست شایان محبت — که این گنجینه در هر جا نگنجد
نباشد اشک در چشم حبابی — که این گوهر بهر دریا نگنجد
مگو از تو به بار خرابات — به بزم می کشان تقوی نگنجد
نباشد در غرور روی تو خورشید — بهر سر این دلربایها نگنجد
همت با هر تنگ ظرفی نسازد — که این باده بهر مینا نگنجد

تو می پرسی فرد حال چه گویم
که حال فرد در انشا نگنجد

بخوبی چون تو در عالم نباشد — چو باشد از بنی آدم نباشد
ندیدم موسمی ابرو هلالی — که ابرو پیش گیسویت خم نباشد
ز دستت جام می دارم تمنا — که این دولت بجام جم نباشد
صبا زلف نگار ما بجنبان — که تا کار جهان برهم نباشد
مرا سودی نه بخشد یک دو اگر — ببالین آن مسیحا دم نباشد
نوشتن میتوان صد نامه سویش — گر او آگاه از حالم نباشد
بگوشش او صبا حال دلم گو — که جز تو دیگری محرم نباشد
تو گاه از من نمی پرسی و جز تو — کسی تا من برد نازم نباشد

اگر تو دستگیر فرد باشی
ز اخلاق تو چیزی کم نباشد

قالب آدم ز گل پرداختند — سجده بهر ملائک ساختند

رایت خوبی چو بر افراختند — عشق را دیوانهٔ خود ساختند
از نفخت فیه من روحی و سپس — این تهی قالب چو نی بنواختند
زین می و میخانه از صد سال پیش — غلغله بر آسمان انداختند
تا صلا از جلوهٔ خود بر زدند — در ره آدم ملک سر باختند
حسن چون از بهر خود آئینه خواست — بهر جلوه خاک را بنواختند
پرتو تابد آفتاب آن جمال — قرعه بر نام خاک انداختند
تا کسی شوریده پیدا شود — رایتی از حسن خود افراختند
هر کجا در دل نهان بود است عشق — بی محابا بهر غارت تاختند
تا ز نقشش ره کسی نتوان کشید — تیغ ابرو بر دو عالم آختند

روز افزون باد این حسنی که زد
فرد ما را بندهٔ خود ساختند

فتنه از زلف بر پا کرده اند — سختی بر من ز سودا کرده اند
پرده بر روی حسن افکنده اند — عقل را حیران و شیدا کرده اند
آفت دل روی رشک ماه شد — عشق را بد نام و رسوا کرده اند
سلسله جنبان سودا زلف بود — قید ما دیوانگان را کرده اند

فرد از حسن بتان درمان مگیر
دل برای درد پیدا کرده اند

با سگانش یگانه باید بود — بر درش زین بهانه باید بود
تا به چشم جهان عزیز شوی — خاک آن آستانه باید بود
تا به فتراک او رسی روزی — تیر او را نشانه باید بود
با دل فارغ از خمار سحر — مست جام شبانه باید بود
هستی خویش از میان بردار — گر ترا جاودانه باید بود
پند ناصح بگوش تا نرسد — همچو چنگ و چغانه باید بود
تا به دست آیدت سر زلفش — چاک دل همچو شانه باید بود
گر ره مستقیم خواهی فرد — بر طریق میانه باید بود

به چشمم جلوه فرمائی نفرمود
کرم آن نور بینائی نفرمود

نگاهش گشت بیمار از چه چشمش
لب لعلش مسیحائی نفرمود

بتشریف قدومی از عیادت
علاج درد تنهائی نفرمود

نگردد از مه جبینی میسر قرارم
بچشمم چهره جبین سائی نفرمود

براه انتظارش خاک گشتم
نگه جلوه رعنائی نفرمود

نشد آباد خلوتخانه دل
بت حسن بزم آرائی نفرمود

نشد روشن دگر حال دل من
که آن مه رونق افزائی نفرمود

لبش می ریخت در کام رقیبان
بمن هم باده پیمائی نفرمود

جهانی بی نشان گشت و نشانه
ز خود آن یار رهبر جائی نفرمود

بدل صد پند ها دادم ولی گوش
یکی از صد ز خود رائی نفرمود

مرا گریه خرد فرمود ناصح
سخن از راه دانائی نفرمود

دمی هنگام رخصت حسب عادت
کرم با فرد [illegible] که آئی نفرمود

بدینم قبله جز ابروی خویش نباشد
حریم کعبه جز کوی خویش نباشد

درین ملت که باشد عشق مسلک
چرا از سجده جبین سوی خویش نباشد

عبادتگاه ما باده پرستان
بجز محراب ابروی خویش نباشد

کجی ارزد درین بازار با کس
[illegible] کاندر [illegible] یش نباشد

بود کم قدر ما هم از لعبت گل
پری زاده که هم خوی خویش نباشد

نشاید بندگی را آن دو گیسو
نگر قرار سر موی خویش نباشد

درین گلشن نمی گیرد با خار
گلی را کاندر او بوی خویش نباشد

بجنگ زاهد و ناصح چه آید
دل و جان را چو نیروی خویش نباشد

کجا این بار عشق ای فرد خیزد
مرا گر زور بازوی خویش نباشد

پنداشتم مسیحا بر سرم با یار می آید
که جان تازه امشب در تن بیمار می آید

نوید هم [illegible] امشب [illegible] تنهائی من
که آن عیسی به بالین من بیمار می آید

چه ماندی عمرها جان گرامی یکدم اکنون هم ❊ که از بهر عیادت بر سرم آن یار می آید

به پهلوی جگر بنشانمش یا جا دهم در دل ❊ خدنگش را که غمخوار دل افگار می آید

کف افسوس می مالم به پا لیشش تا حنا دیدم ❊ ز حسرت خون دل از دیده خونبار می آید

ز بو چیدن ز نقشش صبا شد آشنا جانم ❊ که جان از بیقراری تا لب صد بار می آید

صبا گر می توانی خاک من در دیده پنهان کن ❊ که با لب‌سپار طوفان ابر دریابار می آید

نخفتم تا سحر یک دم به امید نوید دل ❊ که فرد امشب به بالین دولت بیدار می آید

سحر چون آفتاب از دامن کهسار می آید ❊ مرا یاد آن لب بام و رخ دلدار می آید

ز می چون چشم مستت از خانهٔ خمار می آید ❊ مبارک باد ای دل محتسب سرشار می آید

هوای سرد می آرد پیام وحشت از امشب ❊ که ابر از هر طرف می آید و بسیار می آید

برهم شد دو چارش جلوه‌ای تقوی فرد شد آیا ❊ که چون من بیخود از صهبای چشم یار می آید

خدنگ غمزه‌اش را خانه دادم مهمان تو هم ای دل ❊ به پهلوی جگر بنشین که آن غمخوار می آید

چگویم از لب شیرین او خاموش ای طوطی ❊ نباشد وصف آن لب هیچ در گفتار می آید

چه نسبت سرو را با قامت رعنایش ای قمری ❊ که این را پای در گل هست و زان رفتار می آید

به لکنت پا ندارد جای حرفی آن دهن با خود ❊ سخن را از لبش بیرون شدن دشوار می آید

چو فرد مبتلا گردد برهمن گر ترا بیند ❊ که بر دوش تو گیسو خوشتر از زنار می آید

شب عبارت ز موی او باشد ❊ صبح تعبیر روی او باشد

از بهشت آنچه میکنند بیان ❊ یک حکایت ز کوی او باشد

آنکه گویند نافهٔ تاتار ❊ طرهٔ مشکبوی او باشد

بعد از مرگ هم غبار مرا ❊ کو بکو جستجوی او باشد

برسان ای صبا پیام مرا ❊ اگر گذارت بکوی او باشد

بجز امید فرد و بیماری ❊ که عیادت نه خوی او باشد

چرا زاهد رود در میکده تا مست باز آید ❊ چرا بارند نشیند که بیخود در نماز آید

بوی باده در کوی مغان خود چون رود واعظ / که در وعظش چو مستان بر زبانش حرف راز آید
نمی ارزد بحرف مطربی صد دفتر ناصح / ز سامانش بگذر ناصح اگر مطرب بساز آید
مگو حال من دل سوخته در صومعه هرگز / مبادا افسردگان خام را جان در گداز آید
خدا داند چها رخنه بدین زاهدان گردد / اگر در صومعه آن شوخ من سرمست ناز آید
ز فیض چشمهٔ لعلش بیکدم می توان کردن / ز دست خضر هر کاری که در عمر دراز آید
اثرها دارد افسون محبت ورنه کی ممکن / دل محمود از خود رفته در دست ایاز آید
ز حسن بهای دربانی ملک از بهر درم رد بد / اگر در کلبهٔ من یکشب آن مسکین نواز آید

ازین حسنی که میداری عجب بود با این تقوی / اگر بر آستانت فرد بار و بی نیاز آید

هر کرا دیدم بچشم آن عین دیدار تو بود / هر چه بشنیدم ز گوش آن نغمه گفتار تو بود
هر چه پیدا دیدم باور ساحت امکان نهاد / بنده حسن بهشت بود و پرستار تو بود
گرمی دکان این جلوه فروشان جهان / آئینه تیزی دگرمیهای بازار تو بود
جان بپیمانه که آورند در بازار مصر / هر کرا دیدم ز جان و دل خریدار تو بود
هر کجا دیدم اسیر دام گیسوی کسی / بود آن دام تو و او خود گرفتار تو بود
نرگس حیران بود یا چشم مست دلبری / آرزومند جمال تو و بیمار تو بود
رند میخانه بود یا صوفی سرمست ذوق / بیخود از صهبای عشق تو بود و سرشار تو بود
با چنین اعجاز لعل زندگی افزای خلق / عیسی جان بخش هم رنجور و بیمار تو بود

چشم تو بر فرد من یا رب چه افسون خوانده است / کز همه بیکاره گشت و در سر و کار تو بود

حیرت آئینه عکس چشم حیرانت فزود / آئینه را حیرت اندر حیرت از چشم تو بود
آن دهان و لب که گویا از اندر راز بود / چون غزل مانند این خرد آن نکته عشق آخر کشود
کاشکی بهر تسلی هم آن افسون خواندی لبت / تا بجز من بود دی بکوی میکده با چنگ و عود
زاهد و صوفی که سرمست بود وند در ریحت دراز / سحر گفتار لب تو هر دو را از خود ربود
چون دل ما را بآن زلف سحر اندر خم نزید / با دل صد چاک شانه بس کف حسرت سود
تا فلک افسانه از خال و خط و زلفت رسید / می شنیدم شب سماع زهره از چرخ کبود

کار بند عشق تو تا گشته ام ای دلربا · بندهای جمله کارم از کرم عشقت گشود
نیست جز حیرت تماشائی باهل بزم او · محرم او هر که شد وا ماند از گفت و شنود

فرد

وای مرا یک نکته از لعل لبت
برد در میخانه و سر حلقهٔ رندان نمود

او چو مستانه وار می آید · عقل دیوانه وار می آید
تا بگلزار شار او آید · اشک دردانه وار می آید
چارهٔ کارم ای خرد فرما · عشق دیوانه وار می آید
میرود پارسائی از دستم · یار مستانه وار می آید
گاه گاهی ببزم او صد شکر · ذکرم افسانه وار می آید
از همه دل بریده ام منون · یار بیگانه وار می آید
شمع روی تو تا فروغ نمود · خلق پروانه وار می آید
بیخود آخر فتاد پیش رخت · هر که فرزانه وار می آید

فرد

از جفا ها نمی توان راندن
مردانه وار می آید

تا خون نفس جگر نباشد · در گریهٔ تو اثر نباشد
آهی که در او اثر نباشد · نخلیست دران ثمر نباشد
سر مانده ز عشق تا گزیرم · بر من اگرت نظر نباشد
از عشق کسی نگردد آگه · تا اشک تو پرده در نباشد
زاهد چه بری تو راه تا دل · این کوچهٔ رهگذر نباشد
نتوان ز رهٔ خرد رسیدن · آنجا که ز خود خبر نباشد
گستاخ مزن قدم درین راه · تا تو بخودی سفر نباشد
نقد دل خود بخاک افکن · تا در ره تو خطر نباشد
جایت نبود به بزم رندان · گر دلق ز باده تر نباشد
بر دار لوای عشق منصور · پروا اگرت ز سر نباشد
بشکستن او بسینه او را · آهی که در او اثر نباشد

[illegible] مطلع ساز شود

بهتر تو چنین دگر نباشد

دی یار بگریستم بدل او اثر نشد
دل آب شد ز حسرت او اشک تر نشد

بنیاد همت از دل گم گشته چون نکنم
دل رفت از بر من و چشم خبر نشد

صد عقده های ... گل وا شد از نسیم
بندم گشوده زین دم باد سحر نشد

تار و ز حسرت ما ... زلف تنگ ...
شبها بسر شد و سخن من بسر نشد

عمرم گذشت که از رشک با صبا
ذکری ز داستان غمت یک سحر نشد

خون شد جگر ز غیرت و دل آب شد ز رشک
جائی حنا بپای تو از خون جگر نشد

آزاد شو ز یار تعلق که سرو رخت
... نماند بسرش تا ثمر نشد

این راز عشق فرد چه گویم که فاش کرد
جز آه و گریه هیچ کسی پرده در نشد

شب یاد آن سر زلف که پریشانم کرد
خواب بر بود ز چشم من و حیرانم کرد

کرد مستانه نگاه و ز سرم هوش ربود
زاهدی بودم و از باده پرستانم کرد

حلقه زن بر در دل گوشه نشینی بودم
چشم مخمور تو سرحلقهٔ رندانم کرد

خرد و صبر و دل و جان همه غارت فرمود
تا رسیده بسرم بی سر و سامانم کرد

آه بشکست بدل اشک بچشمانم سوخت
شد دو چار از من و صد فتنه که بر جانم کرد

درد ها در دل من داد ز بی رحمیها
وز تغافل همه در مانده ز درمانم کرد

خنده رو چون گل رعنا بکنار دگران
وز پی لب دگران خار بدامانم کرد

چاک زد جیب من از غصه بجای رقیب
... ز رقیبان ز گریبانم کرد

گشت ابروی تو ام از سبب خنده ...
لب ز تیغم که دم تیغ تو خندانم کرد

خاک گشتم ز رهش تا که بپایش برسم
لطف اینست که پامال رقیبانم کرد

شمع سان سوز ... وارم و آگاه ...
از چه این سوز و گداز است که گریانم کرد

آفرین باد برین فکر بلند فردم
... ابروی ترا مطلع دیوانم کرد

آب تیر تو دگر تشنهٔ پیکانم کرد
کاین ... [illegible] ... کرد

پرده برداشت گر نیمه ز رخسار نگارین
فارغ از ملک جم و تخت سلیمانم کرد

زلف افگند چو بر قمر وز من دل
آنچنان جمع نبودم که پریشانم کرد

غمزهٔ شوخ تو در کشتن من پر نداشت
معجزهٔ لعل لبت بندهٔ احسانم کرد

گر به دامان سگی دست تمنا زدم چه
عشق پامال تر از خار بیابانم کرد

کوه تمکین منی از زمین پیش که بودم تاج
آفتاب رخ او ذرهٔ رقصانم کرد

خواستم دل دهم از تلخیِ هجرت به پیچ
لب شیرین تو شرمندهٔ احسانم کرد

گفت با خویش منم فرد به آتش خوئی
امتحانگری ورنه دل بود که بریانم کرد

ماه رویت را کسی همسر نشد
همسر حسنت کسی دیگر نشد

سیل اشکم از سر کویت گذشت
گوشهٔ چشم تو هرگز تر نشد

گم شدم از بیخودی در راه او
او ز خودبینی مرا رهبر نشد

مرد باید تا که نفس او کشد
ورنه هر شمشیرزن صفدر نشد

کوکب اقبال چیزی دیگر است
همسر خورشید هر اختر نشد

بر سر راه تو بگذشتم ز سر
همچنان سودای تو از سر نشد

خواستم هم کاسه باشم با سگت
از رقیبان جای من [illegible] نشد

از پیِ من رفت و مرا پیکار کرد
خوب شد گر کار دل بهتر نشد

آب حیوان با چنین دریا بجش
هر صدف را مایهٔ گوهر نشد

خواهم همنفسی می شمارد شمع من
هر که چون پروانه خاکستر نشد

برق حسن سوزان می عشق گشت
ختم بر این قصه از دیگر نشد

فرد چون هر سینه در بازار عشق
خوب شد گر فرد را جوهر نشد

یاد باد آنکه سرم بود در آغوشت بود
سایهٔ گیسو بسرم گوشهٔ دامانت بود

گاه و بیگاه زدی کاسه ره عیشم ز ده
حل هر مشکلم از گردش چشمانت بود

گر هوی در سر بازار چو افتادی ناگاه
واشد عقدهٔ کام از ناخن مژگانت بود

یاد باد آنکه در دست قبلهٔ جانم بود
کار و بارم همه وابستهٔ ... بود

آنچه اندیشهٔ من از طلبش قاصر بود
آن محالم همه در حیطهٔ امکانت بود

یاد باد آنکه ز تو خاطر من بود بهم
سر سودای من از زلف پریشانت بود

یاد باد آنکه تو در خلوت دل می‌بودی
فرد مسکین بدرت چون سگ دربانت بود

یاد باد آنکه درت قبلهٔ حاجاتم بود
کوی تو خلوتگه اوراد و مناجاتم بود

یاد باد آنکه ز آب کرمش می‌شستی
داغهائیکه بران خرقهٔ طاماتم بود

روز و شب بر در تو خاک‌نشین می‌بودم
بهتر از صومعه آن کوی خراباتم بود

هر شب احرام درت بستن و هنگام سحر
دیدن روی تو به از همه طاعاتم بود

هیچ واز باده گذشت بدرت می‌بودم
ریختن خمخانهٔ تو دلق کراماتم بود

در نگین دل من نقش خیالت می‌بود
زیر حکم همه اندولت آن حالاتم بود

فرد را غیر درت تکیه‌گهی هیچ نبود
در نگاه تو همه حل مهماتم بود

هر که از حال من خبر دارد
دل سوزان و چشم تر دارد

هر که نگریست حال من بگریست
عشق من اینقدر اثر دارد

چشم را دوست تر از آن دارم
که بر و پیش تو نظر دارد

تو و مسلک سلک حسابی
چشم من چند گهر دارد

سر موی کمی توان گفتن
نازکیها که آن کمر دارد

شب ز همسایه‌ها برخاستند
چه قدر آه من اثر دارد

در جهان گرچه شاعران خوبند
فرد ما خوبی دگر دارد

سر شوریده دارم که سودای دگر دارد
ز بیدردی جهان دارد سر غوغای دگر دارد

نیابد از مسیحا چارهٔ درد دل مجنون
که عاشق هر دمی جویای مسیحای دگر دارد

سر خم بشکن ساقی که جامت فتنه‌انگیز است
نگاه یار رعنایم که صهبای دگر دارد

می پرزور عشقت در خم گردون نمی‌گنجد
بیا این باده ظرف و مینای دگر دارد

چه باک ار تیز راند ساربان آن ناقهٔ لیلی
که مجنون نیز پای دشت فرسای دگر دارد

ز سیر وسعت عالم گشاد خاطرستش نبود — دل عاشق بهر یک گوشه صحرائی دگر دارد
قدم در حلقهٔ عاشق مزن ای ناصح غافل — که این ره دیگر است و راه پیمائی دگر دارد
بگلبانگ درای دل بپو راه محبت را — که هر یک ذرهٔ این راه صحرائی دگر دارد
توان دریافت حال جسم و جان از عالم دنیا — که جان از بهر سیر خویشتن پیمائی دگر دارد
عجب نبود که تن اینجا و جانم پیش او باشد — که تن را پای دیگر است و جان پائی دگر دارد

نشان فرد جستن از منزل عنقا چه میجوئی
که این دیوانه تن جائی و جان جائی دگر دارد

بچشم غیر آن جانان نگنجد — بهر یک گل درین دامان نگنجد
ز بیت ابرویش فهمیده ام من — معنا بینکه در دیوان نگنجد
ز خط شد صفحهٔ رویش مصحف — ز معنیها که در قرآن نگنجد
دلی دارم که با کفر آشنا هست — سر موئی در و ایمان نگنجد

خوش آن دل فرد در وی هیچ نبود
بجز آن خسرو خوبان نگنجد

دی شب ببزم یار که دور شراب بود — دیدم بهجت که دل او کباب بود
مانند شیر بان ز می لعل سرخوشم — از غصهٔ محتسب بقدح خون ناب بود
در سنبل و بنفشه از آن جعد تابدار — هر شاخ نو برآمده پرپیچ و تاب بود
روزم ز هجر تیره و در خانهٔ رقیب — از زلف و روی یار شب ماهتاب بود
هر دم صبا که تا سر زلف تو می رسید — از بیقراریم جگرش اضطراب بود

بر خاک فرد خود گذری کن ز راه لطف
آخر ترا گدا و سگ این جناب بود

گر بسرم تا کلاه سروری کسی خواهد بود — عاقبت خانهٔ من کوی کسی خواهد بود
همچنین است اگر شیوهٔ جادو نگهان — دل من کشتهٔ جادوی کسی خواهد بود
دانم این زلف بتان گر بنه بیست چنین — دام من حلقهٔ گیسوی کسی خواهد بود
ای گریبان من امروز گلوگیر مشو — حلقهٔ گردنم از موی کسی خواهد بود
چاک خواهد شدن از پنجهٔ عشقش جیبم — در سر من چه همین هوی کسی خواهد بود

گر باین کجکلهان اینقدرم شیفتگی است / سرِ فرد که قدِ دلجوی کسی خواهد بود

این دل رفته محال است که آزاد شود / از برم رفته بتا بوی کسی خواهد بود

از دل خود ز ازل بود یقینم سحرا / کاین مسلمان سگ هندوی کسی خواهد بود

گر چنین عشق گرانیست به فردم روزی / خانه سوز دل او روی کسی خواهد بود

پرتو روی آن پری آفت آفتاب شد / نکهت زلف عنبرین فتنهٔ مشک ناب شد

پرده ز رخ چو برکشید جلوهٔ آفتاب شد / داد بزلف چون گره نافهٔ مشک ناب شد

زلف ز شانه چون گشاد عرصهٔ قدر شب فزود / شانه ز پرتو رخش پنجهٔ آفتاب شد

جلوهٔ چشم من چو کرد صد در راحتم گشود / مردم دیده را اگر بستر نرم خواب شد

هر که شنید سوز من هم دل و سینه آتش گرفت / هر که بدید گریه ام غرقهٔ خون ناب شد

ز آتش آه پر شرر سینهٔ محتسب بسوخت / دیدهٔ خشک زاهدان تر شد و غرق آب شد

سیل سرشک و آه گرم فتنه جا بجا نمود / پارهٔ دل به آب شد پارهٔ دگر کباب شد

چشم ز جوش گریه ام چشمهٔ آبشار گشت / مایهٔ صبر دل که بود خانهٔ او خراب شد

فرد کجا فتاده خیز و بیا بکوی یار / مهر رخ خلق بهر تو گیسوی شب نقاب شد

سیّکی بهر سینه محبت جا کند / سگ ز بهر دل شعله پارا وا کند

عشق خود یکچون خرد دیوانه نیست / تا بهر سو منزل دو دا وا کند

آب حیوان نوش باد اخضر را / کار من یک جرعهٔ صهبا کند

می دهم صد زهد و تقوی گر مغان / گوشهٔ چشمی بسوی ما کند

ننگ میدارد ز ناموس‌ها / هر کسی را عشق کسی رسوا کند

عقل را ویران کند از خانهٔ دلها / عشق هر جا خیمه بر پا کند

هر جا بنازی دلا آماده باش / حسن چون هنگامهٔ سودا کند

بی نیاز زیباست شان حسن فرد / که نگاهی بر من شیدا کند

صهبای محبت را پیمانه نمی باید / آن بادهٔ صافی را پیمانه نمی باید

در بزم خراباتی ره نیست ترا زاهد — در مجلس ما رندان فرزانه نمی باید
بیرون بکن ای ناصح از سر هوس زلفش — کاین سلسله را چون تو دیوانه نمی باید
چون جلوه فروش آید آن شوخ بهای ای دل — جان نقد بده کاینجا بیعانه نمی باید
محو و صفت می شو در پیش او ای دل — در عشق ره و رسم شاهانه نمی باید
جان باز براه او مردانه چو پروانه — هرگز گله از جور جانانه نمی باید
پروانه صفت سوزان بال و پر هستی را — با شمع جهان سوزی همخانه نمی باید
کی شمع جمال او با بوالهوسان سازد — در طوف گه عاشق پروانه نمی باید
در بزم مغان واعظ از وعظ مزن حرفی — در میکده جز هوی مستانه نمی باید
در بارگه جانان از فکر خودی بگذر — در خلوت یکرنگی بیگانه نمی باید
یک گوشه ز کوی تو از قصر بهشتم به — با خاک نشینان را کاشانه نمی باید

با فرد خراباتی ای صوفی سر حلقه
جز ذکر هاهای رندانه نمی باید

موسم گل هست و آغاز شباب ای بیخرد — توبه از می گر کنم ساقی گریبانم درد
ساقی و پیر مغان و رند مقبولش کنند — از کدامی عقل بر مینا زنم من دست رد
از شکسته پای خود جان بلب دارم هنوز — همتت ای طایر قدسم اگر آنجا برد
دیر ماندم در قفس یاران پروازم ستاند — هان مگر جانم بایام بهار از تن پرد

دل متاع کاسد و آن گرمی بازار نیست
فرد جنس نارواداری کسی کی می خرد

حلاوتهای لعل یار در گفتن نمی آید — حدیث آن شکر گفتار در گفتن نمی آید
مپرس ای دل که راز یار در گفتن نمی آید — بغیر از محرم اسرار در گفتن نمی آید
نیم آگاه ای زاهد ازان جا لیکن من دارم — ره پندم که با اغیار در گفتن نمی آید
سخن آشفته کان مطرب بزیر پرده گم گفته از من — چه پرسی باز چون هر بار در گفتن نمی آید
ازان بزم که یک شب در خلوت دل ساختم با او — بهر کس بر سر بازار در گفتن نمی آید
ازان جذب کمند زلف او چون رفت دل از من — ز خوبیهای آن رفتار در گفتن نمی آید
حدیث آن لب شیرین چه شکر ریخت در کامم — ز لذتهای آن گفتار در گفتن نمی آید

بناشد مصلحت خونریزی چشمش با گفتن / لب احوال با بیمار در گفتن نمی آید
مگیر از وقت مستی خورده ام کان حرف مستانه / بغیر از نشئهٔ سرشار در گفتن نمی آید
از این زلف تو هر یک مسلم آزاده در بند است / سر موئی از این زنار در گفتن نمی آید
مگر راستش کنم از حیلهای خفتن و مردن / اگر آن دولت بیدار در گفتن نمی آید
برون آئی گر از قید عناصر نشنوی حرفی / که با هر یک در و دیوار در گفتن نمی آید

منال ای فرد گر دل از بر او رفت سوی او
بمن کرد آنچه آن دلدار در گفتن نمی آید

نسیم از حال شبهایم نداند / که حرفی پیشت از حالم براند
نه قاصد آگه از درد دل من / که در بزم تو احوالم رساند
بجز دل اگر نامه نویسم / ندانم پیشت آن نامه که خواند
چه می پرسی ز آه من که از ضعف / ز دل بیرون شدن کی می تواند
نمانده سینه ام را تاب ای دل / که در پهلو ترا یکدم نشاند

نگارا او گره افتاد زان زلف
دل از تو فرد مسکین چون ستاند

درجهان هیچ کسی نیست از عشقت آزاد / ای مسکین بندهٔ درگاه تو سرو و شمشاد
عزت تن چه بود گر نه براه تو فتاد / لب چه کار آیدم ار بوسه بپائی تو نداد
سودا از سر چه بود گر بدرت سوده نشد / فدای آن سر که جبین بر کف پایت ننهاد
خاک بر رو که نه آلوده شد از گرد رهت / آه از آن لب که بکوی تو ندارد فریاد
گریه بر چشم که در رهگذرت آب نزد / آه از آن آه که عقده ز دل او نگشاد
دیده بی نور بود گر همه روی تو ندید / دل که او جلوه گهت نیست مبادا آباد
ثمرهٔ دل چه بود گر نه ز عشق تو بسوخت / زندگانی چه دهد جان که نرفت از تو بیاد
غیرت عشق من اینست که خواهم پس از این / کس چو من باز اسیر سر زلف تو مباد
من چنین خویش فراموش نبودم زین پیش / عشق بر بود چنانم که همه رفت ز یاد
صبح فرخنده رویت غم شبهایم برد / روز تو شاد و شبت شاد و همه وقت تو شاد
چون بیک تیشه کشاد سر عشقش میدید / کرد بی سود چنین کوه کنی با فرهاد

صنم تو ساعد او سرزنش کرد جدا — آفرین باد که از زور دستم کرد آزاد

جان شیرین بده ای فرد ازین تلخی هجر
هجر در عشق چه سهلی است ز دست استاد

دل من از نسیم صبحگاهی وا چه خواهد شد — بغیر آن هوای سیر گلزار ما چه خواهد شد
سپردم بی صلاح عقل دل با سر زلفش — نمیدانم سرانجام چنین سودا چه خواهد شد
بطفلی این چنین غوغاست زان سرو چمان فردا — نمیدانم قیامت زین قدر رعنا چه خواهد شد
به چشمش گه نگاه آمیزم گهی با زلف آویزم — بجز و ترسم ز هر سو فتنه ها برپا چه خواهد شد
بزندان میکشی بازی بعقل خویش مینازی — بساقی می برم این قصه بینم تا چه خواهد شد
پیران عزمم که میرم بر در میخانه ای زاهد — بغیر انجام نمیدانم ازین تقوی چه خواهد شد
بامید شب دیگر چه سازم صبر در وصلش — ز دست من چه شد امروز تا فردا چه خواهد شد
سماع و می چه باشد اجر طاعات تو در جنت — ندانم حالت ای منکر که در عقبی چه خواهد شد
نگین سینه ام چون زین دل افتاده در زلفش — بپیچید این چنین هر سو ازین دل تنها چه خواهد شد
نتابد شانه من بار این دلق ریایی را — ازین طامات زاهد را بجز دنیا چه خواهد شد

من از دل دست بردارم رود هر جا که میخواهد
صلاح کار فرد من ازین شیدا چه خواهد شد

گلستانم چه کار آید که با کویت نمی ماند — گل تازه به رنگ و بوی [illegible] با رویت نمی ماند
دل سودائی ما را ده زحمت به زنجیری — که این دیوانه در جایی بجز کویت نمی ماند
نسیم آورد بوی گل سحرگه در مشام من — پریشان شد دماغ من که با بویت نمی ماند
هلال عید می بینند خلق و من با برویت — به چشمم هیچ ماه نو با برویت نمی ماند
چه سازم ای بت هر جایی از تو می چشم خود — که این حیران [illegible] سویت نمی ماند
به محراب حرم گاهی عاشق تو سر فرو آرد — که در خوبی و خمداری با برویت نمی ماند

کجا بخشند لطافت سنبل تر چشم فرد ما را
بنفشه با بوی سنبل گیسویت نمی ماند

عیان چون روی رنگ ماه کردند — جهانی را ز عشق آگاه کردند
نهان در پرده چون راز محبت — بهر رنگی بدل ها راه کردند

جفا افزون کنند آخر چو خوبان ❊ وفائی از خط اگر گاه کردند
بکن روشن ز لطفی بزم عشاق ❊ که روز خود سیه از آه کردند

چرا نبود غلامش فرد مسکین
گدائی را ز لطفی شاه کردند

سحر نگاهان به نظر می کشند ❊ تیغ نزانند اگر می کشند
زنده باعجاز لبم گر کنند ❊ از نگهی بار دگر می کشند
زنده دل از عشق اگر شد کسی ❊ چونکه شنیدند خبر می کشند
روز و شبم شمع صفت می رود ❊ شام بسوزند و سحر می کشند
تهمتی از عشق برد می نهند ❊ بیگنهان را چه قدر می کشند
باک ندارند بخون کسی ❊ بر سر هر راهگذر می کشند
چشم تو از شیوهٔ جادوگری ❊ از نگه تیر اثر می کشند
خال لبش هیچو مگسهای شهد ❊ تلخ دهانی ز شکر می کشند
خلق همه کشته به نیم تو اند ❊ چیست گناهم که بدر می کشند
هر که میان بست بانجام عشق ❊ در سر و سودای کمر می کشند
چشم مرا گر نه ره خواب بست ❊ آری صدف بهر گهر می کشند

غمزهٔ خونریز دو زلفش بلاست
فرد امان چیست اگر می کشند

هوا خواه ترا دل از صبا چون گل چه بگشاید ❊ دل پژمردهٔ ما را هوای نیز بی باید
نسیم صبح یا بوئی از ان پیراهن یوسف ❊ برای داشته دل بستگان تو نمی شاید
دلی چون غنچه رنگ آشفته از هجر تو دارم ❊ نسیم چون دم عیسی ثیرب کو که بگشاید
قرار بیقراران ره می نشستهای کاید صبرم ❊ کجا جان حزین من بجز کویت بیاساید
نمیگویم بیا بر کشتگان خویشتن یکدم ❊ همی ترسم که دامانت مبادا از خون بیالاید
خراب عقل ناصح ام بگردم کو بگو تا کی ❊ یکی جام ریز یک جرعه که تا از هوش برباید
دل ویرانه ام آباد کن از جلوهٔ امشب ❊ نمی دانم شب امید من فردا چه می زاید
رسیده تا بلب جانم دوائی به ازین نبود ❊ که لعل جانفزای تو ز لطفی جانم افزاید

بماند تا یکی روز م سیه‌سالی مهر فیروزی
که‌ای شمع شب من جز تو بزم فرد آراید

جان بلب گر بهوای سخنش خواهد شد
آخر آگه ز سراغ دهنش خواهد شد

در لطافت چو کم از پیرهنش خواهد شد
برگ گل کی به نزاکت چو تنش خواهد شد

برهمن گشتم اگر خورده مگیر ای زاهد
بت گر اینست جهان برهمنش خواهد شد

اثر سبزه بگرد گل رویش پیداست
تا دگر جوش بهار چمنش خواهد شد

صد گریبان قبا چاک شود گر ز پیشان
جامهٔ گل رنگ ز عکس بدنش خواهد شد

جذب عشقم نگذارد دل او را فارغ
وا لم آخر نظری سوی منش خواهد شد

همچو یوسف رسد آخر بشهنشاهی عشق
هر که درمانده بچاه ذقنش خواهد شد

گر باین قامت رعنا بخرامد به چمن
صد سهی بنده بسرو سمنش خواهد شد

تلخ کامم نگذارد دم نزع عشقش
شکر تبسم از لب شکر شکنش خواهد شد

ریش دل را نه بود سود علاج عیسی
عشق فرد مرهم زخم کهنش خواهد شد

گوشهٔ چشم سوی روضهٔ رضوان نکند
هر کرا بر سر کویت وطنش خواهد شد

خاک کوی تو به بسمل ز تپیدن چو رسد
مفشانش که بجای کفنش خواهد شد

بگذر ای فرد دل آزاد ز کوی زلفش
ورنه وا ماست همه پیچ و شکنش خواهد شد

شد خاک سرم و لی بجائی نرسید
برباد شد و بزیر پائی نرسید

خون بدلم همه میان رگها
شد خشک و بپای حنائی نرسید

دل در هوسی شد از کنارم بیرون
آواره شد و بدلربائی نرسید

گویند که خونبهای عاشق یار است
خون گشت دل و بخونبهائی نرسید

جان رفت براه او بامید وفا
رفتم ز وفا پی جفائی نرسید

در کوی تو هر شب از فراقت نالم
این درد دل مرا دوائی نرسید

ای فرد خموش باش جای شکوه نبود
گر شاه بکلبهٔ گدائی نرسید

سر خاک شد و بآستانی نرسید
خون گشت دل و بدلستانی نرسید

این لخت دلم شکست که پر کرد و گذاشت
از کار رشد و بهانے نرسید

جان آمده بر لبم ز ضعف پیری
یک نامه ز سوی آن جوانے نرسید

صد تیر دعا برای وصلش بسما
رفت از دل ما و بر نشانے نرسید

خلقی است ز شربت لب او تر کام
یک جرعه از آن به تشنه جانے نرسید

صد بار ز حال خود بقاصد گفتم
یک حرف باو ز داستانے نرسید

صد وعده بفرد خویش کردی و هنوز
یک وعدهٔ تو با متحانے نرسید

از جان خیال آن قد رعنا نمی رود
نقش جمال او ز دل ما نمی رود

ناصح بعاشقان نه دهد سود پند تو
از یاد قیس صورت لیلا نمی رود

جامی ز لعل یار کند دفع این خمار
درد فراق یار ز صهبا نمی رود

گر صد هزار بار بروبد درت صبا
این خاک کشتهٔ تو از اینجا نمی رود

گویند خط بر آب بود نقش بی ثبات
دل آب گشت و نقش تمنا نمی رود

پرورده قفس نکند یاد گلشنے
خو کردهٔ در تو بصحرا نمی رود

زنجیر سودمند نبود وسلے عشق نیست
گشتم اسیر گیسو و سودا نمی رود

لعل لبش دوای دل دردمند بس
این درد از علاج مسیحا نمی رود

در سر هوای نرگس مستش چنان فتاد
دیگر دلم به نرگس شهلا نمی رود

کی گوهر مراد کند جا بهر صدف
عشق تو دولتی است که بیجا نمی رود

راهی که میروی بدل نمی رسد
زاهد درین طریق کسی زپا نمی رود

بنشین بگوشه گر سیر ابود ترا
کز خانه چشم بهر تماشا نمی رود

یک جرعه بکام من از شربت وصال
کاین تشنگی فرد ز دریا نمی رود

سوز جگر ز عاشق شیدا نمی رود
این مرض لا دوا بمداوا نمی رود

لعل لب تو کار دم عیسوی کند
بیمار عشق پیش مسیحا نمی رود

عشقم ز وصل و هجر ندارد امید و بیم
در هجر هم خیال تو از ما نمی رود

سودا بنقد وقت نبود اهل عشق را
عاشق کسی بوعدهٔ فردا نمی رود

زاہد عبادتت تو بہ مزد قیامت است
عاشق گہے بہ کف بہ عقبٰی نمی رود

گر تشنہ بیا بلب سلسبیل من
خود سوے تشنہ آب ز دریا نمی رود

برق تجلے تو بہر کوہ کے فتد
این نور جز بمظہر موسیٰ نمی رود

صد بار رداد محتسب شہر سلیم
اے فرد خوے عاشقی از ما نمیرود

پرسد بدرد من آن کو بہ بلا افتادہ باشد
چو من از دوست زہرے کہ جدا افتادہ باشد

برہ تو پاے مال ہمہ خلق گشتہ ام من
چو درخت خشک بیدے کہ ز پا افتادہ باشد

زہے بخت ناتوانی کہ بزور طالع خود
بر ہست افتادہ باشد چہ بجا افتادہ باشد

تو مپرس حال زارم مگر از کسیکہ دانی
کہ چو من ز زلف یاری بہ بلا افتادہ باشد

چہ شود کم از تو شاہا کہ گہے دم سحرگہ
بہ رخ تو یک نگاہے ز گدا افتادہ باشد

صنما گہے نگاہے ز کرم بسوے آنکس
کہ بر رخ جا نگدازی ز وفا افتادہ باشد

ہمہ غنچہ سر نگون اند مگر از لب تو غوغا
بہ چمن بگوش گلہا ز صبا افتادہ باشد

بدر تو دوش دیدم سر درد برگ فرد مسکین
برہمین چو خشک برگے ز ہوا افتادہ باشد

سحر میخانہ را چون در کشادند
دو مستی بر رندان بر کشادند

سحرخیزان مخمور شبانہ
لب شکرانہ چون ساغر کشادند

حریفان بر در مے خانہ سرمست
ز راز سینہ صد دفتر کشادند

نقاب از دخت رز چون برکشیدند
ز مستان ہر گرہ یکسر کشادند

چو پنبہ از صراحی برگرفتند
ہزاران راز پنہان بر کشادند

بزاہد جرعۂ زین مے ندادند
بکم ظرفان رہ دیگر کشادند

پیاپے خم بیفتادی چرا فرد
چو میدیدی کہ خمہا سر کشادند

شوخ من مست مئے ناز و ادا مے آید
ناصح از توبہ درین عہد حیا می آید

یار برکانہ پے کشتن ما مے آید
مژدہ اے درد کہ امروز دوا می آید

از نسیم روش آن دم اعجاز مسیح
در گلستان زدم باد صبا می آید

از مے آلودہ ازان جامۂ رندی کردم
زاہد از خرقۂ تو بوے ریا می آید

شاید امروز روان گشت بشیرے از مصر ‌‌ بوے پیراہن یوسف زہوا می آید
کیمیا گشت بخاکے کہ نہادی کف پا ‌‌ بہر سجدہ بدرت خلق خدا می آید
میرسد در دلم آواز درائی از دور ‌‌ کاروانے مگر از شہر سبا می آید
محتسب یخ برد بادہ بہ بزمست چو چشم ‌‌ در کنم توبہ ز چشم تو حیا می آید
تاکشادی بہ گلستان گرہ از بند قبا ‌‌ ہر گل تو بہ جبین چاک قبا می آید
جز دعا نیست بود در د سحر گاہ مرا ‌‌ لب بہ آمین بکشا وقت دعا می آید
گشت خونم ہمہ پامال و نہ سر زد گاہے ‌‌ آن قدر کار کہ از دست حنا می آید
بہر من کار نیست جز بہ خموشی نبود ‌‌ بار قیبان نہ زیست ورنہ حیا می آید
ناصح از غصہ ز خود رفتہ و من از بادہ ‌‌ از دو بدمست کجا کار بجا می آید

گر ز دیوانہ ز خود غاست بشہرت چہ عجیب
فرد
در کوے تو زنجیر بپا می آید

کج کلہ کردہ دگر بر سر ما می آید ‌‌ رخصت اے صبر کہ امروز بلا می آید
گرد باد یکہ سر کوے شما می آید ‌‌ خاک ماہست کہ بر دوش ہوا می آید
دم عیسیٰ است مگر ہم نفس باد نسیم ‌‌ کہ شمیمے ز سر زلف شما می آید
ہست خون دلم امروز ز غیرت در جوش ‌‌ کز کف پاے کسے بوے حنا می آید
جوش سیل است و ہوا تند و ہمانی طوفان ‌‌ شاید از جانب او قاصد ما می آید
شاید از جانب او کس بعیادت برسد ‌‌ کز دم باد سحر بوے شفا مے آید

شاید اے **فرد** وزید از طرف مصر صبا
نکہت پیرہن یوسف ما مے آید

بحمد اللہ کہ ساقی با مے و پیمانہ می آید ‌‌ سر دستار و بند جامہ وا مستانہ می آید
پے ہر سجدہ ابرو پرستان تراجانان ‌‌ صدائے مرحبا از کعبہ و بتخانہ می آید
مگر جوش بہار امسال رنگ نو بکار آورد ‌‌ صدائے نالہ زنجیر از ہر خانہ می آید
نمیدانم چہ پیش آمد ز زلف تو دل ما را ‌‌ کہ امشب از سر کوے تو دل دیوانہ می آید
نہان در سینہ چون دارم کہ شوخ کجکلاہ من ‌‌ بیغمائے متاع این دلم ترکانہ می آید
لبش از جوش مستی میچکان و چشم مخموری ‌‌ کہ ماند باخود اے زاہد کہ او مستانہ می آید

بعشقش کرد قطع آشنائی جان و دل از من — چو می آید ز سوی او بمن بیگانه می آید

ز لب بوی شراب و خرقه‌ی آلوده پالغزان
مگر امروز فرد از مجلس رندانه می آید

روشن آن دیده که در آئینه رخ روی تو دید — همه در آن گوش که از لعل تو حرفی بشنید
بهوایت نه همین رنگ رخ من بپرید — رنگ دیگر چو شد این جان ز تنم نیز رمید
فرخ آن سر که شود خاک درت صندل او — بخت فرخنده آن پا که بکوی تو دوید
دل نثار قدم قاصد فرخنده قدوم — جان فدای لب لعلی که بپای تو رسید
همه تاتار و ختا و ختنش خاک ره است — خوش نسیمی که ز گیسوش سوی جانم بوزید
نگه از گوشه‌ی چشمی طرف طور نکرد — سرمه از خاک کف پای تو هر کس که کشید

فرد خود را که بسی پیش گران میدانست
دید پیش پیر مغان دوش بیک جرعه خرید

در دلم نقش یار پیدا شد — راه صبر و قرار ناپیدا شد
چشم او در خمار پیدا شد — فتنه‌ی روزگار پیدا شد
بود جبرم ز عقل کم اندیشش — از جنون اختیار پیدا شد
از دل درد غبار می‌خیزد — شاید آن شهسوار پیدا شد
بوی آن پیرهن صبا آورد — چشم را انتظار پیدا شد
شکر ایزد بکوری اغیار — جلوه‌ی حسن یار پیدا شد
آبیاری نداشت چمن — ساقی آمد بهار پیدا شد
از جنون دست من بجیب رسید — بهر بیکار کار پیدا شد

فرد از نشتر جفای رقیب
خلشش بار بار پیدا شد

آن پیر می‌فروش که ذکرش بخیر باد — لطفی بما نمود که اجرش خدا دهاد
زان راز لب که دل من گرفته بود — ساقی بیک کشاده سر خم هم گشاد
پیر مغان و ساقی و رندان چو یک دل اند — از محتسب چه باک چه حکمش نداد
او چه سر هرا بنود بیش از این فقیه — شکر خدا بپای خم آخر سرم نهاد

از جنگ محتسب که دلم بس شکسته بود / خوش وقت ساقیی که بجامی نمود شاد
ساقی که دوش داد بمن جام پی به پی / خواهم ز عمر خضر که عمرش دراز باد
باشد همان هوای در تو بجان مرا / هرچند دور چرخ دهد خاک من بباد
از یاد خویش گرچه تو دورم فگنده / ما را نمی شوی تو دمی هم جدا ز یاد

ای فرد بس شکسته دلم من خود ای دل
زان دم که او ز سینهٔ ما پا برون نهاد

ز لبت سخن چه رانم که بفهم در نیاید / چه جلوه هست از تو خوانم که بفهم در نیاید
ز شراب لعل نوشت که دوای تلخکامیست / مزه چشیده [illegible] انم که بفهم در نیاید
ز رموز عشق آگه نشوند هوشمندان / که من این رموز [illegible] دانم که بفهم در نیاید
من و صد زبان چو سوسن که بعرض حال دارم / چه کشم اگر زبانم که بفهم در نیاید
همه شب بسوز و گریه برخت چو شمع محفل / ز غمت تو در فغانم که بفهم در نیاید
چو درای کاروانان برکاب محمل تو / همه ره پدا [illegible] ستانم که بفهم در نیاید

من فرد و آستانت دگر از غمم چه پرسی
که ز عشقت آنچنانم که بفهم در نیاید

خود را بلباس نامه خواهم پوشید / زین حیله بچشم و روی تو خواهم دید
در کسوت نقطه گه نهان خواهم شد / لعل تو از آن بهانه خواهم بوسید
بختم ز قضا اگر نشد یاور من / چون کفش بزیر پایت خواهم چسپید
این جمله اگر نشد میسر ما را / روزی ز ره تو خاک خواهم گردید
این هم چون نداد دست از خون جگر / مانند حنا بپات خواهم [illegible]

گر هیچ ازین نگشت چون فرد جان
با هم برکاب یار خواهم دوید

تمنا میکنم کوی ترا بختم اگر باشد / چو سنگ آستانت جای من آن خاک در باشد
مرنجهای خضر نگرفتم اگر از چشمهات آبی / سکندر طالعان را چشم بر ملک دگر باشد
به بندم چشم تا زین عالم فانی همی خواهم / مرا بیرون و [illegible] نظر باشد
ز چشم تا [illegible] تو دیگر هیچ آنچنان فرما / [illegible] باشد

خوش آن دیوانگان کز عشق فارغ از جهان گشتند
نه امیدی بود از نفع و نی بیم ضرر باشد

دل سنگین او را موم کردن می‌توانستم
اگر بهر دمی یا رب آه من اثر باشد

مکن بیهوده وقت خویش را در مدرسه ضایع
که جنس ناروا در شهر عشق او هنر باشد

نظر بودم ابر خامی عشق رقیبانم
هر آن عیبی که طبع تو پسندیده هنر باشد

هوای تخت بلقیس و سیر تاج سلیمانی
گدای آستان بر تربت را کی بسر باشد

الهی کاش بسپارند خاک من بکوی او
که بوسد خاک من پایش چو زین راهش گذر باشد

ز عشق ای فرد می‌لافی نمیدانی که عاشق را
جگر بریان و دل نالان و چشم از اشک تر باشد

در عهد لب نوشش بیمار نباید شد
دل تنگ لب تنگش از آزار نباید شد

در دست بود شیشه یا ساغر می بر کف
تا دست رسی باشد بیکار نباید شد

مدهوش نگاهت را بیدار نباید شد
در بزمگه مستان هشیار نباید شد

بی اجر دمش بخشند آنجا که سبوی می
ای رند خرابات هشیار نباید شد

بنود که ز سرمستی پای تو فتد بر خم
بیش از حد ظرف خود سرشار نباید شد

از زلف بتی داری سررشته گرای زاهد
منکر ز ره دیر و زنار نباید شد

بر پای سر زلفی خود را بغلط مفگن
ره‌بین ختن و چین و تاتار نباید شد

در موسم گل آخر کردند بزنجیرت
دیوانه چنین ای فرد این بار نباید شد

یک چمن بود که سبز از گریه زار ما نشد
غنچه دل گاه ما را از نسیمی وا نشد

همچو تبسم در کنار و دامن خود پرورد
چین ز سیرم گاه بر پیشانی صحرا نشد

خاک بر بادم ز بی‌پروائی او کو بکو
که غبار از نی سوارم در رهی پیدا نشد

بر رقیبان ناوک افگندی و بگذشتی ز من
بر هدف تیرت بجا آمد ولی بر جا نشد

اینقدر بیگانگی دارد سگ دربان ز من
یک شبی بنود که در کویت بمن غوغا نشد

سوختم تنها ولی هر جا ز من افسانه‌هاست
همچو من در خامشی کس اینچنین رسوا نشد

عرصه بر من تنگ شد ای غنچه لب از جور تو
در تمنا مردم و راز لبت افشا نشد

در بلند آوازگی منت ز کوه و تیشه بود
کوهکن شاید که آگه از من شیدا نشد

قطرهٔ اشکم دهد چون جلوهٔ طوفان نوح
باک نبود گر روان از چشم من دریا نشد

ورنه‌ای سازی وفا با غیر پیمان وبا
نیست یک عهد یکه در وی وعدهٔ فردا نشد

راستی آموخت از بالای تو شمشاد و سرو
خوشنما گردید لیکن چون قدت رعنا نشد

در ازل دست قضا چون جامهٔ هر کس بدوخت
خلعتی غیر از جنون بر قامتم زیبا نشد

کامگارا از لبت هستند خلقی کامیاب
جرعه نوشی دُرد هم که فرد زین صهبا نشد

خردمندان مرا دیوانه دانند
بحمد الله ز خود بیگانه دانند

ز لعل تو مرا مستانه دانند
خوشم چون رند این میخانه دانند

بهر سو گردش چشم تو عشاق
به بزم مست گردش پیمانه دانند

باین دیوانگی طعنه زنندم
معاذ الله گر فرزانه دانند

بعهد لعل تو بزم مرا خلق
ز مستی مجلس مستانه دانند

خوشا داغ غمت کاترا بدلها
چو من خلقی چراغ خانه دانند

بهای یوسف ار جان و دلم نیست
الهی کاش در بیعانه دانند

عجب نبود بزلف تو چو بینند
دل صد چاک ما را شانه دانند

به محفل دلبران کی شمع سوزند
اگر سوز دل پروانه دانند

ز جان پروا نباشد عاشقان را
فدای حضرت جانانه دانند

هوسناکان زنند از عشق کی لاف
اگر خوی ترا ترکانه دانند

رقیب و محتسب کی رهزن تست
گرت با همت مردانه دانند

ز نظم ای فرد نوبت از غلامی
مرا گر زین در شاهانه دانند

یک جفا نبود که آن بی رحم ما بر ما نکرد
دلبری گاهی چنین با عاشق شیدا نکرد

بر سر خاکم گذرگاه از قد رعنا نکرد
هیچ امدادی بمن از عالم بالا نکرد

یک نگاه گرم هم گاهی بصد رنج و عتاب
بر من دل سوخته آن شمع بی پروا نکرد

هر که در سودای زلفش داد جان بس سود یافت
در زیان تا عمر ماند آنکس که این سودا نکرد

یک نگاهش کار صد چند میخانه بریخت
آنچه می آید ز چشم او کهی صهبا نکرد

آنقدر چشم و نگاهش کرد مشهورم برند
اینچنین بدنام ما را ساغر و مینا نکرد

بارها طومار سوز من بپرسش گفت شمع
گاه از بهر تسلی وعدهٔ فردا نکرد

شد سفید از گریه چشم من چو یعقوب از غمش
از قمیصی آن بشیر یوسفم بینا نکرد

این ستیزه بر من ای طفلان همسایه چرا
این قدر شور جنونم فتنه برپا نکرد

عالمی رستند زین قید خرد از فیض جام
وای بر بخت تو زاهد کار تو صهبا نکرد

تا کم استعداد می گشتن مگر یارب نداشت
ناشده سرگشته و فتنه پیدا نکرد

عزتی کی یابد آن گمنام در دیوان عشق
هر که ادراک چه خود عشق رسوا نکرد (?)

چارهٔ سوز دل و سینه فرد من نماند
هیچ کار اینجا چو فکر بو علی سینا نکرد

ماه شب افروز من هرگاه تابان می شود
در پس شب آفتاب از رشک پنهان می شود

هر سحر گل بجبین خود که خندان می شود
شبنم از یاد گل دیروزه گریان می شود

گر دل پر داغ از من وام گیرد لاله زار
رونق لاله درین گلشن دو چندان می شود

هر جفائی را توان برداشتن در راه عشق
آفت جان و دل عشاق هجران می شود

گریه می آید مرا هر شب چو سوزم شمع را
صد دل پروانه ها در بزم بریان می شود

شکوه از بیداد می دل در غم عشقش چرا
گنج چون وا رند در معموره ویران می شود

شمع را جانی است با پروانه کز هر گوشه‌ای
جمع می آیند هر جا شمع سوزان می شود

فرد گر خواهی وصال یار از خود در گذر
هر که از جان بگذرد مقبول جانان میشود

جانان سر مهر ما ندارد
رو سوی من گدا ندارد

مهر و کرم او جفا ندارد
لیکن بمن این روا ندارد

جان میدهم و سگی نگاهی
سوی من مبتلا ندارد

کی سود دهد علاج عیسی
دردت صنما دوا ندارد

در طرهٔ تو اسیر بادا
آواره دلی که جا ندارد

دل هدیهٔ درگه تو کردم
کین گوهر من بها ندارد

گل را چه بود بروی تو یارا
آن دلبری و ادا ندارد

تاک یعنی انگور ۱۲

[illegible]

دیوانهٔ گیسوی تو هستم — جان بیم سر بلا ندارد
ای ناله بیا که کار دانم — یک رهبر و یکی را ندارد

ای فرد چه سر کنم که آن ماه
مهری به دلم چرا ندارد

پی سلسله کین دلم را سوختن بود — غرض بزم رقیب افروختن بود
چه باک ار سوختی جان و دل من — متاع من برای سوختن بود
شدم بیجا بتر زین اشک ریزی — به دامن این گهر اندوختن بود
خردمندان گریبان چاک ما را — ز تار گیسوی کس دوختن بود

نشانه از دل فردم نه کردی
گرت تیر افگنی آموختن بود

گلی با روی یار ما نماند — سهی با آن قد رعنا نماند
ز گیسویش به هر یک کوچه شوریست — که خالی یک سر از سودا نماند
اگر امداد از زلفش نباشد — جنون را سلسله بر پا نماند
بشهر او منادی هست کاینجا — کسی جز عاشق رسوا نماند
بکام ساقیا صهبا نه ریزد — چو اشک توبه تا بر جا نماند
عیادت کن دمی بیمار خود را — که حسرت در دل شیدا نماند

بجز عشقت نگنجد در دل فرد
که در مینا بجز صهبا نماند

خیالم یار بی پروا ندارد — که چشمی بر من شیدا ندارد
جمال تو کسی همتا ندارد — چنین زیبائی یک زیبا ندارد
ز حسن سرو ای قمری مزن لاف — که نسبت با قدش طوبی ندارد
نمودم صبر از دل چون مسیحا — علاج اینچنین سودا ندارد
مگر پرورشش نشان پای ناقه — که مجنون کار با صحرا ندارد
درای او دل نالان مجنون ست — جرس گر ناقه لیلا ندارد
ازان شد بندهٔ تو سرو آزاد — که قد دارد ولی رعنا ندارد

بچشم مست تو نرگس نماند / که زور نشهٔ صهبا ندارد
دل من آنچه کرد امداد گریه / چنین همت دل دریا ندارد
چرا لیلی نگیرد رشک از تو / که چون من عاشق رسوا ندارد
همه لطف و کرم دارد بت من / ولی گاهی بحال ما ندارد
بود ارزان و مان ویرانه آن کو / که با زلفت سر و سودا ندارد
شده تا بندهٔ عشق تو جانم / سر دنیا و هم عقبی ندارد
چرا ای محتسب با من ستیزد / که فردم در بغل مینا ندارد

نه تنها زاهد از ذوق لب رندانه میرقصد / که در میخانه شیخ امروز بیباکانه میرقصد
نگاه چشم مست کیست افتاده بر ناصح / که امشب پای کوبان آمد و مستانه میرقصد
بکیش پارسائی فتنه انگیخت چشم او / که دیدم محتسب خود بر در میخانه میرقصد
چرا گیری بجرم رقص من ای مفتی دانا / بنا شد رخنه در شرع گر دیوانه میرقصد
دل من آنچنان آمد برقص از جوش سینهها / که بر لوح دل من صورت جانانه میرقصد
چنان رقصید فرد از عالم مستی که بر دستش / ز رقص او شراب و ساغر و پیمانه میرقصد

شمشاد سر اگرچه ببالا کشیده بود / پیش قد تو هر سر شاخش خمیده بود
بشگفته مانده هر لب زخمش بشکر تیغ / هر کشته که بر سر پایت تپیده بود
از ذوق ناوک تو بصحرا دگر نرفت / هر آهوی که گاه بکویت رسیده بود
وارند رشک آهوی مشکین بصیدگاه / زان سگ که در رکاب تو گاهی دویده بود
در پهلوی رقیب نشستی و جای تو / آلوده سینه و دل من یا که دیده بود
خار غم تو سینهٔ من چاک چاک کرد / خوش صحبت آنکه از تو گل عیش چیده بود
در غم بمرد و طعمهٔ سگ هم نشد دلش / صیدی که از نشانهٔ تیرت رمیده بود
پیغام ما نگر بچه رو کرد نامه بر / آن مرغ نامه بر که ببویش پریده بود
وا کرد لعل لب تو فنا را ز ور دسته / آن روح را که در تن عیسی دمیده بود
دیگر بهوش نامده فرد تو از ازل / تا جرعهٔ ز ساغر عشقت چشیده بود

دیدم شبی ترا و ندانم چه حال بود
در چشم بود جلوهٔ تو یا خیال بود

زاهد به بزم شب که دلم شمع بزم بود
آیینه دار طلعت صاحب جمال بود

ای شیخ کعبه راه ز دل یافتم به یار
این دولتم ز خدمت اهل کمال بود

از راه وصل یار مپرسید عاقلان
بگذشتنم ز خویش طریق وصال بود

ای نی سوار گشته ازین درد جسم تم
عشقم جهان و طاقت من در زوال بود

دیدم بر رهگذار کسی خاک فرد را
گاهی چو گرد باد و گهی پایمال بود

سر من بر سر پایت فدا شد
بحمد الله حق عشقم ادا شد

ز تیغ تو سرم از تن جدا شد
سرم از حق تیغ تو رها شد

به بلبل منت لطف باد صبا شد
که از تو خاطر هر غنچه وا شد

کمندش از رگ جان بر فگندم
ز بخت کوته من نارسا شد

ببستم تا بدست عهد یاری
ز من بیگانه هر یک آشنا شد

بحکم تیغ تو گردن نهادم
بحمد الله عهد من وفا شد

بدل عشق تو یک اندیشه نگذاشت
دل اکنون خلوت خاص خدا شد

نمیدانم چه جرمی دیدی از من
که کار من حواله با قضا شد

ز یغمای بتان از دل برنجم
که خلوت خانه‌ام مهمان سرا شد

رقیبان را که دربانی سپردی
چه آفتها که بر فرد گدا شد

دل من سینه غم جانان ندارد
رهی تا در کفر و ایمان ندارد

دلم هیچ پروای دربان ندارد
که دیوانه کار از نگهبان ندارد

ازین کاوش سینه دست جنونم
سر و کار با جیب و دامان ندارد

خرد باز تکلیف تعمیر مغز ما
جنون آشتی با گریبان ندارد

صبا هرزه گرد و گل نه بخت شد نشاطم
دل من هوای گلستان ندارد

ز طفلان کلوخی نیامد به سویم
تخیل من امروز مهمان ندارد

مده ناصحا باز تکلیف توبه
دل من تماشای به پیمان ندارد

مبادا آگهی جمع یارب هر آن دل — که کاری بزلف پریشان ندارد

چه خواهم ترا فرد زین وضع عشقت
که این رسم گبر و مسلمان ندارد

نظر بر حال من جانان ندارد — که عشق من سر و سامان ندارد
دلم فکر در و دربان ندارد — نگهبان خانهٔ ویران ندارد
نمیگذرد دمی بی ناوک او — خلیلم حسرت مهمان ندارد
بحال خود مرا بگذار عیسی — که این درد دلم درمان ندارد
چنین رفعت که میدارد در او — بعالم هیچ یک ایوان ندارد
خردمندان چه آگاهند [illegible] — جنونم کار با دامان ندارد
مپرس از من ز زخم ناوک او — که این تیر نگه پیکان ندارد
چه با دیر و حرم سازم که عشقم — سری با کفر و با ایمان ندارد
فرشته یا پری یا حور هستی — که خوبی اینچنین انسان ندارد
خدنگ آن کمان ابرو بلائی است — که زخمش مرهم و درمان ندارد
مرا پیر خرد این نکته فرمود — که عاشق جز غم جانان ندارد

چه پرسی فرد از احوال عشقم
که این طومار من پایان ندارد

با محتسب شهرت یگانه نباید بود — یا در هوس جام و پیمانه نباید بود
در دفتر رندیت [illegible] فرزانه نباید بود — از مشرب رندانه بیگانه نباید بود
در پیچ گل گیسوی [illegible] تا صبح — تا عقل بجا ماند دیوانه نباید بود
تا نام تو ننوشته اند در دفتر عشق او — چون بوالهوس نادان افسانه نباید بود
تا در دل تو جذبه از شمع رخی نبود — با شعلهٔ هر آتش پروانه نباید بود
بر پای خم افکن دستار سر تقوی — گر بی خبر از رسم رندانه نباید بود
ویران نکند عشقش تا این دل آباد [illegible] — اندر هوس بزم و کاشانه نباید بود
چون رفت بیغما دل بگذشتم از این خانه — تنها چو در آن کنج ویرانه نباید بود
در حلقهٔ مستان فرزانه میا زاهد — با خویش درین بزم مستانه نباید بود

آنرا که ز سرمستی فرق سر و پا نبود — با عقل فرومایه همخانه نباید بود

ای فرد ز خود بگذر تا جلوه کند جانان
یا در طلب وصل جانانه نباید بود

ای آنکه داد عشق تو بر باد خاک مرا — از سهو هم تو گاه نیاری مرا به یاد
از خاطرت چو خواب فراموش گشته‌ام — چون من کسی فراموش جانانه مباد
تکلیف تو به مید هم باز محتسب — یارب چو توبه‌های دگر بی‌ثبات باد
شیرین دهان شور جنون باد چون مرا — از تلخی زمانه بجوئی نجات داد
سودای زلفت از همه غمها مرا رهاند — طوق غلامیت چو مرا در گلو نهاد

دیدم که فرد بر در تو سر به سجده بود
صد آفرین بهمت و اجرش خدا دهاد

بکوی او گذر آهم ندارد — پیام او بسوی من که آرد
به ناگه سوی من از نامه نگارد — سفیدی جای نام من گذارد
ز هر دیوانه و عاقل بر آند — حکایتها و ذکر من نیارد
چو نشمارد گه از بیگانگان هم — میان آشنایم کی شمارد
مثال قامتش جز سایه‌اش نیست — ولی سرو قدش سایه ندارد
ز سوز عشق خونم در جگر سوخت — غمت را گو کریشش من نخارد
ندارد قطرهٔ چون اشک گرمم — اگر صد چشمه دریا ابر بارد
نمی ماند بکار دیگرش دل — بدل تخم محبت هر که کارد

قبولت گر سلام فرد نبود — خدا را کن سلام ما بکارد

کسی حاجت درمانی بیمار ترا باشد — ز عشق تو جان دادن زین به چه شفا باشد
زین گونه لب لعلت گر روح فزا باشد — دانم که در تو آخر حاجات روا باشد
لطفت نه اگر زینسان دمساز صبا باشد — بهر دل هر غنچه کی عقده کشا باشد
روی که به مسیحائی بیمار غمت آرد — در دل عاشق را لطف تو دوا باشد
از ذوق دم آبی زان تیغ تو همی میرم — از خون چه پرم سودا تا جای حنا باشد
از کوی تو گر زاغی سایه فگند بر سر — به خاکنشینت را از ظل هما باشد

از لعل لبت ذکرے بنود بجز شیخ گرہ
در مدرسهٔ عشقت چون باد هوا باشد

افسانهٔ گرم شبکان سوخت زبان شمع
دائم بیقین جانان آن قصهٔ ما باشد

جائے بنود خالی از جلوهٔ جانانه
هر گبر و مسلمان را دل خانهٔ خدا باشد

هم دیر و کلیسائے و هم مدرسه و مسجد
زان دلبر هر جائی جلوه همه جا باشد

گفتار پریشانم گاہے ز لبم بشنو
چون بادهٔ دیوانه تقریر خطا باشد

چون عاشق مسکینے جز یار نمی خواهد
آواره ز کوے او در شهر چرا باشد

هر کس بجهانے خود از عشق زند لافے
آن یار نمیداند اینهاے فرد کرا باشد

مراد جان من آنگه بدر آید
درون دل مرا گر دلبر آید

علاج درد دل جستم ز عشقش
بگفتا صبر کن از دل گر آید

بگفتم درد دل تا کے کشم جان
بگفتا جانت از تن تا بر آید

چنان سودا به رگها سوخت خونم
خیال است اینکه خون از نشتر آید

دل من موم وار آتش مزاج است
بجز گریه چو شمعم اکثر آید

ز هجرم جان بلبها می رسد آه
بدین گونه چه صبح دیگر آید

ز چاک دل برون در حسرت دوست
که قطع راه دل بے رهبر آید

ز گریه کے شود سرد آتش دل
کجا این کار از چشم تر آید

بیک تیشه ز کهسارست فرهاد
مرا صد تیشه هر دم بر سر آید

همه خوبی ترا بر حسب کمال است
بجز لطفے کم از تو کمتر آید

بجز هم تو معنی شاید اگر فرد
اجازت ده که گاہے تا در آید

عاشق در عشق تو [illegible] خواهد شد
چاک صد جیب که از دست جنون خواهد شد

می توانم رسیدن بلند دوست تو
خضر عشق تو اگر راهنمون خواهد شد

عشق من دیده است تو جهانگیر [illegible]
گر چنین شورش من روز فزون خواهد شد

نازنینا سے مزاج تو مرا گر [illegible]
عاقبت حالم از این خوے تو چون خواهد شد

از تپشهاے دل خویش نمیدانم
[illegible] آخر جنون خواهد شد

صد زلیخا که بر آیند ببازار عجمت / حسنت آن روز که از پرده برون خواهد شد
گر در آید بحرم آن مه من بهر طواف / سر محراب حرم نیز نگون خواهد شد
حال من دیده ز اندوه مسیحا میگفت / باز در سال دگر جوشش جنون خواهد شد
دانم از حال دل خویش که در عشق بتان / پیش ازین آنچه نگر دید کنون خواهد شد
از میان تیغ گر آن ترک برآرد بیرون / عالمی را جگر از جوشش که خون خواهد شد

فرد امید از وصیت که آید بسرم / حالم ار بیش ازین نیز زبون خواهد شد

شمع را شعله بشبهای شود از سر بلند / دود آه ماست هر شام و سحر یکسر بلند
خاک ما را تا لب بامش نشد گه رفعتی / ورنه بر دوش هوا هر خاک شد اکثر بلند
خاکساری کن که از پستی برفعتها رسی / میشود دود از زمین تا گنبد اخضر بلند
قدر دل افزود گر شد چاک از عشق کسی / شوکت خانه نماید میشود چون در بلند
مهر کن بر خاکساران تا زنی سکه بخلق / هست نام آفتاب از جمله اختر بلند
استخوانهای من آخر سوخت این سوز دلم / در نیستان من آتش شد ازین اخگر بلند
آتش من همچو شمع از جور اهل بزم نیست / از ته خاکستر دل گشت خود آذر بلند
یعنی آتش ۱۲

فرد سالک را نباید بگذرد آسایشی / هست از هر منزلی یک منزل دیگر بلند

دل دیوانه ام در قید زلفش الفتی دارد / گره تا صبح نیز از ذوق دل من حسرتی دارد
توان صبر از من التماس رخصتی دارد / تو گر آئی بهر صورت تسلی صورتی دارد
تغافل اینقدر ای لیلی از حالش چرا داری / که قیس از دولت عشقت بعالم عزتی دارد
غبارم را رسائی با هوا هم نیست تا بامش / تعالی الله چه ایوان بلندش رفعتی دارد
ندیدم نشهٔ صاف اینچنین در باده گلگون / نگاه چشم مست او عجب کیفیتی دارد
ز گلچینی چرا بر بلبل ای ظالم جفا کردی / که گفت است اینکه گل با روی خوبش نسبتی دارد
مکش بیجا بقتل عاشق جان داده ای قاتل / که آن خود مرده از بیخودی کی فرصتی دارد
قدح نوشان عشقش را مبین از چشم کم زاهد / چه میدانی که می از حکم شرعی حرمتی دارد
بگوی تو جهانی بیخود از عشق تو می آید / درین میخانه هر رندی هوای خدمتی دارد

عجب نبود که گیرد آتشی دل استخوانم را / بسوز خانهٔ همسایه آتش عادتے دارد

هوائے کوئے تو کے بعد مردن هم رود از سر / شدم گو خاک لیکن جان زارم همتے دارد

کمند زلف کس کے میزند داه اسیر تو / که نخچیر نگاهت در حرم هم حرمتے دارد

نه در معمورهٔ ماند نه با ویرانه سازد / دل دیوانه ام امروز طرفه حالتے دارد

نوید مقدم تو تا صبا برده است در گلشن / ز هر شاخ خمیده هر درختے حالتے دارد

گمان عاشقے بردی که رنجیدی ز فرد خود
کجا آن خستهٔ و کو عشق ناحق تهمتے دارد

اگر در صومعه زاهد خیال عزلتے دارد / بدل بهتر که با دلدار یکدم صحبتے دارد

گوارائے دلت گر نیست صحبت با نظربازان / دل ویرانهٔ من نیز کنج خلوتے دارد

نگرداند اگر پهلو ز اغیارم مرا این بس / که گاهے گرم آغوشی کمین هم ساعتے دارد

طمع زاهد چه دارد از زمین شوره زار خود / محبت گر نباشد فردکے طاعتے دارد

نمیگویم نظر بر چیز من گاهے نینداز د / بس است ار گوشهٔ چشمے بسویم ساعتے دارد

مده از شربت خود در بتخانهٔ تلخ کامیها / بدرد او دل من ای مسیحا راحتے دارد

گل خوشبو با آن پیراهن یوسف نمی سنجد / که در کنعان نسیم امروز دیگر نکهتے دارد

درین عزلت نشد فرد ار اسودی ز گمنامی / که چون عنقا باین عزلت بعالم شهرتے دارد

نه تنها روئے تو بہر تماشا عالمے دارد / ترا اے قامت زیبا سراپا عالمے دارد

کم از بتخانهٔ چین سینهٔ من نیست در عشقت / کزین نیرنگی جلوه دل ما عالمے دارد

بعهد تو نماند قدر حسن دلبران جائے / که یک حسن سراپائے تو تنها عالمے دارد

ز کویت رشک رضوان می برد شاید نمیداند / که بام تو ز کویت نیز بالا عالمے دارد

بسیر عالم دل هم خرام ناز کن گاهے / که هر یک پارهٔ بشکسته د لها عالمے دارد

نه من تنها اسیر دام عشقت گشته ام جانان / که از دیدار روئے تو تمنا عالمے دارد

بیان شکوه ام پیش رقیبان بس عبث کردی / که پیش دلبران این گفتگو ها عالمے دارد

بظاهر دفتر شکوه اگرچه کرد صد پاره
بدل از تو هنوز این فرد شیدا عالمے دارد

پیامے رخصت به هجر تو چه جانم بر لبم آمد / ز داغش را به غمخواری فغانم بر لبم آمد

زور دهجر تاب ضبط از دل آنچنان رفته
ز راه سینه آه ناتوانم بر لبم آمد

توان و صبر هم رفت و فغان و آه و ناله هم
دم نزع از درونم یار روانم بر لبم آمد

زجورت حال عشق من نشد بر همه ما ظاهر
ز طعن خلق این راز نهانم بر لبم آمد

نه بهر التماس رخصتی جانم بلب آمد
پی اظهار دردی چند جانم بر لبم آمد

بعشقت هیچ فرق ظاهر و باطن نمیدارم
بدل من آنچه میدارم همانم بر لبم آمد

عبث از تو نمیدارد شکایت فرد مسکینت
پس از صد جور یکبار این بیانم بر لبم آمد

بناز تو مرا تا در جناب یار حاصل بود
نهان بد عشق و هردم دولت دیدار حاصل بود

همیشه همنشینی بود و تازه گفتگو هردم
مدامم خلوتی بی خدشهٔ اغیار حاصل بود

نه پروائی ز رنج خلق و نی از طعن همسایه
چه راحتها که بی رنجی و بی آزار حاصل بود

تماشای جمالش بود و ما بودیم و شوق دل
رهائی از غم بی منت غمخوار حاصل بود

ز قصر جنتم به بود آرامم بکوی او
چه راحت بر درش در سایهٔ دیوار حاصل بود

چه استغنا که من میداشتم از دولت وصلش
ز فیض صحبت آن دلربا هر کار حاصل بود

محبت تا چنین در سینهٔ من جوشها میزد
چه مستیها که هردم بی می و خمار حاصل بود

ز دو تن ساغری پیمانه از رندان مستی
ز لطف چشم مستت نشئهٔ سرشار حاصل بود

نمی آمد بدل اندیشه از سختی دوران
بسر طولی بحل عقدهٔ دشوار حاصل بود

بجز او در خیال و خواب نگذشتی بفرد من
بخوابش نیز سیر دیدهٔ بیدار حاصل بود

اندرین سودا اگر زنجیر با من می شود
در سر گیسش دو بالا شور شیون می شود

بر مسلمانان ز گیسویت بلای تازه ایست
هر که با زلفت درآمیزد برهمن می شود

همچنین گر آشنائی با سگت چندی بماند
رفته رفته بر در تو راه دادن می شود

یا دری جستم بعقل او شد ز عشقم بر خلاف
هر کرا ما دوست می گیریم دشمن می شود

میزند راه دگر صبر و خرد در کار عشق
عقل رهبر خود براه عشق رهزن می شود

در ره عشق تو سختی آنقدر برداشتم
هردم ار گیرم بدست خویش آهن می شود

نسبت با عشقت فروغ آفتاب عقل را
گر فلاطون است عقل و کم از زن می شود

خانهٔ دل گو خراب از مدتی افتاده است
گر خرام ناز فرمائی نشیمن می شود

طرفه سحر است این زکوییت چون رود بیرون کسی
نقش پا در هر قدم زنجیر آهن می شود

گر قدم رنجه کنی گاهی درین ویرانه ام
این دل بشکستهٔ من رشک ایمن می شود

گو عصای آه می گیرم بدست خود بزور
لیک هر نقش قدم از ضعف مسکن می شود

از سر کوی جنون چون بر در لیلی روم
بند پایم حلقه های چاک دامن می شود

از کنار فرد تا رفتی تو ایجان شد یقین
همچنین پس رفتن جان نیز از تن میشود

فصل گل امسال پس با جوش و طوفان میرسد
مژده باد ای دل جنون را نیک سامان میرسد

صبح را گر دست چاکش تا گریبان میرسد
هر سحر گه چاک از جیبم بدامان میرسد

راه در شهر تو چون یابد مسلمان ای صنم
صد بلا کیشش بر دل و فتنه با ایمان میرسد

میرود دل بهر استقبال و چشمم می جهد
مژده ای جان که امروز جانان میرسد

جز شب هجرم که از طولش فلک آگاه نیست
ورنه هر شب تا سحر آخر بپایان میرسد

تا بهم شد مصحف روی تو و زنار زلف
آفت تازه بهر گبر و مسلمان میرسد

زاهدا از خلوت مشو بیرون که در شهر تو باز
آن بلا و فتنه و آشوب ایمان میرسد

گرمی هنگامهٔ روی تو تا گردون رسید
هر سحر خورشید در کوی تو لرزان میرسد

گرد باد آسا بطوف کوچهٔ لیلی هنوز
خاک مجنون همره باد از بیابان میرسد

پاره های دل از آن در سینه میلرزد نگاه
هر دم از ناوک او تازه مهمان میرسد

تشنگان آب تیغت را نظر بر خضر نیست
آب شمشیر ترا کی آب حیوان میرسد

مصر دل ز جوش سیل اشک خود ویران مکن
ای زلیخا کاروان از سوی کنعان میرسد

بر لب بام آ که در کوییت مگر دیوانه فرد
جامه خون آلوده با فوج طفلان میرسد

جان بشوق دیگی بهدست هم و دلم هم می طپید
میدهد صبرم گواهی یار بشارت میرسد

چاره عشق ای مسیحا گر توانی زود کن
از جنون ترسم که روی بی پردهٔ تنگم درد

همدمان بگذشت حال من ز اصلاح شفا
می سپارم من بدست عشق هر یک نیک و بد

سوز آه من کند تا فیر آخر در دلش
گاه گاهی این تپاک دل گواهی میدهد

گر پی صیدم هوس داری تغافلها مکن
تا رسی بر من مبادا مرغ روح من پرد

نی سبب نبود جهیدنها که دارد چشم من
امتحان دارم که روز مقدم کس می جهد

گرمی بازار یوسف از زلیخا شد بمصر
ورنه جنس بی بها جز عشق دیگر کی خرد

یکدمی بر فرد خود بنشین که بهر امتحان
از پی اخلاص بر تو سوره یوسف دمد

کار خود از دولت حسنت جهانی ساختند
در هوایت هر دو عالم از نظر انداختند

در قمار عشق تو هر پاکباز تیز هوش
بار اول نقد صبر و عقل و جان در باختند

مسجد و دیر و حرم را کار برهم خورده است
تا که ناقوس محبت بر در بت بنواختند

صومعه در عهد تو برباد شد تا زاهدان
بهر سجده طاق ابرویت مقرر ساختند

سرنگون شد قامت زیبای خوبان سربسر
رایت حسن ترا تا در جهان افراختند

از دل آباد ما ای همدم چه گویم قصه ایست
شد خراب از چند روزی تا که ترکان تاختند

چاره جز سر نهادن نیست پیش دلبران
چون برای امتحانم تیغ ابرو آختند

فرد باید دید جانان میکند منزل کجا
عالمی دلها ز غیر از بهر او پرداختند

دردا که بدرد من مسیحا نرسید
جان دادم و از لبش مداوا نرسید

ترکی که نمود دوش تاراج دلم
امروز دگر بمن به یغما نرسید

این وعده تو بمن قیامت کرده است
صد صبح شد و هنوز فردا نرسید

برخاست اگرچه ابر بهر مددش
با سیل سرشک جوشش دریا نرسید

از دست تو قتل سرنوشتم چه نبود
یکبار تیغ تو گاه بر سر ما نرسید

از من چو گذشت ناوک تو بر غیر
آمد به نشانه لیک بر جا نرسید

ای فرد مثال ریش گر شد دل تو
کز عشق بجا بجا بدلها نرسید

شب این کاشانه ام قبله نما بود
که صاحب خانه دل خود خدا بود

نمیدانم چه حالی شب مرا بود
فرازم تا سحر دست دعا بود

چه گویم شب ز میر مجلس خویش
به بزم جلوه گر آن مه لقا بود

از این بیداد تیغ ابروی تو / سر کوی تو رشک کربلا بود

مسیحا چاره دردم ندانست / که بهر من لب نوشش دوا بود

نه در همسایه ام بود و نه با من / نمیدانم دل من شب کجا بود

به عشق خویشتن دیوانه هستم / وگرنه کو دل و کو دلربا بود

به آواز دل خود بود رقصم / نه مطرب بود و نه از نی نوا بود

درین سودا فگند عشقت وگرنه / به زلف تو دلم کی آشنا بود

ز سیل اشک شب در آب ماندم / چه گویم طرفه بر من ماجرا بود

پس از عهدی به بختم گشت یاور / سر ما کور و دولت سرا بود

بگویید گر بپرسند از مزارم / بگو بیچاره اهل وفا بود

ننمودی وفا یک وعده هم / چه با عهدی که با فرد گدا بود

هر آن دلی که ز زلف تو در کمند آمد / تمام عمر درین حلقه پای بند آمد

به گلشنی نه چنین سرو سربلند آمد / به باغ حسن قدت بسکه دلپسند آمد

مرا ز مهر محبت که زندگی دارم / چه باک از سر زلف تو گر گزند آمد

ز بخت خویش ترا تا بخواب خوش دیدم / فدای خویشتنم بخت ارجمند آمد

مباد این که رود گوش من ز پند باد / به واعظان چه خرابی ز راه پند آمد

ترا ز چشم بد حاسدان چه باک ای شوخ / دلم به مجمر عشق تو چون سپند آمد

چبا عنبر از ابرو تا در رفت آتشم / اگرچه خاک شدم همتم بلند آمد

مرا حواله مکن ای فتنه پست ... / که شکرم ز لب یار نوشخند آمد

چه باک گر لب و شهد تکلم او چو نبات / حلاوت سخن فرد به ز قند آمد

جامه کان بر قد مجنون سپیدار دوختند / بعد از آن یار دگر بر قامت ما دوختند

خرقه به چاک این دست جنونم گشته است / دوستانم پاره های جیب بیجا دوختند

خلعت دولت چو بر بالای من کوتاه بود / بهر من روز ازل دامان صحرا دوختند

نیست هم سنگ گلیم و خرقه پشمینه ام / پادشاهان صد قبا گز بهر ما دوختند

عشق چابک دست تا پاره گریبانم نمود　　همدمان با تار زلفش چاک ما را دوختند
کسوت آزادگی را کے رسد دست غبار　　این قباے طرفه بهر پیرهنها دوختند

فرد تنها جامهٔ عریانی از بهر من است
ورنه هرگونه لباسے بهر تنها دوختند

در دل من آتشے از عشق کس افروختند　　مایهٔ صبر و متاع دانشم من سوختند
گرمی بازار حسنت را سبب من بوده‌ام　　عشقبازیها ز من فرهاد و قیس آموختند
پیشتر خود کن نیاز از عشق میداری دلا　　خلعت ناز از براے جامهٔ زیبان دوختند
گوهر اشکے که کردم بر سر راهت نثار　　جا ملے از آستانت مایه‌ها اندوختند

هیچکس آگه نشد اندر زنهار عشق من
این قبا بر قامت بالاے فردم دوختند

تقدیر باین گونه چو ابروے تو خم کرد　　صد فتنه بپا بر سر محراب حرم کرد
آن ناوک دلدوز تو امروز ستم کرد　　آمد بدل غیر و دلم پاره ز غم کرد
از بار گران کرد رها گردن ما را　　بشگفت که فرد تو ستم از ره کرم کرد
الفت نتوان داد دولت را بدل من　　آنکس که دلم با سر زلف تو بهم کرد
پیمان شکنا عهد من باز چه بستی　　باور نکنم لعل تو هرچند قسم کرد

از نظم پر آشوب غم تو عجبے نیست
حسان عرب را شک گر از فرد عجم کرد

بقطع منزل عشقش دل محنت کشے باید　　محبت پیشهٔ شوریدهٔ مجنون وشے باید
براه تو چو من خلقے سر امید میدارند　　به نخجیرے رهی گریه میانت ترکشے باید
نه هر یک بوالهوس را است جام عشق میخوانند　　ز دست ساقی شیرین لبے جرعه چشے باید

دل سخت بتان هرگز نگردد نرم از آهم
باین سنگین دلان اے فرد بس تیز آتشے باید

آشنا زخمے گہے با نیشتر مرهم نشد　　عمر من آخر شد و ریش دل من کم نشد
عاشقان زین پیش هم بودند لیکن نه چنین　　عاشقے همچون من شوریده در عالم نشد
کار من از دست رفت و دست هم از کار رفت　　این قدر کارے کسے از زلف تو برهم نشد

سجده گاه خلق از تشبیه ابروی تو هست
گرچه محراب حرم چون ابروی تو خم نشد
غنچه سان درد تو در دل آنچنان بنهفته ام
راز عشقت را ز حال من کسی محرم نشد

فرد
بیوجهی نباشد ربط جان را با بدن
جان آدم بی سبب در قالب آدم نشد

سخن نشنیده افتادی بعشق ای دل ز رسوایی خود
بخیر انجام باد ابلسکه بد کردی بجای خود
روا داری بمن چندانکه ای جانان جفای خود
بحمد الله فزون می یابم از جرأت وفای خود
سپردم دل بآن شیرین لب و خوردم فریب تو
چه سازد کس زند چون خود کسی تیشه بپای خود
صبا را گرچه پیمان است با خاک مزار من
مرا اندیشه می آید ز بخت نارسای خود
همانا بر سر فرهاد آمد آنچه بی تیشه
که کوه عشق شیرین را نفهمید او بلای خود
بعشقت گر بمردم بر سر کوی تو ای جانان
سبکگن دور خاکم از در دولتسرای خود
دلم صد چاک شد چون شانه تا زلفش ربوده ناله
بمحشر می برم شکوه ز بخت نارسای خود
شد از سیل سرشکم گوشهٔ دل غیرت صحرا
کنار جو مگر می داشتم یارب بنای خود
شب دیجور چه بود تا برابر زلف او باشد
که هر تاری ز زلف اوست دیجوری برای خود

له فرد
چو دیدم شهر پر از تاراج کاسه دل را
سپردم بیزرش ناکرده یکسوی بهای خود

خوشا دلی که پرورده کار تو دارد
دو چشم از بهر دیدار تو دارد
خریداری ندارد روی یوسف
ز گرمیها که بازار تو دارد
علاج درد تو کس از که جوید
مسیحا نیز آزار تو دارد
ندارد هیچ پروای بدرمان
زهی دردی که بیمار تو دارد
ندارد دردسر گاه از خماری
چه مستیها که سرشار تو دارد
چه دارد بلبل جنت عاشق تو
که طوبی رشک دیوار تو دارد
ملندارد نبات و قند مصری
حلاوتها که گفتار تو دارد
سلیمان می برد رشک از کرامت
عجب شانی پرستار تو دارد
رگ جان می شمارد رشته را
که بر پا نو گرفتار تو دارد
سری با کس ندارد فرد آزاد
اگر دارد سر و کار تو دارد

ولے دارم که سودایے تو دارد سرے دارم که غوغایے تو دارد
ندارد بادهٔ عشقت خمارے مئے بے کیف مینایے تو دارد
همیشه باد سرخوش آن سیه مست که سرمستی ز صهبایے تو دارد
سر من سایهٔ دولت پناهے ز سرو قد رعنایے تو دارد
خوشا همت بلند آن رسا بخت که روے بر کف پایے تو دارد
بنا شد رفعت طوبےٰ به چشمش هر آنکو عشق بالایے تو دارد
کسے همتایے تو دلبر ندیدم عجب حسن سراپایے تو دارد
تماشاگاه عالم چون نباشی تماشا حسن زیبایے تو دارد

چه سازد گر نگردد دشمن خود
که فرد تو تولّایے تو دارد

نه هر یک نکته دانی از سخن انداز من داند زبان ناله ام هر کس که فهمد راز من داند
کرا آگاهی از انجام عشق من کند پرسم مگر دل سوخته حال من از آغاز من داند
بنا شد آگه از حال درون سینه ام آهم ز خونناب دل من گریهٔ غماز من داند
به اندازِ متاعِ خود فگندم آتش عشقش سخن بے ساخته گویم که عشقش ساز من داند
طبیب عشق می باید که فهمد نبض عاشق را مسیحا کے ز احوال دل ناساز من داند
به آهے داستانے گفته بودم شب بگوش او که راز عشق من تا آن بت طناز من داند
مرا روشن دلے چون خضر باید رهبر ظلمات که راه آن لبان عیسوی اعجاز من داند

دلم خون گشت و بیتابی او نکردم فرد یک ناله
مبادا تا نیازم آن سراپا ناز من داند

آن شکار افگن بصحرا میرود در پیش دل از پے ما میرود
خلق را چشم تماشا سوی اوست یار چون بهر تماشا میرود
صبر یکسو میرود دل یکطرف جان من هم پیش سرو پا میرود
تا فلک آهم که میگردد بلند پیک من سوے مسیحا میرود
گریه‌هاے من چه داند آفتاب کاروان من بشبها میرود
اے صبا شوخی مکن با زلف یار اختیار از جان شیدا میرود

اے بقربان نگاه ناز تو　　صبر ما امروز از ما میرود
ناله ام در کوے او گستاخ نیست　　ورنه افغانم بهر جا میرود

صبر و جان و دل همه یکسو شدند
فرد من امروز تنها میرود

بربالین تا که آن دلبر بیاید　　الٰهی جانم از تن بر نیاید
خرام ناز و رعنائی که دارد　　چنین ها از بت آذر نیاید
چه گویم قاصدا با تو پیامے　　که راز دل بگفتن در نیاید
شکنج طره اش دام بلائیست　　اسیرش تا قیامت بر نیاید

نهادم سر بنقش پایت اے فرد
که طے راه بے رهبر نیاید

چه گویم من از آن لعل شکر خند　　نه با حلواے تر ماند نه با قند
نگوید با کسے یک حرف از ناز　　جهانے هست او را آرزومند
مزن شانه بزلف خویش بیباک　　که با زلفت دلم را هست پیوند
سر موے بکس نگشاد زان جعد　　دل خلقے ز زلفش هست دربند
بپاے خود حنا هرگز نه بندد　　جهانے خون دل از چشم ریزند
نه تنها من ز لعلش تلخ کامم　　ز حسرت دلبران لبها گزیدند
نشد زین آب حیوان خضر آگاه　　ندانم از لبش شورے که افگند
دل سنگین دلان شد پیش او موم　　بتان دعوے دل بردن ندارند
ز گویش جان بری کس کے تواند　　که باشد هر دم آنجا کشته چند
جبینش در حلقهٔ زلف سیاهش　　همه ترکان غلام روی اویند
بیندازند یارا شهسواران　　که در جولانگه او اسپ تازند

نمیدارد چو بر دل اختیارے
چه سود اے دوستان فرد را پند

فرزانگان که در ره جانانه می روند　　از خویشتن گذشته چو بیگانه می روند
زاهد براه یار نه فرزانه می روند　　چون سیل تند بیخود و دیوانه می روند

با دل شکستگان مکن ای محتسب ستیز — کز خویشتن چو از گردش پیمانه میروند
رحمی بحال بیجگران ای سنگ درشت — ساز سفر چو کرده مهیا نمیروند
وحشت برند از دل آباد بیدلان — از خانمان گذشته بویرانه میروند
زاهد بکوی میکده زینسان که می روی — رندان نه این روش سوی میخانه میروند
صد مهر گر بود بدل دلبران ولی — هرجا روند صورت ترکانه میروند
در دور چشم مست تو زهاد و صومعه — پیمان شکسته بر سر پیمانه میروند

کی میتوان رسید بآن شمع فرد من
خلقی هجوم کرده چو پروانه می روند

دل ناز پرور من هوس نیاز دارد — که بطاق ابرویت خم چو سر نماز دارد
که ربود خواب شبها که دلم ز حسرت او — بامید تا سحرگه در چشم باز دارد
همه شب بناز پیچی ز نشستان ما چهانی — کرمی نما که ما را ز گناه باز دارد
چه بلاست سوز عشقت که بهر دلی که آمد — به غمت چو شمع محفل همه تن گداز دارد
ز تطاولی که دارد بحرم کمند زلفت — بخدا که شیخ کعبه کله دراز دارد
بسر عیان عشقم ز نهفتنم چه گوئی — دل ناصبور و رسوا که نه هیچ راز دارد
چه خبر کسی رسیده خبر از دل خرابم — که دگر باین خرابه چو خیال ناز دارد
نگرش ز حال عشقم خبری رسیده باشد — که بمن ز چند روزی چو عتاب ناز دارد
تو و بی نیازی تو که نظر بمن نداری — دل من نیازمندی چو دل ایاز دارد

دل فرد چون غلامش نشود که خواجه او
ز گدازش و نوازش همه سوز و ساز دارد

دل شوریده ام احوال زلفت سر بسر داند — پریشان روزگار از حال سنبل نیکتر داند
مسیحا دست انداز علاجم کی تواند شد — ز سودای سر زلف تو آزارم اگر داند
ببزمش میبردم بیگانه وش چند آنکه نشناسد — مرا آشفته و شوریده از عشق دگر داند
زلیخا وار نادیده جمال یوسفم شیدا — ز حسن او چه می پرسی که این اهل نظر داند
شنیدم موی زلفش تا میانش میرسد زین رو — جهان از موی زلف او نشانی از کمر داند
مرا این عشق بی پروا برد چون سیل دیوانه — نه باک از خار میدارد و دل نی رهگذر داند

چه می پرسی ز راهِ وصل آن دلدار هرجائی
نیم آگه ولے دانم که فرد بے خبر داند

از منت اینک که خبردار کرد	کار مرا آه که دشوار کرد
چشم تو صد میکده بیکار کرد	کوے ترا خانهٔ خمار کرد
پیش ازین جوش نجوم نبود	اینقدر آن ابروے خمدار کرد
چشم تو آگاه ز حالم نبود	فتنهٔ خوابیده که بیدار کرد
غمزهٔ فریب تو دلم چون ربود	در شکن زلف گرفتار کرد
چاره چه جویم ز لعل مسیح	جادوے چشمان تو بیمار کرد
عقل فرو ماند ز تدبیر کار	عشق تو دیوانه بیک بار کرد
عشق جگر سوز که خونم بسوخت	بس خجل از تشنگی خار کرد
باده که بس تند به چشم تو هست	کز نگهے بیخود و سرشار کرد
کشتهٔ سفاکی تیغ توام	کوے ترا حضرت گلزار کرد
سهل بمن بود بخود آمدن	عشق تو بس عقده که دشوار کرد

اذن درت فرد ز دربان نیافت
شب بسر آخر پس دیوار کرد

بده از دست همت را که همت کارها دارد	رسی روزے بمطلبها که همت کارها دارد
مشو نومید گر امروز کارت بر نمی آید	بیابی کام خود فردا که همت کارها دارد
ولے فتح باب رزق چون عیسیٰ گرت باشد	رسد از عالم بالا که همت کارها دارد
چو موسیٰ همتے باید که علم غیب بکشاید	شود خود خضر ره پیدا که همت کارها دارد

بفردم آرزوئے بود از زنجیر زلف تو
تمارض کرد از سودا که همت کارها دارد

کوے تو بود یا چمن لاله زار بود	یا خونِ کشتگان و دل داغدار بود
خونین کفن شهید ترا بوسه داغ دل	فانوس سرخ بود و چراغ و بهار بود
دیدیم به کشتهٔ تو که از داغ عشق تو	روشن تنش بخاک چو شمع مزار بود
در آرزوے کوے تو دیدم که زیر خاک	سر تا بپاے عاشق زارت غبار بود

رسم دلم نبود که بیرون رود بشب
بازلف کس برفت وندانم چه کار بود

از دل گذشته ام که علاجش بدست نیست
دیوانهٔ کی مرا بکف اختیار بود

هر ترک خوکه آمده غارت دلم نمود
افسوس این بنا بسر رهگذار بود

دست جنون مگر بگریبان من رسید
کز جیب تا بدامن من تار تار بود

احوال چاک دل که نمودم بچشم او
بی سود شد که نرگس او در خمار بود

گو شحنه ام گرفت ولیکن چه کردمی
بی طوف کوی او بدلم کی قرار بود

شاهان که خاک درگه او سرمه میکنند
بیچاره فرد کی بدرش در شمار بود

دوای من چو دیدار تو گردد
کمین آسمان همه آزار تو گردد

ززلف خود شکن از شانه مگشا
مبادا کس گرفتار تو گردد

اگر بشناخت درد من مسیحا
همی ترسم که بیمار تو گردد

منه پا در ره میخانه ای شیخ
که رهن باده دستار تو گردد

چه خوش باشد که پرورده زخونم
گیاه خشک گلزار تو گردد

بدیوارت زنم سر تا زخونم
نشان من بدیوار تو گردد

خرامی تا به بتخانه گر از ناز
برهمن هم پرستار تو گردد

بتا بیند ترا گر شیخ و زاهد
اسیر دام زنار تو گردد

باین تقوی اگر بیند ترا فرد
یقین دانم طرفدار تو گردد

بار محنت کشیدن جانم نمی تواند
دل نیز آب گردد دانم نمی تواند

کرواز شکسته بالی عشق استخوان ضعیفم
پرواز کردن از تن جانم نمی تواند

بی سود هست گفتن راز تو با طبیبان
عیسی علاج دردم دانم نمی تواند

بعد از وفات چه بود از آب خضر چشمم
زنده ز سر نمودن جانم نمی تواند

گل در گل است شاید فردم که گرد باری
بردن زخاک کویت دانم نمی تواند

صبحدم قمری مرغ سحرم یاد آمد
دل بیتاب زیاد تو بفریاد آمد

شبنم افتاده چو دیدم بگل و سبزهٔ باغ
از گل روی تو و چشم ترم یاد آمد

سر برآورد چو از جیب خودم صبح شعور
عشق بیباک بمن بر سر بیداد آمد

ز آشیان پا ننهادیم برون سوی چمن
پر و بالی نگشودیم که صیاد آمد

کم ز طوفان نبود جلوهٔ سیل اشکم
دل ویران مرا آب به بنیاد آمد

قابل تیشهٔ عشق تو نه هر سر باشد
دولتی بود که آن بر سر فرهاد آمد

خواست نقش لب لعل تو کشیدن رزی
حیرت و بیخودی تازه به بهزاد آمد

سحر دارد غم تو هر که اسیرش گردد
همچو خورشید همه خنده و دل شاد آمد

چه هوا بود که از این عشق تو وزید
خرمن صبر و قرارم همه برباد آمد

هر که در قبضهٔ عشق آمده کی باز رهد
همچو گنجشک که در پنجهٔ فولاد آمد

سر هر عقده ز یک تیشه بفرهاد کشود
خلق دانند بلا بر سر فرهاد آمد

از خرد کار دل فرد خرابی میداشت
دیدم از دولت عشق تو که آباد آمد

بناز نامهٔ ما را نخوانده چاک نمود
هزار قصه بیک عذر ناز پاک نمود

چه فتنها بجهان آه دردناک نمود
که از سمک خبر عشق تا سماک نمود

نشان سجدهٔ ما چون بکوی خویش شناخت
ز پای خویش همه را بزیر خاک نمود

نشد ز چشمهٔ حیوان نشستن داغم
کرامتی که بآب صاف تاک نمود

شدیم خاک در او ولی نمیدانیم
چرا ز رهگذر خویش پای پاک نمود

بحال ما چو کند ابر گریه باکی نیست
که تیره روز مرا آه دودناک نمود

بناز مندیم آموخت خوی ناز ترا
ترا که شد هنر و فرد را هلاک نمود

یاد باد آن روزگاران یاد باد
بزم عیش باده خواران یاد باد

دور جام و بزم یاران یاد باد
هامی و هوی میگساران یاد باد

مجلس انسی که با هم داشتیم
هر سر فصل بهاران یاد باد

جان و دل بر آستانت باختن
همت ما جان نثاران یاد باد

از مژه جاروب کردن بر درت
خدمت خدمتگزاران یاد باد

آب در کوی تو پاشیدن ز چشم
حال چشم جوی باران یاد باد

کودکان بودند و تو بودی دلی
ترک تازی سواران یاد باد

سوز سوگ هجر تو جانم گداخت
درد سوگ سوگواران یاد باد

یکدگر را غمزدای بوده ایم
اجتماع غمگساران یاد باد

بر درت از شوق میدادند جان
چون من خسته هزاران یاد باد

ماه من همچون ستاره گرد تو
مجمع آن گلعذاران یاد باد

غمزدایها که با هم کرده‌ای
یاد با دلی غمگساران یاد باد

بیخود افتادن بیاد لعل تو
آرزوی دوستداران یاد باد

عاقبت فرد تو در کویت بمرد
از وفای خاکساران یاد باد

یارب نمیدانم که این خود دلبر من میرود
یا صبر از دل میرود یا جانم از تن میرود

دل از بر من میرود در یاد شمشادش چنان
موسی بسوی شجرهٔ وادی ایمن میرود

صد فتنه برپا کرده بر کفر و اسلام همه
اسلام از شیخ حرم کفر از برهمن میرود

عشق تو پنهان چون کنم دانی دگر نتوان نهفت
بیرون شرر چون از درون سنگ و آهن میرود

جز بستن دستم بزلفی نیست چاره ناصحا
هر روز چاک تو ز جیبم تا بدامن میرود

باشد زشی و زنی هوا اگر بسته گردد در سخن
ای فرد بی کلفت غذا در حلق الکن میرود

ماه شب افروز من از کلبهٔ من میرود
آه چون یعقوب نور از چشم روشن میرود

کی نقاب زلف باشد پردهٔ حسن رخت
روشنی از خانه بیرون راه روزن میرود

خار را بنود خلش از دامن صحرا نیم
آشتی اینجا میان چاک و سوزن میرود

عشق زلف و روی او در کشمکش ما را فگند
بس خجالتها که از شیخ و برهمن میرود

رهنما عشق است اینجا مشعل دیگر چه کار
موسی من سوی طور از راه ایمن میرود

در میان سنگ و آهن تا نهفتی آتشی
سر زلفشها در میان سنگ و آهن میرود

فتنی از کس نگیرد جامهٔ عمر یا نیم
اشک من از جیب بی کلفت بدامن میرود

یا دل فرد تو داند یا تو دانی کز غمت
صبح و شام و روز و شب خودا پنجه بر من میرود

زندگانی بسرا پردهٔ جانان باید
صرف این عمر گرانمایه بدینسان باید

بهر دیدار رخت دیدهٔ حیران باید
چشم بکشاد چو نرگس همه نگران باید

دارم آماده کباب از دلِ بریان لیکن
بچنین خوان چو سگِ کوی تو مهمان باید

حرمے نیست وگرنه دل تو قبله بس است
جلوهٔ کعبه همه جاست مسلمان باید

یار من هست بهر کافر و مسلم نزدیک
بهر دیدار ولے صاحبِ ایمان باید

آفتابی و همه ذرّه بسویت نگران
مهر تو با من و اغیار به یکسان باید

پئے جمعیت خاطر چه روم پیش مسیح
که دل آشفتهٔ زلف تو پریشان باید

دل خرابست چو شود هست امیدِ گنجے
عشق گر هست هوس خانهٔ ویران باید

نسبت موی تو با سنبل و مشک است خطا
با شبِ تار من کشتهٔ هجران باید

ذرّ منظوم خود اے فرد بهر بزم مریز
نکته‌فهم سخنت مردم ایران باید

خاک من شد گرد و گردِ من هوائے می برد
گو پریشانم کند واما بجائے می برد

از غبار تن که دامن میفشاند جان من
حسرت طوف در دولت سرائے می برد

ساربان ناقهٔ لیلے حدی ناخوانده است
بیخودانه از برم دل را صدائے می برد

نه کمند زلف و نه غمزه دل من میکشد
در رهِ بیگانه خو دخوے وفائے می برد

هان خدا حافظ که عشق افگند در بحر هلاک
کشتی ما را بسوے ناخدائے می برد

من بسودائے سر زلف کسے دیوانه ام
کو دل و صبر و قرارم از ادائے می برد

دل که می بالد بخود دردا دمی این مگر
بخت من زین راه سوی آشنائے می برد

کم مدان از صخرهٔ موسے اگر سنگ است دل
رفته رفته تا بکوے رهنمائے می برد

از غم عشقت مبادا اندیشه است افزون شود
عاقبت این غم بسوے غم‌زدائے می برد

فرد در جائے خود است و عشق او را موکشان
از دل و جان بر درش بیدست و پائے میبرد

دست من کوتاه و بختِ نارسا نقش بلند
چرخ زینسان در کمین آه از علوّ آن کمند

نیست سودائے مرا سودے زیکسا افسون و حیله
بایدا از زنجیر زلفے دادم در پائے بند

شمع فانوس است روے او ز نقابِ لطف او
خلق چون پروانه در طوفش بجانها میرفند

چشم من بدخو و یارم برقع برد از حیا　　آرزوی دل چنان و اینچنین بخت نژند
گرمی جوش طلب چون کاه می سوزد مرا　　مجمر عشق ترا تا چند باشم چون سپند
آرزو در دل هزار و شوخ بی پروای من　　اینچنین نازک مزاج و نازنین و خودپسند
ای خرد در جامهٔ عریانی من چاک نیست　　نه گریبان است و نه جیبی نه دامان است و بند
خویش را گم کرده خاک راه تو گردیده ام　　از خرام ناز سازی سر فرازم تا بچند
رنگ زرد و دیده حیرانی و لب خشک آنچنان　　کس میان عاشقانت نیست چون من مستمند
شمع گر خندد بخاک تربتم نبود شگفت　　کشت ما را حسرت بوسه ز لعل نوشخند

ای بقربان لبت نامم چه می پرسی که چیست
تو مسیحائی و من فرد غریب دردمند

حسنت از عشق من و عشقم ز حسنت کم مباد　　کار حسن و عشق تا دور فلک برهم مباد
ریش ریش از پنجهٔ شانه دل من تا یکی　　دست مشاطه بزلف تو گهی با هم مباد
بی تکلف بر دلم یا بر جگر تیری بزن　　زخم پیکان ترا گه حاجت مرهم مباد
چرخ از سنگین دلی گر خاک من بیزد بجبر　　خالی از نقش جمال تو دلم یکدم مباد
فارغ از یادش مبادا یک سر مو تربتم　　در دل او مهر من هرچند ای همدم مباد
باد هر صبح تو فرخ تر ز صبح عید خلق　　دامن تو گاه آلوده ز گرد غم مباد

صد چو من عاشق بحسن روی تو شیدا شوند
چشم تو بر مردن فرد تو به گریه نم مباد

گردش از کار عشق و گریه ام غماز شد　　ضبط ناله کردم آخر آشکار راز شد
این دل بیتاب و رنگ زرد من آفت نمود　　بهر سنگ اندازی طفلان سبب اسباب ساز شد
فتنه انگیزم جنون شد در میان دوستان　　گریه ام دیده به یاران خنده را آغاز شد
نیست اندازم که بر من بگذرد یکدم بخیر　　جور تو زینسان برون گر از حد و انداز شد
عیب نبود امتیازم گر دهی در بندگان　　نام خواجه شد بلند از بنده ممتاز شد

بندگی شایان من نبود سگ خود خوان مرا
کم نگردد از تو چیزی فرد سرافراز شد

سراپا جسم و جانم محمد　　مسلمان هستم ایمانم محمد

فزون تر از شب قدرش شمارم — شبی باشد چو مهمانم محمد ص
نباشد غیر از ینم مدعایی — که باشد ساز و سامانم محمد ص
ندارم همدمی جز یاد درویش — انیس و یار و جانانم محمد ص
برآید کاشش یارب آرزویم — کند جلوه بچشمانم محمد ص
از آن کردم ز خون خود بهاری — کند سیر گلستانم محمد ص
شبم روشن ز روی اوست چون روز — بود شمع شبستانم محمد ص

بخود ای فرد می نازم که هستم
منش بنده و سلطانم محمد صلعم

چه استغنا است خونم بر در او گر عدو ریزد — نمک بر زخم من از خنده ها آن تندخو ریزد
مبادا ای می پرستان محتسب صهبا بکو ریزد — همان بهتر که ساقی می کشان را در گلو ریزد
نباشد ای موذن کم ز بانگ حی این قلقل — بمینا چون سحرگه باده ساقی از سبو ریزد
الهی خیر باد امیر و ناصح میخانه — مبادا از خطا می در پی آب وضو ریزد
منه در کوی میخانه قدم ای محتسب گاهی — مبادا از دست میخواران بمستی آبرو ریزد
میفشان زلف ای خانه برانداز جهان هرگز — که جان بستگان زلف از هر تار مو ریزد
اگر صد ابر دریابار بارد بر سر کویش — محال است اینکه یک ذره ز خاک مشکبو ریزد
دو بخیه بشکند هر تار تا صبح تا بکی دوزد — بچاک من مگر تا کی ز سوزنش در رفو ریزد
نه بخشد تشنه را لعل تر است تسکین شراب کس — بکام از شربت وصل کسی هر چند جو ریزد
ز یک دو جام بگذشت است یارب نوبت رندان — مگر پیر مغان در کام میخواران کدو ریزد
بجان منت کشم آن غمزه و شمشیر ابرو را — بهای خون نمی خواهم اگر خون من او ریزد
شود تا کی گلویم خشک از آه و فغان هر شب — بفرما تیغ ابرو را که آبم در گلو ریزد

کند جذب محبت باز یکجا یش بکوی او
اگر ای فرد خاک من هوا هر چار سو ریزد

مزاج نازکش در یک سخن از من چنان گیرد — که بر قول رقیبان از فراقم امتحان گیرد
نباشد حاجت تیر و کمان آن صید افگن را — هزاران دل بیک غمزه چه حاجت تیر و کمان گیرد
نفس تنگی کند بر خلق از دل گر کشم آهی — جهان یکسر ز دود آه رنگ آسمان گیرد

اللهم صل وسلم وبارک وتحنن وارحم علی هذا النبی الامی [illegible]
شفیعنا [illegible] و آله و صحبه و اولیاء امته اجمعین

نه پابند مصلایم نه رهن دلق و دستارم
بجام می فروشم گر ز من پیر مغان گیرد

دل زارم گرفت و باز قصد جان من دارد
مبادا پیشش از بیم قابض ارواح جان گیرد

بجرم عشق یک عالم اسیر محتسب گشتند
ز بخت خود همی ترسم مرا هم ناگهان گیرد

شنیدم دست میگیرد ضعیف و ناتوانان را
الهی کاش دست چون من یک ناتوان گیرد

غبار من بلند از بسکه گردیده است می ترسم
مبادا بعد چندی راه دور آسمان گیرد

من از درماندگی بر رهگذار او در افتادم
که صیدم داند و شاید بپای دیگران گیرد

قضا را بر سر راهم گذر کرد آن شکار افگن
بدام زلف خود یارب مرا هم ناگهان گیرد

بجز بار غم هجران که افزون است از تابش
به عشق تو وگرنه فرد هر بار گران گیرد

آنانکه حدیثی ز لب یار شنفتند
بردند ته خاک و ز اغیار نهفتند

یاران که پیامم بتو بردند ندانم
پوشیده چه کردند و به پیش تو چه گفتند

کردند عبیری همه از بهر کفنها
خاک در تو از مژه آنانکه برفتند

پروای ز جنت نبود هیچ به آنان
در سایهٔ دیوار تو کاسوده بخفتند

چشمم ز فراق تو چه گریه که نکرده
مژگان من از اشک چه درها که بسفتند

آزرده دل از خویش نباشیست امروز
از حال من اغیار بگوش تو چه گفتند

از سیل سرشک تو به همسایه مبادا
ای فرد ز پا هر در و دیوار در افتند

هر که از خاک درت توسه پذیرش کردند
دولت عشق تو داند و اسیرش کردند

الف آه بمکتب سبقش داد جنون
قیس را چون بدبستان دبیرش کردند

نشئهٔ عشق تو هرگز نرود از سر من
می شناسم که ز باده خمیرش کردند

در قفس هم نیم از سهم حوادث ایمن
با لهایکه فشاندیم به تیرش کردند

تا چو نی سوختم این نکته نفهمیدم
آتشی بود که پنهان به نفیرش کردند

در دلش عیب کسی نقش نگیرد زنهار
هر کرا صاف چو آئینه ضمیرش کردند

فتنه برپاست ازین شهر کسی چون گذرد
فرد میرفت براهی و اسیرش کردند

عشق با من بے نیازی میکند
چاره ام از جان گدازی میکند

قاصد اگر می کند رنجه قدم
بنده ام بنده نوازی میکند

می کند بر حال زارم گر نگاه
خواجه ماست و سرفرازی میکند

حسن او گو بے نیاز از عشق ماست
همچنان دل عشق بازی میکند

در پناه شیر یزدانم چه باک
گر فلک روباه بازی میکند

فرد

ریزد از خنده نمک بر زخم من
بهر این چاره سازی میکند

همرهان درد مرا نشناختند
آرزومند مسیحا ساختند

پاکبازان در قمار عشق او
جان و دل در بار اول باختند

تیغ ابرویش ندیده عاشقان
سر بزیر پاے او انداختند

راه پیوندی چه جویم با بتان
بر نگاهے تیغ ابرو آختند

نیست جز ویرانه از نام دل
دلبران ترکانه بیجا تاختند

شیخ از کعبه منه بیرون قدم
رایت خوبی بتان افراختند

فرد

اشک شور از چشم می آید
شایدش دل چون نمک بگداختند

سرم شوریده از روے محمد
دلم آشفته از موے محمد

بجز نامش نخواندم هیچ حرفے
فغان من همه هوے محمد

بود چشم مرا کحل الجواهر
غبارے از سر کوے محمد

جنون عاشقان را دست بندے
بنا شد بهتر از موے محمد

قرار بیقراران محبت
بظل سرو دلجوے محمد

چه می پرسی مسیح از شربت من
شفای من ز داروے محمد

بود قند آفرین در کام عالم
حدیث لعل خوش گوے محمد

نسیم از کاکل او عطر بیز است
شدم زنده من از بوے محمد

ز زلف مهوشان دل بر کشیدم
دل من میکشد سوے محمد

وفا کیشان او را طوق گردن
بود از حلقهٔ موے محمد

اللهم صل و سلم و بارک علی سیدنا [illegible] علی آله و اصحابه

تو و طاق حریم کعبه زاهد
من و محراب ابروی محمد
سرم را بالش رحمت تمنا است
زساق پا و زانوی محمد
قمیص از رشتهٔ جانم بدوزید
رسد شاید به پهلوی محمد

به جنگ فرد من ناصح میندیش
که دارد زور بازوی محمد

ز زلفت عالمی زنار بستند
جهانی از جهالت بت پرستند
ز خلوتخانه چون بیرون نشستند
در تقوی بروی خلق بستند
ز چشم مست و مستانه خرامش
هزاران زاهدان توبه شکستند
کمان ابروی خود چون نمودند
جگرهای جهانی را به خستند
ز تاز توسن ناز تو شاهان
به راه عاشقی از خاک پستند
ز سحر چشم تو جادو نگاهان
بگوییت نیم جان یا کشته هستند
اسیر دست غم گشتند آخر
ز راه تیر تو آنانکه جستند
بشفقت نازشی دارم که خلقی
ز پی فکر جهان یکبار رستند
مکوش ای محتسب در عیب رندان
که مستان میٔ روز الستند

ز دست خود چو جام باده دادند
چرا تهمت به فرد خویش بستند

اگر آهوی مشکین عنبرین زلف ترا پوید
ز کویت از خطا هم که نه در راه ختن پوید
سر من بر درت تا آشنائی نقش پایت شد
درون کعبه هم در سجده آن نقش ترا جوید
چرا در بزم رندانه نگویم راز خود ناصح
نهادنها چون سازم آن راز که مطرب فاش میگوید
نشد سرسبز اشک من بتاثیر دل سنگش
بلی از کشتن دردانه‌ها سبزه کی روید

یکی جور رقیبان و دگر هجر آشنا جداگانه هم
همان بهتر که این فرد تو دست از جهان خود شوید

آنانکه جان به وعدهٔ وصلت فدا کنند
یکبار اگر به جلوه در آئی چها کنند
چشمان تو چه فتنه بعالم بپا کنند
پیدا ز یک نگاه هزاران بلا کنند
بند قبا اگر بگشایند گلرخان
صد جامهٔ خرد که به یکدم قبا کنند

آمین بگو چو بهر تو عشاق صبحگاه
دست دعا فراز بسوے شما کنند

ساقی مے صبوح کہ رندان دم سحر
بہر بقاے این در دولت دعا کنند

عہدے بنا شد آنکہ نسازند عاشقان
این دلبران چو وعدۂ خود را وفا کنند

کار من گدا بکن از لطف چون بتان
باشد کہ کار خلق براے خدا کنند

چون فرد کے دمے ز خیالت جدا شوند
آنانکہ ورد نام تو صبح و مسا کنند

واعظا تا بہ چند گفت و شنود
بحث بیہودہ در دسر افزود

نیست گوشم بحرف طعنہ زنان
مے بجام بریز ساقی زود

بادہ بے کیف کے حرام بود
ہست منکر لربہ کہ شنود

ان للمتقین اعنابا
چونکہ از سورۂ نبا بشنود

محتسب را بریدہ باد زبان
کہ بطعن شراب لب بکشود

می گسار اند متقی لاریب
او ز قرآن عبث خلاف نمود

بر می و مے پرست طعنہ زدن
ہیچ در عاقبت ندارد سود

چون درآیم بروضۂ رضوان
لطف بادہ زیادہ خواہد بود

تو بیاندیش حرام شوی
من و حور و شراب بربط و عود

می نصیب بہشتیان باشد
راست میگو بیست کہ حق فرمود

فرد تا چند بحث با زاہدان
خامشی ہست بہر تو محمود

تا ہست جہان بزم رندانہ سلامت باد
پیمانم اگر بشکست پیمانہ سلامت باد

گر محتسب شہرم بشکست سبوے مے
بہر وے بمیندارم میخانہ سلامت باد

ہمدم چہ دہی خوف از خونخواری عشق او
من گرچہ روم از جان جانانہ سلامت باد

دارد غم عشق او جا در دلم از عمرے
تا خانہ بجا ماند ہمخانہ سلامت باد

تا شد دل ویرانہ گنجینہ درد او
معمورہ نمی جویم ویرانہ سلامت باد

باشد چو ز دیوانہ آبادی کوے زلف
زلف تو و این فرد دیوانہ سلامت باد

ردیف الذال
۲ غزل

لعل لب تو هست ز خرمای تر لذیذ	گفتار تو چرا نبود از شکر لذیذ
در مشربی که نیست ز خون جگر لذیذ	زهری ز دست یار بود از شکر لذیذ
دشنام تلخ از دهنت هست چون نبات	از خنده ده شکر که شود بیشتر لذیذ
از بهر تلخ کامی صاحب مذاق عشق	جز شربت وصال نباشد دگر لذیذ
زان پیش ناوک تو نهادیم لخت دل	باشد لضیف گرسنه بس ماحضر لذیذ
از درد دل چه آگهی ظاهر پرست را	آری بکرم به بود از گوشت پر لذیذ
از هجر تو تلخی جان کند نم هنوز ز	از قند لب بکن دهن مختصر لذیذ
فاقه کشان وصل چه غمها که می خورند	آری به عشق زهر بود چون شکر لذیذ

بگذر ز وصل و هجر گرای فرد عاشقی
تا بر تو نوش و نیش شود سر بسر لذیذ

برای من نه بدست سوی آنچنان تعویذ	ز نقش نام توام بس بحر ز جان تعویذ
ز چشم بد رخ خوب ترا خطر نبود	که خط بگرد رخت بس پی امان تعویذ
دلم مباد ز نقش جمال تو خالی	که هست بهر من این نقش هر زمان تعویذ
ز سجده تو نشانی که بر جبین دارم	بس است درد سرم را همین نشان تعویذ
چو نقش نیست بهر پاره دل عاشق	سزد بزلف به بندی و بر میان تعویذ
نگاه کردی و بیمار چشم زخم شدم	ز نقش بوسه لب داده به نیم جان تعویذ
نه نامه ایست که قاصد ز تو بمن آورد	رسیده سوی من از یار مهربان تعویذ
بگیر بازوی همت که مانده ایم و بود	چو دستگیری تو بهر ناتوان تعویذ

نهی ز داغ غلامی چو سکه ام بجبین
به فرد بس بود از چشم حاسدان تعویذ

ردیف الراء
۱۵ غزل

بشکنم تا کے بہار خویش از خون جگر
آتش عشق تو نتوان کرد سرد از چشم تر

پنبہ بر اخگر بود گر بر دلم دستے نہند
از علاج من مسیحا میکند از بس حذر

شربتے از لعل نوشینت بود درمان من
یافتین نتوان مگر خود دولت آید اگر

از زمین بالا کشیده فتنہ بالاے تو
از نگاہے کرده ہفت آسمان زیر و زبر

غمزه ات شد درمیان او عہد لعل تو
از فریب لب وگرنہ داشت دل زاول خبر

از دلم گم گشتہ در زلفش مگر گیرم سراغ
خم بخم حلقہ بحلقہ مو بمو و سر بسر

نالہ شبہا کردم و بے رحمیِ تو ہمچنان
یا دلت خارا است جانان یا کہ آہم بے اثر

رفتہ رفتہ از مژه اشکم بدامانم رسید
طفلکے آرام چون گیرد بداماں پدر

از مژه بر رخ فتاده و ز رخ من تا بجیب
آخر افتان دامنم بگرفت آن نور بصر

می برد از دل خیال تو غم دوری چنان
چون لقاے آشنا در غربت و جاے سفر

اینچنین نازک میانے کے بود اندر جہان
تاب بار نسبت موے ندارد آن کمر

[illegible]

فرد را شناسم اما اینقدر دانم کہ شب
بود در کوے تو افتاده کسے بیرون زدر

حال من اے شمع گو از شام گفتی تا سحر
گفتہ شد طومار سوداے من اما مختصر

می توان از روزن دل دیدن تا بے رخش
چاک زن در دل کہ بنود بہ ازین راه دگر

ثمره سوداے عشق است این کلوخ کودکان
کے کنند آزار سنگ کس درخت بے ثمر

سایہ افگن از وفا بر عاشقان خویش باش
کس نیاید زیر آن نخلے کہ بنود برگ و بر

حیلۂ خواب آر و بند و بمجلس چشم خود
باز گرداند ز من رو گر فتد بر من نظر

این دل سردم ندارد جز عشقت مایۂ
گرچہ باشد گرمی بازار مردم از ہنر

راه نزدیک است از چاک گریبان تا بہ یار
غیر ازین نبود ره دیگر قریب و بے خطر

نیست نقصانے اگر بگرفتے دل میبردم
خضر از علم لدنی شد بلو سئے راہبر

کے دل من از پے سامان پریشان میشود
تاب جمعیت ندارد عاشق شوریده سر

نامہ ام شاید نخواند حرف حرف از ناخوشی
عرض حال من زبانی نیز کن اے نامہ بر

گوشہ میسر داشتم دل نام کز جور بتان
شد چنان ویرانہ اکنون می نیاید رہگذر

فرد خود را گم کن اول تا رسی در کوے یار
نیست بہر وصل او راہے ازین نزدیکتر

من دل بزلفش داده ام او داده دل جای دگر
من بستهٔ زنجیر او او دل بسودای دگر

دار دلبقید زلف او دل جوش سودای دگر
هر صبح شور محشری هر شام غوغای دگر

باز آمدم دیوانه وش با جوش سودای دگر
زنجیر و یک محشر بپا و ز خلق غوغای دگر

من چشم بر روی دوخته او بر تپید بهای من
من در تماشای دگر او در تماشای دگر

در کعبه و بتخانه ها سر را نمی آرم فرو
ترک فرنگی زادهٔ من دارد کلیسای دگر

تو از شب گیسوی خود گر افگنی سایه بخلق
گردد فرامش چرخ را امروز شبهای دگر

از لطف ای باد عرب یکدم برو بر چرخ و گو
کای عیسی گردون نشین دارم مسیحای دگر

کو آسمان پنهان کند خورشید را اندر بغل
دارم ز مهر روی او صبحی و فردای دگر

یارب کلام فرد من شعر است یا افسون سحر
یا معجز عیسی لبی یا شوق افزای دگر

ای دست من گرفته بجرمم دگر مگیر
از بستگان دامن دولت حذر مگیر

چون عاقبت بدست تو کارم سپرده اند
ای کارساز از تو که گفته خبر مگیر

بود و بقا و عزت دنیا و دین من
باشد همه ز سوی تو ام باز بر مگیر

صد بار جرمم ار فگند دور از رحمت
هر بار دست گیر و ز من دست وا مگیر

ای دامن تو پاک ز آلودگی همه
عیبم بپوش و سایهٔ خود را ز سر مگیر

تر دامنیم و دیده تر و دل پر از هوس
هان چشم خویش باز ازین چشم تر مگیر

گیری اگر بجرمم همه عیب و بدترم
هستم چو من از آن تو با این هنر مگیر

افتاده ام براه گذار تو یا حبیب
ترک گذار خویش ازین رهگذر مگیر

تو افسر جهانی و من سر بپای تو
ای تاج عارفین ز تو پا [illegible] مگیر

خود را سپرده ام بتو سپاریم بمن
بهر خدا بتیغ قضا هم سپر مگیر

هستم غریق معصیت از پای تا بسر
مپسند خواری من و جرمم ز سر مگیر

گیرم اگر بجرمم بگیری سزا بود
بگذر ز لطف خویشتن از من درگذر مگیر

بگرفته تا بکی دلم از آه بی اثر
دل از برم مگیر و ز آهم اثر مگیر

مسپار بیش بخویش چو خود را بتو سپرد
جانم که خسته است از آتش بتر مگیر

زنهار ازین حصار تجسس برون میا
یک ناوک زمانه ولا بر جگر مگیر

هرگز جدا مباد ازان آستان سرت — از در گهش گذشته دگر گاه در مگیر

دست دعا بر آر به پیش نجیب فرد
منت مکش بخضر دگر راه بر مگیر

تو آفتابی و من سایه پس دیوار — اگر تو بر سرم آئی کجا مراست قرار
وجود سایه خود از آفتاب می باشد — بود چه گونه به پیش وی از خودش آثار
همان به است که خاموش گوشه باشم — لب خموش کند مدعای من اظهار

اسیر گیسوی خوبان هند شد فردم
که رام ناشده دادند دربرش زنار

سحر وزید درین بوستان هوای بهار — کجاست بلبل شیدا شود فدای بهار
سحر رسید بگوشم از چمن صدای بهار — دماغ تازه شد از بوی دلگشای بهار
نوید میرسد از گل بگوشم از هر سو — ز یاد [illegible] سپاس رایم از برای بهار
قدح بنوشم و سرخوش ببوستان بروم — ز سیر برون نکنم فکر ماسوای بهار
رسید موسم گل هیچ غم ز جان نکشم — برانگیزیم ز دل هر سری سوای بهار
بحق خدمت پیر مغان و صحبت می — خوشا سحر که شود صرف در دعای بهار
صبا بخنده صبح و ببوی گل سوگند — که در سرم نبود هیچ جز هوای بهار
هزار آل سلیمان بگنج باغ فداست — بتاج زر لقد و حشم شکوفهای بهار
همیشه دست خزان باد زین چمن کوتاه — فغان بلبل شیدا بود نوای بهار
بود ز فیض نجیبی چمن مدام آباد — که نغمه سنجی بلبل بود ثنای بهار
سزد که لقد دل خود چو عندلیب آرم — حضور شاخ گل و لاله رونمای بهار
ز آب باده لبش تر حضور ما ساقی — حباب وار بود در سرم هوای بهار

چو عندلیب غزل خوان به بوستان نجیب
بباش فرد همیشه غزل سرای بهار

[illegible] دل شود پیش پای تو نثار — ای صبا خاک در حضرت مودود بیار
[illegible] ازان خاک تمنا دارم — ای خوشا جا که مشرف شده از شرف گذار
[illegible] پای حضورش برسان — سوختم از غمت ای ابر کرم باز ببار

همتی بدرقهٔ راه ضعیفان فرما / دور افتاده براهیم از آن شهر و دیار
جلوه فرما تا تماشای من و کلبهٔ من / کردم از خون دل و دیدهٔ خود رشک بهار
ساقیا جرعهٔ از لعل لبش ریز بکام / بادهٔ وصل تمناست پی دفع خمار

سطر با این غزل از فرد بخواجه برسان
کز من بنده بیادش دهد این نالهٔ زار

شد هدف امشب دلم از تیرانداز دگر / تیر او دیگر کمان دیگر انداز دگر
ساقیم آراست شب بزمی بطرز تازهٔ / جام دیگر می دگر مطرب دگر ساز دگر
یوسف مصری ندارد همسری با حسن او / شوخی او دیگر و عشوه دگر ناز دگر
محرم راز دل عشاق نبود دیگری / راز دارم دیگر و دل دیگر و راز دگر
تیغ ابرو آخته صفهای مژگان یکطرف / باز می آید بمن آن شوخ با ساز دگر
منت لعل لب خوبان عالم چون کشم / عیسی ما دیگر و لب دیگر اعجاز دگر
با سلامت چون کسی جان را ز کوی او برد / ابرویش خونریز و چشمش فتنه پرداز دگر
کی توان گفتن به محفل با رقیبان راز دل / رازهای دیگر است اینجا و دمساز دگر

کشته باشی صد هزاران را به شمشیر نگاه
لیک چون فردم بنا شد هیچ جانباز دگر

عشق میدارد سبو و جام و مینای دگر / نشئه اینجا دیگر و ساقی و صهبای دگر
هر دلی از یار در رویت در تمنای دگر / هر کسی از فکر گیسویت بسودای دگر
هر دلی از گرمی عشق تو در سوز دگر / هر سر از نیرنگی حسنت بسودای دگر
در تجلیگاه او از سوختن جانان عشق / هست در هر وادی طور و موسای دگر
رشک صد سرو چراغان شد دلم تا پاره شد / هست در هر پاره از حسنت تماشای دگر
کی ز هر شیرین لبی می آید اعجاز مسیح / کاینچنین لب دیگر است و هم مسیحای دگر
نیستم پابند هر یک سرو آزاد چمن / سرو دیگر باشد و آن سرو رعنای دگر
شربت اعجاز هر کس چه سازی ای طبیب / بهر خود دارم لب اعجاز عیسای دگر
دل بدست طفل شوخی داده گشتم بیخبر / میزنم رای دگر او میزند رای دگر
صد هزاران عاشق جانباز خواهد شد مگر / بعد ازین چون من نخواهی یافت شیدای دگر

درد سر چندین چرا بهر علاجم ای مسیح / دارم این درد دل خود را مسیحای دگر
دست بردار و برو از من ای عزیزانم کنون / هست این مصر دلم را کار فرمای دگر
راست کی می آید ای قمری ز سرو تا کار من / باغ اینجا دیگر است و سرو رعنای دگر
من روم راهی دگر او بر رهی دیگر رود / من بسوی او روم او میرود جای دگر

فرد

بیان کرده بود آن شوخ کاید امشبم
این شبم یا رب مبادا همچو شبهای دگر

گشته‌ام من بجستجوی آن پریرو چار چار / همچو از دیدار دربندش شدم دیوار دار
درد و آه من که شب بگذشت پیش روی او / جست از شوخی ز جای و گفت آری مار مار
شمع را میگشت از طفلی و می افروختم / یکدم از آرام ننشستم ز خشمش بار بار
در قمار عشق بودم هار هر دار پیدا اشک / خنده زد بر دامنهای اشک و گفت این هار هار
گفتمش سیل سرشکم بعد چندین سال باز / جوش زد گفتا که بود اینچنین هم پار پار
تار تارم گشت در عشق تو تار هر رگی / چند داری همچو موی خویشش آخر تار تار

فرد

چون ناف بریده شد زبان شاعران
هر که آه گرم تو بشنید گفت نار نار

غیر جرم عشق از من نیست تقصیری دگر / بهتر از زنجیر زلفت نیست تعزیری دگر
بهر دل امسال خواهم کرد تدبیری دگر / میدهم در فصل گل بنیاد زنجیری دگر
پیش و جوش جنون از [illegible] زنجیرم فزون / ای مسیحا بایدم از زلف زنجیری دگر
خانهٔ دل گشت ویرانه ز جور دلبران / بایدم عمری که سازم باز تعمیری دگر
از گران جانی من ای سنگدل بی رنج چیست / این من و این سر زاهد و باز شمشیری دگر
گر نگه در دیده کردن [illegible] جرم من است / ای کمان ابرو بزن ترکانه یک تیری دگر
لوح دل دارم خراب از جلوهٔ تیر نگهش / بسته گردد هر زمان نقشی و تصویری دگر
سر نوشتم بود عشقت کرد فتنا عاشق شدم / نیستم گر بر رضایت ساز تقدیری دگر
از وطن بگذشته ز آب چشم و خاک کوی او / میکنم در رهگذارش طرح تعمیری دگر
چون نگه پیر [illegible] انداز درست / عهد در میخانه می بستیم با پیری دگر
گرچه سوز عاشقان میکند [illegible] کباب / لیک سوز و آه فرد راست تاثیری دگر

بهر من دیوانه زنجیر بپا بهتر / تدبیر چنین سودا زان زلف دوتا بهتر

گر بسته زکف پایش هر درد مرا بهتر / بهر دل بیمارم آن خاک شفا بهتر

دیوانگی ما را از زنجیر بپا بهتر / سودای مرا پیچید از زلف دوتا بهتر

خونم نه شده گاهی زیب کف پای او / زین خون که همی گریم صد گونه حنا بهتر

آن حسن که زکوی تو آرد نسیم بادی / از صد پر طاوس است از بال هما بهتر

رفتم پی درد دل درمان طلبا زعیسی / فرمود نخواهد شد در دست دوا بهتر

منت نه کشد چشم از طور پی سرمه / گر خاک درت گردی پابسته صفا بهتر

جانان نکنی هرگز چشمی زحیا سویم / از بهر بتان شوخی زین ننگ حیا بهتر

داری همه خوبیها ای عهد شکن لیکن / خوبی نبود هرگز از خوی وفا بهتر

ای کرده گرو خود در میکده عشقش / شکرانه بزن ساغر کاین هست ترا بهتر

چون شاه شکن خرقه وامیست زتزویری / رندی و قدح نوشی زین زهد ریا بهتر

عشقش کشدم سوی تا صبح بروم سوی
ای فرد چه فرمائی تو در حق ما بهتر

پیشش من آمد زهره جبینی لاله عذاری سیمبر / سحر و فتنش برده دل من فتنه من کرد آن دلبر

خاک در او سرمه چشمم قبله جانم کوی او / غیر حرمش کعبه ندارم چون بگذارم من آن در

تیغ دو ابرو آخته آمد سر بنهادم پیشش او / کی بگریزم از ره عشقش ار ره کشندم گر بر سر

ماه کمینه چاکر حسنش مهر غلام روی او / شمع ستاده پیش رخش از حیا خجلی عاشق کمتر

وه چه بدنام هوسش ابلیس کشاکش مخلوق / چشم و چراغ عشق هر دو دل هر کس تو حسن لبیر

چاره نماند ای فرد که آمد لشکر عشقش یکسان
مایه صبر و عقل و دل و دین رفت بغارت زین لشکر

بشکنم خود را به توبه امتحان چندی دگر / بعد ازین ما و در پیر مغان چندی دگر

سوده ام در خواب سر بر آستانی سوده ام / می‌نهم سر باز بر آن آستان چندی دگر

بار این سجاده و زنار افگندم ز دوش / می‌کشم بار سبوی میکشان چندی دگر

وصل یکدم کی دهد تسکین بدرد هجر من / چون کرم کردی بیا بنشین بر ما مهربان چندی دگر

بر زمین دارد سر تسلیم جلوه طوفان نوح / باز زیر آب خواهد شد جهان چندی دگر

جز کفِ خاکی نه بینی از من ای بی‌مهر من — اگر بدین گونه بگردد آسمان چندی دگر

فرد این انداز عشقت شد پسند طبع یار
بایدت بودن برین ره همچنان چندی دگر

جنونم کم نشد ناصح ازین گفت و شنید آخر — که دیگر بر سرم فصل بهار گل رسید آخر
بران عهد تو من از شام ماندم بر سر راهت — شبم آخر شد و صبحی نه از رویت دمید آخر
منت دامن بسوی خود کشتم تو دل کشتی از من — دلت از نازکی زین کشمکش از من کشید آخر
بدیر ای صید افگن آمدی از تو خجل گشتم — که مرغ جان من از آشیان تن پرید آخر
هر آن فتنه که گاهی سر نزد از هیچ معشوقی — ز که آموختی جانان که شد از تو پدید آخر
نشاند در بر تو روشن تا که شمعی حال سوز من — زبان شمع را گلگیر پیش تو برید آخر
تغافل کرده از خاک مزارم گو گذر کردی — غبار تربت من در رکاب تو دوید آخر
بذوق آب تیغ تو بهر با نگاه تو رفتم — ز بخت نارسا از ضعف ماندم بس بعید آخر
تغافلهای تو خونریزتر از غمزه ات دیدم — که از جان رفتم و چشمت بسوی من ندید آخر
که میدانست بار عشق گیرد این دل نازک — ولی این مشت خاک آن بار کوهی بر کشید آخر
بخاک کشتگان از دامن خود سایه افگن شد — بسوی من چو آمد دامن از سویم بچید آخر
چه سازم با دل سنگین تو کز ناله شبها — فلک آمد بچرخ و صبح جیب خود درید آخر
مکن تکیه ببازوی کسی گو بس سبکباری — که شاخ نرم هر گلبن ز بار گل خمید آخر

نگاه از کاوش مژگان او میداشت دل فردم
مگر بخشش خلش میداشت کاین خارش خلید آخر

ردیف الزاء

۹ غزل

من ز جان رفتم و از یار عتاب است هنوز — صبح محشر شد و آن شوخ بخواب است هنوز
شرح حال دل غمگین چه نویسم قاصد — نامه شوق مرا چاک جواب است هنوز
من برآنم که نوازد به تبسم گاهی — او بروی دگران محو خطاب است هنوز
گر بیا سیکم آخر نمک خنده بریز — که دل از آتش عشق تو کباب است هنوز

بر سر خاک من ای شوخ گذر کن گاهی + کز قدوم تو مرا چشم ثواب است هنوز
گرچه پیرم قدحی ریز بکامم ساقی + در سر من هوس عهد شباب است هنوز
ز آتش عشق تو می سوزم و چون شمع مرا + پای تا سر همه تن غرق در آب است هنوز

فارغ از حال دل فرد نمی باید بود
کز برای تو چنین خانه خراب است هنوز

از تو چندان محو لذتهای بیدادم هنوز — جان بشیرین تلخ می آید بفریادم هنوز
من تغافل کشتهٔ صیاد بیرحم خودم — موسم گل آمد و من رفته از یادم هنوز
همتی ای ابر مژگان کز غبار خاطرش — من به جمع عشقبازان خاک بربادم هنوز
میتوان شد باز صید او قفس گر بشکند — دام بردوش است سوی باغ صیادم هنوز
رحم بر حال دلم ای جوش سیلاب سرشک — در میان پخته کاران سست بنیادم هنوز
ما ز خود رفتیم و زنجیر جنون در پای من — در بند — شیونی دارد که من پابند فریادم هنوز
شد سیه از مشق آهم صفحهٔ روزم چو شب — همچنان سرگرم تعلیم است استادم هنوز
میکنم سیلاب اشک خود روان از راه چشم — نگذرد تا دل کزو من خانه آبادم هنوز
گرچه صد سنگ ملامت آید از ناصح مرا — یک غمم نبود بعشقت همچنان شادم هنوز

فرد می بندم دل خود را بگیسوی کسی
کاندرین قید خرد خود رای و آزادم هنوز

می ز لعلش می چکید و مست ازین یادم هنوز — خنده زیر لب زد و من محو فریادم هنوز
شب به بزمت باده خوردم مست از یادم هنوز — تا سحر گر لب نکیدم محو فریادم هنوز
بر گرفت آن مه لب و من محو کامم آنچنان — در خیالش بر لب تو بوسه بیدادم هنوز
برق جولان نیست بر گردون ملائک را ز شوق — جبهه بهر قصد برای سجدهٔ آدم هنوز
پرتو حسنت چنین قالب آدم چو شد — بوی جان می آید از خاک تن آدم هنوز
کی پسندد حرف وصل آن شوخ شیرین لب ز من — نقطهٔ شک می نهد از ناز بر صادم هنوز
عمرها بگذشت و در فکرم چرا من آدم — جلوه گر هرگز نشد سوی لذ ایجادم هنوز
کرده ام پیدا به عشقش رسم و رسمی تازه — در لحد مجنون فغان دارد ز ایجادم هنوز
تنگ می آید قبا از دولت وصلش به بر — همچنان ای فرد محو در چشم بهزادم هنوز

مردم و سوز غمت در پی ساز است هنوز
استخوانم به لحد صرف گداز است هنوز

انتظار تو مرا کشت و نکردی گذری
در لحد چشم بامید تو باز است هنوز

عمرم آخر شد و زلفت بسر فتنه همان
شب بسر آمد و افسانه دراز است هنوز

گر بمیرم تنه خاک درخویشش بسپار
که بدرگاه تو ام روی نیاز است هنوز

بیت

خاک شد گرچه تن از جور حوادث لیکن
جان محو و چنان محو ایاز است هنوز

قطع این سلسلهٔ موج تو ای اشک مباد
دامن از خون دلم لاله طراز است هنوز

آن تطاول که ز زلف تو کشیدم بشبی
کی توان گفت که این قصه دراز است هنوز

باد گر قند لبت چند دوای تلخی
من بجان آمدم و خوی تو ناز است هنوز

فرد در طاق دو ابروی تو چون خم نشود
دل که محراب حرم خم نماز است هنوز

چه قدر رفته ببازار تو گرم است هنوز
محتسب راز در میکده شرم است هنوز

بس خطا نیست بلعل تو چه نسبت که عقیق
سنگ سخت است و لب لعل تو نرم است هنوز

بزم افسانهٔ پروانه چو شد سرد چنین
مجلس شمع ندانم ز چه گرم است هنوز

از لب تو چه حدیثی به چمن گفت صبا
غنچه را از دهن تنگ تو شرم است هنوز

چشمت از ناز چه خمخانه که در جامم ریخت
کز الست است چنین فرد تو مست است هنوز

هست خمها گشاده هنوز
می کشانند دور باده هنوز

صوفیانند جبه و دستار
خرقهٔ ما است رهن باده هنوز

رفته مجنون در سر بازار
هست افسانه ام زیاده هنوز

طاقتان در رهش سوار انند
در ره عشق من پیاده هنوز

بر امید قدوم او به رهش
سایه داریم سر نهاده هنوز

عالمی نقش مدعا دیدند
لوح ما مانده است ساده هنوز

اختیار من است از دو ستش
کار من هست بی اراده هنوز

دور جام است و میکشان مدهوش
من بپای خمی فتاده هنوز

گام منزلها زد و فرد اینجا
من چو نقش قدم فتاده هنوز

مجلس شب کنون بسر آمد	قصه ما بسی زیاده هنوز
لاف تقوی ز محتسب چه زنم	هست بر دلق داغ باده هنوز
شمع از سوز من چه می پرسی	بر درش هستم ایستاده هنوز
تا گدای حبیب خواندم	در رهش هستم افتاده هنوز

فرد

بربود از خودم آن شوخ
جز غم در کام من نداده هنوز

من بکار خویش حیرانم هنوز	اسم و اسم خود نمیدانم هنوز
دفتر عمرم بسی پارینه شد	ابجد عشق تو می خوانم هنوز
مشت خاکم در رهت برباد شد	آتش تو نیز در جانم هنوز
بلبله ها پیش سگان می افگنی	من چنان سوی تو نگرانم هنوز
از تبسمت غنچه ها خندان شدند	من ز هجران تو گریانم هنوز
تفرقه در دل شد از سامان جمع	همچنان در جمع سامانم هنوز
عکس رویت آینه در خویش دید	من به بخت خویش حیرانم هنوز
چاک شد دامان صبر از دست عشق	سر ز حیرت در گریبانم هنوز
تا به سینه ابرویش فکرم نرفت	نا مرتب ماند دیوانم هنوز
شد قبا صد جامه ناموس و ننگ	من بفکر جیب و دامانم هنوز

فرد

ابتدا آموزم بدرس عشق
مطلع ابرو ش میخوانم هنوز

توبه ز محتسب شکست امروز	یار آمد به چشم مست امروز
شیخ خلوت نشین ز سرمستی	بر در میکده نشست امروز
بشکند دست محتسب کو سنگ	جام در دست من شکست امروز
چشم مست تو فتنه ها انگیخت	زاهد انند می پرست امروز
بهتر از جام کوثر خلد است	ساغر می مرا بدست امروز
شب در خویش بر رخم نگشاد	تهمت غیبتم به بست امروز
رشک اسکندر و سلیمان است	هر که در کوی یار هست امروز

بفلک سر کشند چو نخل آنکو — بزمین شد چو تخم پست امروز

دست بردار شیخ از فردم
کو مرید مغان شده است امروز

مرا یاریست از قامت بلاخیز — ز ابروی خمیده ترک خونریز
ز ابرو یار من ترکی است خونریز — ز قامت فتنه انگیز و بلاخیز
جهانی تیغ ابرو ترک و سفاک — بسفاکی ز تیغ تیز هم تیز
بتی توبه شکن توبه فریبی — به کیش دین پرستان فتنه انگیز
نگاهش ناوک دلدوز عشاق — ز لب از آب حیوان آبروریز
ز چشم آشوب جان زاهد و شیخ — نگه شکننده تقوی و پرهیز
زره غارتگر بنیاد تقوی — ز مو در رنگ ایمان کفر آمیز
شکر چون از لب شیرین فروشد — به بیعانه دهد جان صد چو پرویز
چه باشد جای من اندر دل او — ز کوی خود چو می گوید که بگریز
کند گر آشتی از من لب او — بغمزه میکند چشمک که بستیز
هزاران سر فدای خاک راهش — بامید یکه راند گاه شبدیز

اگر گنج وصالش فرد خواهی
بکوی او همیشه خاک می بیز

ردیف السین

غزل

همصفیران دور از گلشن در آزار قفس — میکنم رنگین ز خون خویش دیوار قفس
برگ گل آویخته صیاد از تار قفس — ورنه کی میداشتی بلبل سروکار قفس
دام را صیاد من از برگ گل چون پوش کرد — زان بدام افتادم و گشتم گرفتار قفس
در ره من دام تزویری عجب گسترده اند — از رگ گل ساختند این گلرخان تار قفس
همصفیران خوش برای گل غزلخوانی کنند — آه در فصل بهارم من گرفتار قفس
شایدش صید دگر منظور باز افتاد فرد — شد سرباز از صیادم خریدار قفس

طاق ابروی تو محراب دعا ما را بس — گردش چشم تو ام قبله نما ما را بس
چتر شاهی هوسم نیست بپایت سوگند — سایهٔ زلف تو ام ظل هما ما را بس
داغ منت بجبین از در عیسی ننهیم — صندل درد سر آن خاک شفا ما را بس
حاجت شمع نباشد بسر تربت ما — داغ سودای سر زلف شما ما را بس
در سراپردهٔ آن گل نتوانیم رسید — بوی زان پیرهن ای باد صبا ما را بس
حق پرستیم و حریم حرمت کعبهٔ ما است — خضر عشق تو همین راه نما ما را بس
فرصت صحبت ناصح ندهد غیرت عشق — صحبت این دل دیوانهٔ ما را بس

قبله را انکه بدیدیم بجز کوی حبیب
فرد یک قبله از زمین ارض و سما ما را بس

هست مرا چاه زنخدان هوس — کی کنم از چشمهٔ حیوان هوس
چشم مرا تا شده طوفان هوس — می کشدم سوی بیابان هوس
دامنم آلوده ز بی باکی است — هست مرا از پی گریبان هوس
نقد دلی دارم و آن نیز قلب — من چه کنم از مه کنعان هوس
پای ملخ کو که برم ارمغان — هست مرا قرب سلیمان هوس
پیر شدم گشته قبا دو مرا — چیدن گلها است بدامان هوس
هست طوبی و هما کی کشم — زلف و قد اوست چو در جان هوس
سرو چه کار آیدم اکنون که هست — سایهٔ آن سرو خرامان هوس
تا مده و مانده است ز جانم رمق — آمده است در ته پایان هوس
رهزن دین از چه بتان می شوند — منکه نکردم ره ایشان هوس
درد تو درمان همه دردها است — من چه کنم باز بدرمان هوس
سر چه زنم بر در تو ای خسرو — منکه ندارم سر و سامان هوس
خضر چرا طلبم گو مباش — هست مرا همت مستان هوس
جز به نثار تو ندارم غرض — هست اگر در سرم از جان هوس
دیدن زلفت چه تمنا کنم — کس چه کند خواب پریشان هوس
گشت چو یوسف باسیری عزیز — شد بدل من در زندان هوس

تا ز تو بیگانه شدم آشنا　　باز نشد صحبت یاران هوس
هر که از و لعل تو سازد دمی　　او چه کند لعل بدخشان هوس
دست مرا کوتهی بخت بست　　بود مرا گیسوی جانان هوس
شد همه تن خاک و چو اخگر بماند　　زیر دل سوخته پنهان هوس
تا مده از سوی تو پیک ناوکی　　در دل من هست ز مهمان هوس
سوخت دل ما و هوس همچنان　　آه نرفت از دل سوزان هوس
بس خجل از جامهٔ عریانیم　　هست مرا چاک گریبان هوس

فرد
دل از صومعه بگرفته ماند
شد بسرم خدمت رندان هوس

هست مرا مطلع دیوان هوس　　می کنم از ابروی جانان هوس
دارم از بی شغلهٔ دست جنون　　ای خرد هم جیب و هم دامان هوس
امتیاز ستیم و طفل شک راست　　آستین و جیب و هم دامان هوس
تا کشادی مصحف رخسار و شد　　کافر صد ساله را ایمان هوس
نیست از اعجاز لبهایت شگفت　　گر بت آزر کند ایمان هوس
تا هوس کردی تماشای چمن　　بلبل تصویر را شد جان هوس
از تمنا های صید ناوکت　　شد جگر را لذت پیکان هوس
لعل شیرینش شکیب از دل ربود　　خون من دارد در جانان هوس
می چکد رگها بتن از جوش خون　　شد مگر آن نشتر مژگان هوس

شغلکی

ما حضور داریم این دل پاره ها
فرد شیداریم بس مهمان هوس

مرا از بارگاه دلبر من عز و جاهی بس　　سر شوریده را از آستان یک تکیه گاهی بس
نگهبان خراب آباد دل جز تو نمیدارم　　برای این چنین ملک دلم یک پادشاهی بس
مرا پروا نباشد هیچ از شمع رخ خوبان　　چراغ خانهٔ ویرانهٔ دل چون تو ماهی بس
منم مجنون که در هر کوچه و صحرا همین گردم　　مرا از خود رگید عشقت و در ره وصل تو راهی بس
چه حاجت تا بکف افتد ز رنگ حنا و ز رنگی　　برای قیمت ما خود فروشان یک نگاهی بس

چو جرمی نیست جز عشقت پی تعزیر بخندی | ز چشم خود نظر بندم که ورزیدن گناهی بس

ندارد باک از جور رقیبان فرد تو جاشنا
مرا از ظل ممدود سر زلفت پناهی بس

ردیف الشین

۱۳ غزل

آمد بسیر باغ چو آن میرزا منش | هر شاخ گل خمیده باند از کورنش
ای از خرام ناز تو شمشاد پا بگل | شمشیر شو بیا چو خرامی باین روش
خار غمت نشانده دل غنچه را بخون | از تنگی دهان تو اش هست صد خلش
باد صبا قرار چو از زلف یار برد | افتاد دل چو برق بناگوش در تپش
راز من از تپیدن دل گشت آشکار | نتوان نهاد هیچ بکف دست سرزنش
همراه اشک لخت دل خویش کرده ام | کین طفل در کنار دلم یافت پرورش
بیتابی دلم بود از اختیار من | مجبور هست در حرکت دست مرتعش
هرچند سر بخاک در او زدم ولی | رحمی نکرد آه برین عجز و سرزنش

از درد او بجسم فرد نترسم که بعد مرگ
دانم کشد بخاک منش آخر این کشش

دارم ز دست عشق دل آزار صد خلش | مرا لب فغان و اشک بچشم و بدل تپش
از خود گذشتم و جان شد پیش روان | بگذشت چون ز پیش من آن مهر پرورش
عمری باستانه او سوده ایم سر | آورده ام بچشم دلش را بسرزنش
از اشک گرم آب ده هم نخل آه را | کین سرو آتشین بهم یافته پرورش
دانم که رفته رفته لخت دل برون | سیلاب اشک گر زده اند از روش
هنگام قتل دیده ام از سوی او نگشت | بر یک قرار ماند مرا چشم در تپش
گر تیغ خنجر است وگر ناخنهای گل | لرزید دست تو چون از فشش
از ناوک نگاه تو ام دل ز کار رفت | دارم بسینه زین دل پر درد صد خلش
چندان بحال فرد خود امشب گریستم | چشم ز سیل گریه بود چون در آب سرکشش

از خویش برده است مرا لعل دلکشش / ای کاش من همی شدمی ذائقه چشش
چون گل ز باد صبح شود چاک جامه ام قبا / گو یوسفم که می شنوم نکهت خوشش
روشن نگشت حال شب بخت تیره ام / کی شمع بزم من شود آن روی مهوشش
دیوانه را به سلسله آیا چه الفت است / دل میکشد مرا به سوی زلف دلکشش

ای فرد در شمار نفس عمرها گذشت
یکبار چشم بند از این چار و پنج و شش

سیپاره مطرب من یاد ز لطف سخنش / می سرایم غزلی تازه به ذکر دهنش
آنچه شور نیست ز شیرینی او در عالم / نکته هست که راند و لب شکرشکنش
آن حدیثی که از او در سر عالم شور است / حرف عشق است که گاهی نرسیده بمنش
عشق را دفتر پارینه که ناصح میخواند / صفحه روی تو نو کرد حدیث کهنش
تاب در رشته جانست ز بیتابی شوق / سنبلی را که بر آمیخت به زلف و شکنش

حاجت شمع نباشد به سر تربت او
فرد در رشته شمع است ز زنار کفنش

الفتی داری گر ای دل بر در جانانه باش / خویشتن را بر فروز و شمع این کاشانه باش
بنده عشقی اگر از دیر و کعبه فرق نیست / در گلستان بلبل و در انجمن پروانه باش
جلوه ها دیگر گلی آئینه [illegible] چشم دار / آشنا با آشنا بیگانه با بیگانه باش
عشق تا خام است هی باید گرفت از عقل کار / پیش ناصح هوشیار و با پری دیوانه باش
پس روی هرگز نمیزند در طریق عاشقی / گر فلک خاک تو بیزد همچنان مردانه باش
گر دل فارغ ز غم خواهی بکوی میکده / معتکف بنشین چو من با مشرب رندانه باش
تا رسد شاید بگوشش [illegible] کنعان شبی / بگذر از شاهی زلیخا عشق را افسانه باش
ساقیا در دور او آلوده گشته تا سبکی / از نگاه چشم مستش بیخود و مستانه باش
اعتبار دور گردون را چه باشد زاهدا / بر سر پیمان رندان با لب پیمانه باش

فرد تا کی فکر و بیهوده دیر و حرم
خدمت پیر مغان کن بر در میخانه باش

دارد [illegible] روی خوش زلف دوتا خوش / بت ما هست از سر تا به پا خوشش

بیا بنشین ترا دارد خدا خوش / که شد از آمد تو وقت ما خوش

چه بودم من ازین رسم وفا خوش / که خواهم شد ز ترک عشق نا خوش

چه سازم با رقیبان گرگ نازم / که هست آن شوخ ما بر عکس ما خوش

دوای تلخی کامم لب اوست / خوشا دردی که می دارد دوا خوش

پریشانم مکن از وعظ ناصح / که پند کس نمی آید مرا خوش

رهائی از سر زلفش چه جویم / دل من هست در دام بلا خوش

بیفشان زلف تا ریزد دل من / که هستم اندرین ظل هما خوش

دماغ آشفته بوی قبایم / نمی آید مرا بوی صبا خوش

وفایت با رقیبانم چه عام است / شدم بر رحم اینان از جفا خوش

فریب لعل تو چندان نخوردم / کجا باشم بیک لطفت‌ها خوش

چنان آزردم از خوی دل خود / که از دل برد انفس هستم سپا خوش

بمژگان لخت دل آرام بگرفت / که آید نی سواری طفل را خوش

اگر دل رفت اندوهی ندارم / من از دل پیش ازین بودم بها خوش

دلم گم گشته را دیگر بجستم / نبودم من ز دل نه دل ز ما خوش

ز دل بردن کشد او هم چو من رنج / چه خوش بودم که باشد دلربا خوش

دلم را هست ربط همنوائی / که هست از ناله زار درا خوش

اسیر دام صیادم از آن روز / که کردی ای همصفیر از من نوا خوش

خوشم با جور تو گر می پسندی / ز راحتهای خود گشتیم نا خوش

باواز گریه زارم بگوئید / که هست آن آشنا زین ماجرا خوش

شدم بیگانه از خویش و دو عالم / نشد با این همه آن آشنا خوش

[illegible]

ز خوی دل گله ای فرد تا کی / ز اول تو چنین بودی چرا خوش

دلی داریم و اندوهی که نبود هیچ پایانش / من و شبها و سودای سر زلف پریشانش

کجا دست مرا فرصت که گیرم نامه در محشر / که یک دستی بپایش باشد و دستی بدامانش

ز چشم و لب بت من میکند گویا خدا اینها / که جان بخشیدن و کشتن بود در زیر فرمانش

نه در پهلو جگر دارم نه در سینه دلی زاری
هدف اینک چه خواهم کرد باز آید چو پیکانش

غلام عشق شد فرد چه می پرسی ز ایمانش
نه گبرش میتوان خواندن نه هندو نه مسلمانش

آتشی در لاله زار افگنده از روی خویش
سنبلستان را بغارت برده از موی خویش

تا فرستادی بکنعان رشک گل پیراهنی
کوچه ها رشک گلستان ساختی از بوی خویش

کرده تاراج جعد خویش تاتار و ختن
نافه ها دادی بباد از نفحهٔ گیسوی خویش

بر فشاندی زلف و در کوی تو شد چاره ها بباد
عالمی را کرده یا رب مگر هندوی خویش

از پریشانی شدم در مانده از جولانگهش
خود غلط بوده است از من تکیه بر بازوی خویش

گل گریبان چاک و غنچه سر بجیب از روی تست
تا صبا را عنبر افشان ساختی از بوی خویش

عزتم این بس که بر خاک درت باشم چو سگ
کی هوس دارم که بنشانی تو در پهلوی خویش

بهر خود ترک جفا از تو نمی خواهم مگر
با رقیبان نیز مگذر جان من از خوی خویش

نشتری داری بپا از رستخیز کشتگان
از لب اعجاز و سحر چشم خود در کوی خویش

ناصحا ما نیز محو وعظ بودیم عمرها
در سرم افگند اینک عشق های و هوی خویش

فرد من انجام کار خود نمیدانم هنوز
عشق سوی خود کشد از من دل من سوی خویش

ای سراپای وجود تو خوش و نام تو خوش
روز تو خوش شب تو خوش صبح تو خوش شام تو خوش

هم دلم هم دیده و هم سینه ام جای تو هست
کوی تو خوش راه تو خوش در خوش و بام تو خوش

یک سلام است چون نباشد غمزدای عاشقان
نامه ات خوش نامه بر خوش پیک و پیغام تو خوش

جام بلورین سپی گلگون حنای دست تو
ساقیا دست تو خوش صهبا خوش و جام تو خوش

حسن انجام از رخت شد انتظام حسن را
ای که آغازت خوش و هم حسن انجام تو خوش

جز لب لعلت که سازد فرد ما را کامیاب
ای سراپایت خوش و خوبیت خوش و کام تو خوش

جرعهٔ باده بصد جامهٔ تقوی مفروش
ذرهٔ خاک در میکده بیجا مفروش

وصل یک لحظه به از دولت جاوید الست
وقت را می طلب و جان بهوسها مفروش

کفر عشق است بدل راه بغیری دادن
گر خدا می طلبی دل پی عقبی مفروش

منزل یار بعید از حد ہجر و وصل است ہمت خویش بعیش و غم دنیا مفروش
ذرۂ درد کہ داوند درون دل تو مایۂ جان شمر و پیش مسیحا مفروش
نقد دل پیش کسے نہ کہ عزیزش دارد پیش ہر شاخ گلے دست تمنا مفروش
گرد ہر راہ چو شایستۂ سرمہ نبود تو بہر خاک در این دیدۂ بینا مفروش
گر ترا بادۂ بے کیف لبش ذوق دہد رو بہ میخانہ مکن دلق بصہبا مفروش
از مژہ پردہ بر انداز بہ چشم از دگران دیدۂ یار طلب را بتماشا مفروش

فرد خیزند جانے بخر بیداری تو
تا کہ دل خواہ بہا نیست تو خود را مفروش

خیز و در میکدہ این دلق ریا را بفروش ننگ و ناموس بیک ساغر صہبا بفروش
گر بکام تو رسد جرعہ ز جام ساقی خاک میخانہ شو و عزت دنیا بفروش
چون نہی روے ارادت بدر پیر مغان طمع خام بر و مندی عقبیٰ بفروش
گر بدر وے بپذیرند ز تو جامۂ زہد بر در میکدہ سجادۂ تقویٰ بفروش
تا کہ در حلقہ بگوشان مغانت شمرند سر بپاے خمے انداز و خودبہا بفروش
گر بخواہی کہ شوی یوسف مصر دلہا سر بازار بیا جلوۂ خود را بفروش
تا نیفتد نگہت بر رخ ہر جلوہ فروش یار چون جلوہ کند چشم تماشا بفروش
چند آوارۂ ہر در بسر و صلوہ ہا دل شوریدہ بدست بت رعنا بفروش
بگذر از شاہی مصر ار سر یوسف داری عقل و دین و دل خود را چو زلیخا بفروش
گر لبش جان طلبد عین وصالش میدان بر یکے جنبش لب جان بہ تمنا بفروش

از پئے گرمی دوکان چہ کشی بار گران
فرد این خرقۂ طامات خدا را بفروش

زنی شانہ چو لے باد صبا گاہے بگیسویش بگو حال پریشان من دیوانہ با مویش
خوشا تقوے گزین کو در حریم کعبۂ کویش سر سجدہ بخاک او نہد در طاق ابرویش
پئے تسخیر دلہا حاجتے نبود بافسونش کہ باشد سامری ہم یک غلام چشم جادویش
زہے تیرہ بختی خود من بحسرت مردم از تلخی خوشا فیروزی زلفش کہ می بوسد لب و رویش
کند در یک اشارہ خون چندین بے گنہ ہر دم نباشد تیز در خون ریختن تیغے چو ابرویش

باب می وضو کن گر هوای میکده داری
دگر نبود تیمم کن بخاک پاک آن کویش

قبا شد جامهٔ گل غنچه هردم سرنگون دارد
صبا را شرم می آید بگلشن بردن بویش

سلای توتیای چشم خاک رهگذار او
کنم دریوزه از باد صبا آید چو از سویش

شکسته رام با آن بت دلم چون برهمن گاهی
بنوفی درمیانم عهد گر با زلف هندویش

بجز آن سایهٔ سرو خرامانش بعهد او
بود هر راست قامت پا بگل ز قد دلجویش

به پهلو تیغها دارد ز هر یک استخوان کج
نشیند چون کسی با هیچ سفا کی به پهلویش

نهان در چاه بابل گشت هاروت از خجالتها
که از دستش نباید آنچه سازد چشم جادویش

گهی کو شوخ نبود هست همسنگ بت آذر
ندانم **فرد** میدارد چرا این شکوه از خویش

دوش بزم می پرستان بود و پیر میفروش
گلشنی بود و کنار رود و فصل گل بجوش

با چنین زهد ریا رو سوی کعبه چون کنم
زیر خرقه همچنان داریم زناری بدوش

تهمت رندی زنا صح تهمت تقوی ز رند
آخر ای پیر خرد در چارهٔ کارم بکوش

محتسب بردار دست از ما مریدان مغان
دست من بگرفت در میخانه رند باده نوش

رنج تکفیری بدست خود پی صیدم مده
عمرها بگذشت کز زلفت توام حلقه بگوش

عقل غافل از مآل اندیشی ای همدم نبود
لیک چاره نیست از دست جنون فتنه جوش

راحتی شاید ز تیغ ابروی او یافتند
زیر بام قاتل من نیست امشب آن خروش

نرگس مستانهٔ او کار می برهم نمود
یک نگاهش برده صد ارباب تقوی را ز هوش

عیب کس ظاهر نمودن بدترین عیبهاست
محتسب در شهر رندان به که باشد عیب پوش

لذت گفتار تو ای طوطی شکرشکن
فرد را کرده است چون تصویر آئینه خموش

ردیف الصاد ۷

غزل ۲

نیافتم چو درین طاعت ریا اخلاص
گذشتم از سر زهدی که نیست با اخلاص

بفیض بادهٔ صافی ز خود چو بگذشتم
بجا کشود مغان از ره وفا اخلاص

زسر نگونی غنچه بحیرت افتادم + / که داشت پیش لب لعل تو چها اخلاص
فتاد کار بسنگین دلے ستیزه پسند / که جویدا زپئے هر جور خود بما اخلاص

نیاز مندی من بین که بهر تو چون فرد +
شده است فرض باغیار هم مرا اخلاص

صوفئ صافئ ما آمده دیگر در رقص + / ما مریدان چلکتم گرند هم سر در رقص
راز سربسته که نکشاد ملک را بچرخ / صوفیان را بکشاید همه یکسر در رقص
گر رسد نعرهٔ مستانهٔ من نیست عجب / آید افلاک زپاکوبی من گردر رقص
تالبت برلب جام آمده مے هست بدور / گشت از ذوق لبت باده بساغر در رقص
مردم دخاک من از شوق براه طلبت / گرباد بیست که گردیده بهم سر در رقص
گردش چرخ برین دورهٔ رقاص بود / با فلک هست همه انجم و اختر در رقص

رقص زهره دگرای زاهد و رقصیم دیگر
کاید این فرد من از جلوهٔ دلبر در رقص

ردیف الضاد

۳ غزل

گراست آن خط سبز و گراست آن عارض / خدا گواه که قرآن ماست آن عارض
نصیب زاهد افسرده شب پرستی باد / برای ما سحر دلکشا است آن عارض
بترک عشق من از کعبه آرزو چه کنم / بجان کعبه پرستان بلا است آن عارض
زمصحف دگل و خورشید هرچه میگویم / عبارتے است کز و مدعا است آن عارض
نه صبح عید و نه کعبه بعارضش ماند / قسم بکعبه که نور خدا است آن عارض
سواد سورهٔ والیل هست آن زلفش / مراد از قسم والضحی است آن عارض

چرا ملامتم از عشق میکنی اے فرد
که دلفریب من و دلربا است آن عارض

اے تار گیسوے ترا صد دین و ایمان در عوض / گر لعل تو حرفے زند جانیم و صد جان در عوض
فیروزی بختم کجا ور نه بصد جان میدهم / یک گوشهٔ کوے ترا جنات رضوان در عوض

گر ببلبل شنیدلے گل ببید رخ خوب ترا ✲ از آرزوی خنده ات آرد گلستان در عوض
صبر و دل و دین و خرد گیرد اگر بر یک ادا ✲ باشد بآن جنس گران این جمله ارزان در عوض

جمعیت دل میکنم جانان نثارت گر بتے ✲ در دست فرد من دهی زلف پریشان در عوض

عاشقم نبود مرا جز حضرت جانان غرض ✲ نے ز کفرم کار و نے از صورت ایمان غرض
روی یارم بزم افروز دل من بس بود ✲ نے ز خورشیدم سروکار نے از مه تابان غرض
جامهٔ عریانیم تشریف بالایم بس است ✲ مرد آزادم نه از جیب و نه از دامان غرض
آفتابم نور بخشش خانهٔ ویرانه ام ✲ نے پئے سوز کسم نه بر کسے احسان غرض
عهد من با حضرت جانان من باید درست ✲ ناصحا دیگر ندارم هیچ از پیمان غرض
کے توان آمد ز سنبل کار زلف عنبرین ✲ نیست سودائے مرا با سنبل و ریحان غرض
مشربم عشق است و صهبایم نگاه یار بس ✲ من ندارم با مے و میخانه و رندان غرض
از خرد عاشق نگردد بهر عقده مستمند ✲ کے برد دانا به پیش مردم نادان غرض

بادشاهی هست گر باشم گدائے کوئے تو ✲ فرد را نبود جز این دیگر سر و سامان غرض

ردیف الطاء ۷

غزل ۲

برگدایان نظر بادشهانست غلط ✲ راستی شیوهٔ این کج کلهانست غلط
جز خرابات که هر یک قدحش جام جم است ✲ جائے آن مایهٔ صد عیش جهانست غلط
آشکار است که با بوالهوسانست دلت ✲ با من باخته جان لطف نهانست غلط
رخت دل را بسلامت زچه آئین ببرم ✲ رحم بر حال غریب از سیهانست غلط
بد نمودم که بیک عشوهٔ او دل دادم ✲ چشم الطاف از این خوش نگهانست غلط
سایه پرور بود آن زلف بسودا زدگان ✲ این گمان من از این موسیهانست غلط
عاشق پاک نگاهیم حذر از نظرے ✲ حذر از صحبت ما بے گنهانست غلط
در ره عشق مکن پیروی بوالهوسان ✲ طلب راه ز گم کرده رهانست غلط

فرد به وعدهٔ آن عهد فراموشش مناز
گفتم و آری و البته و هان است غلط

می توانم ماند بر عهد وفا بر یک نمط — بیمم از تو هم اگر خوی جفا بر یک نمط
بیقراریهای دل کی می شود افزون ز حد — دلبستگی گر موی زلفت را صبا بر یک نمط
منکه در کیش برهمن بس نو آموزم هنوز — باش یک چندی دگر با من بتا بر یک نمط
من بخود می پیچم از غمها برنگ گردباد — هست از بهر رقیبانم هوا بر یک نمط
طفل شاهانه مزاجی نیست بر عهدت یقین — عهد طفل و شاه کی ماند کجا بر یک نمط
صبر دادن می توان دل را بامید وفا — دیده با خود اگر روزی ترا بر یک نمط
نیست امید از حنای مرا رنگ دگر — تا به محشر ماند این گچ و بها بر یک نمط

وعده ات شد بادشاها بر خلاف و بی ثبات
هست بر عهد خود این فرد گدا بر یک نمط

ردیف الظاء

۳ غزل

بدو ماغم کرد این گفتار وعظ — ناصحا دیگر مکن تکرار وعظ
گر همین وعظ است و کوی میکده — از تو کی رونق پذیرد کار وعظ
کی شوم واعظ ز تو صحبت پر آر — ما زمی مستیم تو سرشار وعظ
نیست بر دیوانگان تکلیف شرع — عاشقان کی می پذیرند آزار وعظ
دانم از یک غمزهٔ ساقی شود — رهن جام باده این دستار وعظ
ترسم از خشکی مغز است ناصحا — تا کجا شنیدی گشته این کار وعظ — آخر گشته

فرد اگر سوگند از زندگی نکرد
سرد خواهد گشت این بازار وعظ

امروز از چه میکنم اندیشه با تحفظ — زاد دل غمدانستم دل خود را چه با تحفظ
دل را بطفل شوخ مزاجی سپرده ام — واند و خدا از سنگدل این شیشه را تحفظ
از دست محتسب نتوان یافتن پناه — با شد دگر از پیر مغان هم و ترا تحفظ

خواهم که نامهٔ بنویسی بسوی من / تا حشر زجان بود ز خط تو مرا بحفظ

شایسته گر نه ایم بدربانیت چو سگ / ما را بدار بر در دولت سرا بحفظ

خاکم بباد کردی و دل را شکسته‌ای / هستم من و دعای تو ای دلربا بحفظ

تا چتر آسمان بزمین سایه گستر است / بادا وجود نازکت از هر بلا بحفظ

درویشم و دعای تو هر صبح ورد ماست / از جان همیشه ایم چو فرد گدا بحفظ

ردیف العین

۲ غزل

گشتی ز سوز پروانه بجان زار شمع / گشت آه آتشین و گریه آخر کار شمع

جلوهٔ گل فتنه ها کرده بجان عندلیب / آفت پروانه گردید آتشین رخسار شمع

ایکه تهمت بر فریب لعل او بندی خموش / کی شنیدی آفت پروانه شد گفتار شمع

آتش عشقم فزون کی می شود از آب پند / کی فرو شد سوز دل از گریهای زار شمع

داغ آتش بر جبین دادن گهی رسمت نبود / آفتی برپا نمود این آتشین دستار شمع

زاهد از آه من دل سوخته ایمن مشو / سوخت جان صد هزار این آه آتشبار شمع

پیش تو ای شمع رو احوال فردم روشن است / از کف خاکستر پروانه و اظهار شمع

نصیب شمع مرا میکند ز وجد و سماع / کرا دماغ بلند پا درین حریم نزاع

بچنگ و عود و نی‌ای مگر و مد مطرب / که یاوه گوئی ناصح مرا فزود صداع

شناسم از روش ناز و گردش چشمت / بیک قرار نماند جهان ازین اوضاع

بر آفتاب رخت دیده کی توانم دوخت / که سوخت تار نگاهم ز تاب خط شعاع

بعیب بوسه ریا یکه داشت خرقهٔ زهد / نمی خرند بدر روی چنین کمینه متاع

چه خوش صدا که همی بشنوم ز پردهٔ غیب / ملک بچرخ نموده ز زهره بزم سماع

بیک دو دم سفری از بدن کنند جانم / تو نیز بر سر فرد خود آ بوقت وداع

ردیف الغین

غزل ۲

نمی شود به شب تار من بکار چراغ / که بی فروغ بود بی تو صد هزار چراغ
بهر شبی که بناشی کنار افروزم / بود بسینه دل از سوز در کنار چراغ
به محفلی که بناشد رخ تو بزم افروز / چراغ خانه نماید چو بر مزار چراغ
شوی چو گرم تکلم چراغ خاموشم / که پیش شمع رخت نیست در شمار چراغ
بود بکشتن من آستین فشاندن بس / که یک نسیم کند کار صد هزار چراغ
بسینه این دل افسرده ام چنان ماند / نهند چون به شب تار بر مزار چراغ
به پیش صبح رخش چون چراغ صبح بمیر / بخنده می دهد ای فرد جان نزار چراغ

آشفته گشته است ز بوی صبا دماغ / ما و هوای سیر چمن این کرا دماغ
نازک بسست ای گل رعنا ترا دماغ / داری گران ز نکهت باد صبا دماغ
در بزم او گرفت شب از سوز من که سوخت / از گرمی فسانهٔ من شمع را دماغ
زلفی که بود سایه فگن بر سرم بخواب / کامشب فزون ترست پریشان مرا دماغ
در صحبت رخ تو بسر برده عمرها / قربان گیسوی تو که دارد بجا دماغ
شکوه ز سرگرانی چشم تو چون کنم / مخمور ناز مست ندارد چرا دماغ
از یاوه گوئی تو پراگنده خاطرم / در حیرتم نگشت ترا ناصحا دماغ
زاهد بجنگ مطربی تو گریه تا بچند / تا کی ز آب دیده کنم تر ترا دماغ
از آب می علاج دماغم توان نمود / خشک از سر ریاست مرا ساقیا دماغ
سودای عالمی بسر ما فتاده است / چون گنبد است پر ز صدا اهل را دماغ
غوغای عندلیب مرا مغز سر بخورد / طره ز گل نمودم و شد در بلا دماغ
مغزم بسر نمانده ازین شور عندلیب / گل را چه سان بجاست ازین نالها دماغ
اکنون بجز فغان که ترا چاره نماند / آید برای ناله دلا از کجا دماغ
از بهر بوی گل نکشم منت صبا / نفعی که بر هواست لبعیش کجا دماغ

تاب نوای بلبل شوریده سر کجا
چون کاسه تهی ست مرا پر صدا دماغ

فرد
گرم آنچنان بگوی که فرد رفته ام
یک آبله شدم ز کف پا که تا دماغ

۷ ردیف الفاء

۲۳ غزل

در سر من باز شد سودای زلف
باز گشتم همچنان شیدای زلف

آنچه از صبر و سکون می داشتم
شد بیاد امشب از این یغمای زلف

گشت کوته قصه های عمر من
از درازیهای این شبهای زلف

ما و کوی یار و زنجیری بپا
کس مباد این چنین رسوای زلف

عمر خضری بایدم کاخر شود
قصهٔ ما و دل و سودای زلف

دل ز شهرت با سلامت چون برم
کو بکو افگندهٔ غوغای زلف

جلوهٔ حسنت بروز و شب یکی است
شد بر آن عارض از این رو جای زلف

فرد
حال دل چه می پرسی ز من
گم شد از من در شب یلدای زلف

بگشا از دو زلف خود آن شوخ چون مو دو طرف
افتاد شور شب بخلق از هر دو بازو دو طرف

ترک سپاهی کیش من شوخ جفا اندیش من
آمد کشیده پیش من تیغ دو ابرو دو طرف

چون آهوی وحشی رمد هر چند از نامم ولی
گسترده دامی بهر من از هر دو گیسو دو طرف

دارد دو عالم عقده ها زین گسوت بالا تو
بگشا گره بند قبا از هر دو پهلو دو طرف

بگذر از این دنیا و دین یکسوئی جانان گزین
نتوان نمود ای زاهد عقل یکی و دو طرف

نازم بزور بازویش هم از یسار و از یمین
ای فرد ملک دل گرفت از هر دو بازو دو طرف

از شوق خواند نامهٔ ام اغیار حرف حرف
گویا که یاد کرد بتکرار حرف حرف

می دید سطرها و تبسم همی نمود
می خواند با تامل بسیار حرف حرف

پیچیده می نهاد و سپس باز می گشاد
می دید همچنان بدگر بار حرف حرف

از سرنوشت خود بیقینم که نامه را — گوید که هست این همه بیکار حرف حرف

الحمد صد هزار بشکرانه خوانده ایم — نا خوانده ایم نامهٔ آن یار حرف حرف

چون وقت نامه خواندن او فرد نیز بود

کرد این خطم مطالعه ناچار حرف حرف

ردیف القاف

غزل ۱

گم شده بالای من از بار عشق — دور کشیده است بمن کار عشق

گرم شده تا ز تو بازار حسن — یوسف مصر نیست خریدار عشق

شیون زنجیر دو بالا نمود — ناله شبهای گرفتار عشق

بسکه ز همسایه خجالت کشم — آه ز آه من بیمار عشق

صبر دلم میرود از اختیار — رو بسحر نیست شب تار عشق

آه چگویم ز خط آن نگار — سبزه که نورسته بگلزار عشق

دست بدار از سر نبضم طبیب — رو بشفا نا ورد آزار عشق

آه ز افسون گری چشم او — همچو من عیسی شده بیمار عشق

دور تر افتاد ز راه خرد

فرد نمی گشت طلبگار عشق

ای ز غفلت خلق می آشام عشق — من بدورت تا بکی ناکام عشق

ساقیا جامی که باز آرد شباب — کی سزد افسردگی هنگام عشق

ما اسیران محبت را بس ست — طوق گردن حلقه های دام عشق

محتسب این بار در فصل بهار — این من و میخانه و این جام عشق

موسم گل موسم دیوانگی ست — باز خواهم شد مگر بدنام عشق

ناصحا این آمد فصل بهار — باز می آرد بمن پیغام عشق

صبر و دین و دل چو در آغاز رفت

فرد چون خواهد شدن انجام عشق

۶ ردیف الکاف

غزل ۲

جادو نگہی بقتل چالاک ‌‌ | از غمزہ مرا بکشت بیباک
از حال منش چو آگہی شد ‌‌ | فرمود کہ خس کم و جہان پاک
پیراہن خاک کوے او بس ‌‌ | صد دامن و جیب گو شود چاک
چون توبہ کنم زمے کہ باشد ‌‌ | سر رشتۂ جانم از رگ تاک
ناصح بمذاق رند مشرب ‌‌ | فرض ست ز چوب تاک مسواک
رحمے بمن اے شکار افگن ‌‌ | بر بند سرم بفتراک
کے بر سر تخت جم نشیند ‌‌ | ہر کو بدرت نشست بر خاک
جان چون ببرم ز پیش چشمت ‌‌ | ابروے تو ہست تیغ سفاک

بکشا ز تبسمی دل او
گر عشق تو فرد ہست غمناک

او بمن گر گذر نکرد چہ باک ‌‌ | بگذاشتم نظر نکرد چہ باک
چشم شوخش ز سحر گرانیہا ‌‌ | سوے من گر نظر نکرد چہ باک
عشق داری اگر بنالہ بساز ‌‌ | در دلش گر اثر نکرد چہ باک
کم مباد از من این وفاداری ‌‌ | گر ز جور او حذر نکرد چہ باک
ہمتے کن بجان نثار بہار ‌‌ | یار گر دیدہ تر نکرد چہ باک
عشق خود آگہش کند ز غمت ‌‌ | ہمت ار نامہ بر نکرد چہ باک

فرد تو مرد دوستناس نئی
حرمت یار گر نکرد چہ باک

۷ ردیف اللام

غزل ۸

مدتے شد کہ ز دست تو بجنگم من و دل ‌‌ | ہمہ گر از ستم خویش بتنگم من و دل

بر سر کوے تو شب دید بجنگم ناصح
بسکه بگرفته و شرمنده ز ننگم من و دل

حیف گر تیر نگاه تو پریشان گذرد
که اسیر ہوس تازہ خدنگم من و دل

گر صبا از تو پیامے نرساند چه عجب
از خزان برگ گل باخته رنگم من و دل

زین جوانان کله پوش حذر کن زاہد
عقل و دین باخته از حسن فرنگم من و دل

فرد از خویش چگویم که بہمسنگ رقیب
شیشه ماندہ بیک پہلوے سنگم من و دل

جان میدہم بہوے قباے تو یا رسول
مائیم و آرزوے لقاے تو یا رسول

لطف کن و مپیچ عنانم ز راہ بخت
سر دادہ ام بکوے رضاے تو یا رسول

اندیشه بتان جہان نگذرد بمن
دل دادہ ام بجوے وفاے تو یا رسول

دارند ہمچو قبله نما بر امید لطف
شاہان نظر بروے گداے تو یا رسول

فرد تو تا بچند درین فرز دبوم ہند
دل می کشد بسوے سراے تو یا رسول

بے جمال او مراکے می شود آرام دل
گر لبش نبود بکامم چون برآید کام دل

نقش نامش گر نبودے بر دل شوریده ام
کندمے رو نسے ز لوح سینه خود نام دل

عشق آسان می شمردم چون نماز زاہدان
اینکه این ما و دل این عشق خون آشام دل

از طلسمت ساقیا بیخود ز حیرت مانده ام
کز شراب عشق و نیاریختی در جام دل

دل اگر امروز باما اند فردا امیدود
می برد باد صبا سوے کسے پیغام دل

بس خرابیہاے آبادی دل می کشتم
اینقدر افزود سوداے خیال خام دل

گشته اے فرد در آغاز رسواے جہان
من ز دست تو نمی بینم بجز انجام دل

لذت پیکان تیر یار ما دانیم و دل
خوبی آن ابروے خمدار ما دانیم و دل

رازہا کاندر شب وصلش بجان من گشود
نیست یک کس محرم اسرار ما دانیم و دل

رفتنم در کوے زیر بام او معراج ماست
پایهٔ آن سایهٔ دیوار ما دانیم و دل

از جواب لن ترانی کام عاشق تلخ نیست
لطف این شیرینی گفتار ما دانیم و دل

در لب ساغر که دیدم راز اندر راز ہاست
رمزہاے نشهٔ سرشار ما دانیم و دل

نکته‌هاے کز لب پیر مغان بشنیده‌ایم
قیمت آن گوهر شهوار ما دانیم و دل

ذوقهاے کز سرود و چنگ شب پیدا شتیم
نکته‌ها زان پردهٔ هر تار ما دانیم و دل

ترجه سازد نکهت ریحان دماغ عاشقان
بوے خاک کوچهٔ تا تار ما دانیم و دل

بوے ریحان در خور پیراهنش اے فرد نیست
نکهت آن طبلهٔ عطار ما دانیم و دل

اے دلم از تلخی هجران آن دلبر منال
میرسد آخر بکامت زان لب شیرین نوال

خوبرویان کوکب حسن اند و تو بدر کمال
اے غلام ماه رویت صد هزاران چون هلال

دام بر دوشان عنبر مو بزلفت در خمے
اے اسیر زلف مشکین تو صد همچون بلال

طاق ابروے تو محراب سجود حق پرست
اے هلال برویت را بنده صد همچون هلال

تا حبش را از سواد زلف خود بنواختی
بستهٔ هر تار موے تست جان صد بلال

بر حد خود هر کسے زد سکه از حسن خویش
تا ابد این دولت حسن ترا نبود زوال

اے خوشا فیروز بختے کو براے فتح باب
هر سحرگه میزند در مصحف روے تو فال

مرحبا صد مرحبا بر خلق و خلق نیک تو
اے برون زان حد که احصائش کند فهم و خیال

اے جمالت بر کمال صنعت صانع گواه
دست قدرت را بنازم یا برین حسن و جمال

روے تو نادیده جان در راه عشقت باختم
بر امیدے آنکه روزے زنده سازی در وصال

حال دل با تو چگویم دلبرا بینک آگهی
نیست بے یاد تو آرامم دمے در هیچ حال

نیستم شایستهٔ آن مجلس قدس تو من
لیک عشقت در سرم افگند این فکر محال

هر سر انگشت تو چون ناخن عقده کشاست
عقده نبود که نپذیرد ز لطفت انحلال

ماه من از آفرینش حیرت افزاے عقول
دلربا و جان فریب خلق از حسن خصال

غیرت افزاے مه و مهر اند گو خوبان ولے
نیست آن مهر جهان افروز ما را یک مثال

فرد را بنواز کاخر بندهٔ درگاه تست
از طفیل رحمت عام تو صاحب اقبال

آمدی خندان و میگوئی که اے عاشق بنال
نالم اما در دولت تا بدر ز شور من ملال

مست می شب آمدی و بیخود از حیرت شدم
کاین به بیداریست یا در خواب یا وهم و خیال

از سر زلفت چنان افزود سودا در سرم
بے خیال زلف تو شد ماندنم یکدم محال

ایکه داغی در دل خورشید از رویت چه باک / گر کند از مهر رویت ماه نو کسب کمال
برهم و درهم شود بازار دره بسته شود / بر کشد گر یوسفا من برقع از روی جمال
بوسه گر خواستم ناحق لب خود می گزی / این لبم باید گزیدن در سزای این سوال
بی بت و بتخانه هرگز یکدمم آرام نیست / ای برهمن گرچه دارم صوفیانه وجد و حال
پخته شد سودای زلفت در سر من آنچنان / گردنم را گشت آزادی ازین حلقه محال
تا که گردون را برین گردش بود وضع ثبات / دولت عشق من و حسن تو بادا بی زوال

نیک کردی **فرد** گر تو بندهٔ حسنش شدی
باد آغاز ترا بار خدا حسن المآل

ترکی مگر شده است مرا شهریار دل / چندین که بی چراغ شده است این دیار دل
ناشگفته همچو غنچهٔ تصویر مانده است / در گلشنم یکیست خزان و بهار دل
ما تهمتی بخوی جفایش نمی نهیم / ما را ز دست خویش خرابست کار دل
بتوانی ار به بام کسی ای صبا رسان / بینی اگر فتاده بکوی غبار دل
کی می شدی بزلف کسی آواره ناصحا / بودی اگر بدست خودم اختیار دل

ای **فرد** اعتماد بهر بوالهوس مکن
نادانی است تکیه بقول و قرار دل

در یاد توام جملهٔ مضمون رود از دل + / حیف است ترا چون من محزون رود از دل
گو در غم هجر تو مرا خون رود از دل / کی داغ غم عشق تو بیرون رود از دل
گیرم که کشم ناله بشفقت مگر از ضعف / این فرض محال است که بیرون رود از دل
سوزد بفلک خرمن طاعات ملایک / یک شعلهٔ آهم چو بگردون رود از دل
از نشتر خار مژه ات ضعف فزون شد / چون غنچهٔ تصویر مرا خون رود از دل
نه وعدهٔ وصل و نه سلامی نه پیامی / این درد فراق تو بگو چون رود از دل

ای **فرد** اگر نسخهٔ عشق تو هم درس
دانم به یقین لیلی و مجنون رود از دل

ردیف المیم

غزل ۱۱۸

تا کی بیاد روی تو آه و فغان کنم
تا چند سوز عشق تو در دل نهان کنم

دانم اگر بقطرهٔ اشکی نظر کنی
دریا ز خون دیده بکویت روان کنم

یابم اگر اجازت آیی به پیش تو
صد داستان ز درد فراقت بیان کنم

باشد اگر هوای خرید منت بیا
بنشسته ام براه تو سودا بجان کنم

نبود اگر ز آمدنم بار خاطرت
صد بار سجده بر سر آن آستان کنم

گر بگذرد بگلشن قدست نوای من
گلبانگ یا رسول اغثنا فغان کنم

ای فرد اگر به آه حزینم اثر شود
اینک هزار آه که ورد زبان کنم

ما عاشق سرگشتهٔ و شیدای محبیم
سودازدهٔ زلف چلیپای محبیم

خوبان جهان راست قدانند ولیکن
ما قمری سرو قد زیبای محبیم

بر لوح دلم صورت کس نقش نه بندد
آئینهٔ حیران تماشای محبیم

با تلخی ایام نداریم سر و کار
پروردهٔ شیرینی لبهای محبیم

از غمزه فریبی نتوان برد دل ما
خو کردهٔ الطاف و کرمهای محبیم

تا دیدهٔ ما جلوه گه سرو قد اوست
آئینه صفت محو سراپای محبیم

خاک در او سرمهٔ چشم است از آن رو
ای فرد نظر دوخته بر پای محبیم

ما باده کشان مست ز صهبای محبیم
دردی کش آن ساغر و مینای محبیم

در میکده بر پای خم سر بنهادیم
مخمور از آن نرگس شهلای محبیم

با ما سخن از خوبی شمشاد مرانید
ما شیفتهٔ قامت رعنای محبیم

برخاسته خاطر ز سر حرم و دیر
بنشسته بر این در به تمنای محبیم

طوبی قد او جلوه فروش نگه ماست
ما بندهٔ آن حسن سراپای محبیم

ای فرد دگر مشک ختن بو نکردیم
رفته ز خود از زلف سمن سای محبیم

تا روی تو دیدیم ز گلگشت گذشتیم
کوی تو گزیدیم من از دشت گذشتیم

یک گوشهٔ کوی تو به از هشت بهشت است
گر این دهدم دست از آن هشت گذشتیم

چون شمع سر هستی ما صرف گداز ست / آب از سر شوریده چو بگذشت گذشتیم

فرد

آرام ندیدیم درین طاس فلک / چون گوهر غلطان من ازین طشت گذشتیم

رضی الله عنه

آمد چو زلف یار در اندیشهٔ قلم / گردید یاد مشکبار رگ در ریشهٔ قلم

گردید تا ز نام تو رطب اللسان ز شوق / هر گام گریه هاست چو من پیشهٔ قلم

فرهاد می شدے اگر آگه ز سر نوشت / بر سر زدے بروز ازل تیشهٔ قلم

باشد صریر خامه ام از آه دودناک / دارد سواد خوش بنظر بیشهٔ قلم

فرد

از دودمان عشق نباشد هر آنکه / دارد ز جور او بسر اندیشهٔ قلم

خامهٔ من　　بمعنی قطع ۱۲

هر کجا باشم چو بلبل خانه زاد گلشنم / همسر نواسنجی من باشد بیاد گلشنم

یارب از دامان او دست خزان کوتاه بود / امتداد فصل باشد بر مراد گلشنم

بسکه سودای سر زلف تو در سر داشتم / زان بود از سنبل و ریحان سواد گلشنم

بسکه دل تنگم بصحن گلستان باید شدن / دل کشا باشد مگر چون غنچه باد گلشنم

فرد

در چمن دردسر این مصرع فرد منست / هر کجا باشم چو بلبل خانه زاد گلشنم

بادهٔ خوشگوار می خواهم / گر لب لعل یار می خواهم

نشهٔ بے خمار می خواهم / مستی از چشم یار می خواهم

گل و نسرین مرا چه کار آید / جلوهٔ گلعذار می خواهم

می خراشم جگر ز ناخن غم / سینه رشک بهار می خواهم

چون کسے نشنود فغان مرا / دامن کوهسار می خواهم

بیخودم بسکه از خط رخسار / سبزه و لاله زار می خواهم

تا بشویم غبار از دل و / گریهٔ بے اختیار می خواهم

دلم از دود آه شد پر زنگ / شیشهٔ بے غبار می خواهم

برود دل ز اختیار مرا / یک نفس من قرار می خواهم

من بدفع خمار اے ساقی / مے ز دست نگار می خواهم

فرد در چشم تنگ اهل زمان
پارهٔ اعتبار می خواهم

ما خود حدیث عشق نه از خویش رانده ایم — این سلسله بحضرت مجنون رسانده ایم
گیرند درس عشق گر از ما عجیب نیست — ما خط روی یار بتکرار خوانده ایم
دامان ما ز خار تعلق نگشت چاک — تا آستین خویش زعالم فشانده ایم
جز مشت خاک در کف دوران ز ما نماند — چون نقش پا براه گذار تو مانده ایم
پایان نداشت عرصهٔ هجران و قصه ام — صد بار این کمیت قلم را جهانده ایم

پر سوز گشت قصه ام ای فرد تا بدل
این نخل آتشین محبت نشانده ایم

گو تنگ بجان ای صنم از خوی تو آیم — کی باز ز عشق رخ نیکوی تو آیم
با دل شدگان این همه بیداد مبادا — برخیزم و آزرده دل از کوی تو آیم
غیرت نگذارد که فرستم بتو قاصد — خواهم که ز خود نیز نهان سوی تو آیم
دانم که کشد تیر نگاه تو خطا چون — من در ره آن ناوک دلجوی تو آیم
بر نقش کف پای تو تا جبهه بسایم — پا ساخته از سر بسر کوی تو آیم
آهو صفتم میرم از سایه ز وحشت — سو بیتا مگر از غمزهٔ جادوی تو آیم

از کوی تو چون فرد ز خود کی روم ای شوخ
الا بدر از قوت بازوی تو آیم

کو تاب که چون آینه برروی تو آیم — این بس که چو خورشید سر کوی تو آیم
شیرین حرفم دهدم ذوق خموشی — چون در سخن از لعل سخن گوی تو آیم
یکسوی من ره نه بهر سوی بتانم — گر دیده ز هر سوی دگر سوی تو آیم
از سوز دل خویش چو قندیل از آنم — پیوسته بطاق خم ابروی تو آیم
خاکم شده بر باد جز این نیست هوایم — همراه صبا تا سر گیسوی تو آیم
خیزد بجهان فتنه و آشوب قیامت — گر در صفت قامت دلجوی تو آیم
باشد کشش زلف تو هر شب که بکویت — آواره و آشفته تر از موی تو آیم
گم کرده رهم باد صبا کو که من از شوق — از خود چو روم سوی تو بر بوی تو آیم

برصفحهٔ هستی رقم تازه نویسیم — چون در صفت عارض دلجوے تو آییم

وارستگی فرد ترا وا له خود کرد
آن رفت که بر خیزم و در کوے تو آیم

صبحدم آمدم در روے تو دیدم رفتم — نفسے همچو صبا بوے شمیدم رفتم
جز سر کوے توام جاے قرارے نبود — همچو پرکار بهر جا که رسیدم رفتم
چشم بر روے تو بکشادم و از خویش شدم — چون دم صبح که یکبار دمیدم رفتم
گرده عریانیم از سنت خارم فارغ — یک گل از گلشن ایام بچیدم رفتم
همه شوق آمده بودم مگر از جور رقیب — از لب لعل تو حرفے نشنیدم رفتم
جان بلب آمده از ذوق لب نوش توام — ده که یک جرعه ز لعلت بچشیدم رفتم

همچو فرد آمده بودم بامید دگرے
محنت هجر تو از بسکه کشیدم رفتم

آئینهٔ شمع رخ جانانهٔ خویشیم — قربان سر خویشم و پروانهٔ خویشیم
تا بر لب لعل تو لب خویش نهادم — مدهوش و ز خود رفته ز پیمانهٔ خویشیم
چون هست دلم خلوت آن یار پریرو — محو دل خود هستم و دیوانهٔ خویشیم
بگذاشت مرا در غم و خود در پی او رفت — دیوانه ز جور دل فرزانهٔ خویشیم

آهم نه بود هش ز خود اے فرد چه گویم
آزرده ازین نعرهٔ مستانهٔ خویشیم

دلداده بویرانی این خانهٔ خویشیم — یادر پی آبادی ویرانهٔ خویشیم
مهلت سوے بلبل اگر از نغمه سرائی ست — ما نیز نواسنج بافسانهٔ خویشیم
زان روز که شد سوده زپاے تو در ما — در مان طلب از خاک در خانهٔ خویشیم
از صحبت یاران نشود تسلیهٔ ما — ما در طلب آن دل بیگانهٔ خویشیم
باشد که کنی رحم بجوش گریهٔ چشم — زان در سر آرایش کاشانهٔ خویشیم

تا خرقهٔ ما پاره شد از محتسب اے فرد
شرمنده ازین شیوهٔ رندانهٔ خویشیم

یاد است خطاب من با هر که سخن رانم — خود داد است مرا دمن از آنم و از آنم

ذکر بیست از وصف او هر حرف که میگویم — یاد می آید ترا نام او هر لفظ که میخوانم
ور هر چه همی نگرم روی خوش او بینم — ور هر که همی شنوم از لعل لبش خوانم
عشقش بودم چون خون ساری برگ و ریشه — شوقش بودم در دل چون در تن من جانم

خوش راه بجا لی برد فرد از ره رندیها
صد گریه بر اسلام صد خنده بر ایمانم

بسکه سر گرم نه زره طلبیم — تا سر استخوان رسیده بهم
دست بردار محتسب از من — مست و سرشار ساغر غم
لاف از پاک دامنی چه زنم — که هنوز است بوسه بر لبم
من که هستم زیاده شوقش — از ازل تا بحشر در طربم
جسم من گر چه ذره ذره شود — ذره کم نگسرد و از شبنم
از بیش بسی صبا بگو که بیا — کز فراق تو بسکه در تبم

فرد تا تو بینا سی چشم کنم
خاک از کوی یار میطلبم

دل را بسودا داده ام آشفته موی کیم — آواره زلف کیم شیدای گیسوی کیم
دارم سر شوریده شایسته سنگ جفا — من رفته ام از خویشتن دیوانه روی کیم
چون گل پریشان می شوم هر صبحدم از نکهت — من محو از خوی کیم آشفته بوی کیم
گهی بصحرا و گهی در کوچه سرگردان شدم — رسوای عشق کیستم آواره کوی کیم
از سوز دل هر شب چرا صرف گدازم کرده اند — من شمع بزم کیستم پروانه روی کیم

ای فرد دارم گریه ها هر صبح و شام از رنج عشق
ای کاش میدانستمی آزرده از خوی کیم

نه حریف می پرستم نه رقیب عشقبازم — همه تن فدای خویشم همه جلوه نیازم
نه هوای صبحگاهم نه سموم شعله بازم — پروانه خودم من خود شمع جانگدازم
نه غبار خاطرم من نه صفای روی خوبان — نه چمن بهار رنگم نه درون سینه رازم
نه دوای دردمندم نه زدوده دل جدایم — نه چه برق کاه سوزم که طبیب چاره سازم
گل باغ هستیم من همه خویشتن نمایم — چو نسیم صبحگاهی چمن جهان نوازم

بجرم خدا پرستم بشراب خانه هستم — گهی شمع خانقاهم گهی جلوه حسن نازم

نه نگویمش پاے بندم نه بغیر هست مندم
بجهان و هر دو کم من فرد بے نیازم

هر صبح تا کجا بغمت دیده تر کنم — هر شام تا کجا بدرت ناله سر کنم
هر روز عمر چون گذرانم بسوز تب — هر شب به آه و ناله بگو چون بسر کنم
تا چند روبم از مژه خاک در حبیب — تا چند جستجوے تو من در بدر کنم
هر لحظه خون دل رود از چشم در کنار — تا کے ز خون دیده گل نو به بر کنم
این است گر وفاے تو با خستگان صبح — امشب گمان مبر که چه روشن سحر کنم
صبرے بدل نماند شب هجر بس دراز — کے باشد اینکه من برخ او نظر کنم
پامال کردی و همی خواهم از وفا — آرایش کفت تو ز خون جگر کنم
هجر است گر دواے من دردمند عشق — بگذار اے طبیب که فکر دگر کنم
کو فرصتے که از دل گم گشته اے جنون — گیرم ز کس سراغ ز فرد را خبر کنم

اے فرد آه من بدلش گر اثر کند
صد آه بر کشم که دلش پر اثر کنم

بر در احمدؐ گدائی کرده ام — نیک بنگر من خدائی کرده ام
بر درش تا جبهه سائی کرده ام — پادشاهی در گدائی کرده ام
بهر آن بیگانه عالم آشنا — با دو عالم آشنائی کرده ام
تا شدم خاک رهش چون نقش پا — عالمے را رهنمائی کرده ام
رهروان کعبهٔ مقصود را — رهبری پیشوائی کرده ام
گشته ام در خلق با برگ و نوا — تا بکویش بے نوائی کرده ام
تا دل خود گم نمودم در رهش — یک جهان را دلربائی کرده ام
مهر پر داغ است از پیشانیم — بر درش تا جبهه سائی کرده ام
می ستائیم پرتو حسن ترا — خلق داند خودستائی کرده ام
تافت بر من تا ز حسنش طلعتے — در دو عالم روشنائی کرده ام
فرد بے لطفش نیاید هیچ کار — بارها بخت آزمائی کرده ام

بکار خویش حیرانم ندانم از چه حیرانم / ز عمری محو سامانم ندانم در چه سامانم

نه جان را با بدن انسی نه تن را الفتی با جان / بکوی عشق مهمانم ندانم از چه مهمانم

نه با زلف کسی بسته نه از چشم کسی خسته / خراب لطف جانانم ندانم کیست جانانم

بری از قید کفر و دین برون از بند هر آیین / مبرا از کفر و ایمانم ندانم چیست ایمانم

بنفشه وار در تابم چو سنبل خود بخود پیچم / چو گیسوی پریشانم ندانم چون پریشانم

نشان من چه می جوئی برون از خلوت و جلوت / چو فرد خویش می مانم ندانم با که می مانم

چو قطره بی سر و پایم سر و پای نمیدارم / سراپا موج دریایم سر و پای نمیدارم

بود بر یک روش از آمد و رفتم چه میپرسی / ازینجا تا بانجایم سر و پای نمیدارم

بدست من بود عالم فلک بر پاست از چشمم / خود از عالم مبرایم سر و پای نمیدارم

ازل را از من آغاز و سر انجام ابد از من / بهر یک رنگ پیدایم سر و پای نمیدارم

نه سر دارم نه پا دارم چه می پرسی ز وضع من / که فرد بی سر و پایم سر و پای نمیدارم

نه من بیهوده بوی گل بهر گلزار میگردم / غلام سرو آزادیم و قمری وار میگردم

نه من بیهوده گرد هر در و دیوار میگردم / بیاد لذت طوف حریم یار میگردم

نه من بیهوده بوی گل پی هر خار میگردم / بیاد روی رشک گل بهر گلزار میگردم

شراب لعل نوشینش ربود از خود چنان ما را / که من مستانه گرد خانهٔ خمار میگردم

نگاه آن غزال وحشی من سحرها دارد / که از خود رفته چندانم که در کهسار میگردم

ز زلف یار تا سر رشته در دست میدارم / جنونی تازه پیدا کردم و بیکار میگردم

ز دکان جهان جویم دل گم گشتهٔ خود را / برای یک متاع دل بهر بازار میگردم

حجاب هستی من تا نقاب روی جانان شد / ز خود وارسته بر هر در پی دیدار میگردم

نشانش هر کجا یابم روم از جذبهٔ عشقش / دلی دیوانه میدارم ولی هشیار میگردم

بتحریر حکایتهای سودای سر زلفش / قلم دیوانه می گردد ولی هشیار میگردم

غلام آفتابم فرد زان هر روز در عالم / بیاد او بزیر گنبد دوار میگردم

چه جای طعنه ای ناصح چو من دستار گم کردم
چها در عالم مستی من هشیار گم کردم

چه گوییم ما چه کالائی درین بازار گم کردم
متاع صبر و دین و دل بیک دیدار گم کردم

شراب شوق او یارب عجب کیفیتی دارد
چنانم محو دیدارش که خود دیدار گم کردم

ز پیر دیر رسوائیم که من در حلقهٔ رندان
ز دردی که کشیدم قشقه و زنار گم کردم

ز خود رفتن بود مسلم که برخیزم ز کوی او
نشستم تا براه آن پری رفتار گم کردم

چو بود از چار دیوار عناصر خلوتم زندان
ببستم چشم از عالم در و دیوار گم کردم

ندانم محتسب کی برد دستار من بیخود
چه رهن می کنم امشب که من دستار گم کردم

ز حال دل چگویم فرد گر پرسند یارانم
که دل را در کوی زلف آن بت عیار گم کردم

[illegible]

بوی نافهٔ کان جعد مشکینش نهان دارد
فدای کوی عطارم و در تاتار میگردم

نه پابند بیابانم نه با کوه و سر و کارم
بگرد نقش پای ناقهٔ مجنون وار میگردم

نه می نی ساغر و نه نشه نه آواز مینایم
نگاه پاکبازانم به چشم یار میگردم

سرم را هست با زلف چلیپائی سر و سودا
چو منصور از سر مستی بگرد دار میگردم

صبا یا شانه ام یا دست مشاطه نمی دانم
که سرگردان گیسویش بهر تار میگردم

من از جام محبت تا کشیدم فرد یک جرعه
چو مولانا جلال الدین قلندر وار میگردم

باری بیا که رسم محبت گذاشتم
از عشق در گذشتم و الفت گذاشتم

عمری که صرف خدمت پیر مغان نشد
سوی قفا نه یاری همت گذاشتم

تا در طریق بندگیت پا نهاده ام
سر را برای سجدهٔ طاعت گذاشتم

لب بسته از جواب کسی غنچه سان خموش
گوشی چو گل بحرف و حکایت گذاشتم

نقدی نداشتم که نثار تو کردمی
جز وقت خویش که در ره عزلت گذاشتم

ای دل بنای هستی من بی اساس بود
بگذشتم از خود و در دولت گذاشتم

پروانه وار گرمی شمع رخ تو سوخت
ای فرد خاک گشتم و صحبت گذاشتم

مطرب غزلے بر خوان کامشب طربے دارم — از طلعت روے او فرخندہ شبے دارم
ساقی قدحے کامشب ماہ عجبے دارم — بزم طرب آرائی ترک عربے دارم
بنود عجب ار خیزد آہے ز نہیب آتش — کز سوز فراق او در سینہ تبے دارم
زیباست اگر کلکم از نیشکرے باشد — چون من سخن شیرین زان قند لبے دارم
سنگم مزن اے ناصح من زین دل بشکستہ — چون شیشہ گران دوکان تنگ حلبے دارم
گوشی و حدیثا بی چشمی و تماشائی — پندم مدہ اے واعظ شاید سببے دارم
پیداست ازین گردے کز تربت من خیزد — کاندر لحد از عشقت ہر دم شغبے دارم
گو خاک درت گردم عشق تو ہمان باشد — در خاک تہ دل ہم حسن طلبے دارم
از یارب شبہایم ہمسایہ چہ می پرسی — شب خواب نمی آید در دل تعبے دارم
کفر است بمیخانہ حرفے زدن از توبہ — حاشا ز من اے ساقی چون من ادبے دارم
صد حیف اگر گوید در محتسب شہرم — کاندر بر خود امشب بنت العنبے دارم
با لیلی و عذرا لیش نسبت نتوان دادن — من پیش نظر یارے عالی نسبے دارم
عشقم اثرے دارد تا بر لب ہر عاقل — چون قیس بسودائیت مجنون لقبے دارم
بازم دو سہ ساغر دہ کز ہوش برد ما را — کز محتسب اے ساقی اندک ادبے دارم

فرد عجمی ہستم در خود عجبے دارم
دل در گرو یاد شوخ عربے دارم

اگر گویم ز لعل یار گویم — حدیثے زان شکر گفتار گویم
نہ منصورم سرے با دار گویم — اگر گویم سر بازار گویم
نہ از خود گویم وسنے انا الحق — ولے حق گویم و اسرار گویم
چو گوشے نیست شنوائی ہمان بہ — کہ کمتر گویم و بسیار گویم
فغان بلبل شوریدہ ہر صبح — بگوش گل بہر گلزار گویم
حکایتہاے آزار دل خویش — بہر شب با در و دیوار گویم

سخن مستانہ می راند بجیبم
ترا اے فرد چون ہشیار گویم

طرف چمن ز ہواے بویت رفتم — سوے گل نوبہار در دیت رفتم

چون پیش رخت نبود گل را روی — برگشته پی صبا بکویت رفتم
در کوی زپای تو ندیدم نقشی — در خلوت دل به جستجویت رفتم
در دل چو ز خویشتن حجابی دیدم — از خویش گذشتم و بسویت رفتم

تا در سخن آمدی خموشم ای فرد
کز خود ز ادای گفتگویت رفتم

سر بر قدم یار نهادیم غنودیم — چون نقش کف پا چو فتادیم غنودیم
بگشودن چشم چو حباب عین فنائیست — بر روی جهان چشم گشادیم غنودیم
استادن و غلطیدن ما کس چه شناسد — چون سایه بهر جا که ستادیم غنودیم

چون فرد بصد نرمی و صد پیچ چو مو باف
دل در خم گیسوی تو دادیم غنودیم

با زلف در اندیشهٔ پیوندی خویشم — سودا زده ام در سر پابندی خویشم
صبر و دل و دین داده خریدیم جنون را — دیوانهٔ این عقل و خردمندی خویشم
پرورد محبت بکنار غم از شوق — آزرده دل از شیوه نخورسندی خویشم
آورده برقص از نگهی زاهد دین را — حیران رخ احمد سمرقندی خویشم

ای فرد چرا بر شکنم دل ز نگارا
ما شیفتهٔ یار سمرقندی خویشم

کدام ابرو کمان زد دوش تیرم — که زخمش را بجان منت پذیرم
پریشان بگذرد از من غزالش — به چشم او سگ صید حقیرم
دگر پابند زنجیرم مسازید — که من در حلقهٔ زلفی اسیرم
تمنای لب لعلش مرا کشت — بجرم می کشی یارب مگیرم
بیک امید اعجاز لبانت — شگفتی نیست گر صد بار میرم
ترا ای شمع رو پروانه گردم — چسان روشن شده بر تو ضمیرم
لبت محو مسیحائی باغیار — عجب نبود من از غیرت چو میرم

ترا ای ناز پرور این که آموخت
که چون آهو ز فرد خود کنی رم

افتاده براه یار خویشم — نقش قدمم بکار خویشم

تا عشق سپرد کار خویشم — بگذشته ز کار و بار خویشم

تا گشت دلم خراب کار عشقش — آواره ازین دیار خویشم

از جیب دریدنم چه پرسی — دیوانه ام و بکار خویشم

درمانده ز باد پاے عمر — بنشسته بره گذار خویشم

هر روز ز جلوهٔ دگرگون — آئینهٔ روزگار خویشم

در کوے تو ز آب پاشی اشک — بگرفته رهِ غبار خویشم

نیرنگی او بجز و چو دیدم — طاوس صفت نثار خویشم

جز آتش عشق او نباشد — شمعے لب مزار خویشم

عهدے صنما وفا نکردی — دل دادم و شرمسار خویشم

در عشق تو تا شدیم بدنام — وارسته ز ننگ و عار خویشم

احوال منست جاے عبرت — بگذشته ز اعتبار خویشم

آزاد ز قید دو جهانم — بے فکر ز خار زار خویشم

از گریهٔ چشم خون فشانی — پیوسته بهار خویشم

ناگه نگهم بنرگس افتاد — شرمنده ز چشم یار خویشم

جان را بچه رو کنم تسلی — چون دور ز گلعذار خویشم

در دام تو آن بصید پرداخت — دل رفت ز اختیار خویشم

عشق است بلاے ناگهانی — اے واے ز غمگسار خویشم

شرمنده مشو از نثارش — نقد دل کم عیار خویشم

صد جان بکنم نثار اے فرد — آرند چو در شمار خویشم

مدهوش ز لعل یار خویشم — مست از مے خوشگوار خویشم

صد سنگ ملامت ار زنندم — پا شیشهٔ دل بکار خویشم

تا چاک زدم بجیب و دامان — آورد جنون کنار خویشم

صد ناله اگر کنم چو بلبل — تا گفته یک از هزار خویشم

دل را که به بیوفا سپردم
بد کردم و شرمسار خویشم

بگرفت دلم چو راه صحرا
پویان ره شکار خویشم

پویان

رنجید دلش ز دود آهم
تیره سحر از غبار خویشم

خندان همه شب چو شمع ای فرد
بر گریهٔ زار زار خویشم

عمریست که دلداده بدلداری خویشم
فرصت نهد دست ز غمخواری خویشم

صد رنج بمن میرسد از یاری خویشم
پامال جفاها ز وفاداری خویشم

چون مرغ قفس زاد ندانم ره گلشن
آراسته گلزار ز خونباری خویشم

چون معنی بیگانه ز اندیشهٔ یاران
خو کرده در پرده به بیکاری خویشم

از یاد خدنگ نگهٔ میر شکاری
سر داده به بازو به دل آزاری خویشم

در کوی تو برداشته غوغای قیامت
از شام غمت تا سحر از زاری خویشم

محتاج سر و پا هوس هستی من کرد
پابند بهانهٔ پی پاداری خویشم

فرصت ندهد دست ازین چاک گریبان
در پنجهٔ محنت ز ستمگاری خویشم

کی بارکش منت کس هست سر من
از بسکه سبکدوش ز بی‌باری خویشم

دارد گله از نالهٔ من غیر و یگانه
شرمنده ز همسایه ازین زاری خویشم

دل صید نگاهش شد و جان تیر پی رفت
پیش آمده این جمله ز خودداری خویشم

بیباک زدم دست چو در گردن مینا
در میکده شرمنده ز سرشاری خویشم

برداشتن دست ز دل سهل تر آمد
ای فرد درین عشق ز دشواری خویشم

در عشق تو بیزار ز بیداری خویشم
فریاد ز چشم تو و بیماری خویشم

نامه بلب رحم ازین بندگی من
خجلت زده از روی پرستاری خویشم

زه کرده کمان و دل خود پیش نمودم
از دل هدف طعن سپرداری خویشم

سر بار گران بود به تیغ تو چه تهمت
هم کشته بپشت ز گرانباری خویشم

تا خاک درش گشتم و در پاش رسیدم
بر دوش نسیم ز سبکباری خویشم

صد پاره ز دستم قدح آن محتسب افگند
حیران بو مینای می‌خواری خویشم

ما توبه شکستیم چو او جام شکسته
قربان خردمندی و هشیاری خویشیم

جا کرده به چشم همه اهل نظر ای فرد
چون کحل جواهر همه از خواری خویشیم

ما بیخودی خود نه ز میخانه شنودیم
افسانهٔ خود از لب بیگانه شنودیم

از خود خبرم نیست که از سوز تو چون رفت
احوال دل خویش ز پروانه شنودیم

پروانه صفت سوخت دل خلق ز آهم
در مجلس آن شمع چه افسانه شنودیم

ناصح چکنم عذر ز توبه شکنیها
دل رفت ز هوئی که به میخانه شنودیم

زاهد چه زنی لاف ز گرداندن سبحه
نام صنم خویش ز هر دانه شنودیم

میخانه خراب است و من و پیر مغان مست
تا ذکر لبش را ز لب پیمانه شنودیم

گل گوش کند یا نکند ما بفغانیم
این زمزمه از بلبل مستانه شنودیم

صد غلغله افگند بجان من سرمست
آن راز که در مجلس رندانه شنودیم

خوشتر ز دم عیسی و شیرین ز نبات است
دشنام که گاه از لب جانانه شنودیم

شد سلسله جنبان جنون باز ز زلفت
هوئیکه شبانگاه ز دیوانه شنودیم

دل را ز تمنای تو کردیم خرابه
تا جایگه گنج بویرانه شنودیم

سر بر در و دیوار رقیب آه شکستیم
آواز تو چون از در کاشانه شنودیم

صد صومعه از یک نکهت میکده ها شد
گر بام و درش نعرهٔ مستانه شنودیم

در پردهٔ هر نغمهٔ مطرب اثری هست
دیوانه شدم چون من فرزانه شنودیم

بردم بخبرداری او جان عزیزی
از دین و دل و هوش چو بیگانه شنودیم

نازیم بخاموشی خود فرد که چون گوش
یک حرف نگفتیم و صد افسانه شنودیم

از حسن بهر گوشه که افسانه شنیدیم
ذکر تو بهر کوچه و هر خانه شنیدیم

در مشرب ما از باده کشی توبه حرام است
فتوای مغان از لب پیمانه شنیدیم

از دیر و حرم کار دلم بشدنی نیست
این جمله کرامات بمیخانه شنیدیم

از بیخودیهای خود است اینکه اثر نیست
گر ناصح خود پند چو افسانه شنیدیم

واعظ اثری بیشتر از وعظ تو دارد
آن قلقل مینا که بمیخانه شنیدیم

در مکتب غم سیلئ استاد شمردیم / هر طعنه که از مردم بیگانه شنیدیم
پندادیم از خردت نیست که ناصح / فرزانه بگفتی همه مستانه شنیدیم

فرد
خوردم چه دهی زند شواری عشقم
این قصه چه با همت مردانه شنیدیم

حباب آسا بدوش باد گر من بار می بستیم / ز عالم هر دو چشم خویشتن یکبار می بستیم
دل من کے بدستم بود تا در کار می بستیم / بدل از یاد وصلش منتی دشوار می بستیم
بخود کے آمدم تا تہمت ہستی کردم اے ناصح / من بیخود چه می کردم اگر زنار می بستیم
بصد خون جگر از دستے که پابوسش پسے کردم / حنا از خون چشم خود بپاے یار می بستیم
نہ من بیہودہ در کویش پس از کشتن طپیدم / ز خون خویش نقشے بر در و دیوار می بستیم
نشد از خدمت آن ساربان یکباره مرا سوئے / دل و جان در رسم آن ناقه زین وار می بستیم
وے گر دست دادے فرصتم دامان وصلش را / بتار گریه هائے دیده خونبار می بستیم
اگر دانستمے از تربتم دامن فشان گذرد / ازین یک مشت خاک خویش راه یار می بستیم
بجان باغبان و بلبل و گل منتے می شد / ترا گر از گل تو طره بر دستار می بستیم
کشیدیم جفاے سنگ طعن خویش و بیگانه / چو اول در بروے مردم اغیار می بستیم
بجان منت گر اینک آمدے یا نامه اش قاصد / گره حرفے از خط او بر دل بیمار می بستیم
عبث بیهوده مژگان کرده ام تحت دل خود را / چو هر دانه در هر تار زلف یار می بستیم

فرد
اگر دانستمے جور رقابت بترا زین آه
ز دود آه بر مردم ره دیدار می بستیم

تا جمال تو در نظر داریم / از برائے تو دیده تر داریم
هر کجا نقش پاے تو بینیم / خاک از هر دو دیده بر داریم
همه شب بر در تو سر بنهیم / منکه سودائے تو بسر داریم
نیست جز دیدنت هوائے دگر / آرزوے بدل اگر داریم
پے بمقصود هیچ ره نبریم / جز براه تو گر گذر داریم
از سر سوز من چو شمع می پرسی / کے ز خود این قدر خبر داریم
رحمے تو دیدم و ز خود رفتم / خبر از خویش این قدر داریم

بچه کار آیدم منشدائم — نالهٔ هائیکه بی اثر داریم
عذرم از شب شب ناله [illegible] — منکه دامن ز باده تر داریم
چه وها [illegible] و چنده پیم زبان — که دل فارغ از ضرر داریم
دل همی ز ناله ام می سوخت — چه قدر آه پر شرر داریم
گر گریبان بسوزدم چه عجب — سینه از عشق گرم تر داریم

کس بفریاد فرد من نرسید
چکنم آه بی اثر داریم

در بر خویش ماه میدارم — یا توئی اشتباه میدارم
عفو کن گر گناه میدارم — که برویت نگاه میدارم
آخر ای چشم خون فشان رحمی — نامهٔ خود سیاه میدارم
تا بری تو خلوتی باشد — دل بسینه نگاه میدارم
تا به تیرش هدف شوم روزی — جا به آماجگاه میدارم
تا ز گرد رهت تو سرمه کنم — دیده بر شاهراه میدارم
بس بود بر درت چو سگ ماندن — گر سر عز و جاه میدارم
کو من و کو نظاره اش تا صبح — اشک خود را گواه میدارم
از شب تار من چه می پرسی — مه کنعان بچاه میدارم
طاق ابرو و نقش پای کسی — قبلهٔ و سجده گاه میدارم
باعث رحمت بس است همین — که همه تن گناه میدارم
چون ننازم ز آستانهٔ او — در دولت پناه میدارم — توئی
شکر از بخت خویش میدارم — که درش تکیه گاه میدارم — درشت
من و این وسعت خرابهٔ دل — شیخ و خانقاه میدارم
خوانبر است و من گدا چکنم — هوس بزم شاه میدارم
غنیمتست جز [illegible] بیاد رخت — خواب اگر گاه گاه میدارم
خلوتی کو که خواهمت آنجا — خانهٔ دل تباه میدارم
تو و فرد ای خودم بهر گامی — تا ببزم تو راه میدارم

دل همسایه باز خواهم سوخت
فرد اگر همچو آه میدارم

ز خود بیگانه گشتم تا بخویش آشنا گشتم
ز هر سو دیده گشتم تا بسویش آشنا گشتم

نگه گردیدم و غازه شدم آئینه گشتم
بچندین رنگ گشتم تا برویش آشنا گشتم

صبا گشتم غبار راه گشتم خاک گردیدم
خرابش تا شدم غبار ره بکویش آشنا گشتم

نسیمی گشتم و شبنم شدم خاک چمن گشتم
دماغ باغبان گشتم ببویش آشنا گشتم

چو دستم کوتهی میداشت از زلفش صبا گشتم
زبان شانه گشتم مو بمویش آشنا گشتم

زبان خامه گشتم نی شدم تا حرف او فهمم
چو سوسن صد زبان با گفتگویش آشنا گشتم

کد این خوی خوش ای فرد کان دلبر نمیدارد
زاول برهمین خوی نکویش آشنا گشتم

چشم او خونریز و زلف او ز من بر باد هم
باکه نالم سرمه اش بسته ره فریاد هم

ای صبا از جنبش زلفش بپا شد آفتی
خامه میلرزد بدست مانی و بهزاد هم

گر چنین خونبار خواهد ماند چشم از جوش دل
صد چمن ای هم نوا خواهم نمود ایجاد هم

آنچه کرده سرزنش جور است به تعلیم وفا
اینچنین با من نکرده سیلی استاد هم

نغمه زارم پسند خاطر صیاد شد
گریه دارد بهر سحر نالهام صیاد هم

بر امید رحم صیاد این نوا سنجی مکن
آفتی آرد بمرغ خوش نوا فریاد هم

گاه از گلشن بعمر خود ندیده منتی
کاش چوب آشیانم میشود شمشاد هم

نیست این رگها برگ سرو آزاد چمن
سرخطی از بندگیها دارد این آزاد هم

زان بنای دل ز سیل اشک میدارم نگاه
بود منزلگاه او این خانه آباد هم

ای که می پرسی ز احوال دل خون گشته ام
مدتی شد کز ره دیده برون افتاد هم

جای حیرت خلق را هستم ازین دیوانگی
گاه بر لطف تو نازم گاه بر بیداد هم

همچو آن اشکی که از چشم او فتاد و خشک شد
بوده ام پیش نظر لیکن کنون از یاد هم

نالهای من از خاطرش دور رفت
بود ورد یاد در کوی او فریاد هم

عقل با من آنچه در عشق تو کرد از من مپرس
رفت از دست من آخر صبر بی بنیاد هم

می کند او کوه و من از سینه دل را می کنم
تیشه آخر زد بسر از درد من فرهاد هم

جز مگس بر سر نیامد بپرسش زخم مرا
رفتم از بسیاری بسمل مگر از یاد هم

از شکست خاطر صیاد ترسم ورنه من
می شکستم صد قفس گو باشد از فولاد هم

بر سر راهی فگندم مشت خاک خویش را
میتواند گفت حال من بکویش باد هم

گر سگش بر پارهٔ دل می نهد راضی زمین
میتوان کردن بکوی او شبی فریاد هم

میکنم ای فرد رنگین نامهٔ خود را ز خون
تا بدین حیله دل آن طفل سازم شاد هم

آمد و بنشست و بند جامه را بگشاد هم
کاشکی از بهر سلامی رخصتم میداد هم

ای گرفتار قد و رویت گل و شمشاد هم
هر سحر در یاد تو مرغ گلستان زاد هم

نیست در کلکش شکر تا نقش لب بسته شود
میگزد لبها بدندان مانی و بهزاد هم

گرد گر صیاد بودی می نهفتم خویش را
وای بر ما باغبان ماست خود صیاد هم

هدهد و باد صبا گو نشنود درد مرا
می تواند گفت حالم پیش او فریاد هم

شد ز بالایت دو بالا شد بلا بر خویش قدان
می شود خم در خرامت از هوا شمشاد هم

یاد از آن جمعیت دل بس پریشانم نمود
چند روز است این دل ویرانه بود آباد هم

بر زمین گر سایه می افتد بجای [illegible]
ناصحا کن پیروی تا به بود افتاد هم

پند ناصح سیلی اخوان و سنگ کودکان
وای گر با اینهمه باشد ز تو بیداد هم

زندگی بر جان شیرینش نگشتی تلخ گاه
همچو من میکند دل از سینه گر فرهاد هم

یکدم آبی ز تیغت گر شدی در کام او
خضر را میرفت این آب حیات از یاد هم

بر پرستاران جفاهای سنگدل تا کی و چند
از خدا ترس ای صنم باقیست روز داد هم

ای تو ما را خواجه و من کمترین بنده ات
یک نظر گاهی بحال فرد خانه زاد هم

بعمر خود همین یک کار کردم
که صرف خدمت خمار کردم

بیکباره سجده از من کین جبین را
فدای ابروی خمدار کردم

سبک سرگشته ام در چشم ناصح
گرو رهن جام می دستار کردم

پی پرسش از رقیبان جا ندیدم
سحر تا شب پس دیوار کردم

[illegible] برخاست
[illegible] از دیده خونبار کردم

نگه بر چشم بیمارش چو افتاد
ز حیرت تکیه بر دیوار کردم

بجای گل سحر از یاد رویت
نگاهش در گریبان خار کردم

ز بزمش رفتم و بر در نشستم
ز پهلوی رقیبان عار کردم

دگر امروز جنگم با رقیب است
غباری را کنون دیوار کردم

بهر جا رفتم از خونریزی عشق
نگارین هر در و دیوار کردم

مگر سحر است فرد اندر کلامم
که رامش من بدین گفتار کردم

بعشقت خسته حالم با که گویم
ز هجرت درد و بالم با که گویم

انیسی کو که پرسد حال زارم
بدیدگه که نالم با که گویم

ز سودای شب و روزم چه پرسی
تو ای اندر خیالم با که گویم

چه پرسی از خطاب من که با کیست
ترا جو جمالم با که گویم

وصالت نیست فکر صبح و شامم
درین فکر محالم با که گویم

من از اندیشهٔ موی میانت
چو موی درشالم با که گویم

نه یک همدم که وقت جان سپردن
بپرسد از وصالم با که گویم

ز حال فرد خود گاهی نه پرسی
چها اندر ملالم با که گویم

تو ای در دیده و رویت ندیدم
با این همخانگی رویت ندیدم

لبت آوازهٔ اعجاز دارد
بحسرت مردم این خوبیت ندیدم

مرا پیراهنت از گل عزیز است
گلی گاهی با این بویت ندیدم

ز تار زلف تو در پیچ و تابم
چو موی گشتم و مویت ندیدم

بگفتی میتوان کندن غم از دل
بتا این زور بازویت ندیدم

چه حسرتها که چندین عمر چون فرد
همه خود دیدم و سویت ندیدم

از خانقاه باز به میخانه میروم
مطرب بیا که سرخوش و مستانه میروم

شرم آیدم ز پیر مغان توبه چون کنم
چون من بکوی میکده فرزانه میروم

یارب مباد محتسب آید بجنگ من
پیمان شکسته بر سر پیمانه میروم

رسوائیم ز شیون زنجیر میشود
در کوی یار چون من دیوانه میروم

بهر تو عشق می کشدم بر در رقیب
لطفی که من به مجلس بیگانه میروم

عمریست شب بکوی توام میرود بسر
صد حیف گر ز یاد تو روزانه میروم

روی تو دیده جمله فراموش می کنم
وز راه در غمت بصد افسانه میروم

چون قصهٔ غریب که از یاد میرود
من هم ز خاطر تو چو افسانه میروم

ننگ است گر نشست این دل بسوی من
خوش باش در دلم که ازین خانه میروم

از دست عشق بستهٔ گیسوی تو شدم
بیخود بکوی زلف تو چون شانه میروم

صد رخنه کرد خار غم فرقتش بدل
زین خانه من ز رنجش همخانه میروم

مارا اگر بمجلس قدس تو بار نیست
شکر خدا که تا در کاشانه میروم

خلقی بدور چشم تو گشتند باده مست
ای فرد من ز بزم تو فرزانه میروم

در سینه درد عشق تو چندان نهفته ایم
حرفی ز راز دل بزبان هم نگفته ایم

آلوده شد بگرد اگر روی ما چه باک
عمریست کز مژه در پاک تو رفته ایم

زین خواب غفلتم همه رشک است مرگ را
عمرم بره بهرزه روی و همانا که خفته ایم

دشوار گشته است بسا بسکه کار عشق
تا از لبت حدیث ملامت شنفته ایم

باشد که از کرم فگنی نظرهٔ بما
در رهگذار با سگ کوی تو خفته ایم

لطفی اگر پسند تو افتد ز نظم فرد
نازم بخویشتن که چه درها که سفته ایم

پای طلب شکسته بکنجی نشسته ایم
در را بروی مردم بیگانه بسته ایم

با من اگر ستیزه کند چرخ بدنهاد
فارغ دل و ز بند مکافات رسته ایم

رنجی بچون منی چه برد کس که از ازل
دل ریش و سینه ریش و جگر ریش و خسته ایم

نتوان گرفت گوشهٔ دامان ما بجرم
ما خود دعای مضطر و یا تیر جسته ایم

ای شهسوار اسپ سوی فرد خود بران
دور است صیدگاه تو و پر شکسته ایم

آئینه دار قامت رعنای نعمتیم ‏— سر تا بپا فدای سراپای نعمتیم
ما زیر بار منت مهر فلک نه‌ایم ‏— آئینه دار چهرهٔ زیبای نعمتیم
از شربت نبات کسی تر نشد لبم ‏— ما تر زبان و کام ز صهبای نعمتیم
زاهد به هستی خود دم چه میزنی ‏— تقوی بباد داده بسودای نعمتیم
خلقی است گرد سر چو غنچه اری دلم ‏— از خویش رفته ما به تمنای نعمتیم

ما را ز گل پرستی بلبل چه کار فرد
ما مست جام نعمت و شیدای نعمتیم ✢

پرده از روی خود وا میکنم ‏— راز پنهان آشکارا میکنم
در دو عالم کوس لاغیری زدم ‏— خویشتن را خود تماشا میکنم
از من ای بیخود چه می جوئی نشان ‏— بی کمندی جذب الها میکنم
کار من بر حیله موقوف نیست ‏— عقده بی ناخن ز دل وا میکنم
پرده انداختم از حرف و صوت ‏— بی زبان و لب سخنها میکنم
پیک پیدا کم ولی در دل ‏— دردمندان را مداوا میکنم
گاه پنهان در حجاب پیرهن ‏— دیدهٔ یعقوب بینا میکنم
بی لب اعجاز و امداد نفس ‏— یاوری‌ها با مسیحا میکنم
می نمایم کثرت و وحدت بهم ‏— قطره را رشک دریا میکنم
یوسفم از گرمی بازار خویش ‏— جلوه در چشم زلیخا میکنم

فرد نظم من تماشا کردنی است ✢
بی زبان این جمله انشا میکنم

هر دو عالم را که پیدا کرده‌ام ‏— سر خود را آشکارا کرده‌ام
بر جمال حسن افگندم نقاب ‏— عشق را در کوچه رسوا کرده‌ام
پرتوی بر گل ز حسن افگنده‌ام ‏— بلبلان را مست و شیدا کرده‌ام
شهره دارم بمصر از یوسفی ‏— بندهٔ خود صد زلیخا کرده‌ام

شکوهٔ همسایه‌ام دل تنگ کرد
فرد امشب رو بصحرا کرده‌ام

چون بهم خامه و اوراق پریشان کردم
بیت ابروے ترا مطلع دیوان کردم

دی بگلشن سخنے زان لب خندان کردم
خاطر غنچه بهم بود پریشان کردم

میفروشم بنگاهے سر بازار جنون
دل که بس جنس گران بود چه ارزان کردم

شعله در خرمن هستی نزدم اے فرد چو شمع
تا نظر بر رخ آن مهر درخشان کردم

ندانم خویشتن را در زمین و آسمان گویم
که بالاتر ز تحت و فوق من خود را نشان گویم

نه حرفے میزنم با کس نه خاموشم اگر خواهم
ز راز خویش در آنے بتو صد داستان گویم

نه از جام کسے مستم نه در رنج خمار استم
نه بر اوجم نه در پستم که از سود و زیان گویم

نه اینجا و چنین باشم نه آنجا و چنان باشم
ازین بالا اگر گفتن توانم آن چنان گویم

بهر اسمے بهر اسمے بهر معنے بهر صورت
بهر رنگ و بهر بوے هویدا و نهان گویم

نه من بے او نه او بے من نه من در وے نه او در من
برون از گفتگوے ما و من باشد که آن گویم

نه من با او نه او با من که وصل جان و تن گوئی
که اینجا عقل حیران است حیرانم چسان گویم

من و تو اندرین دفتر نمی گنجد نمی گنجد
چو جاے دم نزدن نبود چه از حرف و بیان گویم

ازین کیفیت وصلش نه تن آگه نه جان واقف
نه با قالب چنان ربطش که او را همچو جان گویم

الا اے فرد گر خواهی که فهمی این معما را
بیا بنشین دمے با من که با تو بے زبان گویم

برون از خویشتن یک بار رفتم
بیک چشمک ز دل بسیار رفتم

بعشق او ز خود یک بار رفتم
خبر دهشدار من از کار رفتم

نه از خود بر در خمار رفتم
ز خود بگذشتم و سرشار رفتم

ندیدم راز دار خود وسے را
انا الحق گفتم و بر دار رفتم

لب لعلش چو در گفتن در آمد
ز ذوق او من از گفتار رفتم

خرام ناز می فرمود بر بام
ز خود زان خوبی رفتار رفتم

رقیب آمد بدر رهبر سرا غم
چو دیدم من پس دیوار رفتم

ز ترس محتسب با جام و مینا
بمسجد بر در دستار رفتم

من از روے مغان زان شرمسارم
بکوے میکده هشیار رفتم

ز رسم و راه عشق آگه نبودم — چه کردم در ره پرخار رفتم
گذشتم از سر تقوی فروشی — ز بند جبه و دستار رفتم
بجان غوغای یوسف تا فگندند — پی نقد دل سر بازار رفتم
بزیر بام او از ترس اغیار — سبک چون سایهٔ دیوار رفتم
مپرس از کفر و اسلام من ای فرد — که من از سبحه و زنار رفتم

ما براه عشق رهبر آمدیم — رهروان را سایه گستر آمدیم
با چنین نیرنگی و این دلبری — از قیاس و وهم برتر آمدیم
نی نیازم لیک از لطف قدیم — بندگان را بنده پرور آمدیم
ساقی صهبای عشقم بهر خلق — ما بکف مینا و ساغر آمدیم
گریه بر تنهائی شبها مکن — عاشقان را یار و یاور آمدیم
ساقی صهبای عشقم گر کرم — با نی و مینا و ساغر آمدیم
فرد با این عاشقی نشناختی — ما ترا صد بار بر در آمدیم

گره از زلف تو افتاد بکارم چه کنم — ای که یک عقده کشا جز تو ندارم چه کنم
از حنا سرخ چو آن ناخن پایت دیدم — جوش زد خون دل و سینه فگارم چه کنم
منکه دست از سر جان در غم عشقت شستم — باز چون دامنت از دست گذارم چه کنم
بهر تو مردم و خاک ره عشقت گشتم — گر بکویت نرسد باز غبارم چه کنم
نامه از خون دل خویشتن افشان کردم — گر نه بینند ازین حیله نگارم چه کنم
دست میلرزد و اشک آید و از خویش روم — حال خود چون بر آن شوخ نگارم چه کنم
پیش از وا شدن غنچهٔ دل عشق آمد — برد بیبرگی من رنگ بهارم چه کنم
صد هزاران چو منش عاشق شیدا هستند — گر نیازند رقیبان لب شمارم چه کنم
اینکه تو دور قدح با دگران میداری — من افسرده که در کنج خمارم چه کنم
از بتان هیچ کسی را نگزیدم ای فرد — بعد ازین هم نکند لطف چو یارم چه کنم

از کار خود گذشته بکار تو گشته ایم
ورز ننگ و نام رفته و خوار تو گشته ایم

عشقت همه هوس ز سر ما برون فگند
پروانهٔ ز شمع عذار تو گشته ایم

سودای عز و جاه بیک سو نهاده ایم
پامال و خاک راهگذار تو گشته ایم

بر تکیهٔ کلاه شهان است جای ما
بر در گه تو تا که غبار تو گشته ایم

عشق تو از ستیزه چه صرفه برد ز ما
بر نقد جان و دل چو نثار تو گشته ایم

پیش نگاه کس نبرد دل ز فرد ما
کز تیغ ابروی تو فگار تو گشته ایم

شمع رویت را بدل پروانه ام
تاب با مویت را بجان دیوانه ام

عشق نگذارد مرا گاهی بخویش
گوییا من عشق را جانانه ام

تا جنون پرورد ما را در کنار
از خود و از خلق هم بیگانه ام

ریختم در جام جسم صد مشت خاک
داد تا پیر مغان پیمانه ام

عقل کی داند صلاح کار من
من بکار خویش خود فرزانه ام

فرصت رفتن سوی عقلم نماند
عشق آمد میهمان در خانه ام

در سر من ای خرد جای تو نیست
عشق دارد منزلی در خانه ام

جام بر کف ساقی سرمست ناز
برده هوش از جلوهٔ مستانه ام

در دم تا جلوهٔ فرموده
آشنایی تافت در ویرانه ام

تا پسندیدی خراب آباد دل
رشک دارد جنت از ویرانه ام

وقت خوش آن می فروشی را که داد
آگهی در مشرب رندانه ام

بس دراز عمر خضر کاسان نمود
ره بسوی خلوت جانانه ام

فرد کی ترسم از سنگ جفا
من براه عشق بس مردانه ام

خوش آنکه بجان مست پیمانهٔ او باشم
رندانه قلح نوشش خمخانهٔ او باشم

من بانگ مستش دارم ز ازل پیمان
مستانه اگر باشم مستانهٔ او باشم

این جوش بهار از من کی دل برد ای بلبل
دیوانه اگر باشم دیوانهٔ او باشم

عقلم بچه کار آید ز اوهام چو بشنفش سر
فرزانه اگر باشم فرزانهٔ او باشم

از خنده فریبها آتش زند بشمعی — پروانه اگر باشم پروانهٔ او باشم
تا دور مے و ساغر در دور فلک باشد — در دیر کشش آن بت هم رندانهٔ او باشم
این عشق چنین دارد گر جلوهٔ نیرنگی — یکچند دگر من هم جانانهٔ او باشم
بنود عجبی اے دل زین جذب محبتها — جا در دل او یابم هم خانهٔ او باشم
با روز زند پهلو آن شب که بدلسوزی — گرد سر او گردم پروانهٔ او باشم
شاهی هوسم نبود گر بخت بود یارم — گر جمله گدایان میخانهٔ او باشم
پرهیزم از آن تقوی اے زاهد سر حلقه — گر زهد ریائے خود بیگانهٔ او باشم

اے فرد چه خوش باشد او در دل من باشد
من گه بدرش گاهے در خانهٔ او باشم

نه برهمن دیرم نے اهل مناجاتم — نه شیخ حرم هستم نه پیر خراباتم
من برهمن دیرم یا اهل مناجاتم — یا شیخ حرم هستم یا پیر خراباتم
در خانقه صوفی هوئیست ز شوق من — در دیدهٔ شوخ بتان در خنده تماشاتم
در میکده رندان غوغاے دگر دارم — در صومعهٔ زاهد در کسوت طاعاتم
شمع حرم و دیرم هم از همه بیرونم — شوریست ز من هر جا من عین کراماتم
در خلوت یکتائی مائیم که پیدائم — از جلوهٔ بوقلمون هر رنگ بهر ذاتم
من دلبر خودکامم یا عاشق بدنامم — یا عشق دل آشوبم یا قبلهٔ حاجاتم
آه دل پر دردم یا نغمهٔ داؤدم — یا برق سر طورم یا چشمهٔ آیاتم
اے شیخ چه می پرسی از راز نهان من — هم ظاهر و هم باطن یا لفظ اشاراتم

مستانه زنم چرخے اے فرد چه میدانم
من صوفی صافی ام یا رند خراباتم

من رند قدح نوشم میخانهٔ او باشم — رندانه اگر باشم رندانهٔ او باشم
با نرگس مست او دارم ز ازل پیمان — مستانه اگر باشم مستانهٔ او باشم
من پیش رخش کردم سوگند بزلف او — دیوانه اگر باشم دیوانهٔ او باشم
با شمع رخش دیدم کردم قسم مصحف — پروانه اگر باشم پروانهٔ او باشم
ناصح چه دهی پندم از راه خردمندی — فرزانه اگر باشم فرزانهٔ او باشم

اے فرد بہ آبادی کے تیس دلم سازد
در خانہ اگر باشم در خانۂ او باشم

خود عاشق خود مستم دیوانہ جا بنازم — خود جلوۂ معشوقم خود عشق فسون سازم
افسانۂ خود با خود می گویم و می شنوم — من دانم و من دانم کس نیست چہ پردازم
در چشم تماشائی کردیم از ان جلوہ — در گنبد مینائی تا غلغلہ اندازم
کے ہست حریفان را از مستیم آگاہی — از بادۂ خود مستم پرستی خود نازم
در خلوت یکرنگی مے نوشم و می جوشم — بر جلوۂ خود نازم نہ یار و نہ انبازم
خود بادۂ و خود جامم خود میکدہ خود ساقی — خود پیر خراباتم با غیر نپردازم

اے فرد تماشا کن این طرز طرب از من
خود گویم و خود رقصم خود چنگ خوش آوازم

[illegible] خراباتم — رندے کشش رندانم ناکام خراباتم
[illegible] ساقی — من مست مے صافی از جام خراباتم
[illegible] خاک فنا ریزم — در کوے مغان دردے آشام خراباتم
[illegible] آتش — من رند جہان سوزم خودکام خراباتم
صد غلغلہ افگندم در [illegible] مینائی — در گوش قدح نوشان پیغام خراباتم
[illegible] آلودہ — من خویش گرو کردہ در دام خراباتم

اے فرد بیک جرعہ از ہوش ربا ما را
در مشرب رندانہ من خام خراباتم

طیبہ

[illegible] — بر فروز از کرم این کلبۂ ویرانہ ام
[illegible] رسم — من بپایش سر نہم او بر سرم دست کرم
[illegible] خود سوے [illegible] برم — تر ز سیل دیدہ سازم کوچہ اش دمبدم
[illegible] سر پا — ساربان راند حدے در راہ و من از خود روم
[illegible] بانگ جرس — گہ بسم اشتران در رہ سر خود در انہم
[illegible] آن دشت را — گہ ز دست شوق صد جیب و گریبان دردم
[illegible] من ز ان خاک دشت — گہ ز آہ آتشینش رشک صد ایمن کنم

چاک سازم جامه بر تن در هوای بوی او
چشم را پیراهنی از خاک آن صحرا دهم

غازه بر رو کشم از گرد آن وادی قدس
توتیای چشم را بخشم ز خاک آن حرم

گر براندازم به محمل بار خود گاهی ز ضعف
مست چون قصوی هزاران ناله از دل برکشم

نخلهای بوستانش را چو قد دلبران
در بر و آغوش گیرم بهر تسکین دلم

نهرها هر جا روان سازم ز جوش اشک شوق
چشمه ها را رشک صد عمان و صد جیحون کنم

گه ز سر پا سازم از بهر طواف وادیش
هر دمی صد بوسه ها بر خاک آن وادی زنم

چون فتد چشمم بروی گنبد عرش آستان
بر زمین خود را ز شوق از اوج محمل افکنم

کی شود یارب که روبم از مژه خاک درش
آب پاشیها کنم از سیل اشک چشم نم

ای خوشا عیدی که میرم اندران باغ جنان
جسم خاکی را کفن از خاک آن وادی دهم

جذب عشق او شود گر بدرقه در راه من
در دم از یک کاوش مژگان بمقصد میرسم

چون زند لاف غلامی فرد ناکاره مگر
خود گدای در او از پادشاهی محترم

نه هر شب از مژه جای سگ کوی تو میرفتم
به پایانش گهی جای اگر می بود میخفتم

نه یک کس همدم و نه محرم راز دل زارم
بهر شب با سگ کوی تو درد خویش میگفتم

گهی بنشسته در یک گوشهٔ خاموش در کویت
بتار آه این دردانه های اشک می سفتم

رقیبان با دل شگفته با تو محو گل بازی
من بگرفته دل چون غنچهٔ پژمرده نشگفتم

چو بانگ نی ز راه گوش تا دل میرسانیدم
هر آن عوعو که شبها از سگ کوی تو بشنفتم

ز شب تا صبحدم با هر که همراز می بودم
با وی سگفتی از فرد خود هم اینچه بنهفتم

ما جان ترا محرم اسرار نمودیم
سیمای ترا مطلع انوار نمودیم

تا هیچکس آزاد ازین حلقه نباشد
گیسوی تو زین گونه گرهدار نمودیم

تا سر نکشد گاه ز فرمان تو شوخی
چون تیغ دو ابروی تو خمدار نمودیم

زین جلوهٔ مستی که نهادیم بچشمت
برباد دو صد خانهٔ خمار نمودیم

تا صفحهٔ رخسار تو بر خلق کشودیم
صد دفتر پارینه که بیکار نمودیم

از طلعت روی تو نمودیم رخ صبح
پیرایهٔ موی تو شب تار نمودیم

زان برق تجلی که نمودیم بموسی
یک نکته از معنی دیدار نمودیم

رباعی

صد راز دل خلق که از پرده برافتاد / در مصر چو خود را سر بازار نمودیم
از جلوه خود سوز خود افسرده دلان را / زین سوز دل طور خبردار نمودیم
کردیم دل آینه را آب ز حیرت / چون در حلب از عکس خود اظهار نمودیم

فرد

احوال دل خویش مگو پیش کسے فرد / رازیست که پوشیده ز اغیار نمودیم

سر و سودا که داشتم دارم / رو بصحرا که داشتم دارم
کم نشد جوش گریه ام از وصل / دیده دریا که داشتم دارم
سر بینا ندر ز لعل او کامے / آن تمنا که داشتم دارم
در خمارم هنوز اے ساقی / ذوق صهبا که داشتم دارم
ناصحا حال من چه می پرسی / دل شیدا که داشتم دارم
طعن همسایه سودمند نشد / آه شبها که داشتم دارم
هیچ سودے نداد زنجیرم / جوش سودا که داشتم دارم
گر فلک بخت در رهت خاکم / بندگیها که داشتم دارم

ز نقص

فرد گو از درش به تن دورم / دل بآنجا که داشتم دارم

چشم حیران که داشتم دارم / دیده گریان که داشتم دارم
ابر مژگان که داشتم دارم / اشک و طوفان که داشتم دارم
من بسودای زلف مشکینش / دل پریشان که داشتم دارم
همچنان از خیال مهر رخش / سینه بریان که داشتم دارم
بر امید تبسم لب او / دیده عمان که داشتم دارم
به طغیانی متاع جنون / فوج طفلان که داشتم دارم
در فراقش ز سیل دیده هنوز / جوش و طوفان که داشتم دارم
سحر اعجاز آن لب لعلش / تن بیجان که داشتم دارم
عهد بشکستی و من با تو / عهد و پیمان که داشتم دارم
مژه من نگشت خشک دمے / ابر باران که داشتم دارم

جرس آسا بیاد آن محمل   دل نالان که داشتم دارم

خلق در خواب و من بگوشش فرد
آه و افغان که داشتم دارم

کافر زلف توام سنبل و ریحان چه کنم   بنده روی توام لاله خندان چه کنم
لب تو آب حیات است بما خسته دلان   منت خضر پئے چشمهٔ حیوان چه کنم
قوت مرجان مراهست چو یاقوت لبت   من عقیق یمن و لعل بدخشان چه کنم
میدهم جان به تمنای گدائی بدرت   حسرت جاه جم و تخت سلیمان چه کنم
هوس خاک درت در سر هر تاجوریست   خواهش بندگی و خدمت سلطان چه کنم
کرد چون برهمن زلف تو زنار بدوش   کافر عشق توام حسرت ایمان چه کنم
پیش از نیم جگر و دل همه از آهم سوخت   خجل از تیر توام خدمت [illegible] چه کنم
پیش ازین شد گرو باده چو دستار سرم   بار لے پیر مغان خدمت رندان چه کنم
آه و ناله کنم ار ضبط نشد هست لیکن   چاره خامشی و دیدهٔ گریان چه کنم
روی او سوی خودم میکشد و زلف بخویش   چاره کار خود اے گبر و مسلمان چه کنم

عشق من فاش شد از گریهٔ زارم اے فرد
من باین پرده دری روی بجانان چه کنم

نه صوفی ام نه پیر دیر نه زاهد نه ملائیم   مغان را بندهٔ هستیم برهمن جام صهبائیم
چو ساقی جام گرداند ببزم حضرت رندان   پئے ساقی همیگردم خراب دُرد مینائیم
نه تخت جم مرا باید نه اقلیم سلیمانی   مرا کوئے مغان باید که تا یکدم بیاسائیم
سرم بادا فداے این ادای پیر میخانه   که برخیزد به تعظیم اگر مستانه می آئیم
غلام چشم ساقی ام که دارد مستی بیحد   سلیمان دل خویشم بود در میکده جائیم
من رند خراباتی ز ناصح کے بنیوشم   سرے داریم و سینها که به هیچ پروائیم
ازین میخانهٔ عشقم فلک یک کاسهٔ باشد   فداے مستی خویشم که می آشنا [illegible]
خم و خمخانه باقی باد و این بزم خوش ساقی   که ما رندان به پیش او ز دلها راز بکشائیم
خم و خمخانه و ساقی همیشه تا ابد باقی   سر خود را بدرگاه مغان هر صبح می سائیم
ملک را ذوق جامی بخشد این سرمستی فردم   خم گردون بجوش آید چو بزم مے بیارائیم

نه با زلفی سری دارم نه با روی کسی کارم / نه کعبه را پرستارم که من از قید بیزارم
نه اندر صومعه جاییم نه در بتخانه ماواییم / نه از میخانه بیزارم نه کعبه را طلبگارم
حدیث عشق میگوییم سخن از خویش میرانیم / نه پروای کسی دارم نه در بندی گرفتارم
بقاف عشق عنقاییم بدام کس نمی آییم / نشان من چه می پرسی که من جایی نمیدارم
نه در قید خم ابرو نه پابند خط و خالم / برون رسته ز هر وصلی سری با عشق میدارم
براه عشق می پوییم نمی دانم چه می جوییم / حدیث عشق میگوییم بود شوریده گفتارم
ز مستی حرف میرانم مذاق خود نمیدانم / برون از جسم و از جانم محبت را خریدارم

درین بازار هستی می خرامم فرد مستانه / نه همچون بیخودان گردم الاست مست هشیارم

چنین حیرانی از چشم تو دیدم / ز زلفت این پریشانی کشیدم
بنقد دل درین بازار هستی / متاعی جز غم تو کی خریدم
بیاد آن لب شیرین چو فرهاد / چه تلخیها که در عشقت چشیدم
پی صید دگر تیر تو میرفت / من از غیرت بکویت می طپیدم
تو ناوک می فگندی بر غزالان / دران میدان بهر سو میدویدم
گر شب تاخت فوج عشق بر من / که آواز درای دل شنیدم
پس از مردن بکویت رفتم از جان / باین بی طاقتی چندان دویدم
لب لعل تو در کام رقیبان / من از حسرت لب خود میگزیدم

چه می پرسی ز حال من که چون فرد / ز درد تو باین حالت رسیدم

منکه آواره بیاد تو ز خاک وطنم / فارغم کرد خیالت ز سر خویشتنم
حلقه زلف تو وارسته ز هر قیدم کرد / خبرم نیست کجا رفت برین جان و تنم
چرخ بالفرض اگر بزم وصال آراید / به نثار تو ندانم چه به پیشت فگنم
آشیان زاده و همم بگلستان بگذشت / بست خانه صیاد ندانم چه کنم
نو گرفتارم و آگه نیم از رسم قفس / ای اسیران قفس زاد ندانم چه کنم
فرد دین و دل و جان و تن و صبر و راحت / همه گشتند از آتش بکه من لاف زنم

اگر دانستمے سحری لب آن یار می بستم | ره هر گفتگویش با همه اغیار می بستم
زچشمش سحر آموزی از آنرو آرزو دارم | نگاهش را ز سوے غیر از دیدار می بستم
سخن با غیر میگوئی و از غیرت همی میرم | که از افسون ترا لعل شکر گفتار می بستم
بکوے غیر گر می بینمت می میرم از حسرت | ز جادوئی مگر پاے ترا از رفتار می بستم
چو بهزادم اگر صورتگری در دست میبودے | ز لیخا وار نقشت بر در و دیوار می بستم
ز سحر بابل افسونے چنان می خواندمے بر تو | دلت را از خیال صحبت اغیار می بستم
رقیبان را به نیروے تو نا دیدن نمی دادم | من از افسون مغرب باز دیت آیار می بستم
چو تصویرے بدست اختیار خویش میکردم | سراپایت ز کار دیگران یکبار می بستم
ترا در قید فرمان همچو خود میکردمے چندان | که از تار رگ جانت منت زنار می بستم
چنان میکردمے رامت که نتوانی شکست از خود | گرت از ریسمان خام در یکتار می بستم
نگشتے تا حمائل دست تو در گردن غیرے | ز سحر سامری دست ترا زین کار می بستم
بهیچ افسانه افسون اگر رامم نمی گشتی | در هستی بروے فرد خود ناچار می بستم

بے هوسے تو یک سرے ندیدم | همتاے تو سروے ندیدم
سوگند به آفتاب رویت | همسرے تو دیگرے ندیدم
سوگند شب دراز مویت | مانند تو اخترے ندیدم
سوگند ادا و ناز و خویت | با حسن تو همسرے ندیدم
سوگند بزلف مشکبویت | چون زلف تو عنبرے ندیدم
سوگند بخاک کویت | چون درگه تو درے ندیدم
جز جذبهٔ شوق و آرزویت | در کوے تو رهبرے ندیدم
چون دل نکشد مرا بسویت | کس همچو تو دلبرے ندیدم

منزلگه فرد نیست کویت
والله که خوشترے ندیدم

سر شوریده از روے تو دارم | دلے آشفته از موے تو دارم
غبار خویش از آن بر باد دادم | تمناے سر کوے تو دارم
چه گویم از شب هجرت که تا صبح | حکایتها ز گیسوے تو دارم

عزیزم سر ز هر یک تن ازان است | هوای سجده کوی تو دارم
بصد دفتر نگنجد گر نویسم | شکایتها که از خوی تو دارم
چرا افگند از پایت سرم را | گله از تیغ ابروی تو دارم
به پهلویت رسیدن تاب من نیست | امید از زور بازوی تو دارم
نیم من استخوان کج چو اغیار | که جا نزدیک پهلوی تو دارم
چو نرگس بر امید مقدم تو | نگاه دوخته سوی تو دارم

بعشقت همچو فرد از خویش رفته
سر شوریده و هوی تو دارم

در بدر گشته ام از بهر تو رسوا چه کنم | آب کردی جگرم ای دل شیدا چه کنم
باده و مطرب و گلزار و لب آب روان | جمله دارند ولی عشرت دل را چه کنم
منکه دل تنگ و اسیر غم و کم حوصله ام | گوشه بس بودم وسعت صحرا چه کنم
بار منت نکشم بر سر یک پنبه داغ | شکوه از دست قضا پیش مسیحا چه کنم
نامه در دست نگیرم چو دهندم در حشر | گله از جور کسیهای خود آنجا چه کنم
دل چو بردند و شکستند بسنگ المش | ساقیا جام می و شیشه صهبا چه کنم

کار افتاد مرا با بت خود رسای فرد
کعبه و صومعه و دیر و کلیسا چه کنم

بروی جان خود را می سپارم | تن خود را بکویت می گذارم
چو بید خو کرده با دامن خویش | میفشان دامن از خاک مزارم
نیم عزت شوم گر خاک راهت | رسد تا کفش پای تو غبارم
... خواهم که وقت پای بوست | سرم بر داری و من بر نیارم
... سلطنت از سر فگندم | اگر جای دهی بر رهگذارم
... کفر و اسلام چه پرسی | که از گبر و مسلمان شرمسارم
... سیلاب سرشکم | که دریای بهم یک قطره دارم
... می دهم دل را بهجرش | که یارم از من و من زان یارم
... بسرم یارت ای فرد | ترا در عاشقانش چون شمارم

تا کار فتاد از تو ز هر کار بماندیم — از شغل ز هر کار بیکبار بماندیم

از کار جهان جمله بیکبار بماندیم

ساقی دو سه جامی دگر از بادهٔ پرزور — در بزم تو ما غافل و هشیار بماندیم

در مجلس انس تو بیکبار اندر رقیبان — ما سایه صفت پیش تو بیکار بماندیم

شلی و جه نعیم در رهت استاده مدامیم — از ناز خرام تو ز رفتار بماندیم

چون شب بحریم حرمت راه ندادند — ما بر در تو در پس دیوار بماندیم

آوارهٔ زلفت نه همین برهمنان اند — ما نیز بدین حلقهٔ زنار بماندیم

گو از نظر انداخته چشمان تو ما را — ما در شکن گیسوی طرار بماندیم

افسانهٔ بیخوابی ما برد بخوابش — ما خواب بهم کرده و بیدار بماندیم

یک جرعه از شربت وصلت بچشیدیم — ما جان بلب و تشنهٔ دیدار بماندیم

عالم همه خفتند به آرام و لی ما — در فکر از آن نرگس بیمار بماندیم

جان داده ز قید تو رهیدند رقیبان — از سختی جان آه گرفتار بماندیم

این وعدهٔ فرداش قیامت بمن آورد — تا حشر درین حسرت دیدار بماندیم

دستی باده از لطف و بکش سوی خود ای شوخ — بیرون در از کثرت اغیار بماندیم

بگرفت ره خویش دل آخر پی وصلش — تا منتظر آمدن یار بماندیم

این حلقهٔ زلف تو عجب دام بلا ایست — تا عمر بعشق تو گرفتار بماندیم

چون حال دل خویش بگوییم که چون ...

پیش لب لعل تو ز گفتار بماندیم

دستم برعشه آید و خامه بلرزه هم — خواهم اگر شکایت هجران کنم رقم

از سینه آه آید و از چشم خون دل — احوال خود چو بهر رقم یادهی کنم

آورده ام بهدیه رخ زرد و اشک سرخ — مسکینم و جز این نه بود سیم و نه زرم

کوتاه دستی و بخت سیاه و هوس چنان — بالای تو بلند بر لطف تو چون رسم

نتوان خیال روی تو کندن ز دل مگر — دل را ز جور عشق تو از سینه بر کنم

بنود عجب ز سوز من دل شکسته — کاغذ اگر بسوزد و دارد نشکند قلم

فصل گل است و جوش بهار است هر طرف — هان ای جنون که پردهٔ ناموس بیدرم

دستار رهن باده از این پیش شد کنون — من ارمغان بپیش مغان خرقه میکشم

آن باده ریخت لعل لبت شب بکام من — امروز از حلاوت او لب همی گزم

گفتم بفصل گل ندهد سود پند مے — اے پند ناشنو تو چرا می دهی قسم

اے دل اگر نمی شنوی پند فرد من — رو از برم وگرنه ز سوے تو می روم

بر سخن تو ناصحا گوش ادب چرا نهم — عشق نمی گذاردم تا بدر تو پا نهم

غیرت عشق کے کند محرم راز غیر را — بار پیام خویشتن چون بسر صبا نهم

نامه برے که میرود باز بمن نمیرسد — کے برسد بمن جواب نامه چون بر هوا نهم

جان و دلے که داشتم شد ز جفای تو خراب — من ز کدام دل امید از تو پی بر وفا نهم

چند ز فکر عالمے بتکده باشد این دلم — به که سر نیاز خود من بدر خدا نهم

فرد چه پند میدهی بهر علاج ریش من — تن همه ریش ریش شد پنبه کجا کجا نهم

از شومی طالع مدد وصل تو ندیدم — واز بخت سیه تا سر زلفت نرسیدم

هر چند باین بال شکسته بپریدم — از کوے تو تا بر لب بامت نرسیدم

از جان و دل خویش گذشتم بنگاهت — بس جنس گران بود که ارزان بخریدم

تا خلوت جانم شده منزلگه عشقت — رنجے نبود کان بغم تو نکشیدم

دور از ره تیر تو ز بے بالی خویشم — از ناوک تو لذت پیکان نچشیدم

در حسرت آن آب حیات لب نوشت — چون ماهی بے آب بر وصے تو طپیدم

نقد دل خود داده بدست تو خرابم — زر دادم و این طرفه متاعیکه خریدم

ذکر لب لعلت چو ز اغیار شنیدم — بس خون جگر خوردم و لبها بگزیدم

معذور ز شوق خودم از سوء ادب نیست — گر گرد حریم حرمت گاه دویدم

کو خضر که راه لب نوشش تو نماید — زان چشمهٔ شیرین تو آبے بچشیدم

رسواے تو از ننگ چه اندیشه نماید — عمریست که من پردهٔ ناموس دریدم

با کم نبود چونکه هوا خواه مغانم — در میکده گر گوشهٔ عزلت بگزیدم

بر ابروے خود چین مزن از گفتهٔ اغیار — اے سرو قد من بسلامت چو گزیدم

چون برهمن و شیخ همه لاف ناخند — اے فرد ازین صحبت ناجنس رمیدم

بدست یار مینا بود در بزمیکه من بودم
نمیدانم چه صهبا بود در بزمیکه من بودم

نه تن از شوق دل آگه نه دل از راز جان واقف
سراپا بیخودیها بود در بزمیکه من بودم

جهان محو تماشا بود از روی بش نمیدانم
کدامین مجلس آرا بود در بزمیکه من بودم

ز تاب جعد مشکینش ز شب تا صبح ای همدم
بهر سر جوش سودا بود در بزمیکه من بودم

نگاهش باده بی کیف و چشمش جام و لب مینا
ز هر سو فتنه برپا بود در بزمیکه من بودم

من و فکر دل آزادی و زلفش در گرفتاری
عجب حال دل ما بود در بزمیکه من بودم

ز ناز او ست شیرین خواب چشم خلق بر رویش
ز شب تا صبحدم وا بود در بزمیکه من بودم

بقتل من حیا شد راهزن ابروی او ورنه
سر و شمشیر یکجا بود در بزمیکه من بودم

چه پرسی ز حال عاشقان زاهد که شب سوزان
بجای شمع دلها بود در بزمیکه من بودم

بهر یک گوشه چون فرد صد دیوانه از زلفش
ز هر سو شور و غوغا بود در بزمیکه من بودم

بهجرت ای نگارم با که سازم
چو کس جز ما تو ندارم با که سازم

بامید شب ار روزم بسر شد
شب اختر می شمارم با که سازم

چو دیدار جمال تست کارم
بنا شی گر بکارم با که سازم

پی آرام دل جای ندارم
در تست را اگر گذارم با که سازم

بامید وفای تو شب و روز
رود در انتظارم با که سازم

دلم آرام بی رویش نگیرد
چو نی پروا ست یارم با که سازم

چه سازم فرد با خوبان عالم
ز عشقش بیقرارم با که سازم

چو افشان دامن از خاک مزارم
دهد بر باد این مشت غبارم

پناه گریه شبها بکارم
بحال چشم خود زان گریه دارم

دهد ای قابض ارواح رنجم
که من خود جان بهجرش می سپارم

بروز از سوز هجرت میگدازم
همه شب از غمت اختر شمارم

بامیدیکه بوسم گاه پایت
بکویت خاک خود را میگذارم

چسان بوسم لب آن سنگدل را
ز سنگ این لعل را من چون برآرم

چه کار آید لب اعجاز عیسیٰ ... که من جز عشق آزارے ندارم

ندارم دعوی عشقت ولیکن
بکوے تو چو فرد خاکسارم

نالان چو جرس بهر که هستیم ندانیم ... بے تاب بهر گام براه که روانیم
فریاد رسا از غم هجر تو بجانیم ... در کوے تو چون ماهی بے آب تپانیم
بنهاده بدرگاه تو سر همچو سگانیم ... هر شب چو سگ کوے تو در شور و فغانیم
وقت است به غمخوارگی من اگر آئی ... کز دست غم هجر تو بیتاب و توانیم
در کوے تو صد چشمه روان است ز چشمم ... اے مردمک چشم برائے تو چنانیم
درمانده و بیچاره ام اے چاره گر من ... درد تو مرا می کشد و چاره ندانیم
تیرے بدهان باز ز ابروے کمان وش ... گر جان بدهیم اے که براه تو طپانیم

بشکست همه عهد که با فرد به بستی
پیمان شکنا با وفاے تو همانیم

در چشم اسیران جهان گرچه حقیریم ... از دولت عشق تو امیریم امیریم
اندازه ما نیست که رندی بگذاریم ... از میکده خیزیم و در صومعه گیریم
اے صید فگن چون بشماری همه نخچیر ... مگذار که ما نیز بدام تو اسیریم
چاکم پسر بید از تن و باز از سر حسرت ... چون ناوک تیر ز جان هم پر تیریم
از همرهی عمر سبکسیر به تنگیم ... او تیز روی دارد و ما خسته و پیریم
هر چند زما بر دل اغیار غبار است ... صد شکر که چون آئینه ما صاف ضمیریم
هر دم ز غسل تن ما چشمه خضر است ... گر ما به تمنای لب لعل تو میریم
تیرے دگر اے صید فگن چون بلب ما ... مانده است ز جان نیمه و ما تشنه تیریم
اے شوخ عنان گیر دمے توسن خود را ... رفتن نتوان پاے رکاب تو که پیریم
مپسند که از چشمه شیرین لب تو ... سیراب شود خلق و ما تشنه بمیریم

گفتم بپذیر عذر و بده جا بدر خویش
فرمود که عذر تو اے فرد پذیریم

یک ذره ز درد تو بدرمان نفروشم ... نایاب متاعے است من ارزان نفروشم

چون در دل صد پارهٔ من نام تو نقش است
یک پاره بصد ملک سلیمان نفروشم

آئی چو پئی جلوه فروشی سر بازار
از هستی خود حیف که دوکان نفروشم

ریزند بدامان من از نقد دو عالم
گر دی ز درت در عوض آن نفروشم

ای شوخ چو آئی بخریداری دلها
من چون پی نظارهٔ تو جان نفروشم

زنار بدوش آید اگر دین طلب آن بت
کافر شوم امروز چو ایمان نفروشم

برآمده آدم ز جنان تا که من امروز
طاعات بآن روضهٔ رضوان نفروشم

من بندهٔ یک خواجه ام ای فرد ول خویش
چون بوالهوسان با همه خوبان نفروشم

عمریست دو جهان بدو گیسو فروختم
دنیا و دین خود همه باد فروختم

ابروی او اشاره بجان و دلم نمود
هر دو بیک اشارهٔ ابرو فروختم

در حلقهٔ دو زلف چو افتادم ای فقیه
یک سو نماز و روزه بیکسو فروختم

چون دیدمش چو برهمن آوارهٔ بتان
ناچار با بتی دل بد خو فروختم

دیدم مدار زندگی خویش بر لبش
خود را بدست یار ازان رو فروختم

چون رشتهٔ حیات من آن تار زلف اوست
جان عزیز خویش بیک مو فروختم

بر نقد یک نگاه تو چون فرد از دلم
سرمایهٔ که بود به پهلو فروختم

دل که رفت از بر من از که مقامش پرسم
وانکه برد دلم راز که نامش پرسم

رفت تا عمر ز خود آنکه گهی دید رخش
من گم گشته سراغی ز کدامش پرسم

من نادیده اسیر از که نشانش جویم
از که احوال دل مانده بدامش پرسم

عالمی هست ز لعل لب او بیخود و مست
میگزم لب ز که از لذت جامش پرسم

رشک می آیدم از گوش خود و زان لب غیر
چون ز کس زان لب شیرین کلامش پرسم

بار تا درگه خاصان درش نیست مرا
میرم از غم ز که انداز سلامش پرسم

منکه از خود روم از ذکر خرام نازش
از کسی چون روش ناز خرامش پرسم

هوس سرو باین بال شکسته چه کنم
پر پرواز کجا تا که ز بامش پرسم

پیک من نیز چو من گشت اسیر زلفش
جان بلب آمده آه از که پیامش پرسم

سگی تا سپاه از رخ خود یار براند دباز	باکه از جلوهٔ آن ماه تماشش پرسم
گر ره خلوت آن خواجه ندارم بارے	حال آن بارگه از فرد غلامش پرسم

فرد این مصرع جامی است بیان عشقم
نام آن ماه ندانم ز که نامش پرسم

بجان دیوانهٔ جانان خویشم	غلامم حضرت سلطان خویشم
بسودای سر زلفش خرابم	پی تعمیر این زندان خویشم
چه سازم با غمش نے دل نہ جان ماند	خجل از خدمت مهمان خویشم
نمی گیرد بجز سویش قرارے	خراب دیدهٔ حیران خویشم
ز راهش تا خس و خاشاک روبم	بکار رنجهٔ مژگان خویشم
بفکر پوششے از خاک راهش	برای این تن عریان خویشم
ز نقش او که بر دل می کشم من	پی آبادی ویران خویشم
ز روے او شبم شد غیرت روز	فدائے آن مه تابان خویشم
ز خوے دلبرانم نیست شکوه	بصد رنج از دل و از جان خویشم
دل و جان با بت شوخی سپردم	سراپا دشمن ایمان خویشم
جدا از پهلوے آن شوخ چون شمع	ز خوے دیدهٔ گریان خویشم
بجز نقش تو در عالم نماند	فدائے معجز قرآن خویشم
مسیحائی دمے فرما بحالم	که سرگردان پی درمان خویشم
سحر چون شمع گریان پیش رویش	بحال چهرهٔ خندان خویشم
ز دم گو سکهٔ از حسن در مصر	ز دل آوارهٔ کنعان خویشم
خریدار متاع دل ندارم	برنج از سردی دوکان خویشم
چو موسی گه بایمن گاه بر طور	خراب جلوهٔ جانان خویشم
چه نالم از نگاه شوخ چشمش	خراب فتنهٔ چشمان خویشم
گذشتم چون بار این دلق ریائی	تنم خود هست بار جان خویشم
قناعت مایهٔ جمعیتم بس	پریشان از سر و سامان خویشم
ازان جلوه که کرد می بر دل من	فدائے خویشم و قربان خویشم

ندیدم خالی از ذکر تو بیتی
چو فرد آشفته در دیوان خویشم

ما بجز عشق تو گاهی غم کاری نخوریم — جز بلعل تو فریب از لب یاری نخوریم
ناصواب است اگر مصلحت اندیشه کنیم — که می لعل درین فصل بهاری نخوریم
چنگ سان هر رگ من تار شد از عشق ولی — جز بدست تو ز کس زخمه بتاری نخوریم
قطع از پای هوس کی شود این وادی عشق — تا بهر آبله نشتر خاری نخوریم
بر لب از دعوی عشقت نتوان مهر زدن — سیلی تا که چو منصور ز داری نخوریم
این ره صعب بسر کی شود از پای طلب — خون دل تا بغم لاله عذاری نخوریم
گوش کردن نتوان یک سخن تلخ رقیب — تا که دشنام ز قند لب یاری نخوریم
مرغ جان را ز بدن گاه پریدن نه بهم — تا که تیر نگه شاهسواری نخوریم

تشنگی کی رود از خم ابرویش فرد
تا دگر آب از آن تیغ نگاری نخوریم

بگذشته ز ننگ و هم ز نامیم — از زلف تو تا اسیر دامیم
ما دعوی عاشقی نداریم — تو بادشهی و ما غلامیم
ای شمع دگر فروز چهره — هر چند که سوخته خامیم
از راست گذر بگو در وی — ما از تو بحسرت کلامیم
تریاق لب تو با رقیبان — ما زهر هزار غم بجامیم
بیخود بدر تو همچو سایه — افتاده ز صبح تا بشامیم
شیرین دهنا شکر فروشا — در دور لب تو تلخ کامیم
صد بار زدیم دست بر سر — محروم هنوز از سلامیم

ای فرد چو بام یار دوری
گردی بفشان که زیر بامیم

کی در حضور نامه و پیامیم — چون گشته بحسرت سلامیم
رفتی و ربود دل خرامت — ما رفته ز خویش زان خرامیم
بیخود بحضور تو چه دیوار — استاده ز صبح تا بشامیم

چون دانهٔ درمیان تسبیح — درحلقهٔ او و دور از امامیم
خلقی ز لب تو بادہ مستند — ما خون دل و جگر بجامیم
سیراب ز لعل تو جہانیست — ما خشک لبیم و تشنہ کامیم

ما در ہمہ عاشقانش اے فرد
بیکار ز کار نا تمامیم

ما صوفی خانقاہ خویشیم — بر مسند عز و جاہ خویشیم
بر جادۂ کس قدم نداریم — دیوانۂ رسم و راہ خویشیم
از بادۂ شوق خویش مستیم — ہم بندۂ خویش و شاہ خویشیم
بر تاج شہان نظر نداریم — نازان ہمہ بر کلاہ خویشیم
نآریم فرو بہ پیش کس سر — سر دادہ بسجدہ گاہ خویشیم
در میکدہ ام خنے بنا شد — ساقی ز می نگاہ خویشیم
مدہوش می الست ہستیم — مست می صبحگاہ خویشیم
در بند تو لے نے نباشیم — رقصان بصدای آہ خویشیم
جرعہ کش ساغر محبت — از پرتو روی ماہ خویشیم
از شحنہ و شہریار فارغ — در کہف خود و پناہ خویشیم

چون فرد کہ رند پاکبازیم
فارغ ز ہمہ گناہ خویشیم

ز سحر مطرب جادوگر خود بسکہ حیرانم — زند چون زخمہ بر چنگ آید بر رگ جانم
نفس شوریدہ و دل خستہ و خاطر پریشانم — کہ بر انگیخت بر من این بلاہا را نمیدانم
ندانم جلوۂ حسن کہ زد آتش بجز وارم — کہ ہمچون شمع بزم کس سراپا سوختہ جانم
گریبان چاک و دامن چاک و دست غم بسر دارم — نمیدانم کہ در عشق کہ زینسان پارہ دامانم
نمیدانم در اینم یا کہ نے یا بلبل شیدا — من از بہر کہ می نالم بیاد کیست افغانم
کہ دام آشفتہ مو از سحر جلوہ کرد دیوانہ — پریشان خاطر و آشفتہ دل بہر کہ می مانم
نمیدانم چرا آوارہ می گردم بہر کوی — بعشق کیست چندین شور گفتار پریشانم
غلام خواجہ یا خواجہ ام یا عاشق مسکین — ایازم یا کہ محمودم گدا این نام خود خوانم

غلام حضرت شاہم بہ نعمتہاے او خوگر
چو فرد بندہ اش من ہم اسیر بند احسانم

بیتے دارم کہ از لطفش اسیر بند احسانم — بعشق اوست چندین شور و گفتار پریشانم
قبای عشق پوشیدم چہ باک از چاک دامانم — مبادا اے خرد دیگر گلو گیرد گریبانم
بہر یک موے زلفش جان من دل بستگی دارد — کہ جز تار سر زلفش دگر نبود رگ جانم
نگنجد در دل بشکستہ ام عکس سراپایش — ازین آئینۂ صد پارہ خود بیکہ حیرانم
ہزاران ہمچو من دادند جان بر آستان تو — مران از درگہم من نیز چون یک ذرہ مہمانم
گرہ زد بوالہوس بر دامن پر نقد احسانہا — بامید نوالی من چنان بکشادہ دامانم
چو صید لاغرم دیدی نیفگندی بمن تیرے — بہ جمع صید ہاے تو ز غیرت میرود جانم

پراگندہ مشو اے فرد از نظم پریشانم
کہ آخر رفتہ رفتہ جمع خواہد گشت دیوانم

نیست آن منزلت من کہ ز رندان باشم — اینقدر بس کہ ز دردے کش ایشان باشم
منکہ باشم کہ بود صحبت ساقی ہوسم — اے خوشا بخت کہ از حلقہ بگوشان باشم
پنجۂ عشق زند چاک و خرد بخیہ زند — بہتر آنست کہ بے جیب و گریبان باشم
مصلحت نیست کہ راز دل خود فاش کنم — من بدرد دل خود کے پی درمان باشم
آن قدر لطف بمن کن کہ بشفقت صنما — این مبادا کہ ز خود کردہ پشیمان باشم
در گذشتن ز زخت نیست مجال دل من — ہمچو آئینہ مگر پیش تو حیران باشم
عقدۂ غنچۂ دل کے ز صبا وا گردد — بے تو با گل چہ کنم گر بگلستان باشم
کن اسیرم بخم زلف بپا ز تو بہ اگر — باز سودا زدۂ زلف پریشان باشم
چون بہ مسجد روم از کوے بتان اے زاہد — نتوانم کہ جدا از در ایشان باشم
کفر زلفت ز چپ و راست جہان را بگرفت — حیف باشد کہ بعہد تو مسلمان باشم
نام تو نقش نگین دل من شد چہ عجب — گر من از دولت عشق تو سلیمان باشم

ہوس وصل و غم ہجر چہ دور است ز عشق
فرد آن بہ کہ قوی در رہ پیمان باشم

ہوسم نیست کہ در روضۂ رضوان باشم — عزمم این بس کہ چو خاک رہ گیلان باشم

یک دمی بر سر کویش که گدائی نکنم — به از آن است که تا عمر سلیمان باشم
کرده ام قیمت خود ذره خاکی ز درش — او بفکری که از این بیش هم ارزان باشم
رحمی ای باد صبا زانکه پس از عمر دراز — گشته ام خاک که تا بر در جانان باشم
صاحب ملت عشقم بقسم می گویم — جز در ایش گر بپرستم نه مسلمان باشم
گل فشانست ز خنده لب او همچو بهار — من درین عهد چرا خار بدامان باشم
کی اسیرم بخم زلف چو بعد از توبه — پی زلف دگران باز پریشان باشم

چشم دلجو و نگه دلبر و زلفش دلگیر
فرد تو وانی و دل چند نگهبان باشم

تا که من بندهٔ زلف و رخ جانان گشتم — طرفه تر بر همه من صاحب ایمان گشتم
کار حسن دگران نام تو با من کرده است — مصحف روی تو نادیده مسلمان گشتم
خلق از معجز لعل اند غلام تو و من — ناشنیده سخنی بندهٔ فرمان گشتم
از در خویش مرانم چو پس از عمر دراز — یک شبی گر سگ کوی تو مهمان گشتم
بزم رندانه شد این مجلس وعظ از نگهت — صوفی بودم و سر حلقهٔ رندان گشتم
کرده صومعه از جلوهٔ مستانه خراب — زاهدی بودم و از زمرهٔ مستان گشتم
بی نیاز از در هر شاه و گدائیم امروز — یافتم دولت عشق تو و سلطان گشتم
یار با چشم سیه مست و لب باده چکان — جلوه گر کرد که از باده پرستان گشتم
خدمت میکده و صحبت ساقی و مغان — از خودم برد که از توبه پشیمان گشتم
سخت شرمنده ام از مطرب و ساقی و مغان — ناصحا توبه ز می کرده پشیمان گشتم

یار در خلوت دل بود و بدل جوئی فرد
من براه طلبش بیهده گردان گشتم

نی امیر و نه هم بزم نه دیوان هستم — کمترین بندهٔ آن درگه سلطان هستم
نیستم آصف عهد و نه سلیمان هستم — بر سر کوی کسی چون سگ دربان هستم
نه اگر شسته ز ره گبر و مسلمان هستم — فارغ از دیر و حرم بر در جانان هستم
[illegible] مصحف روی صنما — شکر لله که من حافظ قرآن هستم
کس بجز [illegible] سر و سامان بگدایت نبود — من درین جمع گدایان تو سلطان هستم

کافر زلف و رخش گر شده ام عیب مکن
ناصحا برهمن صاحب ایمان هستم

قدرم از میکده در کعبه نگردید فزون
محتسب توبه ز مے کرده پشیمان هستم

گرچه من مور ضعیفم مگر از دولت عشق
محرم هر دل و هم از سلیمان هستم

سوخته جان و نفس سوخته آتش در دل
زنده در عشق تو من بیدل بیجان هستم

صنم بت شکنم قدر بتان را بشکست
هندوش تا شدم از قبله پرستان هستم

برهمن کیشم و زنار من آن زلف بتی است
که سلفش برهمن و بنده فرمان هستم

نیستم آصف و دیوان که شوم رتبه طلب
فرد من هم بدرش چون سگ و دربان هستم

نے طاقت اینکه دل ز سوے تو کشم
نے تاب و توان که پا ز کوے تو کشم

صد پاره دلم ز عشق گردید هنوز
خواهم چو کسے سر بتار موے تو کشم

گر محنت عشق من نداری باور
کو آنچه کشم به پیش روے تو کشم

از بخت سیاه خود ندارم سحرے
چون رنج ز زلف مشکبوے تو کشم

از بهر رقیب در گذشتی از فرد
این جور همیشه من ز خوے تو کشم

مستے شدها ز خود بیگانه ایم
در سر و سوداے کس دیوانه ایم

صد جفا هاے ملامت می کشیم
بسکه در راه وفا مردانه ایم

ناصحا تا چند پند از ترک عشق
این قدر در کار خود فرزانه ایم

با کلاه کج دگر بر من بیا
عاشق آن جلوه مستانه ایم

حال از خود رفتگی از ما مپرس
ما خراب نرگس مستانه ایم

جز بپاے خم فرو ناریم سر
ما مرید پیر این میخانه ایم

زیر بار خرقه و تقوے نه ایم
تا حریف مجلس رندانه ایم

توبه خود بارها بشکسته ایم
زیر حکم گردش پیمانه ایم

تا دل ما جلوه گاه یار راست
ما بیار خویشتن همخانه ایم

از صلاح کار خود بگذشته ایم
محتسب بگذار ما دیوانه ایم

وارهان دیگر عنان اسپ را
ما فداے جلوه ترکانه ایم

رو بپوشان از بلاگردان خویش
ایکه تو شمعے و ما پروانه ایم

عذر خواب آرد ببزمش چون رسیم
بهر خواب او را اگر افسانه ایم

می شنیدم قصهاے عاشقی
عشق را امروز خود افسانه ایم

محتسب در مے خوری معذور دار
کز دم صبح ازل مستانه ایم

پشت پا بر تاج شاهی میزنیم
تا غلام حضرت جانانه ایم

یار ما اندر دل است و ما چو فرد
ایستاده بر در کاشانه ایم

بتصویرے شدم دیوانه کو او را نمیدانم
چه تدبیر جنونم کان پریرو را نمیدانم

بجانم غلغلے افگند ننموده جمال خود
که آورد این بلا من آن جفا جو را نمیدانم

دل صد لخت من با اشک بیرون رفت از چشم
بسوے رفتنش دیدم من آن سو را نمیدانم

هزاران قامت رعنا گذشتند از نگاه من
که از من برد دل آن سرو دلجو را نمیدانم

مسلمان بوده ام افتاده ام در دام زنارے
اسیرے گشتنم و آن دام گیسو را نمیدانم

خراب جنبش زلفے شده صبر و قرار من
هنوز از جعد مشکین یک سر مو را نمیدانم

توانائی شده رخصت طلب اے فرد از پیری
دمے زان یوسف گل پیرهن بو را نمیدانم

تا غلامش شده ام خسرو عهد خویشم
نیست جز بندگی پیر مغانم کیشم

پارهٔ از دل صد پاره نمانده است بجا
بخیه اکنون چه زند ناوک او بر ریشم

از خرد دور بود توبه زمے وقت بهار
من درین کار خردمند ز ناصح بیشم

جان بلب آمده از حسرت تیر نگهش
بعیادت گہے یک تیر نیامد پیشم

من چه شایستهٔ نوش لب لعل تو نیم
بده از تلخی دشنام خدا را نیشم

شرط طاعت حضور آمد و من مهجورم
بندگی چون کنم از فرقت او دل ریشم

فرد در کلبه ام آن شاه بتان کے آید
او سلیمان زمان خود و من درویشم

نباشد بر سر کس همچو غوغائی که من دارم
همیشه روز افزون باد سودائے که من دارم

ته هر ذره دارد نهان صد وادی ایمن
بکنج این دل ویرانه صحرائے که من دارم

شراب کهنهٔ خمخانهٔ گردون نمی ارزد
بیک پیمانهٔ از دُرد مینائے که من دارم

بکام هر تنک ظرفی نمی ریزند یک قطره
مکن زاهد خیال خام صهبائے که من دارم

ز میخانه بسوے کعبه گر آیم بگو ناصح
بپوشم چون ز مے آلوده لبهائے که من دارم

ز دور مے چسان در حلقهٔ اوراد بنشینم
مغان بیزار میگردد ز تقوائے که من دارم

ندارد طاقت این بادهٔ پر زور هر رندے
بود بس نشهٔ صافی بصهبائے که من دارم

امید وصل فردا نیست زین طول شب هجرم
زند پهلو بروز حشر شبهائے که من دارم

بیا بنشین برین در با من اے فرد جهان فرسا
که نبود در جهان بهتر ازین جائیکه من دارم

گوشهٔ کوے تو با روضهٔ رضوان ندهم
خارے از باغ تو با صد گل بستان ندهم

نکته از حکمت لعلت بکسے کے گویم
من که یک لقمه ز خوان تو بلقمان ندهم

همتم هست که گر راه بهزمت نه برم
بر نخیزم ز در پاک تو تا جان ندهم

جان خراب تو و دل در طلبت سرگردان
چون کنم اے بت من گر بتو ایمان ندهم

خاطرم تا که بهم بود نشد و اگر هی
دل چسان من بسر زلف پریشان ندهم

موهبا میزنم و بس دل وریا دارم
از لبت جرعه بصد چشمهٔ حیوان ندهم

دل شوریده چه می بود بکارم اے فرد
من چه سازم بچنین دل که بجانان ندهم

تا دیده شمع روے تو پروانه گشته ایم
شمیده بوے زلف تو دیوانه گشته ایم

هر چند ما ز حسن تو دیوانه گشته ایم
در فهم راز عشق تو فرزانه گشته ایم

شنیده گفتگوے تو صد وقت از لبت
با هم نبوده ایم که فرزانه گشته ایم

یک جنبش لبت نشده گه بکام ما
ناکام ما ازین در میخانه گشته ایم

پیمان زهد و ورد و اوضاع رندی است
ما خود مرید ساقی و پیمانه گشته ایم

از سر دماغ خواجگی افگنده ام برو دلبر
تا ما غلام جلوهٔ ترکانه گشته ایم

دارند چشم سرمه جاے ز خاک ما
تا خاک آستانهٔ جانانه گشته ایم

گاهے نگرد نرگس مستت بما نگاه
شهره شده ما ز مشرب رندانه گشته ایم

از فرد خویش هیچ نشانے نیافتم
از چند سال بر در هر خانه گشته ایم

من بعشق تو نه تنها عقل را گم کرده ام
با که گویم کز غم تو من چها گم کرده ام

همدم و محرم ندارم تا ببیند حال من
تا ترا دیدم وجود خویش را گم کرده ام

تا چو قمری شد خم زلف تو طوق گردنم
من ز سر سودای سرو باغها گم کرده ام

جان براه او جدا رفت و دل و دیده جدا
در خیالش خویش را سر تا بپا گم کرده ام

دل ندارم بر سر بازار یوسف چون روم
جنس نادیده چو من دل بها گم کرده ام

ره ندیدم در حریمش عقل کم اندیش را
زان خرد را در ره آن دلربا گم کرده ام

رفت او تا از بر من آه بهر جستجو
دل جدا گم کرده ام دیده جدا گم کرده ام

طعنه بر فردم مزن از بیخودیهای فقیه
آنچه من گم کرده ام بهر خدا گم کرده ام

گر ز خوی دل خبر می داشتم
جای دل سنگ دگر می داشتم

عشق ما را التفاتی بیشتر تو کرد
ورنه من کی این جگر می داشتم

دل که بر من چه کرد امروز کاش
پیش از این از سینه بر می داشتم

کی شدی برباد خاکم کو بکو
راه در کویش اگر می داشتم

نرم گر گشتی دلش از گریه ام
من ز دل دیده تر می داشتم

در خرام ناز او ای بخت من
زیر پایش کاش سر می داشتم

فرد کی چشمم گرستی خون دل
بی رخ او گر ازل سر می داشتم

تا دیده ام زلف ترا من عاشق دیوانه ام
زنجیر میدارم بپا من عاشق دیوانه ام

جرمم بگیر ای محتسب چون نیستم از عاقلان
پند کی کند ناصح مرا من عاشق دیوانه ام

گه صوفی ام در خانقه گه زاهدم در صومعه
گه رند هر میخانها من عاشق دیوانه ام

گه شیخم اندر کعبه و گه پیر دیر برهمن
گه سوی خویشم رهنما من عاشق دیوانه ام

گه حامل مصحف در بغل گه سر بزیر پای خم
هستم ز هر ملت جدا من عاشق دیوانه ام

بگذشته از هر نیک و بد بگذاشته راه خرد
گردم بشهر و کوچه ها من عاشق دیوانه ام

کرده فراموش نام خود آواره و بدنام شهر
بیگانه از هر آشنا من عاشق دیوانه ام

ای فرد می پرسی ز من یک چاک تعلیم را سبب
صد جامه ها کردم قبا من عاشق دیوانه ام

پیشانی نیاز بکعبه که سوده ایم
این مشق سجده بهر در تو نموده ایم

حمد خدا که غیر تو مقصود ما نبود
گر ما بهیچ وصف کسی را ستوده ایم

عمریست تا بشوق هم آغوشی تو ما
دریا صفت کنار تمنا گشوده ایم

برحال ما ز بوالهوسان رحم بیش کن
پیش از همه چو عاشق روی تو بوده ایم

تا عکس روی تو بدل ما گهی فتد
ما زنگ هر هوس ز دل خود زدوده ایم

دنیا سرای ما که بغفلت بسر بریم
گویا حباب وار بدریا غنوده ایم

صبح است و شور محتسب و ما دل نشه
غوغای حشر بر سر و ما خود غنوده ایم

دیگر بیاد کس نگشوده ایم لب گهی
زان دم که ما حدیث لب تو شنوده ایم

گفتم چو فرد دل بتو دادم ببخنده گفت
تو خود ندادهٔ که دلت ما ربوده ایم

ذره سا ز نقصان ندانم در هوای کیستم
چون صبا گردان بهر کو از برای کیستم

خانهٔ دیگر بجز کوی ندارم بهر خود
چون سگی افتاده در راه وفای کیستم

نیم جان چون صید ناوک خورده از سر تا بپا
ریش هر عضوی نشان تیر های کیستم

هر سحر چندانکه میدارم فغان و ناله ها
عندلیب نغمه سنج خوشنوای کیستم

سر نمی آرم فرو بر هر در شاه و گدا
از دو عالم دست افشانده گدای کیستم

از قدم تا فرق غرق اشک گشتم همچنان
تشنه هر یکدم آب لقای کیستم

فرد عمر آمد بپایان هیچ معلومم نشد
عاشق زار کیم من مبتلای کیستم

عشقم که گاه از دل مجنون بر آمدم
گاهی بکوه از سر پرخون بر آمدم

همچون حباب گاه روانم بروی آب
مانند کف گه از لب جیحون بر آمدم

چون آه دودناک گه از سوز سینهٔ
هم سوز برق از دل محزون بر آمدم

گاهی بدست ساقی دلبر بزم می
در جام صاف چون می گلگون بر آمدم

غواص وار گاه بدریا فرو شدم
گاهی ز بحر چون در مکنون بر آمدم

گاهی نهان بکسوت چون و چرا شدم
گاهی ز هر لباس که بیرون بر آمدم

گاهی ز حسن غازه کشیدم بروی خویش
شیدای خویش گشتم و مفتون بر آمدم

گشتم گهی نهان بسخنهای دلفریب ‌ ‌ از فکر نکته فهم چو مضمون برآمدم

کس را بهم بخلوت یکتاییم نبود
رازم مپرس فرد که من چون برآمدم

من آن شمعم بهر سمت نیست بارم ‌ ‌ ز سوز هجر رویت اشکبارم
بخاک کشتهٔ خود اشک هم ریز ‌ ‌ مبادا دامنت گیرد غبارم
گر این فصل بهار است و همین دل ‌ ‌ رود بر باد روز بی اصطبارم
بحمد الله که خوی تو گرفتم ‌ ‌ بعهد خود اگر بی اعتبارم
ز اشک او نگردد دامنش نم ‌ ‌ بروی او اگر دریا ببارم
خرد را اگرچه تنگ خانه‌ام ‌ ‌ بچشم عاشقان والا تبارم

بخیزم از در او فرد هرگز
چو سنگ هرچند راند چند بارم

من نه آنم که گهی از در تو برخیزم ‌ ‌ گرچه نزدیک شود اینکه بخاک آمیزم
نگذارم که غباری ز درت برخیزد ‌ ‌ اشک از دیدهٔ خونبار بکویت ریزم
گرچه زنجیر گرانم بدهد شحنهٔ شهر ‌ ‌ همچنان از سر جان خاک در تو بیزم
بولای تو چنانم که باین جور و جفا ‌ ‌ نتوانم ز رقیبان که گهی بستیزم
حسرت بوسهٔ پای تو نباشد جز من ‌ ‌ بس بود گر بنوازی ز ستم بستیزم
نکته‌ای از دهنت گر به مسیحا گویم ‌ ‌ از لب لعل تو شوری بفلک انگیزم
زین تغافل که مرا میکشی ای جان عزیز ‌ ‌ به که یکبار کشی از دم تیغ تیزم

فرد گو پیر شدم عشق جوانی دارم
شاه گام است هنوز این قدم مهمیزم

این قدر اشک که از خون جگر میریزم ‌ ‌ در خیال رخ تو لعل و گهر میریزم
تا ز کوی تو صبا ذرهٔ خاکی ببرد ‌ ‌ آب در کوی تو از دیدهٔ تر میریزم
شمع سان اشک بهر سمت همه تن گردیدم ‌ ‌ آب از سر چو گذشت است ز سر میریزم
گشته‌ام شهرهٔ آفاق بشیرین سخنی ‌ ‌ تا بذکر لب نوش تو شکر میریزم
گوهر لفظ که افشانده‌ام از دولت عشق ‌ ‌ در پس هر سخن از شوق اثر میریزم

از درت دور ته خاک بسپر دند مرا | در لحد زین غم خود خاک بسر میریزم

آرزو مند پیام تو چنانم که چو فرد
نقد جان در ره قاصد بخبر میریزم

شکوه اے شوخ ز خوے تو کنم یا نکنم | نسبت جور بسوے تو کنم یا نکنم
گوش بر آه من خسته نهی یا نهی | ناله ها بر سر کوے تو کنم یا نکنم
نگهی سوے من اے شوخ کنی یا نکنی | گریهٔ زار بروے تو کنم یا نکنم
در چمن پیش گل اے مطلع صبح صادق | ذکر از طلعت روے تو کنم یا نکنم
با نسیم سحر اے غیرت سنبل از زلف | شمهٔ ذکر ز بوے تو کنم یا نکنم

فرد را صبح که راندی ز در خود ز حیا
شب خیال سر موے تو کنم یا نکنم

نه شیخ حرم هستم و نه پیر کنشتم | در عشق تو فارغ ز سر نار و بهشتم
در حسرت کویت که بهشت است ز خاکش | صد جنت فردوس بیک بار بهشتم
کے میرود از طینت من درد تو تا مرگ | شد روز ازل از غم عشق تو سرشتم
زان جلوه که کردی صنما در حرم دل | من برهمن دیر خود و پیر کنشتم
بر بالش پر کے شود آرام سرم را | خو کرده بکوے تو چو از بالش خشتم
از چشم کسے تا نرسد هیچ گزندت | پیش تو دل خویش چو اسپند برشتم
تا آورد بحر محبت دو غم یک گل دیاری | این تخم محبت بدل خویش چو کشتم
یکبار جوابے ننوشت آن بت مغرور | هر بار بصد شوق باو نامه نوشتم

از خوبی اخلاق خود اے شوخ تو مگذر
هرچند من فرد بعشاق تو زشتم

ردیف النون

غزل ۳۴

نمیدانم که دوشب آمده یارب بخواب من | که رفت از چشم من خواب از دل شد صبر و تاب من
ترا تا صبح چه افتاده است گر من بر خطا رفتم | مرا بسیار با عشقش بکار نا صواب من

بنہ فہمیدہ دستے اے مسیحا تا بجا باشی
کہ نبضم می جہد از جاے خود از اضطراب من

چہ می پرسی کہ گاہے دیدہ مارا بخواب خود
غلط افسانۂ باشد کہ بشنیدی ز خواب من

نہ زین لطف تو میدارد رقیب این کینہ ہا از من
عتابے ہم کنی گر بخشش آید زین عتاب من

نیم در خدمت ناصح چنان گستاخ تا جنگم
کہ میدارد نگاہ او نیز آداب جناب من

گرہ بر ابروے اغیار بدبین می فتد ناگہ
کنی گر گوشۂ چشمے بر احوال خراب من

مرا کمتر ز سگ میدانی و صد فخر خود دانم
بحمد اللہ کہ شد در کمترین سگ حساب من

غرض از نامہ ام این است تا نام یاد تو باشد
بدست نازکت رنجے مدہ بہر جواب من

بکویت پاسبانی باشدم بہتر ز دارائی
نمی خواہم کنی دربان خود یا سگ خطاب من

شدہ چون سرنوشتم در ازل این سجدہ کویت
نشان بندگی گویا است عنوان کتاب من

ہمہ جورش تحمل کردم آخر گشت این ہجرش
کہ افزون بود این آتش ز حد صبر و تاب من

دل و لخت جگر بہر سگانش ہدیہ آوردم
نہ دست انداز شد اے فرد مہمان در کباب من

از زبان بادۂ عشق تو چشیدن نتوان
ور لبت نکتۂ از گوش شنیدن نتوان

رشتۂ الفت اے شوخ بریدن نتوان
گشتہ ام خوگر دام تو پریدن نتوان

بسکہ تیغ قاتل خود و دوختہ چشم دم قتل
می شوم کشتہ و ہیہات تپیدن نتوان

روز اول شدہ بیجا ماند ز جیبم تا کے
اے جنون بس خجلم باز دریدن نتوان

بستہ شد خون دلم بر سر مژگان چہ کنم
گرہی گشتہ بہر مو کہ چکیدن نتوان

ہوسم نام من خاک نشینت چکنم
تا بکوے تو چو از ضعف رسیدن نتوان

ہست تریاق گزند سر زلف تو لبت
آن بہ پیش آمد و این مہرہ مکیدن نتوان

نے سوار از گرہ گیر عنان یک نفسے
با سمند تو چو از ضعف دویدن نتوان

خوگر چنبد تو گشتم چہ کنم مشک تتار
جز بزلف تو چنین نفحہ شمیدن نتوان

می شود مانع دیدار رخت سیل سرشک
جگرم خون شد ازین گریہ کہ دیدن نتوان

میکند سجدہ بپاے تو ز سایہ شمشاد
کہ ازین پاے بگل ماندہ خمیدن نتوان

در رہ وصل تو ہر شب روم از پاے خیال
خار در راہ بکف پاے خلیدن نتوان

جوش سوداست کہ ہر کوچہ مرا رسوا کرد
عزلت اے فرد درین عشق گزیدن نتوان

ای غمت اصل شادمانی من / درد تو لطف زندگانی من
گشت روشن ز شمع و پروانه / ستم یار و بی زبانی من
جذب عشقم کند چو مشتاقت / بینی آنگه تو لن ترانی من
از لبش گر کنم حدیثی نقل / شور افتد ز خوش بیانی من
کس چه داند گذشت آنچه بمن / قصهٔ من شنو زبانی من
دانم آخر فسانه باشد / داستان غم نهانی من
راحتی یافت و کرد آسایش / شب سگ تو ز پاسبانی من
این من و عشق ساقی و پیری / جوشش زد نشهٔ جوانی من

همچو آن مه که نیست همتایش
فرد پیدا انگشت ثانی من

نکهت باغ جنان یا هست بوی پیرهن / یا دم عیسی است این یا خود پیام یار من
بوی جانی می شمم از قدوم باد صبا / خود نسیم گلشن جان است یا باد یمن
نفحهٔ مشک است این یا مژدهٔ وصل نگار / یا شمیم زلف مشکین یا نسیم زان چمن
یا هوای فصل گل بوده است یا باد مراد / یا صبای جان فزا یا بوی خوب گلبدن

فرد را از خود ربود آخر ندانم چه بود
یا مگر حرف کرم زان دلبر غنچه دهن

من پرتو تجلیم و او آفتاب من / خورشید هم ز ذره بود در حساب من
کی بگذرد به خیال من خسته در دلش / من کیستم که جلوه نماید بخواب من
آه است سرنوشت من از مکتب غمت / حرفی بجز الف نبود در کتاب من
مست نگاه نرگس مستانهٔ توام / در سر خمار ندارد شراب من
استاده خم شدن به جواب سلام غیر / دیدن بسوی من نگهی چه جواب من
در پیریم ز عشق مده پند ناصحا / دیگر گمان چو نیست ز عهد شباب من
دانی اگر براه خطایم بعشق تو / کن آگهم بلطف ز راه صواب من
بیتاب بسکه بود مگر نبضم ای طبیب / آمد برعشه دست تو از اضطراب من
ابروی او اشاره بدیوان فرد کرد / ای حبذا پسند وی و انتخاب من

بروی تو نگاهی کردن از من ... بلای بود کامد بر من از من

بهر ساقی بیک جامی من از من ... نه جان جانم بود نه تن تن از من

خمار خود پرستی درد سر داد ... بجام خویشتن ساقی بشکن از من

تو می آئی و از خود می روم من ... خرام ناز از تو رفتن از من

چو خاک راه گردیدم بعشقت ... خدا را ای هان میفشان دامن از من

زمینی را که پایت نقش بندد ... بود دانم ز مژگان رفتن از من

ز آه شعله بار خویش خواهم ... سر کوی تو باشد ایمن از من

گهرهائیکه ریزی در ره لطف ... بود در رشته جان سفتن از من

چو هستم عندلیب بوستانت ... مبادا خالیت این گلشن از من

سر بند قبا بکشادن از تو ... بود چاک دل و پیراهن از من

پسندی گر بهار اشک سر خم ... بود در شک گلستان گلخن از من

چنان از خود ربا فرد سخن را ... که هیچ ما و من را پر کن از من

تا کی فلک سفله در جنگ بود با من ... بی مهری و صد جور آن شوخ شنگ بود با من

چون آینه میدارم من جلوه بیرنگی ... هر کس که ببزم آید همرنگ بود با من

بیرید ز من باشد پیوسته بیاد تو ... از من ببرش تا کی دل تنگ بود با من

بر عکس خودش دیدم این آینه دل را ... دل صاف بود با او پر زنگ بود با من

نازم بادای او با جمله وفای من ... با بوالهوسان صلح و در جنگ بود با من

دارد برقیبانم صد شوخی و بیباکی ... یارب چه گنه کردم کین ننگ بود با من

بی قدر چنانم کرد ای سنگدل از عشقت ... پیش تو رقیب من همسنگ بود با من

ای فرد صفای دل آموز ز آئینه ... کو با همه بیرنگی یک رنگ بود با من

می گویم تو عیسائی بی اعجاز زنده کن ... تو معشوقی و می زیبد ترا انداز زنده کن

بهر زلف شکین تو دست از جان افشاندم ... باندازی که به دانی از آن انداز زنده کن

پی تکرار اعجاز لب خود ای مسیح من ... دگر بار از محبت خود بمردم باز زنده کن

دم آخر بیا بالینم قدم بهر عیادت نه / مرا از بوسه‌های آن لب دمساز زنده کن
غبار کشتهٔ حسرت اگر بوسد کف پایت / برغم آن رقیب خوشدل غماز زنده کن
بمشتاقان نواز آرزوها جان بلب آمد / ز روی خود خدا را پرده برانداز زنده کن

مرا از سرگرانیهای حسن پرغرورت فرد
ز سحر عشوهٔ چشمان افسون ساز زنده کن

از دست تو که کرد چنین شب بسر که من / زینسان نکرد چاک گریبان سحر که من
بیجاست تهمتی ز هم آغوشیش بمن / تنگ اینچنین کشید قبایش ببر که من
هر شب ز ناله بر سر جنگم بکوی تو / ای دادرس بگو که شد او پرده در که من
بر تیغ آزمائی خود چون کمر ببست / کس اینچنین نکرد دل خود سپر که من
تیر تو از خطا برقیبم نشانه زد / آن بوالهوس نهاده بفتراک سر که من
او کرد چاک نامه ام از عذر یک خطی / پاره جگر نگشت چنان نامه بر که من
تا داد آب تیغ تو بر تشنگان صلا / فریاد می کند لب زخم جگر که من

سر را بسجده میزنم ای فرد در بدر
بینم که می رسی تو به آن رهگذر که من

ای باد پیش زلف کسی قصه ام بخوان / وی زلف تو بگوش کسی حال من رسان
آن مژدهٔ قدوم تو کز گل صبا بگفت / گل گفت این نوید تو در گوش بلبلان
آگاه شد چمن ز نواهای عندلیب / شد تازه ساز و برگ جوانان بوستان
سوسن بصد زبان و نهالان سرو باغ / راندند نکته‌ای ز قد دست به باغبان
رفتم بسیر باغ چو از دل گرفتگی / گردید از رخ چمنم راز تو عیان
زان روز سرو و سبزهٔ نورسته و صبا / گلها و ما و بلبل شیدا و باغبان
از خویش رفته ایم همه آنچنان که بس / کس را نمانده است سر یک گریبان

ما جمله بی تو فرد بیاد تو مانده ایم
وقت است گر کرم گذری سوی بیدلان

من و اشک و آه هر دم که بود چو باد و باران / تو بیا که باز بینم رخ موسم بهاران
من و چشم خونفشانی تو و رخ چو لاله خندان / چه کنم ز ابر مژگان نکنم چو اشکباران

خجلم ز روی ناصح چه قدر ز سست عهدی
که شکست توبهٔ من ز هوای گلعذاران

جگر و قرار و صبرم همه پایمال جور است
شده از ره دل من گذر جفاشعاران

دل چاک چاک خود را چه قدر رفو کنم من
که دلی و چار سویش همه چاک صدهزاران

چه بلاست مشق تیرش بر هش فتاده دیدم
جگری و صد نشانها بدمی ز تیر باران

ز تو ای شکیب دشمن چه امید راحت جان
که تلطفی نداری تو بحال دوستداران

چو نماند تاب رفتن ز رهت غبار گشتم
که رسم به آستان تو بپای رهگذاران

بکدام رقعه دوزم جگری که گشت پاره
که دل و جگر نمانده ز جفای تو بیاران

بچه معذرت کنم رو سوی محتسب از خجالت
که بجز قدح داغ باده بودم چو باده خواران

صنما اگر خرامی تو بخاک کشتگانت
بوفا بر آید دستی بدعای جان نثاران

نه چنان ز زلف سودا بسر من است پیچان
که رخ سحر نه بیند شب تیره روزگاران

گذر از سر رفیقم که شود دل آرمیده
نتوان نمود بخیه دل چاک بیقراران

من و خجلتی ز ناصح که نشسته دیده ما را
نه ادب نه هوش بر جا من و بزم میگساران

بفراق ماه رویش سحرم چه شام تیره
شب من چه تار باشد چه همین است روزگاران

من و تلخ کامی من تو و شربت لب تو
بنواز گه بجرعه که شوم ز کامگاران

بنمود بگوشش ورا در و سبزه ها بجنبش
بطپیدگی است هردم دل زار بیقراران

ز بنای دل چه پرسی که ربود سیل اشکم
بکنار آب باشد همه رخت دلفگاران

شده حلقه دو چشمم و در کاب بهر پایت
بامیکه می گذشتی ز درم چو نی سواران

نه همین شکنج طره شده دام راه ما را
که بکنج لب بگیرد دل و جان هوشیاران

ز گدائی در او بفلک دماغ دارم
نه امید از امیری نه طمع ز شهریاران

سحر ای صبا کشادی گرهی ز زلف و غنچه
نشگفته مانده ای وا دل ما امیدواران

نه طریق غمزه دانی نه گهی وفای وعده
بچه خوش کنند دل را بغم تو سوگواران

چو کشاد طبع یاران بود از کلامت ای فرد
غزلی دگر سرایم که فرستمش بیاران

تو اگر بناز پرسی سر و برگ خاکساران
بود از درم گدائی هوسی بتاجداران

پی مشق می فگندی تو خدنگ ناز سویم
بهم آمدند بر من پی تهنیت شکاران

چو سمند ناز راندی سوی صیدگاه رحمی
شده بسته در رکابت سر جمله شهسواران

شب بستگان زلفت چه بلا سیاه باشد
که نگردد آری روشن سحر سیاه کاران

تو کجائی گریه آخر همه نامه‌ام سیاه است
نظری ز شست و شوئی سوی ما گناهکاران

رخ تست غیرت گل تو بسیر گل چه رفتی
که بهار آفرینی تو به مجمع نگاران

تو و فکر برهمی ما من و دل بهم نمودن
بسر خلاف گذرد ز تو چند روزگاران

چه عجب اگر بلغزد بره تو پای ناصح
که سپرده اند اینجا دل چند بیقراران

چه کند کسی بنقش بجز اینکه جان بنازد
نکنند گوش افسون ز کس این سیاه ماران

نگین و نام عنقا شده نقش در دل من
که نمانده غیر نامی به جهان ز نامداران

نه چو شمع سوز و گریه نه چو عندلیب ناله
نه رقیب آگه از من نه کسی ز رازداران

غم عشق او به سینه چو نشاط از رقیبان
همه تن نهفته کردم بلباس سوگواران

سر عقده وا نگشته ز خرد بدور چشمش
ز کجی نگه ربوده دل صد چو هوشیاران

دل من اسیر غم شد که چرا ندادمش دل
بکمند زلف دیدم چه نشاط رستگاران

بکناره لحد هم چه بود قرار او را
بسیاستش بریده همه جگر جگر فگاران

در گوش و زلف او را بود بیقراری
چه رود قرار گیرد دل و جان بیقراران

نه خاک در لحد هم بود قرارم ای فرد
دل ناشکیب کرده خجلم ز بردباران

حدیثی از لب لعل که رفته بر زبان من
که شد تنگ شکر گویا همه کام و دهان من

ز شوخی گر بجنگ من در آید نوجوان من
سپر سازم دل بیتاب تا بیند توان من

ازین صید افگنان آهو نگاهان سیه چشمان
چه حسرتها که در دل برد جان ناتوان من

چو نی تا آشنای آن لب دمساز گردیدم
پسند خاطر همسایه شد از من فغان من

بما حلقه بگوشان حاجت تیر نگه نبود
بجان منت اگر جان خواهد آن ابرو کمان من

بحال فرد مسکین ای تغافل پیشه رحمی کن
اگرت پرسند از من گو یکی از بندگان من

بعشق آیا که گفته از من و نام و نشان من
که این نا آشنا گردید امشب میهمان من

شب تاریک غربت نیست کس از همرهان من
نباشد جز درای کاروان کس همزبان من

بهانے را بود انگشت در دندان ازین نظم
مگر رفت از لب لعلش حدیثے بر زبان من

کمانے می کشی یا می کشی دلہاے عالم را
بہ قربان چنین و ضع کششہاے تو جان من

نہ لختے از جگر دارم نہ از دل پارۂ یارب
چہ خجلتہا ز تیر او چو گردد میہمان من

تو بر رغم رقیبان فرد کردی شکوۂ جورش
ندانستی کہ می شد زین بہانہ امتحان من

اے عذر خواہ عاصیان وے رحمۃ للعالمین
سر پرور تو مینز مکن رحمے کن و حالم ببین

اے زیر فرمانت قدر وے سر بحکم تو قضا
اے دست تو دست خدا عالم ہمہ زیر نگین

در ہجر مہر روے تو عالم بہ چشمم تیرہ شد
کے آفتاب بخت من سر بر فروزد از زمین

من فرد مداح توام تو دلبر زیباے من
یک رہ قدم رنجہ نما بشنو فغان این حزین

سبکتر اے صبا بگذر ازین خاک مزار من
کہ وقف سرمۂ خلق است امشب این غبار من

بآغوشے نگارم گر کند رنگین کنار من
توان روئید بعد از مرگ لالہ از مزار من

من و این خدمت پیر مغان و صحبت ساقی
الٰہی تا قیامت باد زین سان روزگار من

بہ حسرت میرد آہوے حرم از صید گاہ او
بجولانگاہ توسن گر بنازد شہسوار من

تو در دست خرد زاہد ز سبحہ عقدہ ها داری
بحمد اللہ کہ عشق آسان نمود فرو کار من

من و خاک در میخانۂ پیر مغان زاہد
ترا مستی زہد و مرا بس این خمار من

بہر گامے ہزاران جان ترکان می پرد از تن
بشوخی می جہاند چو طفل نے سوار من

ز سر پا ساختہ سوے حریم یار می آیم
چہ می جوید رقیب از من نشان در رہگذار من

من از خاک عرب محمل کجا ہر آرزو دارم
ازان رو زیکہ بر شکل عرب آراست یار من

تو سلطان جہانبانی و من فرد گداے تو
چہ باشد گر نوازی از قدوم خود دیار من

اے جفاے تو مرا بہ ز وفاے دگران
حرف دشنام توام بہ ز دعاے دگران

غیرت عشق من این است کہ دیدن نتوان
طاق ابروے تو محراب دعاے دگران

صبر تا چند ازان شربت قند لب تو
درد من بہ نتوان شد ز دواے دگران

چہ کنم گر بگریبان نزنم پنجہ زرنج
چون بہ بینم بدرست چاک قباے دگران

خواهم از اشک کنم خاک درت گل که مباد
قدمے رنجه کنی تا بسراے دگران

گر بود لطف تو یارم بوفایت سوگند
هیچ بالکم نبود گه زجفاے دگران

بامید کرمے سر بدر کس نه نهم
هم جفاے تو مرا به که وفاے دگران

زندگی چون نشود عقدهٔ دشوار مرا
لب لعل تو بود عقده کشاے دگران

دیده دریا کنم و خلوت دل پر گلشنم
گر نگردد لب مردم گاه هواے دگران

از ادب دورم و اغیار بپیشش گستاخ
تا شکیبیم کشد این بخت رساے دگران

میرود پیک و ز دور ماندگی خود بغمیم
گر رسیدن نتوانیم بپاے دگران

فرد
چون با سگ کوے تو نه بیند و تهرے
محتشم هست گدایت ز گداے دگران

یارم از قامت بالاست بلاے دگران
در بلاییم من از بخت رساے دگران

مدتے شد که بیاد تو ز خود رسته منم
فتنهٔ غمزهٔ تو هوش رباے دگران

وقف هر رهگذرے کرده ام این خاک زنان
تا بکوے تو رسم گاه بپاے دگران

گر رود جان ز تنم از سر کویت نروم
گوشهٔ کوے تو خوشتر ز سراے دگران

گردے از خاک در تو که بود پیرهنم
بر زهد جامهٔ دیبا و قباے دگران

جان بلب آمده از حسرت لعل تو منم
تو ز قند لب خود محو شفاے دگران

بر سر کوے تو خاکم شده پامال رقیب
چند این دشمنی اے دوست براے دگران

صبر و دین و خرد و راے همه گم کردم
تا پسند تو شده کار زراے دگران

کنم آمین چو بر آری بدعا دست ولے
چه کنم گر تو شوی محو دعاے دگران

فرد
چون سوخته از غیرت شمع حرمت
کے تو ان دید دران بزم تو جاے دگران

مطربا آهنگ نو آغاز کن
نغمهٔ داودی بے ساز کن

چند باشم همدم ناصح مان
گوش من پر از حدیث راز کن

از لب لعلش حدیث جانفزا
با من افسرده خاطر باز کن

نکتهٔ از نالهاے زار من
پیش او بانے دمے دمساز کن

عرض حال ماندگان راه عشق
در حضور آن بت طناز کن

ساقیا تا کے غم دوران کشم | از لب جامے دمے اعجاز کن
اخگرے از آه آتش بار من | صرف جان حاسد غماز کن

فرد دارد حسرت دیدار تو
بر سر او جلوهٔ از ناز کن

ساقیا بر بخت خفته آب زن | رطل صایب بهر دفع خواب زن
با رقیبان چند باشی مست ناز | با من بیخود شراب ناب زن
تکیه بر سامان نباشد کار عقل | سنگ بر جمعیت اسباب زن
شیشهٔ تقوے بپاے خم فگن | آتشے در جان شیخ و شاب زن
کار عشقم بسته ماند تا بکے | جام مے از بهر فتح باب زن

فرد اگر وصلش تمنا کرده
آب تسکین بر دل بیتاب زن

ساقیا آهنگ فتح باب کن | جام من پر از شراب ناب کن
درد سر تا کے ازین رنج خمار | مے بیار و فکر دفع خواب کن
آتشے زن در خیال خام من | خاک در جمعیت اسباب کن
مایهٔ صبر و قرار من بیار | چارهٔ درد دل بیتاب کن
غلغلے افگن ز جوشش مے بچرخ | آتشے در جان شیخ و شاب کن

ناتوانی فرد زار آتشین
زهرهٔ خامان عشقش آب کن

سر فداے پاے تو اے پیک فرخ فال من | آگهش کن از من و عشق من و احوال من
شورشے انگیخت عشقش در سر سودائیم | شد تماشا گاه عالم در غم او حال من
بسکه دور افتاده ام زان شهر رشک صد بهشت | اے فداے یثرب او جمله جان و مال من
ذره از خاک کف پایش نشد گر قسمتم | کحل خاک یثربے و دیدهٔ اقبال من
جز رخ و زلفش نباشد صبح و شام من دگر | بر هلال ابروے او هست ماه و سال من

فرد را تا بندهٔ خود خواند آن شیرین سخن
نیست غیر از گفتگویش هیچ قیل و قال من

فزودی تا ز لب جوش رقیبان — بغارت بردہ ہوش رقیبان
من و این تلخ کامیہاے عمرے — لب لعل تو و نوش رقیبان
من و صد حسرت حرفے ز لعلت — سخنہاے تو و گوش رقیبان
من و صد نالۂ و افسانۂ خویش — تو از خود رفتہ مدہوش رقیبان
بجرم عاشقی ریزند خونم — کرم ہایت خطا پوش رقیبان
سپند آتش غیرت ازانم — فروزی شمع خاموش رقیبان
عیشا ہر شکست خاطر من — نہادی دست بر دوش رقیبان

بگویت فرد را ماندن ازان بہ
نشیند گاہ ہمدوش رقیبان

غزل

کس باین حسن تو انباز نخواہد بودن — نازنینے بچنین ناز نخواہد بودن
چشم مخمور و نگہ شوخ و مژہ تیر بلا — کس باین خوبی و این ساز نخواہد بودن
زلف آشوب جہانے و رخت فتنۂ جان — چون تو کس خانہ برانداز نخواہد بودن
ساقیا بادۂ گلرنگ کہ ابر است و بہار — ہیچو سامان خدا ساز نخواہد بودن
گرچنین نالۂ شبہاست ز عشقت دانم — کہ نہان در دلم این راز نخواہد بودن
ناقۂ لیلے اگر بانگ درائی دارد — با دل قیس ہم آواز نخواہد بودن
بلبل و قمری و نے گرچہ فغانے دارند — کس بعشاق تو دمساز نخواہد بودن
آگہ از حال دلم بلبل و پروانہ نشد — زاغ خود ہمسر شہباز نخواہد بودن
آتشین نامۂ خود در بر ہد ہد چہ نہیم — دگرش طاقت پرواز نخواہد بودن
نگہے سوے ضعیفان بکن اے مست شباب — آخر این عہد چو آغاز نخواہد بودن
ہمسر حسن خدا داد تو اے جلوہ فروش — یک صنم با ہمہ پرداز نخواہد بودن
زاہد از زہد ریا توبہ کن و بادہ بنوش — کہ در توبہ دگر باز نخواہد بودن

در دت این است اگر زیستن فرد غریب
بے دواے لب اعجاز نخواہد بودن

آباد باز کن ز قدوم دیار من — اے من ترا ز عیشت و تو شہریار من
جانان ز لطف گر گذری بر مزار من — دامان خود بپیچ ز مشت غبار من

ای مهر نور بخش دگر چهره برفروز ای روی تو فروغ ده روزگار من

یک صبح سوی من نفسی از نسیم لطف ای آبروی گلشن من وی بهار من

من بندهٔ کمینه و تو خواجهٔ غنی می زیبد ار ز لطف تو باشی بکار من

نازم به بخت خویش که آخر بجذب عشق از سنگ آستان تو لوح مزار من

خوشتر ز دست دل من نیست وادئی جولانگه سمند تو لیلی سوار من

گردی بدل نشست مرا ای صبا ز تو آگه نه هنوز ز حال غبار من

گردی ز کوی تو بلحد برده ام چه باک آید اگر فرشته بطوف مزار من

هر سنگ پارهٔ ز درت هست همچو طور آرام بخش جان و دل بیقرار من

هستیم فرد کشتهٔ تیر نگاه او
می بایدت که از مژه روبی مزار من

ای بجاروب درت مژگان من از برای نسبت جسم و جان من

بهر تو آماده گوش و چشم من محو رویت دیدهٔ حیران من

صبر و عقل و هوش و دین من توئی ای که رویت قبلهٔ ایمان من

عارض تو مصحف اهل نیاز ابرویت بسم الله قرآن من

نظم فردم نکتهٔ از لعل تو
حرفی از ذکر لبت دیوان من

صبا بآن ورد الاسلام ما برسان بخاک میکده از ما سلام ما برسان

بسنج درد سرم از خمار بادهٔ شب نسیم ساقی ما را سلام ما برسان

زحال دردکشان گاه اگر مغان پرسد به حضرتش ز تمنا سلام ما برسان

چو میکشان بزمین دُرد از قدح ریزند زمین گل شده را سلام ما برسان

دمی که پیر مغان بزم می بیاراید بجام و شیشه و صهبا سلام ما برسان

بمیکده گذری گر ترا ای نسیم سحر بساقی و می و مینا سلام ما برسان

مغان ز خم چو می صاف در سبو ریزند خم و سبو و مغان را سلام ما برسان

اگر بحلقهٔ رندان گذر کنی ای فرد
بمجلس طرب افزا سلام ما برسان

گرد زلف تو مرا باز گرفتار جنون — اینک این کوی تو و ما و سر و کار جنون

نیست جنس خرد امروز بشهر تو بکار — جان به بیعانه رسیدیم خریدار جنون

گر همین فصل گل و جوش بهار است امسال — ترسم ای عقل کشد تا بکجا کار جنون

بسکه در عهد تو بگرفت جنون قدر و رواج — می فروشم دل خود را سر بازار جنون

دام زنجیر بدیوانه چه راحت بخشد — صد بیابان که چو گامیست به بیمار جنون

بر سر از همت مردانه گرفتم کوهی — ورنه کی عقل تواند که کشد بار جنون

رخت ارستم بسر مور ضعیفی دادند — هستم اکنون من و این سنگ گرانبار جنون

عاقلان فرصتی از فکر جهانی دارند
فرد مارا بگذارید به آزار جنون

گر یقینم نشدی این خوی جفا پیش ازین — میگرفتم ز تو سوگند وفا پیش ازین

میگرفتم ز تو پیمان که بجوابم آئی — گر گمان بردمی این هجر ترا پیش ازین

با منت اینچه سخنها بمیان بودی کاش — می گرفتم ز تو عهدی بخدا پیش ازین

وا شد عقده چه وابستهٔ لعل لب تست — تا نیفتد گرهی لب بگشا پیش ازین

غنچهٔ دل چو شگفتی ز نسیم سحری — گفتمی حال دل خود ز صبا پیش ازین

گر ده هجر تو چنین بی سر و سامان ورنه — عقل و صبر و خردم بود بجا پیش ازین

عشقت افگند درین ورطهٔ فریاد و فغان — کی دلم بود چنین ناله سرا پیش ازین

ترک عشق تو بمن هیچ به یغما نگذاشت — بود با ما دل دیوانهٔ ما پیش ازین

مردن و زیستنم هست بفرمان لبت — باز نپسند بمن جور و جفا پیش ازین

چون بیکتائی تو هر دو جهانست گواه — کار بر هم مزن از زلف دوتا پیش ازین

فرد چون دل بسپردی بغم عشقش میخور
نشدی مصلحت اندیش چرا پیش ازین

ای بر نگهت تیری هر موی مژه سوزن — گر تیر زدی بر دل هم بخیه ز مژگان زن

چون آهوی بس وحشی تیر تو رمد از من — می میرم ازین سختی ای میر شکار افگن

دردیکه ز بی زخمی دارد دل غمناکم — در صیدگهت صیدی کی دید ز زخم تن

در باغ حزن امیدی چون ای گل رعنایم — از جوشش بهار تو در هر چمن گلشن

ای غیرت گل از تو بلبل بنوا سنجی
در وصف لب لعلت شد جمله زبان سوسن

در شاه رهٔ عشقش فارغ ز خطر میرو
بردار قدم برخیز ای فرد بچین دامن

چند روز از خویشتن بیگانه می باید شدن
آشنا با جلوهٔ جانانه می باید شدن

عقل را در کار و بار خلق می باید گذاشت
در طریق عاشقی فرزانه می باید شدن

حاجت شمع خرد در بارگاه عشق نیست
عقل را می سوز گر پروانه می باید شدن

می رمد از خانهٔ دل آهوی وحشی ما
بگذر از دل گر باو همخانه می باید شدن

دولت گنجینهٔ حسنش اگر خواهی دلا
بهر چندی خانمان ویرانه می باید شدن

میکده باشد بدور چشم مست او خراب
رند اکنون بی می و پیمانه می باید شدن

فصل گل امسال می آید بعید جوش ای مسیح
لاجرم این بار هم دیوانه می باید شدن

رهزنان بسیار در راه اند و خضری ناپدید
در رهٔ عشقش مرا هروانه می باید شدن

کار عشق ای محتسب پیش آمده فرد مرا
دست بردار از من دیوانه می باید شدن

چه باشم من که گویم دلبر از رحمی بجانم کن
مرا بشمار زان خویش و خواهی آنچنانم کن

حد خود آن نمی بینم که در بزم تو بنشینم
بس است این پاسگان خویش جا بر آستانم کن

اگر مرگ و حیات من ز خود باور نمیداری
ز تیغ ابرو و لعل لب خود امتحانم کن

بجرم عشق گر من بند زلفت را نمی شایم
به پیش خود نظر بندم بپاس دشمنانم کن

بامید وصالت یک دو دم جان در بدن دارم
قدم رنجه بفرما و وداع میهمانم کن

دل افسردهٔ من غنچهٔ پژمرده را ماند
گذاری ای نسیم از لطف سوی بوستانم کن

زندت آرزوی ناوک تو فرد میدارد
بسویش گوشهٔ چشمی گهی ای ابرو کمانم کن

ای منزه آستان قدس تو از عرش من
خاک دور افتادهٔ از راه تستم این جان و تن

ترسم آلوده شود پای نسیم کوی تو
ورنه مشت خاک خود را کردمی کویت وطن

خاک باد آن تن که بیجا ماند دور از راه تو
از غبار آستان تو نشد او را کفن

این تن خاکی چه باشد لائق درگاه تو
هست چون در راه تو جان نیز کمتر از بدن

زان لطافتها که دارد سایهٔ بالای تو — سر بخاک تو نهاد از سایهٔ شمشاد چمن
نازکیهای لب شیرین تو کردم چو ذکر — می برد خلقی حلاوتها ازین لطف سخن
قند میریزم بکام جان ز یاد نام تو — تلخ کامم گرچه از هجر تو ای شیرین دهن
جرعهٔ در کام من ای چشمهٔ آبحیات — کن مسیحائی بکار من ز بوی پیرهن
آگه از حال ولی ای وارث علم نبی — کعبه کن این دیر را ای خلیل بت شکن

بوسهٔ آن در نصیب لب نشد گو فرد را
از خیال جان ز مژگان هست شغل رفتن

نی نرگسم نه چشم که حیرانم اینچنین — نی سنبلم نه زلف که پریشانم اینچنین
این عکس روی کیست که تابانم اینچنین — امشب که جلوه کرد که حیرانم اینچنین
دل جلوه گاه کیست که تابانم اینچنین — سر تا قدم چو آئینه حیرانم اینچنین
بی برگیم چو نخل خزان دیده ام نمود — در باغ دهر بی سر و سامانم اینچنین
دامن کشیده بگذر و از سایه ام هما — من طرفه یادگار ز دهقانم اینچنین
با غم ز داغ سینه بود بشکنم قفس — دام قفس چنان و گلستانم اینچنین
جز نخل خار دار نرست از زمین من — گویا که تخم زیر مغیلانم اینچنین
از گلشن زمانه ندانم چه دیده ام — همچون گل شگفته که خندانم اینچنین
ابر بهار از مژه ام غرق خجلت است — حیرانم اینکه بهر چه گریانم اینچنین
یا رب شبی بخواب حمایل بگردنم — زلفی که دیده ام که پریشانم اینچنین
روی کتافت از لب بام امید من — همچون سحر که چاک گریبانم اینچنین

گلبانگ عندلیب کجا گو فغان فرد
او در نوای شوق و با فغانم اینچنین

ردیف الواو

۳۱ غزل

همچو نی سوخته جانم تننه نا ها یا هو — همه تن محو فغانم تننه نا ها یا هو
جلوه گر کیست ندانم تننه نا ها یا هو — خود منم یا بگمانم تننه نا ها یا هو

رہنما ہمچو صدائے جرسم حیرانم
خود براہ کہ روانم تننہ ناہا یا ہو

مست ہم بادہ پرستی ست کجا توبہ ز من
بندۂ پیر مغانم تننہ ناہا یا ہو

مژدہ باد الضعیفان کہ ز فیض ہمت
ہمہ تن تاب و توانم تننہ ناہا یا ہو

کس ندا الست کہ در زیر و بم چنگ و رباب
در پس پردہ نہانم تننہ ناہا یا ہو

جلوہ گر در ہمہ ذرات منم لا غیری
ہمچو خورشید عیانم تننہ ناہا یا ہو

غافل از خویش نشانم تو کجا می جوئی
فرد من جان جہانم تننہ ناہا یا ہو

از غم عشق تو دلگیرم و میدانی تو
جان من بہر تو می میرم و میدانی تو

بگذر از رنج مسیحا و بحالم بگذار
دست بردار ز تدبیرم و میدانی تو

بار ہجر اینقدر اے شوخ منہ بر دل من
ناتوان لیک چو تصویرم و میدانی تو

چند تدبیر جنون من از این سلسلہ پا
خود ز زلف تو بزنجیرم و میدانی تو

ناصحا چند ملامت کنی از عشق مرا
من خود آزردۂ تقدیرم و میدانی تو

سرگذشت من سودا زدہ اے فرد مپرس
کار با طفلک و من پیرم و میدانی تو

تا چند توان دیدن بیداد ز چشم تو
اے میکدۂ مستان برباد ز چشم تو

آہو بہ بیابانہا صید نگہ نازت
نرگس بچمن دارد فریاد ز چشم تو

زنہار ز نقاشی خود دست کشد مانی
حیرت زدہ باشد بہزاد ز چشم تو

تا فتنۂ تو دارد سر مشق جفا بیجا
یک خانۂ دل نبود آباد ز چشم تو

آشوب دل او شد سرگرمی چشمانت
چون صید اسیر گشت صیاد ز چشم تو

تا مصرع قد تو شد منتخب و موزون
ننوشت مد قدرت این صاد ز چشم تو

از گردش چشمانت گردیدہ شب و روزم
اے آفت دوران ہا ایجاد ز چشم تو

پیمانۂ ساقی را ہرگز نبود قدرے
شد شست بتخانہ بنیاد ز چشم تو

اے سرمہ چشم تو رہ بست بفریادم
آہے نتوان کردن فریاد ز چشم تو

گیرم کہ رہا سازد دام سر زلف تو
ممکن نبود گشتن آزاد ز چشم تو

بر فرد چہ افسون خواند این سحر دو چشمانت
ہمچو دلبر کوئیت افتاد ز چشم تو

تو سرور جهانی و من از جهان تو
تو صید زنانی و من در زمان تو

تو ترک صید افگنی و دلربای خلق
من صید یک نگاه تو و نیم جان تو

خلق اند و آرزوی جهانی و فکر عیش
ما و سر پرستش هم این آستان تو

گلبازی و جوانی و عشق است و سیر باغ
ما و گل رخ تو و غنچه دهان تو

تو خواجه جهانی و عالم طفیل تست
صد چون من کمینه ز کمتر سگان تو

هرگز ندید روی فنا تا بروز حشر
هر کس که زنده گشت ز فیض لبان تو

تو خسروی و تخت تو دلهای عاشقان
عالم همه گدای تو و در امان تو

چیزی هم اینکه حلقه بگوشش تو عالم اند
یارب چه فتنه خواست ز سر میان تو

ترکان و خلق و صید که و تیر عشوه ها
ما و امید عاطفت ابروان تو

ای شوخ تا دل از من مسکین ربوده
ما و دل ربوده و این داستان تو

ما و شکسته بالی و صد حسرتی بدل
زان لذتی که هست به تیر کمان تو

هیئم

تالیف او مکن که بخشد ز کوی تو
فرد است تو خریده درین بندگان تو

در بزمش ای صبا خبر عشق من بگو
پیغام عندلیب بطرف چمن بگو

زان پیشتر که مرگ نهد پنبه ام بگوش
با آن مسیح از من و ریش کهن بگو

زنار زلف دست مرا زیر سنگ کرد
در جلوه گاه آن صنم ای برهمن بگو

می آید از تو نکهت خوشش در مشام جان
از گل نسیم بگذر و زان پیرهن بگو

عمری گذشت تا ز دل آواره ام هنوز
با شهر یار دل ز غریبی لوطن بگو

از هر طرف سخن چو برانی ببزم او
در ذکر دیگران سخنی ز حال من بگو

شوریده سر دگر برود تا به یثرب هم
ای باد حال خسته و یس قرن بگو

ویس ترا قرن نبود ساز گار دل
با خواجه مدینه ملای یمن بگو

طوق غلامی تو چو قمری بگردنم
زین بندگی خبر بسرو و سمن بگو

آشفتگی ز عقل بود در دماغ من
بر من سخن ز قیس و ازان کوهکن بگو

زنار دار حلقه زلف تو گشته ام
با آذری بتان ز من برهمن بگو

عیسی تلخ کامی من شربتت چه سود
حرفی بوصف آن لب شیرین سخن بگو

آباد هست خانهٔ دل یا خراب شد
ای آه زان دیار من وزان وطن بگو

نتوان ز ذکر لاله مرا در جنون گرفت
افسانهٔ عندلیب از آن گلبدن بگو

روشن شده است گر بتو ای شمع داغ من
از رنگ زرد من بر آن سیم تن بگو

عالیست کار عشق ز بیدلی ننگ و نام
افسانهٔ مرا بسر انجمن بگو

آنجا که مشق تیغ زنی قاتلم کند
از حسرت سرم بر آن تیغ زن بگو

بکشاید عندلیب زبان گر بوصف گل
حرفی ز یار پیش گل و نسترن بگو

ابرو کمان من چو رود بهر مشق تیر
از جوش خون من بر ناوک فگن بگو

ای فرد گر ز من نتوانی حدیث راند
باری به بزم او سخن از خویشتن بگو

در دور باده بخشی لبهای نوش او
ای وای بر کسی که بجا ماند هوش او

شیرین لبان که شور حلاوت همی زنند
لب می گزند زان لب حلوا فروش او

پوشیده نیست حال پریشانیم ز زلف
باشد که رفته رفته رسد تا بگوش او

ترسم رسد بدامن پاک تو داغ خون
خونم بسهل ریز و عذر کن ز جوش او

رحمی به بیقراری من ای صبا وی
زلفش گرفته است قراری بدوش او

صد آفرین به تیشهٔ فرهاد می کنم
کز سر زنش نشود سبکبار دوش او

لب بسته چون شدم بسخن او و لب گشاد
ای من فدای خوی خوش عیب پوش او

پروانه را ز گفتن سوز درون چه سود
ای شمع آگهی ز زبان خموش او

فرد تو شب بناله بسر برد بر درت
غوغای سگ گمان تو شد بر خروش او

قبلهٔ تن هست کعبه قبلهٔ جان کوی تو
کاش بهر جان و تن یک قبله بودی کوی تو

گر نماز صبح بگذارم بیاد روی تو
هم نماز شام می خوانم بشوق موی تو

حلقهٔ اوراد و سبحه زاهدان اینک باد
ما اسیران را بس است این حلقهٔ گیسوی تو

بر در دیر و حرم اهل نیازان را چه کار
کعبهٔ من آستانت ایکه من هندوی تو

لطف هم آموز لبم باشد حدیث لعل تو
مطلع دیوان ما را می سزد ابروی تو

قامتم خم شد چو محراب و لیکنم هنوز
هیچ محراب نماز الا همین ابروی تو

ای خوشا روزی که می پاشیدمی از دیده آب — وز مژه می کردمی جاروب خاک کوی تو
جلوهٔ حسنت چه آتشها که در دلها نزد — بر موسی را ز خود این غمزهٔ جادوی تو

هر کسی بهر نیاز خویش دارد قبلهٔ
قبلهٔ دین و دل فرد تو باشد سوی تو

ما را که هست روی ارادت بسوی تو — خواهم چو سگ همیشه بمانم بکوی تو
تا زنده ام همیشه نیم زیر پای تو — میرم اگر بکوی تو هم رو بروی تو
یارب بهیچگاه پریشانیم مباد — خالی سرم مباد ز سودای موی تو
گاهی اگر بسوی گلستان گذر فتاد — غرضم دگر نبود بجز جستجوی تو
یک صبح با صبا ننمودم حکایتی — الا حدیث لعل تو و گفتگوی تو
نگرفته ام برای تماشا گلی بدست — الا بیاد روی تو و ذوق بوی تو

فرد ترا ز تهمت دیوانگی چه باک
ور در لبش چو نیست مگر های و هوی تو

ای زمام خلق در قابوی تو — هر کسی را دیده سوی روی تو
گر مسلمان بندهٔ فرمان تست — برهمن زنار دار از موی تو
سایه دارم نسبت از جنبشی — هست رفتار من از نیروی تو
دل بیغما بردی و گوئی که برو — روی تو یا موی تو یا خوی تو
غیر ازین ماوای من هرگز مباد — یا درت یا بزم تو یا کوی تو
گردن گردن فرازان سربسر — هست اندر حلقهٔ گیسوی تو
هر که هست از وامق و فرهاد و قیس — در سر او نیست الا هوی تو
دل بطاق کعبه کی گیرد قرار — بس بود یک گوشهٔ ابروی تو
کی بمحراب حرم بندند دل — عاکفان گوشهٔ ابروی تو
کیست کاندر قید فرمان تو نیست — ترک من ای برهمن هندوی تو
همچو گل صد چاک کردی پیرهن — یوسف مصر ار شنیدی بوی تو
از همه سودا رهانیدی مرا — ای دلم در حلقهٔ گیسوی تو

فرد را از ناتوانیها چه باک — تکیه میدارد چو بر بازوی تو

تاب نگه نیست چو در روی تو / پرده رویت شده گیسوی تو
منزل من بود سر کوی تو / شوق دلم برد به پهلوی تو
باک ندارم ز جفای رقیب / نازش من هست بخوشخوی تو
بالش پر زیر سرم گو مباد / بس بودم تکیه بازوی تو
کو من چون کاه و کجا کوه عشق / می کشم این بار به نیروی تو
می روم از خود چو بیاد ورت / کی بتوان رفت سر کوی تو
روی ارادت بکه آرم درست / نیست چو یک سلسله جز موی تو
باد ورا از غم نجفی که او / راه نما گشت بگیسوی تو
ایکه بتاراج دلم آمدی / رفت دلم پیش از این سوی تو
هر دو جهان حلقه بگوش تو اند / طوق همه سلسله موی تو

نکهت گل کی کند شتر دماغ
فرد که آشفته شد از بوی تو

چون نگهدارد کسی گنجینهٔ از چشم تو / هر دل صد زخم آمد سینه را از چشم تو
حیرت آئینه عکس چشم حیرانت فزود / حیرت اندر حیرت است آئینه را از چشم تو
دی فقیه از حرمت می بزم بر هم کرده بود / آبرو شد مجلس دوشینه را از چشم تو
بسملم کرد این نگاهت ای کمان ابروی من / میرسد هر لحظه تیری سینه را از چشم تو
در تماشای نگاهی مردم و کینت همان / می شناسم طرز خشم و کینه را از چشم تو
گردش روز و شبم از گردش چشمان تست / رو نماید شنبه و آدینه را از چشم تو
بر امید یک نگاهت گشته ام چندین خراب / قطع کردم الفت دیرینه را از چشم تو
مستی دیگر برنگ تازه می بخشی ز چشم / نیست نسبت باده دوشینه را از چشم تو

عشوه ات فرد درس راجهان زخود ربود
پاره کرد آن دفتر پارینه را از چشم تو

ظل هما بود مرا سایهٔ گیسوان او / به ز سریر سلطنت گوشهٔ آستان او
کرد پریشان مرا زلف پریشان او / خواب ز چشم ربود نرگس حیران او
آفت دوران من چشم سیاهش شده / کرد سیه روز من گردش چشمان او

از خط سبزش همین مانده غلامیم و بس — هست دو عالم همه بندهٔ فرمان او
خوش نگهان جهان گرچه شکار افگن اند — لیک همه زخمی ناوک مژگان او
مهر ز رویش بسوخت ماه بداغ کلف — فتنهٔ رو و شب است آن رخ تابان او
پند کنون میدهی ناصح و زین پیش رفت — جان و دل و دین و صبر جمله بقربان او
چون لب زخم مرا شست مسیحا ز اشک — بوسه بزخمم زد از حسرت پیکان او

فرد نگفتی دگر هیچ غزل گر شدی
بیت دو ابروی تو مطلع دیوان او

منکه سر حلقهٔ رندان جهانم یاهو — سرخوش از بادهٔ آن پیر مغانم یاهو
ساقی امروز سبو ریخت بکامم تر لبل — میدهد ذوق دگر کام و دهانم یاهو
مطرب از ساز دگر خواند ترانه تنها — دل بجوش آمد و من هم بفغانم یاهو
بیخود و بیخبر از هستی خویشم یللی — کین منم یا نه منم یا بگمانم یاهو
من درین عالم مستی نشناسم خود را — خود کیم قالب جان یا همه جانم یاهو
دوش میگفت ربابم که چو مستان برخیز — پای میکوب و بگو من همه آنم یاهو
همچنین بودم و هم هستم و هم خواهم بود — از ازل تا بابد عین همانم یاهو
گم چه سازم که جز او نیست بچشمم موجود — نام وی نقش دل و ورد زبانم یاهو
آب دریایم و یا عمر روانم یا چرخ — در ره شوق که تیر روانم یاهو

فرد جز هو نبود ذکر من رند دگر
رندم و غیر از این هیچ ندانم یاهو

همچو سگان توییم در خور مهمان تو — بس بودم فگندهٔ لای شه من ز خوان تو
ایکه تو خواجهٔ من کمین بنده ز بندگان تو — هیچ سگی نباشدت همچو من از سگان تو
ای سر خسروان همه خاک ره حریم تو — منزلتم ز کوی تست ایکه بلند شان تو
داغ جبین من بود سکهٔ نام نامیت — ایکه هزار جان من باد فدای جان تو
سجدهٔ من بسوی تو روی نیاز و کوی تو — قبلهٔ حاجتم بود کعبهٔ آستان تو
بوسهٔ درگه تو بس بهرم تو چون کنم هوس — منکه نیافتم هنوز منصب دوستان تو
در دم نزع آمدی عمر تو بس دراز باد — ریز بکام تلخ من شربتی از لبان تو

وعدہ مکن بہر کسے نیست وفا چو خوے تو | تا کہ نگیرد از دروغ ہیچ کسے زبان تو
صرف ہمین نہ جان من ہست اسیر زلف تو | دین و دل و شکیب و عقل ہست ہزار زان تو
کان گہر مکن صنم گوشش مرا کہ مفلسم | تا کہ شوم خزینہ دار از لب درفشان تو
گم بعنت چنان شدم نیست نشان ہستیم | نام و نشان من شدہ نام تو و نشان تو

ایکہ زحال **فرد** من میکنی پرسشے کہ کیست
بندہ از سگان تو یا سگ بندگان تو

کار جمال دیگران ایکہ کند خیال تو | جلوہ کنی چو بے نقاب تا چہ کند جمال تو
پردہ زروے بر فگن چہرہ خویش وا نما | اے مہ و مہر آسمان ظل تو و ظلال تو
روز مرا بسر شود در سر جستجوے تو | شب من و بستر غمم جان من و خیال تو
سرو من از خرام ناز سایہ فگن بگلشنم | رشک بہشت تا شود باغ من از نہال تو
ساغر شکر زن دلا دولت عشق یافتی | روز فزون ہمیشہ باد دولت بے زوال تو
ہیچ کسے بکس نکرد آنچہ تو کردہ بمن | می کشدم بپاس غیر نے سبب این ملال تو
روے ندیدہ جان من در رہ عشق سر نہاد | مردم و قاصدے نگفت مژدہ از وصال تو
باد ہوا شمردہ پند و نصیحت اے دلم | کار تو تا کجا کشد آخر ازین خصال تو
منصب عشق سہل نیست کار بصبر کن دلا | کیست کہ تا برو باو این ہمہ حسب حال تو
عشق بہر کہ داغ کرد مہر فلک غلام اوست | سکہ بر آسمان زند اے مہ من ہلال تو
داغ غلامی تو شد سکہ شاہی جہان | تاج سر شہان بود خاک در بلال تو
خلق بپیر سدم ز تو من بعجب فتادہ ام | تا چہ کنم بیان کہ نیست مثل تو و مثال تو

فرد برون زخلوت آ مجلس انس بر کشا
تا کہ شود عیان بخلق فضل تو و کمال تو

زلف تو نداشتی گر این بو | کے قدر ختن شدی سر مو
آغاز ستمگریست از تو | ورنہ بہ سبتے نبود این خو
زین پیش دگر نبی چو من بیتابی | وابستہ بند ہاے گیسو
از روے تو داغ در دل مہر | مہ را ز کلفت نقاب برد و
صید حرم اند سر بر آہت | تا کردہ زرہ کمان ابرو

زین پیش اگر بتے بپنداشت
در کشتن خلق زور بازو

جوزاست غلام بارگاهش
زهره ز کمینه چاکر او

تا چند فسانه ها ز شیرین
شیرین لب اوست کوهکن کو

افتد نظرش بگریهٔ من
زان اشک روانه کردم آنسو

گیرم به چشم دگه بدامن
گرحیے چو صبا برد ازان کو

دیوانهٔ تست یک جهانے
بدنام همین منم بدین خو

سوے تو مرا نمیگذارد
چون از در تو روم دگر سو

دارد چو رقیب سر بپایت
بنهاده سر غم بزانو

اے آب حیات من لب تو
مردم من تشنه بر لب جو

در حسرت ناوک تو تا کے
در صیدگهت دوم چو آهو

خوفم چه دهی ز حشر کاین روز
دارد شب هجر من بپهلو

یک وعده کن از خطائی راست
با فرد خود اے بت غلط گو

آرزوے جان زارم یک نظر دیدار تو
میدهم جان در تمناے مه رخسار تو

از سگان خود شمار و از غلامان بشمرم
گرنیم من بردهٔ شایستهٔ بازار تو

گردش چشم تو صد میخانه را برباد داد
لب بنیارد بر لب پیمانهٔ سرشار تو

شد مسیحا مبتلاے درد عشق از چشم تو
کس چه سازد چارهٔ زین فتنهٔ بیدار تو

جان بلب میدارم و لب میگزم از دست دل
برکدام امید این دل می کشد آزار تو

می شود بیمار دار چشم تو بیمار تو
سحر میدارد نگاه نرگس بیمار تو

آفرین بر این جگرداری که میدارد دلم
همچنان دارد یقین از وعدهٔ هر بار تو

شهر من شد شهر قیس از جوشش سوداے من
ایکه شهرت رشک بخارا از گرمی بازار تو

این متاع جان و کالاے دل من بازده
نیست گر جنسم بنرخ یک نگه در کار تو

تا چو من دیگر نیفتد در غمت این داغ دل
می برم بهر نمونه مشتی از خس دیوار تو

خانهٔ دل همچو کعبه بارگاه عام نیست
خلوت خاص است زاهد نیست اینجا بار تو

نه همین تنها برهمن بلکه شیخ کعبه هم
شد ز زلف تو چو من در حلقهٔ زنار تو

حال فرد خود چه می پرسی که میماند کجا
بر درت افتاده یا در سایهٔ دیوار تو

سنجیده ایم رفعت مهر از کمند تو — بالاتر است عالم قدر بلند تو
ای قدسیان اسیر بدام کمند تو — کارت کشیده دور ز جعد بلند تو
نگشاد گر ز زلف گره بهر صید کس — ای صد چو من اسیر بدام کمند تو
شد بس دراز سلسلهٔ موی زلف تو — صیدی نباشد آنکه نباشد به بند تو
تلخ است کام هر که به شیرین دهن ز تو — تا گشت قند ریز لب نوشخند تو
سر سبز سبزه گر به گرد لبت دمید — پرورده شد ز آب لب همچو قند تو
از لعل دل فریب تو زاهد ز خود گذشت — واعظ ز وعظ مانده به حسرت ز پند تو
دارم یقین که عهد نو تو کند اگر — این هم بود چو وعدهٔ فردای چند تو
از تار زلف گر برسانی بمن گره — تریاک بوسه هم که برد آن گزند تو
ای مهر و ماه گرد سرت همچو ذره ها — انجم بود به مجمر گردون سپند تو
گر صد هزار فتنه کشد سر ز جیب جور — خاک در تو هست و من مستمند تو
از بهر کشتهٔ تو به از خونبهاست — گردی که سوده گشت ز نعل سمند تو

اشعار فرد کرده ز نقل بیاض خویش
ای من فدای خاطر نازک پسند تو

ندارم آن حدیثی که آرد کسی بر من سلام او — چه حسرت ها کشم یارب ز تشریف پیام او
مگر تیر است بی پر ناله و آهی که من دارم — که نتواند ز کوی او رسیدن تا ببام او
ندارد کوهکن تلخی ز شیرین کامی خسرو — که او هم تر زبان میدارد از شیرین ز نام او
بجان خود نمی ترسم من از تیغ جفای او — ولی ترسم که از قتلم شود خونریز نام او
گهر از دولت لعلش همه شیرین دهن ریزند — ولیکن از خذف کمتر نماید با کلام او
دلم از حسرت لعل لب تو تشنه می میرد — ز دلداری بده یک جرعه شربت بکام او
همین خواهم که بر خاکم رسد نعل سمند تو — کجا آن منصبم باشد که تا گیرم لگام او
تمنای حدیثی از لب لعلش چه میدارم — چو از خود میروم یارب ز انداز سلام او
جهانی عاشق جانباز او خواهد شدن لیکن — نباشد بنده دیگر چو این فرد غلام او

برخود کشم هزار جفا در وفاے تو
گردیده ایم دشمن خود در رضاے تو

اشکم بیاد چشم تو از سر گذشت
یارب مباد هیچ کسے آشناے تو

صد آرزوست در دل خلق و مرا همین
هرگز مباد نقش دل من سواے تو

تنها نه من معاملهٔ با تو کرده ام
دلهاے عالمے است برهن اداے تو

صد خرقه ها چو جامهٔ گل چاک گشته است
آورد تا نسیم شمیم قباے تو

کن احترام خاک نشینان کوے خویش
دستے بر آورند چو بهر دعاے تو

اقلیم حسن زیر نگینت همیشه باد
باد البقاے نام بقا از بقاے تو

قربانی نگاه تو دارند چشم وا
در انتظار آن لب معجز نماے تو

سنگے بدل نشست ز نا ترسی رقیب
هم زانو یت نشسته چو دیدم بجاے تو

جام جهان نماے دلے بود فرد را
بشکسته دید مش بحریم سراے تو

شب بزلف تو چو شانه مو بمو
از دل گم گشته کردم جستجو

گرچه بو دارد گل و ریحان همه
چون تو کے دارد و لے از ناز بو

جوهرے فردی بود یا نقطهٔ
از دهان تست گویا گفتگو

گریه ام گر ریخت سیل از چشم من
کے رود داغ غمت زین شست وشو

شد بدور تو نهان از چشم زان
پیش تو حور و پری را نیست رو

قامت او را قیامت هر که گفت
رحمت حق باد بر آن راست گو

هیچ وجه عزت آئینه نداشت
پرتو روے تو بخشید آبرو

ناصحا خامش که از خود رفتگی
گه بپاے خم فتم گه بر سبو

توبه از مے چون کنم کان مستحیر
باده می ریزد بجبرم در گلو

خرقهٔ زاهد قبول رند نیست
ورنه رهن مے شدے دستار او

فرد در محراب ابرویش مرو
تا ز خون چشم خود سازی وضو

ردیف الهاء ۷

غزل ۲۱

حسن بے پروا بعشق من نیاز آموخته — بد نبود عشقم ترا کاین خوے ناز آموخته

آن ادبہا ئیکہ تعلیم جنون خود کرده بود — آنچه سهو شکن کرده بودم عشق باز آموخته

پاے تو بوسیدن و غلطیدن و رفتن پیت — سایه ام زان زلف در عمر دراز آموخته

عشق تا پروانه را آموخت طرز سوختن — شمع را هم از غمش سوز و گداز آموخته

نے سوارم تاخته چون سوے ترکستان سمند — در دیار ترک رسم و راه تاز آموخته

گاه از خنده نمکی پاشید بر ریشم نمک — از که این طرز ادا آن چاره ساز آموخته

هندوے زلف تو اے بت اینچنان هم بجان — گرچه تن در کعبه ارکان نماز آموخته

از رقیبان این بلاے تازه آمد بر سرم — جور بے اندازه این مسکین نواز آموخته

فرد من زین بیش فهم نکتهاے من نداشت
از گدایان اهل دل این فهم را ز آموخته

در دلم عشق تو شمعے تا ز داغ افروخته — هرچه بود از پخته و خامم بیکدم سوخته

غارت دست جنون شد تا متاعی چیست — مایه صبرے که دل در مدتے اندوخته

بس پشیمان از خرد گشتم ازین دست جنون — پاره کرد آنچه خرد اینک بحیلم دوخته

آفتے اے فرد بر جان غریبان کرده است
آنکه چشم یار را جادوگری آموخته

بر درش نتوان نمودن ناله و فریاد و آه — کآسمان از دود آه و ناله من شد سیاه

تا نهادم بر سر از خاک در جانان کلاه — کمتر از دربان به چشم من نماید پادشاه

پادشاهی می کنم از دولت عشق کسے — فوج طفلان گرد من هستند هر دم چون سپاه

تیر و شمشیرے نراند کس بصید خستگی — زخم تازه میزنی هر روز از تیر نگاه

تا بطوف کعبه کوے تو دل بنهاده ام — دیر و کعبه را نماند تا دل من هیچ راه

صبح و شام من ز زلف و روے تو باشد مدام — می کنم در آفتاب و ماه و رویت اشتباه

چند از هجر تو باشد کلبه فرد تو تار
شمع من بیجا نباشد گر فروزی گاه گاه

اینکه سر فتنه جهان شده — آفت صبر عاشقان شده

چه قدر شوخ چیست و چالاکی — اینکه آشوب یک جهان شده

چشم بد دور زین دو چشم سیاه
زین دو محراب ابروان صنما
صندل و سرمهٔ جهان گردی

آفت جان مردمان شدهٔ
دشمن زهد زاہدان شدهٔ
چون من از خاک آستان شدهٔ

بر پسند تو فرد می نازم
عاشق نازنین جوان شدهٔ

از نگاہے صنما کار جہان ساختهٔ
پیش از این غیر منت عاشق دلدادہ نبود
فتنه انگیز مشو این قدر اے آفت دہر
یاد عہدے که بما رسم وفا بود ترا
برفگن پردہ ز رخ تا ہمه محو تو شوند
فتنهٔ جان من آشوب جہانے شدهٔ

از من خسته چه شد کز نظر انداختهٔ
این زمان از قد زیبا علم افراختهٔ
پردہ از روے چرا باز برانداختهٔ
اینک اے عہد فرامش بکه پرداختهٔ
طعنهٔ دیگر بزن سندم که خرد باختهٔ
دل ز من بردہ بقصد دگران تاختهٔ

عشق آن شمع شب افروز مگر کرد بپا
آتشے در دلت اے فرد که بگداختهٔ

در ہر که نظر کردم جز روے تو روے نه
گر مشک و گلاب و عطر از صندل و گل باشد
در ہر دل و ہر دیدہ در ہر سر و ہر سینه
در شام و سحر جز تو روئے که دہد جانان
ہر که از در تو خیزد بیچارہ کجا گذرد

ہر جا که گذر کردم جز کوے تو کوئے نه
از ہر چه شمیدم من جز بوے تو بوئے نه
موجود ترا دیدم جز ہوے تو ہوئے نه
جز روے تو روئے نه جز موے تو موئے نه
جز راہ تو راہے نه جز سوے تو سوئے نه

ہر خوے خودش پر کن از خوے خودش پر کن
اے فرد غلام تو جز خوے تو خوئے نه

تا ز عشقش زدیم پیمانه
باد آباد عشق را خانه
سر فرو بردیم بگوشهٔ دل
دشمن جان من شد این دل من
لب باد جرعهٔ بکامم ریخت

سر من ہست در کوے میخانه
که مرا گشت شمع کاشانه
بس بود عز لتم نه بیگانه
رفتم از جان بیاد جانانه
می زنم نغمه ہاے مستانه

هست سودم بیک نگاه کسی / گیرد ار جان من به بیعانه
وقت خوش باد عشق را که نمود / فارغ از آشنا و بیگانه
ذکر من بود شب به همسایه / عشق را گشته ایم افسانه
فرصت باد ای غریب نواز / می نوازی دگر ایا یانه
واد سرمایهٔ پریشانی / شب بزلفش چو میزدم شانه
آخر ای هجر زاده دل می ترس / شمع را سوخت سوز پروانه
از که نالم من از خرابی دل / خانه‌ها شد ز عشق ویرانه
بره او گذشته ام از خود / گشته ام آشنای بیگانه
جای خارش بچشم آبله شد / پا نهادم بعشق مردانه
شب ز مستی بیاد کوی مغان / در کعبه زدیم رندانه
سوختم زان سری که با شمعی / در خموشی بگفت پروانه

دست بردار ای خرد از من
فرد را عشق کرد دیوانه

دهان است یار از ناگفته / میان است یا موی آشفته
لب خود گزیدم که دندان او / بدریچ دری هست ناسفته
گذاری به بستان من ای نسیم / دلم همچنان مانده ناشگفته
لب خویش را اذن اعجاز ده / ندیدیم چون بخت خود خفته
اگر گوش من قابل در نبود / نگفتی کلام پذیرفته

بپرسد گر از حال فردم بگو
که یک مشت خاک از درت رفته

ای ز لوی تو عز و جاه همه / آستان تو بسر گاه همه
خاک پا پیش رو بکه آمدیم / ایکه درگاه تو پناه همه
لب عقده کشای را بگشا / ای که لطف تو عذرخواه همه
دامن پاک تو نیالاید / از گناه من و گناه همه
گشته خم ز طاق ابرویت / که درستست سجده گاه همه

نگهی کن بحال مشتاقان
ایکه بر روی تو نگاه همه

سوز از جلوهٔ رخت یک بار
دلبرا نامهٔ سیاه همه

پادشاهان ز دور گهت نازند
خاک تو تکمهٔ کلاه همه

از ره ناز و بی‌نیازیها
شیشهٔ لب شکستهٔ براه همه

سوز هجر تو سوخت بس دلها
بس بلند است شور آه همه

فرد خود را تو از لطف
ما همه بنده و تو شاه همه

ای از لب لعل تو هر گوشه مستانه
در نرگس مخمور تو هر کوچه صنمخانه

گم کرده دل خویشیم اندر خم زلف تو
با خویش نماند از تو نه خویش و نه بیگانه

هر کس بتمنایت شیدائی حسن تو
مجنون جمال تو هر عاقل و فرزانه

پیش تو بت آزر افگنده سر سجده
خوبان دو عالم را جانان توئی جانانه

این حسن بلاخیزت شوری عجبی دارد
هر کوچه و غوغائی از عاشق دیوانه

از طلعت روی تو هر خانه پریخانه
وز سلسلهٔ مویت عالم همه دیوانه

نگذاشته عشق تو یکدل بجز دمسازی
هر کس که همی بینم از بهر تو دیوانه

می‌خوار لب نوشت هشیار نمی‌گردد
پر مولی پندار و از گردش پیمانه

زناری زلف تو با سبحه چه پردازد
از اشک همی ریزد در پای تو صد دانه

فارغ غم عشق تو ز آباد و خرابم کرد
معمورهٔ شوق تست هر خانه و ویرانه

در عهد تو شمع و گل افتاد ز بیقدری
در سوز و فغان تو هر بلبل و پروانه

هر ذره سرگردان گردان سرت باشد
در طوف حرم باشد یا گرد صنمخانه

کم ماند شب وصل تو محو شکر خوابی
ما نیم و ز هجر تو صد دفتر افسانه

پندی جهان در دل فرد تو نمیدارد
از سر قدمی دارد در راه تو مردانه

ای ز حسن عارض خود غارت گل کرده
آشفته در بوستان بر جان بلبل کرده

تا صبا از طرهٔ تو برد بوی در چمن
بس پریشان خاطر مجموع سنبل کرده

فتنه برپا کرده در ملت اسلام و کفر
خلق را حلقه بگوش خود ز کاکل کرده

از نگاہے آتشے افگندهٔ در میکده
ساقی و مے خوار را بیکار از قلقل کردهٔ

صد هزاران نیم بسمل همچو من افتاده اند
خانه ها برباد از خوے تغافل کردهٔ

نقد جان بر کف جهانے بر درت استاده اند
در غم فرقت چه بیداد از تطاول کردهٔ

تا شکست از شانه یک تار سر زلف تو شب
روزگار عالمے برهم ز کاکل کردهٔ

فرد مارا چون از آن خویش میدانی تو با
بهر کار او چرا چندین تامل کردهٔ

نیستم از قرب درگاه تو گر خو کردهٔ
هستم از بازار حسنت کمترین نو بردهٔ

وقت خوش آن شمع را کو سوخت پیش تو ببزم
من ز هجرت سوختم چون شمع اندر پردهٔ

اے کمان ابرو دگر زخمم مزن از تیغ هجر
هستم از آماجگاهت صید ناوک خوردهٔ

ایکه وقت بذله بخشی فرد را پرسی که کیست
از نمکدان لب لعلت نمک پروردهٔ

بحمد الله که خالی بود شب بزمش ز بیگانه
دل دیوانهٔ ما بود و ما بودیم و جانانه

لبش میگون و پا لغزان نگاه و چشم مستانه
ز خود رفتم بمن چون جلوهٔ فرمود ترکانه

بپندارم چه بزم آراست شب این بخت بیدارم
که از شب تا سحر من بودم و ساقی و پیمانه

سگ دربان او در خواب و من با شمع پا بنشیش
ز شب تا صبح میگفتم ز عشق خویش افسانه

ز دست ما چه کار آید که خواجه تاش کس باشیم
سرے داریم پر سودا دلے داریم دیوانه

دلم افگار و جانم زار و یوسف بے بها جنسے
روم گر من ببازارش چه پیش آرم به بیعانه

بجز دلق مے آلوده من مسکین بپندارم
چه خواهم ساخت من این بار نذر پیر میخانه

اگر این ترک من ساقی است بیدانم پس از چندے
نماند زاهد و شیخ و برهمن باز فرزانه

چه بندم میدهی دستار رهن مے اگر گردم
شود صد خرقه رهن مے گر آباد است خمخانه

ز زلف خود بزنجیرش کن و بنشان بر خود
علاجے به ازین نبود بکار فرد دیوانه

چو من صد عاشقے اے شمع بر روے تو پروانه
سرت گردم تر ازین سوز دلها هیچ پروا نه

رقیبان گر کرهاے تو بشمارند روزانه
من و از قطره هاے اشک این تسبیح صد دانه

جهانے را ز راه بے نیازی کردهٔ بر هم
بدلها رحم کن دیگر مزن بر زلف خود شانه

بهر نعل سمند نازت اے چابک سوار من
بغارت بردہ دلہا او دیگر کج کلہ کردی
زجولان سمند ناز او گرد ے نماند از دل
لب میگون ساقی ریخت مے در کام تلخ من

دل و جانم فدا باز آن چنان یک جلوہ مستانہ
چہ ماند از ما کہ می آئی دگر بر رسم شاہانہ
چہ کوشم من پے آبادی این خانۂ ویرانہ
الٰہی تا ابد آباد باد این بزم رندانہ

ز دست ہجر تا کے فرد ہر شب نالہ و زاری
اگر تو عاشقی بنشین براہ یار مردانہ

گفتم این زلف سیاہ تست یا مار سیاہ
گفت بیچان است مارے بر لبت یا دود آہ
گفتم این رخسارہ ات خورشید بر روز مین ست
گفت حیرانم کہ چشمت کرد چون بر من نگاہ
گفتم اور را این من و این چشمۂ حیوان لبت
گفت تو چون آمدی کاینجا خضر را نیست راہ
گفتمش دیدم رخت گفتا برین غرہ مشو
جلوہ دیگر ہر زمانے دارم و ہم جلوہ گاہ
گفتمش اے مہرو ماہ من بگفتا بس خموش
دیدہ گاہے تو بیداغ و کلفت ہم مہر و ماہ
گفت گل را نسبتے نبود بحسن روے من
گفتمش آرے دل و جانم بدعوایت گواہ
گفتمش بارے دلم آباد کن اے بے وفا
گفت زین خو عالمے را کردہ ام خانہ تباہ
گفت چندین ناتوان و زرد گردیدی چرا
گفتم از عشق خط سبز تو گشتم ہمچو کاہ
گفتم افتی کاش در چاہ زنخدان کسے
گفت صد یوسف جمال افتادہ اند اینجا بچاہ

تیر خوردہ دید چون در صیدگاہ خود مرا
گفت ناحق کشتہ شد امروز فرد بیگناہ

گفتمش چشمت رقیبان را نمود و راہ
گفت از نامحرمان بس دور میدارم نگاہ
گفتمش گاہے بہ پہلوے خودم بنشان دمے
گفت عاشق را نشاید آرزوے عز و جاہ
گفتمش با بوالہوس یکسان نمودی بندہ را
گفت قدر ہر کسے را خوب میدارم نگاہ
گفتمش تا کے بسر آید شب یلدائے غم
گفت امشب صبر کن گویم جواب این پگاہ
گفت از مژگان بروی این در گہم گفتم بچشم
گفت دانی چیست این در گفتم آری سجدہ گاہ
چشم خون گریان و لب نالان و رنگ چہرہ زرد
دعوی حسن ترا بہتر ز من نبود گواہ
عالمے را سر بپیش روے تو خم گشتہ است
کردہ تا بر سر خود از ادا کج کلاہ
گفت دانی چیست فرق اندر میان ما و تو
گفتمش من یک گدائے در گہت تو بادشاہ

بود زیر سبزهٔ خط چون نهان چاه ذقن
در شب تاریک زلف افتاد فرد من بچاه

مرا فدای است که صد فتنه ها بپا کرده / اسیر زلف کسی کرده جرم نا کرده
ز قید سینهٔ من خویش را رها کرده / مرا بدرد و غم خویش مبتلا کرده
دیده رهای جانم نه هر طرف بسته / ره هزار بلاها ز زلف وا کرده
بکار خویش فرو مانده وزنی خردی / حواله جملهٔ کارم به بیوفا کرده
حقوق صحبت دیرینه ام فرو بگذاشت / حق محبت نو آشنا ادا کرده
جدا ز پهلوی من گشت و بیدلم یکبار / بپاس خاطر آن شوخ دلربا کرده

امید روز نبی هست فرد الاریب
سپرد چون همگی کار با خدا کرده

مرا بتی است که صد آفتی بپا کرده / هزار رخنه باسلام و دین ما کرده
ز روی خویش همه صبر و هوش من برده / ز زلف خویش دلم کفر آشنا کرده
هزار فتنه و آشوب کرده بر جانم / بپاس غیر مرا مورد بلا کرده
بقتلگاه شهیدان خود چو توسن راند / هزار سر که بیکبار زیر پا کرده
برین صفائی شمشیر ابرویش نازم / بیک اشاره دل عالمی جدا کرده
نهاده منت دیگر بجانم از کشتن / بپای خویش چه از خون من حنا کرده
قباست جامهٔ گل عندلیب نالان است / ز بوی او به چمن آفتی صبا کرده
بریخت خاک بنافه عبیر خاک درش / همه تتار و ختن غارت جفا کرده
مسیح من که بعدم ز بوسه شربت داد / هر آنچه کرد بمن آفت این دوا کرده
نکرده ترس و دل من بزلف خویش سپرد / بنای کفر و دین خانهٔ خدا کرده

نگاهم نبود هیچ از رقیب سلی فرد
که هر ستم که بمن کرده دلربا کرده

ای خلق ز ابروی او خسته / شمشیر چنین مژان دو دسته
آهو روشی نماند بی زخم / تیرت سوی هر کسیکه جسته
شد هر که اسیر دام زلفت / یکبار ز جمله قید رسته

هرگز مغنتان چو از مزارم
گردے کہ بدامنت نشسته

خوش طالع آن سکندر عهد
کو بهر دو دولت نشسته

از هر دو جهان بریده دل را
با زلف تو دل هر آنکه بسته

کن صلح بفرد خود چه خسرو
اے آرزوے دل شکسته

خوشا آنکو سرشتے آن فرشته
کہ خاک من بآب مے سرشته

ندارد تاب سفتن گوهر اشک
مگر باشد رگ جان جاے رشته

نمیدانم چه آتش هست عشقت
که دلهاے جهانے را برشته

چو دو کس اے فرد از جور رقیبم
رقیبان را بگیرد مرض رشته

برون آمد بتم با جلوه ترکانه
جان که دارم مایه آن خود و کمتر از بیعانه

نے گلے را بلبلم نه شمع را پروانه
عشق و حسن از جلوه پیرنگیم افسانه

بار قیدی برنتابد جلوه اطلاق من
پارسا یا پارسایم رند با رندانه

خویش را بشناس تا مارا شناسی چون منم
آشنا با آشنا بیگانه با بیگانه

قطره اشکے که آید از دل عاشق برون
پیش من اے شیخ هر زین سبحه صد دانه

پارسا و رند و هم شاه و گدا را جز تو نیست
همنشین و همره و هم بستر و همخانه

ماه من نواختی گر کلبه ام را شکوه نیست
لائق تشریف شاهان کے بود ویرانه

از خطا افتاد بر من گر نگاهت عیب نیست
چشم تو دارد نه مستی لغزش مستانه

حال من در آرزوے لعل خود پرسی که چیست
جرعه نوشی از مے تند ار کشد پیمانه

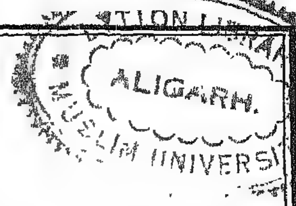
چون نیامد از خرد انجام کار من درست
کار و بار خود سپردم با دل دیوانه

من دل صد چاک در سینه نگهدارم ازان
تا که از زلف کسے آید بکار شانه

حل مشکل میکند از یک قدح پیر مغان
سر بلند آن سر که شد خاک در میخانه

عشق دشوار است لیکن تا بود حرص مراد
بگذر از هر مطلبے از همت مردانه

هر کسے از مومن و کافر براهے میرود
فرد را هم می برد عشقش بسوے جانانه



ردیف الیاء

غزل ۶۰

مرا یا آرزوی جان نبودی — لبش یا چشمهٔ حیوان نبودی
ندیدی انقلاب روزگارم — گران مه فتنهٔ دوران نبودی
که بر سر میزدی این تیشهٔ عشق — در اول عشق اگر آسان نبودی
گل و شمع و سحر کی جلوه کردی — لب لعلش اگر خندان نبودی
ز دود آه دل تا سینه میسوخت — ز جوش اشک اگر طوفان نبودی
دمی گر در کنارم جا گرفتی — الم بر جان مشتاقان نبودی
ز گلچین بهارش کردمی شکر — نگه را تنگ اگر دامان نبودی
نخوردی سیلی از چوگان عشقش — سرم گر گوی این میدان نبودی
مرا دیوانه گر زلفش نمیکرد — ز پند ناصحم احسان نبودی
چو زلف کافرش میزد ره دین — کسی در خلق با ایمان نبودی
اگر یک جلوه اش میدید چشمم — بحال خویشتن گریان نبودی
نهان می بود گنج حسن غوغا — ز عشق من اگر چندان نبودی
همای زلفش ار سایه فگندی — دل من این قدر ویران نبودی

مطلع

اگر آن ابروی تو فرد
ندیدی صاحب دیوان نبودی

جفای کاکلش در خوبان نبودی — تغافل شیوهٔ ایشان نبودی
دو چشم عاشق ار گریان نبودی — بعالم رشحهٔ باران نبودی
چه خوش بودی که جان نازپرور — اسیر زلف محبوبان نبودی
به پیوندی نگشتی آشنا دل — چو جان را الفت جانان نبودی
توان صبر خود میداشت یا کاش — بدل مهر جفاکیشان نبودی
دل عالم شدی دیوانه اش گر — جفاخوی پری رویان نبودی
باین خوبان که دل را می گرفتند — شکستن پیمان نبودی

چنین خونریز کز چشمش نمی بود — لبش را منتے بر جان نبودی
ز چشمش همسری کے می توانست — چه کردی نرگس ار حیران نبودی
لبش کے شهرهٔ اعجاز می گشت — اگر درد مرا درمان نبودی
اگر می بود عمرم جاودانی — حکایات مرا پایان نبودی

تو می بودی اگر سامان فردم
غریب و بے سر و سامان نبودی

بگلها رنگ و بو امداد کردی — به بلبل ناله ها ارشاد کردی
دل غمگین ما را شاد کردی — که این ویرانه را آباد کردی
در افگندی به سنبل پیچ و تابے — نهال سرو را آزاد کردی
سحرگاهے خرامیدی ز خلوت — زمین از سبزه ها آباد کردی
ز تاب زلف و چشم فتنه انگیز — بلاؤ آفتے ایجاد کردی
برا غیار کز عشقم بگفتی — بجان من چها بیداد کردی
بهر رنگے که گشتی جلوه آرا — تحیر شیوهٔ بهزاد کردی
چه فهمی قدر درس عشق ناصح — چو من کے خدمت استاد کردی

بفرد خود عجب رنگے نمودی
که محو ناله و فریاد کردی

خوشا گر ماه ویرانم تو باشی — چراغ خلوت جانم تو باشی
خراب آباد دل ویران نگردد — اگر خود میر سامانم تو باشی
تو باشی محرم راز دل من — دوائے درد پنهانم تو باشی
بدیر و کعبه کے آریم رو گر — فروغ روئے ایمانم تو باشی
فراغم گاه از ان هر گه مبادا — بهر دردیکه پرسانم تو باشی
بخوبان جهان کے دل فروشم — عزیز مصر کنعانم تو باشی
بدرد خود چه سازم با علاجے — اگر از لطف درمانم تو باشی
جهان در چشم من تیره نگردد — اگر خود ماه کنعانم تو باشی
دل ویرانه ام آباد گردد — بملک دل چو سلطانم تو باشی

بسیر گل چه بگشاید دلم گر / چمن آرای بستانم تو باشی
نثار تو کنم لخت دل خود / شبی گر یار مهمانم تو باشی
چه باشد گر تو ای نخل امیدم / سر و برگ گلستانم تو باشی

چه ریب ار جلوهٔ سبحان دهد فرد / اگر ممدوح دیوانم تو باشی ✱

دل من غنچه و لطف تو نسیم سحری / ای خوشا صبح که سوی دل تنگم گذری
زین رخ و لب نتوان گفت که تو گلشکری / خود گل و قند چه باشد ز همه خوبتری
یا که نسبت کنم این حسن دلاویز ترا / چون به بیعانه نیرزند فرشته و پری
جامه ام پاره کند عشق بروزی صد بار / چند دست خردم معتبر بخیه گری
خام عشقیم و به پابندی تکلیم هنوز / جذب تو کو که بیکبار کند پرده دری
نامهٔ سوز جگر بندیم به بال هدهد / خواهم ای جان که تو هم پهلوی هدهد بپری
هدهدی شد که بامید سلامی بره هست / خاک می بیزم و تو محو خیال دگری
آگه از حال دل من نشدی ای ناصح / من ز خود رفته ام و تو ز جهان بیخبری
سر من باد به هر گام فدای قدمت / ای نسیم سحری گر تو سلامم ببری
اختر اند همه لاله رخان عالم / تو به حسن از همه بالائی و رشک قمری
هدهد این نامهٔ شوقم به پر خویش مبند / نتوان کرد از این بال و پر این نامه بری
نوجوانان همه خوب اند ولیکن همه شان / که یکا شانهٔ آدم تو چه زیبا پسری
چشم و گوشم چه کنند [illegible] / که تو ام روح روانی و تو سمع و بصری

بند کن راه گله چشم تر و در کامش ریز / فرد تا چند کند ناله از این بی اثری

یارم از لب همه قند و همه لعل و همه می / دل چنان باز ستانیم الهی از وی
چشم مخمور و نگه مست و کرشمه آشوب / پر شکر قامت بالاش همه تن چون نی
بیخودم کرد چنان شب می بزم وصلش / خبرم نیست سحرگه شد و او رفت کی
سوخت هجر تو دل خسته بدانج دگرم / آخر چله [illegible] آمدن کی
از که پرسانم و سازم بکه یارب چه کنم / جلوهٔ روی تو دیدم هم جا در همه شی

بس غنیمت شمر این صحبت گل را بلبل — نالهٔ امروز چرا از ستم بهمن و دی

دست بر داشته فرد تو ز بیماری دل
ورنه بر رغم رقیبان لب شفا بردی پی

بچه امید بمیرم بدر پاک کسی — کز حیا پا نگذارد بسر خاک کسی
گرچه صد پاره شود دل ز خدنگ نگهش — هیچ پروا نه ندارد ز دل چاک کسی
فتنه انگیز ز گیسو و بلا خیز ز قد — شوخ چشمی که ندارد بجفا باک کسی
گریه ها بیند و گاهی بغلط هم نه نهد — آستین بر مژه و دیدهٔ نمناک کسی
وا شد عقدهٔ دل گر تو تمنا داری — خیز و بر بند سر خویش بفتراک کسی

مار زلف سیهت داد بفرد تو گزند
به نسازد بجز از لعل تو تریاک کسی

ایکه از روی دل فرد ز سهیل یمنی — بندهٔ حسن خدا داد تو ویس قرنی
بر نتابد قد بالای تو بار سایه — هیچکس همسر تو نیست بنازک بدنی
بهتر از قند و نبات است حدیث لب تو — همزبان تو کسی نیست بشیرین سخنی
نقد جان بکف بهر بشارت عشاق — ای خوش آندم که ز رخ برد یمین بر فگنی
تا فتادم ز حریم تو بصد مرحله دور — هر زمان می کشدم درد غریب الوطنی
میدهد جلوهٔ گل پیرهن از عکس تنت — مرحبا ای گل رعنا که چه زیبنده تنی
بر زبانها است حدیث تو ندانم که چرا — شور افگندهٔ در خلق ز غنچه دهنی
برد این عشوهٔ ناز تو قرار دلها — ای نگاه تو رم آموز غزال ختنی

جذبهٔ عشق تو شد راهبر کویت ورنه
فرد تو بندهٔ هندی و تو شاه مدنی

ای بخوبی در دو عالم بیک منظر آمدی — در میان جمله خوبان ماه پیکر آمدی
زاهدان و صوفیان را رند مشرب ساختی — مست پا کوبان چو با مینا و ساغر آمدی
صد هزاران جان و دل باد انثار مقدمت — ایکه بر بیمار خود در نزع بر سر آمدی
ای بقربان تو من با این قد رعنا و ناز — بر هزاران کشتگان با شور محشر آمدی
ایکه در یک جلوه بردی صبر از دلهای خلق — کس چه سازد بعد ازین گر بار دیگر آمدی

از رخ خندان زدی در خرمن گل آتشے
وز اداہا غیرت بتہاے آزر آمدی

حاجت چندین اداؤ ناز بہر من نبود
برمن مسکین چرا با فوج و لشکر آمدی

جان فدای مقدمت اے خواجۂ فرد غریب
از کرم بندہ نواز و بندہ پرور آمدی

جلوۂ در خلوت جان ساختی
گلخن ما را گلستان ساختی

تا پے صیدے فگندی ناوکے
عالمے را خانہ ویران ساختی

تا ز شانہ زلف را آراستی
صد ہزاران دل پریشان ساختی

بر دل مورے کشادی نکتۂ
مور را از رشک سلیمان ساختی

اخگرے بر طور افگندی ز عشق
سرمۂ چشم عزیز ان ساختی

تا فگندی عکس خود در آئینہ
دیدۂ آئینہ حیران ساختی

فرد را از یک نگاہ دلربا
کمترینے از غلامان ساختی

ایکہ بر حسن عمل پاک جزا می طلبی
شرم بادت ز خدا غیر خدا می طلبی

خویش را گم کن و از راہ طلب پائے بہ بند
گر سلیمانی اقلیم بقا می طلبی

در طلب گم نشدۂ راہ بمطلب چہ بری
قدمے پیش نہ و بین کہ کرا می طلبی

یار بے پردہ چو در خلوت دل جلوہ گر است
تو بہر کوچہ و بازار چرا می طلبی

چون فنا از ہمہ گم گشتن و بیخود شدن است
تو ز خود رفتۂ ایکہ فنا می طلبی

یوسف تو کہ نہان است بچاہ کنعان
تو بہر وادی و ہر مصر کجا می طلبی

ساعتے بہر خدا زنگ خودی را بزدا
گر بہ آئینۂ دل نور خدا می طلبی

یار نزدیک تر است از رگ جانت یا اللہ
تو ز غفلت مگر از خویش جدا می طلبی

ناپسند است متاع ذلت اے فرد بیا
شوخ چشمی کہ بدین جنس بہا می طلبی

درد دل خستہ ترا دم ز محبت چہ زنی
خون نگشتہ جگرت لاف ز محنت چہ زنی

عشق بر دوست تو چون داغ ز آتش ننہاد
خیمہ در وادی ایمن ز کرامت چہ زنی

تا ز سر پائے نسازی سر این راہ مجوے
بر خود از طے چنین مرحلہ تہمت چہ زنی

منت از خلق چو سرمایهٔ دل میدانی
بر در خلق سر از بهر وجاهت چه زنی

شاهبازا بگشا بال بصید عنقا
چون مگس بر سر خود دست ز حسرت چه زنی

کی برون آمدی از حرص و هوای دنیا
تکیه ای فرد بدیوار قناعت چه زنی

اینکه جان در راه عشقت باختی
مرحبا مردانه کاری ساختی

رایت تو بر فلک افراختم
بر در من تا که سر انداختی

شهسوار من دو عالم بهر تست
اسپ در میدان قربم تاختی

سرو آزاد چمن شد بنده ات
قامت بالا چو بر افراختی

خلق را پیش تو کردم سرنگون
تیغ ابرو در جهان چون آختی

منزل خود در دل تو ساختم
چون که دل از غیر من پرداختی

من ترا گشتم چه گشتی زآن من
می نوازم هر کرا بنواختی

محرم راز دل دیوانه ات
عاشقا من بودم و نشناختی

مونس تنهائی شبهای تو
بوده ام من زانکه با من ساختی

فرد من بودم نهان در پرده ات
چونکه ساز ما و من بنواختی

محتسب گر خوبرو بودی قیامت می شدی
بر سر رندان می نوشان چه آفت می شدی

ناصحا این لب که داری نیست چون لعل بتان
گر چنان بودی اثر هم در نصیحت می شدی

داشتت انداز دگر امرد و چشم ساقیم
آمدی زاهد اگر اینجا فضیحت می شدی

خوب شد گر خوبروی قسمت ناصح نشد
ورنه امروزم ز پندش بس خجالت می شدی

ذره از درد می بودی اگر در دل ترا
در دل پاک مسیحا جا بعزت می شدی

گر جمالت نیست می بودی جلیس یوسفی
تا وجاهت در تو از تاثیر صحبت می شدی

خاک از راه کسی گر می شدی با دامنی
پا بپای کس به بزم یار راحت می شدی

مشرب پیر مغان گر داشتی شیخ حرم
گفتگو در می نماندی پاس حرمت می شدی

جز کمال حسن چیزی را ندارد اعتبار
زاهد این بودی اگرت فردم غلامت میشدی

بکوے میکده بنشین اگر رند خراباتی
که بارے اندرین حضرت نمیدارد مناجاتی

به میخانه مرو اے زیر بار جبهٔ تقوے
بیک جرعه نمی ارزند چون صد دلق طاماتی

به آب مے وضو کن گر حضور بے طمع داری
طهارت باید اول اگر از اهل حاجاتی

امید و یاس کے گنجد ببزم عشقبازیها
فلا تفرح بما فات ولا تیأس بما یاتی

ندانم در کدامی زمره خیزی فرد من فردا
نه رند باده پیمائی نه از اهل کراماتی

دی گذشت از نظرم دلبرے آهو روشے
شوخ چشمی و بلاے دل و مرزا منشی

می خرامید براے بت مرزا منشی
رفتم از هوش ز رفتار خوش کبک دشتی

فتنهٔ هوش رباے زمن از ناز خرام
تیز هوشے و بتاراج دلم ترک وشی

کرده از چشم سیه شهر همه خاک و سیاه
کرده از زلف جهان را بفدای حبشی

گرمی تاب لبت هست بکام دگران
جرعه ریز ز درے بلب ذرد جوشی

محتسب خرده مگیر ار بکشم باده عشق
گر ز تو تقوے نبرد عیب من باده کشی

غارت روم زیک پرتو روی فرمود
شام از زلف سیه کرده برهن حبشی

راحت وصل تو و محنت دل تنها در قیب
گریه بر خویش کنم چند من جور کشی

فرد گاه از لب نوش تو لشد شیرین کام
همچنان تلخی هجر است ز من زهر چشی

از حسن رخت دارد زلف تو پریشانی
اے آینه رویت از زلف بحیرانی

اے آینه چشم تو روبیت نتواند دید
زان چشم تو چون نرگس دارد سر حیرانی

بنود عجب از زلفت گر روے ترا پوشد
بر گنج بود دائم مارے به نگهبانی

از خار تعلقها از گرد تملقها
افشانده ام از عمرے این دامن عریانی

تا چند خورم آخر این خون جگر از تو
خون دلم اے دیده تا چند بیفشانی

جستیم چو از عیسے درمان دلم گفتا
بوسه ز لب لعلش می باید و نتوانی

از همت عشق خود هر چند تو انگیزم
گر دست دهد وصلت گه گاه به آسانی

چشمان سیه مست و لب باده چکان داری
زود آکه بحمد الله امروز بسامانی

لخت دل خود دادم زان در عوض بپه
آورد من اے تیر تو مهمانی

شد آب مرا زهره از تشنگی تیرت　　زد خون دلم جوشے ز آن تیغ که میرانی

جان دلم از عشقش چون گشت چو می بریی
فرد انچه کند آتش با پنبه تو میدانی

اے ترک چنین بر سر بیداد چرائی　　ویران کن هر خانه آباد چرائی
با دل شده گان تندی و تیزی بنود خلق　　در کشتن عشاق چنین شاد چرائی
آخر کشد این عشق ترا بر سر ظالم　　زین حسن خود امروز تو برباد چرائی
شد زندگی اے سنگدل از کوه غمت تلخ　　شیرین دهنا دشمن فرهاد چرائی
زین جلوه نیرنگی حسن اے بت زیبا　　غارتگر صبر دل بهزاد چرائی
زین بوقلمون جلوه بهر رنگ اسیرم　　چندین پے صید دل آزاد چرائی
چون آئینه بر حسن دگر چند بنازی　　چون مار ز گنج دگران شاد چرائی
آخر کند این ناله تو راه بگوشش　　جان بر لب و دل تنگ ز فریاد چرائی

از فرد چه پرسی که چرا عشق گزیدی
خود گو که باین حسن پریزاد چرائی

جان بحر میت چون گذر یافتی　　از دل گم گشته خبر یافتی
روے ز ظلمات نکردی سرے　　ره بلبش خضر اگر یافتی
دوخته چشم ز درت می شدی　　روزنے گر بهر نظر یافتی
جان نشدی خسته گر از تیر تو　　بخیه برین ریش جگر یافتی
روے بکوے تو نکردی گهے　　دل اگر این درد تو در یافتی
خون جگر ریختی چشم اگر　　ثمره این دیده تر یافتی

بار دگر باز نمودی فدا
فرد اگر جان دگر یافتی

در پرده باین حسن خداداد چرائی　　با عاشق مسکین پے بیداد چرائی
بر زاهد صد ساله در صومعه بستی　　اے شوخ به بربادی زهاد چرائی
از ناز خرام تو ز خود رفته چو من سرو　　جانان پے بے برگی شمشاد چرائی
خود صید تو صیاد شد اے آهوے وحشی　　از چشم بلاے دل صیاد چرائی

شبها من و تنهائی و یاد سر زلفت | افگنده تو دورم ز ره یاد چرائی

چون جز در تو نیست مرا قبلهٔ حاجات
فارغ ز من ای خواجهٔ بغداد چرائی

تو به چشم انتظارم چه بخواب اندر نیائی | بچه رو کنم تمنا که نقاب بر گشائی
چه رسد بخواب چون تو بخیال هم نیائی | بکدام حیله جلوه تو به چشم من نمائی
بتو و دلی که در وی صنما تو در نیائی | بکدام جلوه گاهی که نه جلوه نمائی
همه سر بهای و هوست همه دل پر آرزوها | همه لب بگفتگو است چه کسی که هر کجائی
چو چمن چه آب و رنگی که ز خشت بگل نداده | دل بلبلی نباشد که نه از طرب گشائی
گهی در قبای اطلس بلباس پادشاهی | گهی دلق صوف در بر تو بکسوت گدائی
بقبای کجکلاهان زده چاک تا بدامن | زده شعله از رخ خود بلباس پارسائی
من و حسرتی که هر شب بلبت زنم ز بوسه | که بمجلس رقیبان بحدیث در نیائی

چه کنم چو فرد مسکین که نه بندهٔ تو گردد
بخدا اگر کسی ندیدم چو تو در همه خدائی

صنما سزد بخوبان چو بناز خودستائی | چه شود اگر برویم در وصل خود گشائی
چو بخانقاه رفتم بر شیخ ره ندادند | که نه بر مرهٔ ما تو بجز الف جدائی
چو بمدرسه گذشتم همه قیل و قال دیدم | همه خویشتن فروشی همه عقل آزمائی
ره دیر چون گرفتم سر راه من گرفتند | که بجز برهمن اینجا نبود بکس رسائی
چو پیالهٔ دیدم ز لب مغان شنیدم | که بیا ببزم رندان که تو مرد آشنائی

اگر از لب عراقی غزلی تو یاد داری
بر من بخوان چو بلبل که تو فرد خوش نوائی

بیا که من فدایت ای جان زندگانی | قربان پای نگاهت صد عمر جاودانی
خوش نیست آنکه بی تو این زندگی بسر شد | یا بر سرش بیائی یا پیش خود بخوانی
بس با خودم نگاهی نامم بسختی بگوید | کو حد من که روزی در بزم خود نشانی
هر چند بخت سستم در کوی تو نماندم | رحمی که افتادم اینجا بناتوانی
بیچاره ام که با تو جز عجز از دوری ندارم | صد بار گر بسنگم از کوی خود برانی

افتاده زیر بامم تو بر فراز بامی — بنگر بخاکساران ای عرش آستانی

ای صید افگن من گامی دو سو بسویم — افتاده ام به کنجی در بند ناتوانی

فردست چه روی دارد تا بر ورشت بالا

او کم ز ذره و تو خورشید آسمانی

رفتم از خود چه بکوی تو رسیدم سحری — نی ز کویت خبری ماند و نه از خود خبری

چون بمیرم بدر خویش بخاکم بسپار — که مرا تا دم محشر ز درت نیست سری

نتوانم نگه از مصحف رو باز کشم — عهد دارم نکنم چشم بسوی دگری

از در میکده زاهد نتوانم برخاست — جز در پیر مغان نیست مرا هیچ دری

داد فرهاد ز خسرو که ستاند کس نیست — غیر خسرو چه درین شهر دگر دادگری

بشنود فرد اغیار دو حرف آهم — نکند گوش و نه از نامه بخواند سطری

بید مجنون چمن همسر عشاق تو نیست — عاشقان تو ندارند سر برگ و بری

شعلهٔ آه دلم در چمن سینه بسوخت — بیشتر ز آنکه ز مهر تو برآرد ثمری

خجل از پیر مغانم ز چنین حرص شراب — لب بجام خود و چشمم است بجام دگری

چشم از بنده مپوشان که نباشد عیبی — بر گدائی چو کند شاه ز لطف نظری

می پرد سوی تو از شوق خود امشب جانم — بسته ام از منت هر نامه بر و راهبری

من ازان صید گشت مدفن خود ساخته ام — گاه باشد که کنی بر سر خاکم گذری

آه من سوخت مرا سینه و دل را بگداخت — چه غم گر نکند در دل سنگت اثری

از در خویش مران یار که در فرد نیست

جز بجاروئی درگاه تو دیگر هنری

بتی دارم دل آرائی بقامت رشک طوبائی — شکر گفتار و گل رخسار و خوش رفتار و رعنائی

بچهره غیرت ماهی بملک دلبری شاهی — قمر طلعت فلک جاهی نهال سرو بالائی

بتخت دل سلیمانی بطلعت ماه کنعانی — بشهر حسن دیوانی بجانها کار فرمائی

ز عشوه فتنه بر جان ز غمزه رخنه در ایمان — نگه خونریز جانبازان ز لعل لب مسیحائی

خیالش مونس شبها و یادش همدم تنها — طبیب درد و جان افزا بهر دل بزم آرائی

ببزم زاهدان از مستی چشم و لب میگون — خرد را آفت تقوی ربائی باده پیمائی

سراپا حسن و خوشخوئی بقد چون سرو دلجوئی — زسرتا پا هنرمندی بدرد عشق دانائی
سر زلفش نمود آواره‌ام چندانکه میگردم — بهر ملکی و هر شهری و هر کوئی و هر جائی
ز حال من اگر ذکری ببزم آن پری آید — بگو ای همنشین دیوانهٔ مسکین و شیدائی

بکار دیگران بس مصلحت اندیش و سرگرمی
بامر فرد خاموشی جفاکاری و خودرائی

ای ز روی تو فروغ خاندان هاشمی — روشن از شمع جمالت دودمان هاشمی
طلعت فیروزی صبح جبینت آشکار — از رخ تو نیک اختر آسمان هاشمی
شمع سر بگرفته کافروخت ایوان خلیل — بر جبین میداشت از نورت نشان هاشمی
جبرئیل آورد بهر تو گلیمی تا ز خلد — شد قبا صد جامه‌ها زین طیلسان هاشمی
سر فرو بردند اصنام عرب از رفتنش — تا سری افراخت این سرو روان هاشمی
اینچنین دوری ندیده چرخ از عهد بنا — فخر بر هر روز و شب دارد زمان هاشمی
از نگاهی برده دین و دل ز پیران خلق — تا خرامیدی تو از ناز ای جوان هاشمی
ای بلاگردان درگاه تو مهر و ماه چرخ — عرش هم یک چهره سای آستان هاشمی
هر کرا شمع شبستانی شبش چون روز شد — تیره بختم تابی ای ماه شبستان هاشمی
بر منی تا بد خرابی دل که دارد یاد تو — ای سرو سرمایه بخشش خان و مان هاشمی
زان ید طولی که در اعجاز میداری شها — شد دو بالا از قد افرازیت شان هاشمی

پنجهٔ غم بسکه افسرده دل فرد ترا
رحم بر حال ضعیفان ای جوان هاشمی

نه بیگانه ز من نا آشنائی — باین خوئی که داری از کجائی
نه اندر دل نه در سینه درآئی — ندانم می کنی چون دلربائی
نه بی‌مثلی همین در حسن و نازی — که هم یکتا بخوی بیوفائی
چه بیت بیگانه‌ام از هر یگانه — بمن نا آشنا چندین چرائی
لبت جان‌بخش و چشم تو جهان‌کش — سراپا جلوهٔ شان خدائی
کجا دیدی دلا زلف مسلسل — چو من امشب که زنجیری بپائی
ز سودا فرد رسوای جهانی — بگیسوی که چندین مبتلائی

ستم و دعای شبها تو عجیب هر دعائی
بنما بعقدهٔ من یک جلوهٔ خدائی

عجب است گر نمیرم که ز خوی دلربائی
ستم است جمله کارش همه رسم بیوفائی

همه شب سحر کنم من بفغان ز درد سینه
بامید آنکه روزی در راحتی گشائی

بودم ز زر و زن دل همه چشم تا بسیری
چو نسیم دلگشائی سحری بدل در آئی

من دل بغم سپرده تو عجیب دلنوازی
چه بود که بیدلی را ره صبر دل نمائی

تو چرا ز من رمیدی چو فغان من شنیدی
که بجستجو رسیدم بدرت ازین گدائی

چو ز دست تو نباشد چه علاج سود بخشد
من دلبسته مرضها تو مسیح من کجائی

تو بیا بیا خدا را بنوا ازین گدا را
که بلب رسیده جانم ز تپ و غم جدائی

شب غم بسوخت آخر همه مغز استخوانم
قدمی بسوی فردم صنما بغیر وائی

ای مسیحا کار عالم ساختی
از من مسکین چرا پرداختی

منتی دار و تجبان صید حرم
اسپ تا در صیدگاهی تاختی

می فگندی کاش در بزمش صبا
نامه در راهش چرا انداختی

بر رقیب سنگدل داری نظر
اشک ما را از نظر انداختی

نالهٔ من نیست کم از بانگ نی
از لب خود گر لبم ننواختی

سر بفتراکیم و می پرسی که کیست
کشتهٔ خود را اگر نشناختی

چون سنگ آوری [illegible]
فرد ناحق جان خود را باختی

داد ساقی می بدستم یا علی
باز من توبه شکستم یا علی

چشم و دل از غیر بستم یا علی
از سر هر چیز رستم یا علی

فارغم از پای بند دو جهان
دل بزلف یار بستم یا علی

پای در دامن شکستم ای خضر
بر در ساقی نشستم یا علی

ساقیا در دور چشم مست تو
بیخود و باده پرستم یا علی

رفته رفته خاکساری یافتم
تا براه یار پستم یا علی

زیر بار منت ساقی نیم
از نگاه یار مستم یا علی

همت من گرمی رفتار داشت
از سر کوشش جستم یللی

فرد تا آن نور وحدت جلوه کرد
شمع دیر و کعبه هستم یللی

چه سیمها که چون می افکنم هر جا پر سودستی
زعله هوشی قند گاهی بجم گه در سبو دستی

بر آرم گر بیاد لعل واز آرزو دستی
رسد در گردن مینا و گاهی در کدو دستی

بود چاک گریبان مرا با وصت پیوندی
بیبار در عشق تا بیکار بگذارم فرو دستی

ز تیغ ابرویت خود کشته میگردم چو بی بنیم
منه بر قبضهٔ شمشیر خود ای تندخو دستی

خوشا آن شب که چون گیسوی مشکینش بخواب خوش
حمایل داشتم در گردن آن ماهرو دستی

بپاین کوتاه دستی این هوس از بس پریشانم
ندانم چون رسد یارب بر زلف مشکبو دستی

نیارد تاب دیدن چشم من خورشید رویش را
بهنگامم تماشا زان گذارم پیش رو دستی

ز دست شانه صد چاک است امشب این دل ما را
که یا این کوتهی دارد بزلفش موبمو دستی

شود از عرش برتر پایهٔ فردم بیک لطفش
بدست من دهد گر از کرم یکبار او دستی

لطفش اگر کاش دوا می شدی
درد دلم را بشفا می شدی

سهل بمن بود جفای رقیب
خویش اگر جمله وفا می شدی

ریش مرا حاجت بخیه نبود
مرهم لطفش چو دوا می شدی

شکوه ز آهم نشدی کو بگو
گر بدرش راه مرا می شدی

فاش ز ناله نشدی راز من
نامه بر من چو صبا می شدی

از تو اگر بوی وفا یافتی
کی ز درت فرد جدا می شدی

سوز دلم گر اثری داشتی
یار بمن چشم تری داشتی

نالهٔ من گر اثری داشتی
یار ز حالم خبری داشتی

بر سر خاکم گذری داشتی
ابر اگر چشم تری داشتی

گریهٔ من گر اثری داشتی
یار بسویم نظری داشتی

آه نثار قدمش کردمی
دیدهٔ من گر گهری داشتی

سر نکشیدی بفلک آه من — تا بدرت گر گذری داشتی
روح ز قالب نه پریدی اگر — ناله من بال و پری داشتی
شیخ نکردی بحرم رو اگر — چون تو برهمن پسری داشتی
غنچه بتر از نخل نمودی به چشم — آه اگر برگ و بری داشتی
باد گر آن یار نکردی قرار — گر تپش من اثری داشتی
میزدم آتش بدل عالمی — ناله من گر شرری داشتی

جان ز تن فرد نرفتی برون
ز آمدنت گر خبری داشتی

تا کی بغمت سازم در گوشه تنهائی — ای مایه آرامم وقت است که باز آئی
عقلم چه کند از تو دعوی شناسائی — رخ بی تو زده آتش در دفتر دانائی
شد زلف دل آویزش خضر ره رسوائی — ریخته بمن و تنگم ای صبر و شکیبائی
تا عشق نشان داده از کوچه بدنامی — اندیشه ز تنگم شد خودبینی و خودرائی
آواره زلفش را زنجیر چه بسازد — سودای جنون ندهد اعجاز مسیحائی
تا از بر من رفتی دل می طپیدم در بر — ای صبر و قرار من تا کی بتمنا آئی
محرام بکوی خود کز خاک شهیدانت — صد فتنه برانگیزد زین جلوه رعنائی
بر جان ضعیف من ای عشق چها کردی — رخصت طلب است از من این تاب و توانائی

از جاده سرمستان برگیر کف خاکی
ای فرد طمع داری گر سرمه بینائی

ای از سر زلف تو در هر سر سودائی — وز حسن پر آشوبت هر گوشه شیدائی
هر شب بدرت سرها درمان طلب از دردت — هر روز بکوی تو صد شورش و [illegible]
از لعل شکربارت هر بزم پر از شوری — وز نرگس مستت پر هر خانه تماشائی
صد خانقه صوفی در عهد تو ویرانه — آباد ز عشق تو هر خانه و هر جائی
حاجی بطواف اندر از شوق حریم تو — آواره و سرگردان چون عاشق هر جائی
دل تنگی عاشق را جز گوشه کوی او — سوی ندهد هرگز صد وسعت صحرائی
شد چاره ز دست من ای عشق کرم فرما — ای تاب و توان من و ای طاقت و یارائی

شوریده سر از موی تو سنبل بگلستانها / وز روی تو بلبل را هر لحظه نواهائی
هر سینه ز سوز تو آتشکدهٔ باشد / هر چشم ز سیل خون طوفانی و دریائی
تنها نه قیامت را هر کار بود برهم / صد فتنه بپا گردد زین قامت رعنائی
ور یاد لبت دلها محو مزهٔ تازه / وز بادهٔ عشق تو هر دستے و مینائی
من از پے وصل او تدبیر چه اندیشم / کافتاده سر و کارم با دلبر خودرائی

افگندهٔ از خوبی شورے به جهان عشق
چون بنده ترا بود فرد اے بت زیبائی

با چنین ناز گر اے سرو خرامان گذری / بلبل از گل گذرد گر بگلستان گذری
ناز را با تو نیاز است بهنگام خرام / وقت آنست که با ناز خرامان گذری
خلق را کار دو عالم همه برهم گردد / بر سر بام چو با زلف پریشان گذری
لعل جان بخش تو انگیخت بعالم شورے / فتنه خیزد چو سر خاک شهیدان گذری
منتے هست ز ناز تو بر ارباب نیاز / سر براه اند همه خلق که جانان گذری
جلوهٔ حسن تو محتاج بزیور نبود / حشر برپا شود آندم که بسامان گذری
زاهد از شیوهٔ آن طرهٔ هندو اندیش / ترسم از خود گذری و ز سر ایمان گذری
جرعهٔ گر بکشی از لب لعلش ناصح / خود ز تقوے گذری و ز سر سامان گذری
بوے پیراهن یوسف ببر از مصر صبا / ارمغان گر طرف وادی کنعان گذری
چند باشی هدف تیر نگاه نازش / ترسم اے دل که بیک غمزه از ایمان گذری

غمزه مردم کش و لب جان ده و گیسوے صیاد
فرد از جان گذرد گر تو بدینسان گذری

چه گویم بوصف کلام کسے / که جان بخش باشد پیام کسی
بجنبان صبا شاخ سرو چمن / که یاد آیدم آن سلام کسی
سلیمان باین شاهی جن و انس / کمینه گدا و غلام کسی
مده پندم از یاد او ناصحا / که دارد مرا زنده نام کسی
خمارے نباشد باین نشه ام / که مے خورده بودم ز جام کسی
چه گوئی ز فصل بهار اے صبا / که نتوان رهائی ز دام کسی

بلا از صبح نور دزبا شد مرا — سواد سر زلف و شام کسی
برفتار خود کبک چندان مناز — زخود رفته ام از خرام کسی
زرویش برد غیرتے آفتاب — بود مطلع صبح بام کسی
عبث آن صنم را برهمن شدم — که دل برده ناگشته رام کسی

اگر فرد در عشق خامی هنوز
که پخته نشد از تو خام کسی

تو چنان بناز محوی که نیاز من چه دانی — تو که ماه سرد مهری ز گداز من چه دانی
من و طاق ابروی تو که مراست سجده گاهی — تو صنم که خود پرستی ز نماز من چه دانی
تو بناز مستی خود و بلبم چو لب نهادی — بخود آنچه ناز کردم تو ز ناز من چه دانی
بتو حال خود چه گویم که حکایتے دراز است — تو که نشنوی چو حرفے ز دراز من چه دانی
نه ز چشم سیل اشکے نه بلب فغان و آهے — تو چرا ز من رمیدی تو ز راز من چه دانی
بغمت اگر بسوزم تو بگو چه چاره سازم — چو ز سوز من ندانی تو ز ساز من چه دانی

سر من فدای پایت چه بخاطر تو آمد
که بغیر خود گذشتی صنما ز من چه دانی

صبا با او سلام من نگفتی — همی گفتی پیام من نگفتی
چو می پرسید نام من بصد لطف — چه ننگ آمد که نام من نگفتی
چو میلش سوی افسانه شنیدی — چرا از صبح و شام من نگفتی
باشعارش چو میل طبع دیدی — ز نظم بی نظام من نگفتی
نیاوردی چو سالی از پیامم — ببزم او کلام من نگفتی
رقیبان را چو شیرین کام دیدی — ز تلخیهای کام من نگفتی
به پیش پختگان عشق آن شوخ — ازین سودای خام من نگفتی
چو می میریخت در جام رقیبان — باو از حال جام من نگفتی
بسی گل دلش چون بود مائل — ز رنگ زرد فام من نگفتی
چو ذکر از حج و طوف کعبه میرفت — بکویش از قیام من نگفتی
ز لبهایش که درمان مرضهاست — ازین درد مدام من نگفتی

چو چشم او که قتل عاشقان کرد ز کار نا تمام من نگفتی
ببوی زلف مشکینش بصد شوق سلامے از مشام من نگفتی
چو بوے زلف مشکینش شنیدی تمنائے مشام من نگفتی
چو با او بر لب بامش نشستی ز حال زیر بام من نگفتی
ز یادش رفته گر بودم بذکرے سر حرفے ز نام من نگفتی
بهار سینۂ پر سوز و داغم ز سرو خوش خرام من نگفتی
چو می جست او نشان منزل من چرا کویش مقام من نگفتی

کمینه بنده ات شد فرد گاہے
بحق او غلام من نگفتی

صبح عید من است روے کسی شام من زلف مشکبوے کسی
از خودم برد آرزوے کسی من و دل میرویم بکوے کسی
گردش روزگار من باشد گردش چشم فتنه جوے کسی
سخن دوست میکنم تکرار لب من هست و گفتگوے کسی
بار قیبان تلطف و اخلاق من و گریه زشند خوے کسی
از پریشانیم چه می پرسی گشتم آشفته تر ز موے کسی
قدر و قیمت شکست طوطی را لب شیرین و گفتگوے کسی
بس که بهاے چشم چون بداغ دلم نه بهر سود شست و شوے کسی
کرد آواره کو بکو ما را شوق دیدار و جستجوے کسی
چه کشاید دلم ز نکهت گل بدو ماغم نمود بوے کسی
مدتے شد که قاصدے نامد بمن خسته دل ز سوے کسی
قامتم خم ز بار عشق نمود سرو نو رسته از جوے کسی
می نمایم ز صافی طینت همچو آئینه رو بروے کسی

صبر ز آرام دل بباید کرد
فرد تا در سر است هوے کسی

چشم زار من است در روے کسی آبشار من است و جوے کسی

روزگار است و یاد روی کسی / شب تار و خیال موی کسی
دل من هست و جستجوی کسی / سر من هست و خاک کوی کسی
از دل گم شده سراغی نیست / جسته‌ام بسکه مو بموی کسی
چشم را مژده ز نور رسید / در مشامم رسید بوی کسی
تنگ تا کی ز عاشقان ای شوخ / چشم تو ریخت آبروی کسی

راه خود گیر ناصحا چون فرد / نکند گوش گفتگوی کسی

حسن را از روی خوبت گر نبودی یاوری / آمدی از حسن کی این شیوهٔ غارتگری
از پی تسخیر نبود حاجت افسونگری / گردش چشم تو سازد کار سحر سامری
خوبرویان جهانت گر نمی دادند دل / کی توانستی نمود از عشوهٔ کسن دلبری
در دلم زد ناوکت چاکی که تدبیرش نبود / گر نکردی سوزن مژگان تو بخیه گری
نازم آن تار نگاهت را که میدارد نگاه / دفتر گل را بیک شیرازهٔ از ابتری
از رقیبان عشق را میکردمی پنهان ولی / شوخی دست و گریبان می کند پرده دری
قامتت را سرو گفتم بس خجالت می کشم / زانکه از طوبی بحسن قد صنم بالاتری
کیست یارب آنکه ما را این چنین دیوانه کرد / بیخودم چندانکه نشناسم فرشته یا پری

صبر از دل کرده بودم فرد چون دیدم باز / این ادای شوخی و این ناز و بنده پروری

گرفتارم بعشق نازنینی سرو بستانی / منور چهرهٔ زهره جبینی ماه تابانی
بتی جلوه فروشی کاردان [یعنی داننده ۱۲] ناز و مهپاره / عزیز مصر حسن و شمع روی ماه کنعانی
شکر گفتار و شیرین لب به بالا نیشکر قامت / دهد از شربت اعجاز در هر مرده جانی
حلاوت بخش کام تلخ کامان از شکرخنده / حیات جاودانی بخش از چاه زنخدانی
پری زادی سراپا آفتی سر فتنهٔ دوران / بلای شوخ چشمی ترک عیاری و جانانی
چو شوخی نازپیکر چست و چالاکی جفاکاری / غزالی وحشی آهو رمی برچیده دامانی
زکاکل دام بر دوشی شکار افگن ستمگاری / تغافل پیشهٔ عاشق فراموشی فسون دانی
جهان را یک تجلی زار از حسن تو می بینم / تماشای گلی می کردم و دیدم گلستانی

چرا دشوار نبود فرد را پیش تو خود داری
چو آئی بر سر فرد خود ای ظالم بسامانی

دلم بربود یارے نیک خوئے — جوانے پاک طینت خوب روئی
منور سازد روز از طلعت رو — سواد افزائے شب از تار موئی
نقاب از مو بروئی شب پرستان — سحر ساز سحر خیزان بروئی
ز حسنے محشرے در خلق انگیخت — فگنده در جهانے هاے و هوئی
بغار بشا برده آب و رنگ گلها — نسیم از لو گرفتارش ببوئی
ز سبزه بر لب چاه زنخدان — گل نیلوفری بر روے جوئی
ز ابرو لیش سر زاهد بسجده — ز چشمش محتسب بیخود بکوئی
چو نام خویشش بادا کاظم الغیظ — درم گر پرده سازد رفوئی

ببزمت چون رود فرد از کرم گاه
نشستن را اشاره کن بسوئی

ز من بربود دل ابرو هلالے — بتے زهره جبینی مه جمالی
زباغ زندگانی رسته نخلی — ز سر تا پاے [illegible] والی
برسم دلبری یکتاے عهدے — بکار جان فریبی با کمالی
لبش قندے و گفتارش نباتے — بقامت نیشکر شیرین مقالی
بزیبائی چو یوسف بادشاهی — برعنائی گلے تازه نهالی
مگس بر انگبین خال لبش یا — نشسته بر در حجره بلالی
بدست آورده دلهاے جهانے — گرفته ملک هندستان بخالی
عذارش صفحهٔ از سوره نور — ز رو خندان گلے فرخنده فالی
ز جنبشهاے گیسو عاشقان را — بلاے صبر و راحت را وبالی
تغافل پیشهٔ وعده فراموش — بگذراند بکار لمحه سالی
من و اندیشهٔ اغیار و شبها — بپاس غیر او هم در خیالی
نوازشها بسے دارد به اغیار — ز من با صد عتاب و صد ملالی
بصورت تا یوسف مصر وجاهت — بسیرت چون خلیلے خوش خصالی

چه باشد گر لب لعل تو روزی   مسیحائی کند با خسته جانی

فراموشت مبادا نام فردم
که دارد از تو امید نوالی

ای بلای ناگهانی تا بکی   بر دلم نامهربانی تا بکی

عمر در هجرت بسر تا کی برم   جان من این سخت جانی تا بکی

در تمنای لب لعلت کشم   منت این زندگانی تا بکی

زیستم چون خضر بر عمر اعتماد   از وصالت کامرانی تا بکی

دفتر اغیار خواندی حرف حرف   نامه ام ای شوخ خوانی تا بکی

جان برون ناید ز ذوق زخم تو   تیر دیگر وا رهانی تا بکی

سینه های عاشقانت ریش ریش   از خدنگ لن ترانی تا بکی

لخت دل بهر سگت دارم نگاه   حسرت این میهمانی تا بکی

درگذشتم از نگهبانی دل   بر در دل پاسبانی تا بکی

جان بلب آمد بامید وصال   غمزه این جان فشانی تا بکی

خوش مغان فرمود با من نکته   می بخور در فکر مانی تا بکی

وصل یکدم دولت جاوید تست   فکر عمر جاودانی تا بکی

بال همت بر گشا شهباز وار   همچو عنقا بی نشانی تا بکی

سر بکف دارند خلقی در رهت   انتظار تیغ رانی تا بکی

داد پیر می فروشم ساغری   گفت اندوه جوانی تا بکی

بهر مشق غمزه جانم لبش بود
جان فرد این جان ستانی تا بکی

از رو فروغ صبحی وز مو سواد شامی   ای کار حسن از تو دیده رخ تمامی

تا بر ورقت نشستم گم کرده نام هستم   هر کس که پرسد از من گویم نام نامی

تلخ آمدم چه بینم من پر امید میرم   تو با لب شکر ریز با غیر همکلامی

خوردم فریب و عشق شیرین لبی گزیدم   کوهی فتاد بر سر مایم و تلخ کامی

تا طعمه می توان شد بهر سگ تو روزی   این پاره های دل را دارم از آن گرامی

ای دعوت شب من وی ورد صبحگاهم | حاشا دگر نباشد جز یاد اسم سامی
نه پیک و نه نسیمی نه هدهدی نه آهی | هجر تو کشت ما را از رنج بی‌پیامی
نتوان گهی رهائی از بندگی این در | چون سرنوشت من شد این سرخط غلامی
ترسم که سر گردد بازار می‌فروشان | مگذر بکوی رندان مستانه گر خرامی
خاموش از جوابم ای غنچه لب چرائی | رد کن سلام بر من ناخوش گر از سلامی
از جبه و عمامه تا کی بزیر باری | تا چند پای در گل در کوی نیکنامی

پیر ضعیف گشتی شایسته چه کاری
کس چون ترا پذیرد ای فرد در غلامی

برد ایمان بگرد روی رسول عربی | سر و سودای من و هوی رسول عربی
دولت صبح ازل روی رسول عربی | رونق شام ابد موی رسول عربی
تا بگوشت است مرا حلقه ز تار زلفش | من و این سلسله موی رسول عربی
مایه دلبری ماه رخان خوئی بس | دلفریب است همه خوی رسول عربی
رفته پیراهن یوسف و گلهای چمن | همه پارینه شد از بوی رسول عربی
زاهدان را بود ار تکیه بزور طاعت | نازشم هست ببازوی رسول عربی

قمری سرو نیم فرد که باشم در باغ
عاشقم بر قد دلجوی رسول عربی

بی‌نشانی که ازو نام و نشان می‌طلبی | بنگر آئینه روی رسول عربی
مطلع نور ازل غیر جمالش نبود | هست جبرئیل امین شیفته زین بوالعجبی
من عاصی هوس مجلس قدسش چه کنم | چون ز پاکان بود این فکر ورش بی‌ادبی
جلوه ناکرده فگنده بجهان غلغله | می درخشید جمالش ز رخ مطلبی
دفتر معجز عیسی که جز افسانه نماند | باز شد تازه بعهد تو ز اعجاز لبی

بخت بیدار گر ای فرد تمنا داری
این شب عمر بسر کن بدر پاک نبی

بعشق خود مرا دیوانه کردی | چه کردی کز خودم بیگانه کردی
چو برافروختی شمع رخ خویش | جهانی را چو من پروانه کردی

فگندی از سرم بار خرد را / بکارم همت مردانه کردی
ز عمری داشتم پیمان تقوی را / همه بر باد یک پیمانه کردی
بنای زهد و بزم میگساران / خراب از جلوهٔ مستانه کردی
ربودی دل ز مهرویان عالم / خرام ناز چون ترکانه کردی
ستم کردی بر ندان کز نگاهی / شکست چند صد خمخانه کردی
دلم را رشک صد جنت نمودی / گذر چون اندرین کاشانه کردی
خردگم کردم و دیوانه گشتم / چه سحری بر من فرزانه کردی
بگفتی با رقیبان راز عشقم / جفای بر من ای جانانه کردی
همیشه خانهٔ حسن تو آباد / هزاران خان و مان ویرانه کردی
چه کردی با من ای مقصود عالم / مرا از دو جهان بیگانه کردی
چه کردی خانه آباد دلم را / بعشق خویشتن ویرانه کردی

شد اکنون جای طعن هوشمندان
عبث فرد مرا دیوانه کردی

چه دریابد ترا فکرم که در عقلم نمی‌آئی / چه داند راز تو جانم که جانرا از تو دانائی
جهانی جان بلب از حسرت یک نکته از تو / چه فهمد کس کمال تو که در هر وصف یکتائی
چه قدر دیده تا بیند جمال با کمال تو / که چشم اهل بینش راست از ذات تو بینائی
ندارد تا حدیث مجلس انس تو ره گوشی / چه داند گوش این رمزی که چون آمد شنوائی
برون از فهم و وهم وصل و هجران کاچنان هستی / نمیدانم چرا هر کس بعشق تست سودائی

سر کی زین بوالعجب کاری بفرد خویش هم گفتا
که گفت از پرده بیرون آ و باشی شمع هر جائی

که ترا بگفت جانان که برون ز خلوت آئی / سر انجمن نشینی دل عالمی ربائی
که گرفت دامن تو که کشید سوی خویشت / که باین حدیکه داری تو بدام کس نیائی
نه همین منم غلامت همه خلق بنده گشت / چو نه از عالم ما چه کسی و از کجائی
بخیال و پریشانی نه بدیده جای داری / دل خلق چون ربودی پی صید جان چرائی
بتو کس نداشت راهی که نهان چو گنج بودی / کششی که داد اذنت که تو پرده بر کشائی

ز منت نشان که داده بدلم که جلوه کردی
که رساندت تا باینجا که فرد رونمائی

کس ندیدم صنما همچو تو یک سیم تنی — نرگسی چشم و سهی قامت و نازک بدنی
غنچه لب لاله رخ و چهره خندان چون گل — نیشکر قامت و طوبی قد و سرو چمنی
در دهان تو زبان پاره قند مصری — لبت از سبزهٔ خط طوطی شکر شکنی
نیست زیبا گل رعنا پی تشبیه تنت — که براست از ورق گل به تنت پیرهنی
کامیاب از دهن تنگ تو کس چون گردد — کس ندیده است بجز نام نشان دهنی
خون دل نافهٔ تاتار ز مشکین جعدت — ای بهر تار سر زلف تو بسته ختنی
در سخن قند که شیرین دهنان میریزند — نیست پیش لب تو شست بحساب سخنی
پای بیرون منه ای دل که بیفتی روزی — در خم زلف کسی یا که بچاه ذقنی
خضر را سهل بود طی سواد ظلمات — لیک دشوار بود از تو سراغ دهنی

حیران بلبل فرد بگو بیت شد و سینه پروائی
عجیب نبود چه نپرسی ز [illegible] ختنی

آگاه ز سوز دل سوزان شده باشی — بر تربتم ای شمع که گریان شده باشی
تا با سر زلف تو مرا گشت سروکار — سودای مرا دیده پریشان شده باشی
چون کعبه و دیر است همه سیرگه تو — آشوب همه گبر و مسلمان شده باشی
بر همچو من صید ضعیفی که زدی تیر — از هر دل من سخت پشیمان شده باشی
هر سو نگه حیرت تو میدود امروز — ای دیده مگر بر رخی حیران شده باشی
ای دل که دگر رفتی و پندم نشنیدی — دیوانهٔ آن زلف پریشان شده باشی
بو کردی و بگذاشتی ای سگ که دل من — آزرده مگر زین دل بریان شده باشی

چون یار دگر محرم دل فرد نکردی
رنجیده ازین خانهٔ ویران شده باشی

ایا طبیبی مرضت هجراً اقلم تعدی قلیت حالی — فتاده هستم به بستر غم زنا توانی چو نقش قالی
اگر بیایم که خواهی آمد به تربت من تو گاه گاهی — الا حترقت بنار عشقک و مت بهجر افلا ابالی
چه نیست بی تو قرار جانم زیاد روی تو زنده مانم — فانت قلبی انت روحی و فی فؤادی و فی خیالی

بجز تو شاهے دگر ندارم بجز در تو درے ندانم
الیک تسعی و منک نرجو وان سألنا یک سؤالی

حبیب روحی انیس قلبی سواک لیس من البرایا
وجودم از تو ظهورم از تو لولی معادی و تو هم مآلی

جگر ز هجر تو خون ناب است و دل گداز است و تن نزار
دموع عینی دمار صدری و لیس یخفی علیک حالی

نه با جمال تو چرخ و انجم نه بدر و خورشید نیر وزه
فما رأینا سواک احدا بلا نظیر و لا مثالی

ثنائے اشباع ۱۲

بخاک کوے تو اوفتاده بر آستان تو سر نهاده
فمن یفوز مفاز فرد و من ینال بنا منالی

از من بدلت غبار تا کے
بر خاک منت گذار تا کی

از بے اثری آه یا رب
بر شیشهٔ دل غبار تا کی

اے ابر کرم کجائی آخر
بر تربت من گذار تا کی

اے نو گل باغ زندگانی
در گلشن من بهار تا کی

لعل تو بکام خلق و ما را
این درد سر از خمار تا کی

اے نور فزاے چشم امید
بر فرد کنی گذار تا کی

چون شود جبریل دربان مکانت یا علی
عرش و کرسی خود زمین آسمانت یا علی

این بگویم که هستم میهمانت یا علی
ریزه چینی طعمه جوئی ام ز خوانت یا علی

کے توان خود را شمرد از دوستانت یا علی
فخر من این بس که هستم از سگانت یا علی

لوح محفوظ است از قرآن وصفت آیتے
نیست ممکن از بشر ادراک شانت یا علی

مهر و ماه چرخ در طوف حریمت روز و شب
کعبهٔ اهل صفا بس آستانت یا علی

آسمان از وسعت درگاه تو یک گوشهٔ
پرتوے باشد دو عالم از جهانت یا علی

عرش پا انداز پیش رفعت ایوان تو
باغ رضوان یک چمن از بوستانت یا علی

ابجد آموز از دبستان تو باشد عقل کل
باب علم مصطفیٰ هست از نشانت یا علی

رشحهٔ از فیض علمت جمله علم ممکنات
آدم و جن و ملک یک نکته دانت یا علی

اے وجودت باعث ایجاد جمله کائنات
ذره ذره بهره مند از فیض جانت یا علی

دیده را بینائے حق کن از کرم یا بوتراب
سرمهٔ چشم است خاک آستانت یا علی

قرب درگاه تو دارم آرزو یا سیدی
گو گنهگارم ولے هستم از آنت یا علی

فرد مسکین از غلامانست شاها همتی
تا ز قید تن بر آییم مدح خوانت یا علی

ماه رخسار سمن بر از زیب کنار کیستی — کشته حسرت توام شمع مزار کیستی
برگ خزان رسیده ام ظلمت هجر دیده ام — چشم و چراغ کیستی تازه بهار کیستی
دست تو سرخ شد چرا خون دل که ریختی — فتنه جان کیستی یار نگار کیستی
تازه و پاک دامنت گرد رسیده از کجا — تا سر زلف و دامنت پر ز غبار کیستی
حلقه بگوش و صید تو کیست که نیست در جهان — باز بدوش دام زلف بهر شکار کیستی
کار بگریه ام فتاد تا تو بکار دیگری — تو که بکار من نه باز بکار کیستی
سرو روان و شوخ من غنچه دهان و ترک من — شعله بجز منم زدی لاله عذار کیستی

فرد بقامتش قسم راست بگو که محرمم
گریه چرا بپای سرو عاشق زار کیستی

شور فتاد در جنون وسعت صحرا مددی — چاک دامان مددی سلسله پا مددی
ای خرد زود بیا از در کاشانه که دوش — عشق طرحی دگر انداخت خدا را مددی
جان بلب آمد و شد صبر و شکیبائی من — درد و سامان دگر کرد مسیحا مددی
دل بسودای کسی میرود امشب از دست — جعد مشکین مددی زلف چلیپا مددی
گشت بیداری شب باعث بیماری من — چشم حیران مددی نرگس شهلا مددی
گریه ها کردم و سیراب نشد مزرعه ام — سیل طوفان مددی شورش دریا مددی

چند ای شوخ زنا بر زده دامان گذری
خاک از راه تو شد فرد خدا را مددی

نی مست خراباتم نی عاشق شیدائی — داریم نهان دردی اندر دل هرجائی
در خانه زدم آتش حیران و پریشانم — نی دامن صحرائی نی گوشه تنهائی
گفتم بدلم بنشین کاین خانه خراب تست — گفتا که نمی آیم در خانه یغمائی
مردیم نه بالینم برخیز طبیب اکنون — سودی نکند ما را این طرز مسیحائی
ای فرد پریشانی تا چند بیا بگزین — یک کلبه احزانی از عالم یکتائی

تمام شد دفتر اول

اعلان عام

دیا جاتا ہے کہ شایقین دیوان فرد خوش ہوں

اور اس نعمت بیبدل کے حاصل کرنے مین تعویق نکرین کیونکہ

اتفاقات سے ایسا مبارک وقت آگیا ہی کہ جسمین دیوان فرد کا دفتر

اوّل طبع ہوگیا ہی اور شایقین حضرت کی مدّت کی تمنا پوری ہوگئی

اسلئے مناسب ہے کہ جہانتک جلد ممکن ہو اپنی مراد کے حاصل کرنے مین

کوشش کرین دیوان فرد جیسی متبرک کامل کتاب کی قیمت

مبلغ تین ۳ روپیہ علاوہ محصولڈاک بالکل کم ہی خریداران کی

کثرت سے دیوان ہاتھون ہاتھ نکلا جاتا ہے اگر آپ حضرات

غفلت کرینگے تو مفت مین حاصل شدہ دولت ہاتھ سے کھو دینگے

دفتر معارف پھلواری ضلع پٹنہ سے طلب کیجیے

المشتہر

محمد حسین منیجر